شاہین

حصہ اول

نسیم حجازی

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال 2006 www.Nayaab.Net

ترتیب



ہسپانیہ، تو خون مسلماں کا امیں ہے
مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری باد سحر میں

اقبالؔ

باغی

(۱)

پچاس سوار پہاڑ کے دامن سے اُتر کر گھنے جنگل سے گزرتے ہوئے ایک ندی کے ٹوٹے ہوئے پُل کے سامنے رُکے۔ ندی کے پار جنگل اور بھی گھنا تھا۔ اس وادی میں جنگل درختوں کے ساتھ ساتھ انگور کی بلیں، سیب، انار اور مختلف اقسام کے پھل دار درخت اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ جنگل کبھی ایک باغ تھا۔ پُل کے پار ٹوٹی پھوٹی سڑک کے دونوں کناروں پر تناور درختوں کی شاخیں آپس میں مل کر ایک چھت کا کام دیتی تھیں۔ سرسبز گھاس اور بیلیں جو کناروں سے آگے بڑھ کر سڑک کے پتھروں کو اپنی آغوش میں لے رہی تھیں، اس بات کا ثبوت تھیں کہ اُنھیں مَسلنے والے پاؤں شاذونادر ہی اس سڑک کا رُخ کرتے ہیں۔

ندی کا پانی زیادہ گہرا نہ تھا اور سڑک کو چھوڑ کر یہ سوار چند قدم نیچے یا اُوپر جا کر اُسے آسانی سے عبور کر سکتے تھے لیکن کسی خیال کے تحت آگے جانے والے دو سواروں نے پُل کے قریب پہنچتے ہی پیچھے مڑ کر دیکھا اور پیچھے آنے والی جماعت کو رُکنے کا ارشاد کیا۔ یہ تمام سوار جنگ کے بہترین سازوسامان سے آراستہ تھے۔ سب سے آگے سواروں میں ایک کی قبا اور عمامہ سفید تھا اور آنکھوں کے سوا اس کا تمام چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ اس کا ساتھی اس رسالے کے باقی سواروں کی طرح زرہ اور خود پہنے ہوئے تھا۔ تاہم اس کا خوب صورت مشکی گھوڑا، جواہرات سے مزین تلوار کا دستہ اور اس کی زرہ اور خود کی چمک اس میں ایک امتیازی شان پیدا کرتے تھے۔

یہ دونوں سوار جو بظاہر اس دستے کے راہنما معلوم ہوتے تھے کچھ دیر پُل کے

قریب گھوڑے روک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔

بالآخر سفید پوش نے کہا"۔ مجھے بار بار خیال آتا ہے کہ اگر اُس نے انکار کر دیا تو""؟ مشکی گھوڑے کے سوار نے جواب دیا۔"تو پھر ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ ہم اُسے باغی سمجھیں اور اس سے باغیوں کا سا سلوک کریں"۔

"نہیں اُس نے اپنی آزادی ہمارے دشمنوں سے چھینی ہے۔ اگر وہ صرف اس سرحد کی حفاظت کا ذمہ لے تو بھی ہم اُس کی آزادی کا احترام کریں گے"۔

"اور اگر اس نے ہماری یہ پیش کش بھی ٹھکرا دی تو؟"

"تو بھی میں اُس سے تعرض نہیں کروں گا۔ ہاں مجھے یہ افسوس ضرور ہوگا کہ میں غرناطہ کی فوج میں ایک ناقابل تسخیر عنصر کا اضافہ نہ کر سکا"۔

مشکی گھوڑے کا سوار کچھ کہنا چاہتا تھا کہ پُل کے پار سڑک پر ایک ہرن نمودار ہوا۔ اُس نے ترکش سے تیر نکالا۔ لیکن ابھی کمان اُٹھائی تھی کہ درختوں میں سے ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور پُل کے پاس ایک درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے لکڑی کے تختے میں پیوست ہو گیا۔

ہرن چھلانگ لگا کر جنگل میں غائب ہو گیا۔ تمام سوار اس غیر متوقع تیر سے بد حواس ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ مشکی گھوڑے کے سوار نے لکڑی کے تختے کی طرف دیکھا تو اُسے تیر کے علاوہ اُس پر چند دُھندلے سے حروف دکھائی دے۔

اُس نے اپنے سفید پوش ساتھی سے کہا۔"شاید اس پر کچھ لکھا ہوا ہے"۔

دونوں گھوڑوں سے اُتر کر درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے تختے کے قریب پہنچے ۔اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:

"اس ندی کے پار سرحدی عقاب کی مملکت ہے۔

یہ چراگاہیں مجاہدوں کے گھوڑوں کے لئے وقف ہیں۔

اس جنگل کے پھلوں اور شکار کے جانوروں پر صرف اُن لوگوں کا حق ہے جو اُندلس کی سرزمین کو کو پنجہ غیر سے چھڑانے کا عہد کر چکے ہیں۔

غرناطہ سے صرف وہ لوگ اس زمین میں داخل ہو سکتے ہیں جو مجاہدین کی جماعت میں شامل ہونا چاہتے ہوں۔

وہ لوگ جو دشمنانِ اسلام کی غلامی پر قانع ہیں یا وہ لوگ جنہوں نے عیسائیوں کا باجگزار رہنا قبول کرلیا ہے اس زمین پر پاؤں رکھنے کی جرأت نہ کریں۔

ہمارے پاس تلوار کا جواب تلوار ہے''۔

یہ عبارت پڑھنے کے بعد سفید پوش سوار نے اپنے زرہ پوش ساتھی کی طرف دیکھا اور کہا۔''وہ قسطہ کی طرح غرناطہ کے لوگوں کو بھی شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے میں حق بجانب ہے لیکن میں ہر قیمت پر اس سے ملنا چاہتا ہوں''

زرہ پوش نے جواب دیا۔''وہ یہاں سے کوئی آٹھ میل دُور ایک پُرانے قلعے میں رہتا ہے۔لیکن اُسے اپنی نیک نیتی کا یقین دلائے بغیر ہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔یہ گھنا جنگل تیراندازوں سے پٹا پڑا ہے۔میں سفید جھنڈا دکھاتا ہوں۔شاید اس کا کوئی آدمی نکل آئے اور ہمیں نامہ و پیام کا موقع مل جائے۔''

سفید پوش نے اثبات میں سر ہلایا۔زرہ پوش نے اپنے دستے کے ایک سوار کو آواز دی اور سفید جھنڈا لہراتا ہوا پُل کے قریب آکھڑا ہوا۔

زرہ پوش نے بلند آواز میں کہا۔''کوئی ہے، ہم سرحدی عقاب کے نام دوستی کا پیغام لے کر آئے ہیں۔''

ایک لمحہ سکوت کے بعد دوسرے کنارے ایک گھنے درخت کی ٹہنیوں میں جنبش

پیدا ہوئی اور ایک نوجوان نیچے اُتر کر ندی کے کنارے کی طرف بڑھا اور بولا۔ "ہمارے پاس دوستی کا جواب دوستی ہے لیکن سرحدی عقاب کو شاید یہ اعتراض ہو کہ دوستی کے پیغام کے لئے آپ کو اتنے مسلح سواروں کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

زرہ پوش نے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ بدر بن مغیرہ کے جانباز غرناطہ کے پچاس مسلح سپاہیوں سے مرعوب نہیں ہو سکتے۔ تاہم اس سے پوچھا جائے اگر اُسے اعتراض ہو تو ہم ان سپاہیوں کو واپس بھیج دیتے ہیں، ورنہ ہم اپنے ہتھیار آپ کے سپرد کر دیتے ہیں اور تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہماری ساتھی ندی کے اس پار کھڑے رہیں اور تم ہم دونوں کو اپنے امیر کے پاس لے چلو"۔

نوجوان نے جواب دیا۔ "اگر آپ سرحدی عقاب کا نام جانتے ہیں تو آپ شاید ان کی عادات سے بھی واقف ہوں۔ اُنہیں آپ سے ملاقات کی بجائے اس بات سے زیادہ دلچسپی ہوگی کہ آپ کے یہ سپاہی جس فوج کا ہراول ہیں اس کی صحیح تعداد کیا ہے۔

زرہ پوش نے اپنا خود اُتار کر ایک سپاہی کو دیتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہارے دل میں غرناطہ کی فوج کے ایک سپہ سالار کے لئے کوئی عزت نہیں تو کم از کم غرناطہ کے شاہی گھرانے کا احترام ضرور ہوگا۔"

(۲)

نوجوان پریشانی کی حالت میں پیچھے مڑ کر درختوں کی طرف دیکھنے لگا۔ ایک لمحہ کے سکوت کے بعد درختوں کے عقب میں گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور آن کی آن میں ایک سوار جس کے جسم پر چمکتی ہوئی زرہ اور سر پر خود کی بجائے سفید عمامہ تھا ندی کے کنارے آ کر رکا۔ وہ اٹھارہ بیس برس کا خوش وضع نوجوان تھا اور اس کے

چہرے سے غیر معمولی شجاعت مترشح تھی۔ اُس نے ایک لمحہ کے لئے ندی کے دوسرے کنارے کھڑے ہونے والے سپاہیوں کا جائزہ لیا اور کہا۔ ''بدر بن مغیرہ سے ملاقات کے لئے آپ کو غرناطہ کے شاہی گھرانے کے کسی فرد کی سفارش کی ضرورت نہیں، وہ ایک مخلص سپاہی سے مل کر زیادہ خوش ہوگا''

زرہ پوش نے جواب دیا۔ ''ایک سپاہی کے خلوص کی کسوٹی صرف میدان جنگ ہے اور اگر قدرت نے مجھے اور تمہارے امیر کو ایک محاذ پر جمع ہونے کا موقع دیا تو میرے سینے کے زخموں سے اُبلتا ہوا خون میرے خلوص کی شہادت دے سکے گا۔ جاؤ اپنے امیر سے کہو کہ اگر اُسے موسیٰ کے خلوص پر شبہ ہے تو آج ہی قسطلہ کے کسی شہر پر چڑھائی کر کے دیکھ لے۔ میں اور میرے یہ پچاس سپاہی تلواروں کی چھاؤں اور تیروں کی بارش میں اس کا ساتھ دیں گے؟''

دوسرے کنارے سے نوجوان نے ذرا غور سے اپنے مخاطب کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر چند قدم نیچے جا کر گھوڑے کو ندی میں ڈال دیا۔ وہ زرہ پوش کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اُترا اور اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر کہنے لگا۔ ''اگر موسیٰ ہیں تو میں کوئی دوسرا سوال کئے بغیر آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں''۔

موسیٰ نے نوجوان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ ''تو آپ ہی بدر بن مغیرہ ہیں۔ میں حیران ہوں کہ۔۔۔۔۔۔؟''

بدر بن مغیرہ نے اُس کا فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ ''تو آپ حیران ہیں کہ ہم ایک دوسرے کو پہلی ہی نگاہ میں کیوں نہ پہچان سکے۔''

موسیٰ نے کہا۔ ''میں یہی کہنا چاہتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ آپ بڑی عمر کے ہوں گے لیکن میں خوش ہوں عقاب کہلانے کے لئے یہی عمر موزوں ہوتی ہے۔ اب اگر

آپ اندلس کے شاہی گھرانے سے اپنی گزشتہ رنجشیں بھول جائیں تو میں آپ سے ایک ایسی شخصیت کا تعارف کرانا چاہتا ہوں جسے میں اندلس کے ترکش کا آخری تیر سمجھتا ہوں۔"

"اگر اندلس کے ترکش کے آخری تیر سے آپ کی مراد ابو عبداللہ الزغل ہے تو میں اُن سے ملنا اپنی خوش بختی سمجھوں گا۔ غرناطہ سے جو مجاہدین میری جماعت میں شامل ہوئے ہیں، اُنھوں نے میرے سامنے غرناطہ کی صرف چند شخصیتوں کی تعریف کی ہے اور ان میں سے فوج کے وہ سالار جنہیں دیکھنے کی میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی تھی موسیٰ اور الزبغیری ہیں اور شاہی گھرانے کا ایک فرد الزغل ہے۔"

موسیٰ نے جواب دیا۔ "الزبغری کو ہم اپنے ساتھ نہ لا سکے لیکن آپ کی نگاہیں اگر ایک ہلکے سے نقاب کے پار جا سکتی ہوں تو الزغل آپ کے سامنے موجود ہے۔"

بدر بن مغیرہ نے موسیٰ کے سفید پوش ساتھی کے طرف دیکھا تو اُس نے مصافحہ کے لئے اپنا دایاں ہاتھ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے بائیں ہاتھ سے اپنا نقاب اُتار دیا۔ الزغل کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی۔ اُس نے گہری دلچسپی سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اندلس کے ترکش کے آخری تیر آپ جیسے نوجوان ہیں۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ "آپ کی حوصلہ افزائی کو شکریہ لیکن بدقسمتی سے اندلس میں تیروں کو پرکھنے والے ہاتھ رُباب کے تاروں سے کھیل رہے ہیں"۔

الزغل نے جواب دیا۔ "میں ان ہاتھوں سے رباب چھین لوں گا اور اگر رباب نہ چھین سکا تو ان ہاتھوں کو کاٹ ڈالوں گا۔ اندلس کے ناکارہ ہاتھ اگر رباب کے

تاروں سے کھیل رہے ہیں تو وہ اس لئے کہ اُن کے پاس تیر نہیں۔ میں اُن کے لئے تیر جمع کر رہا ہوں۔ میں تمہیں غرناطہ کی فوج میں شامل ہونے دعوت دینے آیا ہوں''

۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ''یہ دعوت مجھے پہلے بھی دی جا چکی ہے لیکن میں اور میرے ساتھی غرناطہ میں ایوان شاہی کی نمائش کا سامان بننے کی بجائے اس جنگل میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یہاں ہمارے پاس سنگ مرمر کے محلات اور اطلس کی قبائیں نہ سہی لیکن ہمیں یہ اطمینان ضرور ہے کہ ہم اہل غرناطہ کی طرح نصرانی بادشاہ کے باجگذار نہیں۔ یہ مجاہد جو اپنی زندگی کی تمام دلچسپیاں چھوڑ کر اس جنگل میں آ بسے ہیں غرناطہ میں جا کر دوسری غلامی قبول کرنے پر رضامند ہوں گے۔ مجھے ڈر ہے کہ غرناطہ کی آب وہوا میں ان مجاہدوں کی خاراشگاف تلواریں جنہوں نے بار ہا نصرانیوں کے دانت کھٹے کئے ہیں اپنی آہنی صفت کھو بیٹھیں گی۔ غرناطہ کی بھٹی میں ان کا لوہا پگھل کر رباب کے تاروں میں تبدیل ہو جائے گا۔ عقاب صرف اس وقت تک عقاب ہے جب تک وہ چٹانوں میں بسیرا کرتا اور کھلی فضاؤں میں اُڑتا ہے۔ معاف کیجئے ہم شاہی دربار کے آداب سے واقف نہیں۔ ہم صرف سپاہی ہیں اور ہماری جدوجہد کا ایک مقصد ہے۔ جس دن غرناطہ کا سلطان یہ اعلان کرے گا کہ میں اسلام کا پرچم دوبارہ قرطبہ اور اشبیلیہ پر نصب کرنے کا عہد کرتا ہوں، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس وقت آپ کو ہمیں دعوت بھیجنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی، ہم بن بلائے آپ کے پاس چلے آئیں گے اور اندلس کی وہ خاک جہاں غرناطہ کے باشندے اپنا پسینہ بہانے کے لئے تیار ہوں گے۔ ہمارے خون سے لالہ زار ہو گی۔ خدا کی قسم اگر میرے متعلق کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں انسانوں کے ایک گروہ کا امیر بننے

کے لئے یہ ڈھونگ رچایا ہے تو وہ غلطی پر ہے۔ میں ایک سپاہی ہوں اور غرناطہ کے اس سپہ سالار کا منتظر ہوں جو طارق کی نگاہ اور عبدالرحمٰن کا دل رکھتا ہو۔ یہ وادی اس کئے لئے ایک مستقر کا کام دے گی اور جب تک وہ نہیں آتا میں اس کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ اگر وہ سپہ سالار آپ میں سے کوئی ہے تو یہ مورچہ اُس کے لئے حاضر ہے، ورنہ آپ جائیے اور مجھے انتظار کرنے دیجیے۔ مجھ سے پہلے میرے والد اور ان س پہلے ان کے والد اس سپہ سالار کی آمد شوق میں اس مورچے کی حفاظت کرتے رہے۔ میں بھی اپنا فرض پورا کرتا رہوں گا۔"

بدر بن مغیرہ یہ کہہ کر خاموش اور الزغل محبت، شفقت اور عقیدت کے جذبات سے مغلوب ہو کر دیر تک اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "مغیرہ کے بیٹے سے مجھے یہی توقع تھی۔ نوجوان! مبارک ہیں وہ چراگاہیں جہاں تمہارے گھوڑے چرتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ درخت جن کی چھاؤں میں تم سوتے ہو۔ بیشک غرناطہ کے محل اس قابل نہیں کہ وہ ایک شاہین کا مسکن بن سکیں۔ لیکن میں تمہیں محلات میں رہنے کی دعوت دینے کے لئے نہیں آیا، میں تمہیں ایک خوشخبری دینے آیا ہوں۔ ہم قسطلہ کے ساتھ آخری دم تک لڑنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ ابوالحسن آج بھی اعلان جہاد کرنے کے لئے تیار ہے لیکن میں نے اس سے چار ماہ کی مہلت لی ہے اور ان چار ماہ میں ہمیں بہت کرنا ہے اور میں تمہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے۔"

بدر کی خوبصورت آنکھیں مسرت سے چمک اُٹھیں۔ اُس نے الزغل کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر ہونٹوں سے لگالیا اور بولا۔ "اگر نصرانیوں کے خلاف بغاوت کا جھنڈا اُٹھانے کے لئے قدرت نے یہ ہاتھ منتخب کیا ہے تو میں اس بوسہ دیتا

ہوں۔"

الزغل نے ہاتھ پھیلا کر بدر کو گلے لگالیا۔الزغل سے علیحدہ ہو کر بدر موسیٰ کی طرف متوجہ ہوا۔"میں آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا خیر مقدم کرتا ہوں"۔

موسیٰ آگے بڑھ کر اس سے بغلگیر ہوا تو الزغل نے مسکراتے ہوئے کہا۔" موسیٰ! یہ عقاب تمہارے قبضے میں بڑی مشکل سے آیا ہے اسے چھوڑ نہ دینا۔"

موسیٰ نے بدر کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔"آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کو اپنے قبضے میں رکھنے کی بجائے آپ کے ساتھ اُڑنے کی کوشش کروں گا۔"

"میں آپ کو جانتا ہوں۔"بدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔"غرناطہ کی آنکھ کے تارے کو کون نہیں جانتا"۔

موسیٰ نے کہا۔"میں ایک بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"کہیئے!"

"مجھے یہ خیال تھا کہ حالات نے آپ کو بے حد محتاط بنادیا تھا لیکن آج جو کچھ آپ نے کیا ہے وہ آپ کی روایات کے خلاف ہے۔اس وقت آپ اکیلے ہمارے پاس چلے آئے آپ کو یہ خیال کیسے آیا کہ ہماری نیت بُری نہیں۔"

بدر نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔"پچاس آدمیوں کی نیت اگر بُری بھی ہو تو بھی اس جگہ اپنے لئے انہیں کوئی بڑا خطرہ نہیں سمجھتا۔"

"اور آپ کو کیسے یقین آیا کہ ہمارے پیچھے کوئی فوج نہیں۔"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔"جب آپ یہاں سے بیس کوس کے فاصلے پر تھے تو مجھے آپ کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی اور مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ آپ کے پیچھے کوئی اور فوج نہیں اور جب آپ پہاڑ سے نیچے اُتر رہے تھے تو میں ایک درخت

پر بیٹھا آپ کی باتیں سن رہا تھا اور اس کے باوجود میں کافی محتاط ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت آپ کے پچاس آدمی میرے ساتھیوں کے نرغے میں ہیں"۔

موسیٰ نے حیران ہو کر چاروں طرف درختوں پر نگاہ دوڑائی۔ بدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔"جسے ہدف دیکھ سکے ہم اُسے تیرے نہیں کہتے۔ میں آپ کی تشویش دور کئے دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے ترکش سے ایک تیر نکال کر کمان پر چڑھایا اور پُل کے قریب درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے تختے کا نشانہ کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔"ہمارے معزز مہمان یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس وقت یہاں کتنے عقاب موجود ہیں۔ تختہ تمہارا ہدف ہے۔ ہوشیار"۔ جونہی بدر بن مغیرہ کی کمان سے ایک تیر نکل کر تختے میں پیوست ہوا مختلف اطراف سے تیروں کی بوچھاڑ آئی اور تمام تختہ تیروں سے بھر گیا۔ درختوں کے کٹے ہوئے پتے ہوا میں اُڑ رہے تھے۔

موسیٰ نے حیران ہو کر کہا"تو ہمارے پیچھے بھی درختوں پر تمہارے آدمی ہیں؟

"ہاں اور آپ کے آگے بھی تختے کے دوسری طرف آپ اس سے زیادہ تیر پائیں گے۔"

الزغل نے کہا"موسیٰ! اس نوجوان سے ہمیں بہت کچھ سیکھنا ہے۔ میں چند دن کے لئے فوج کے چند سالار یہاں بھیج دوں گا۔ میں اس کے سامنے بہت سی تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں اور ہمارا ارادہ ہے کہ ہم آج ہی واپس چلے جائیں"۔

بدر بن مغیرہ نے کہا"مجھے معاف کیجئے میں نے آپ کو اتنی دیر یہاں ٹھہرائے رکھا آپ میرے ساتھ آیئے ہم اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

الزغل نے جواب دیا۔"لیکن آپ کی قیام گاہ یہاں سے کافی دور ہے۔ اور وہاں جا کر شاید میں آج ہی واپس نہ جا سکوں"۔

"میں آپ کو زیادہ دُور نہیں لے جاؤں گا۔ آیئے اس جنگل کے پھل اور شکار آپ کے لئے اور اس کے گھاس آپ کے گھوڑوں کے لئے حاضر ہے۔"

"ہم آپ کی دعوت قبول کرتے ہیں۔" یہ کہہ کر الزغل گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ بدر کی رہنمائی میں سواروں کے دستے نے ندی عبور کی۔ دوسرے کنارے پہنچ کر بدر نے بلند آواز میں اپنے ساتھیوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور آن کی آن میں قریباً دو سو تیر انداز ندی کے آس پاس دونوں کناروں کے درختوں سے نیچے کود کر اس کے گرد جمع ہو گئے۔

ایک سرپٹ سوار جنگل میں چھپتی ہوئی سڑک پر نمودار ہوا۔ بدر کے تیر اندازوں اور الزغل کے سپاہیوں کے قریب پہنچ کر اس نے گھوڑا روکا اور مذبذب سا ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

[1] موسیٰ کا پورا نام موسیٰ بن ابی غسان ہے۔

اُس کی عمر بائیس سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی۔ اس کی شکل و شباہت اور رنگ خاص عربی نسل یا بربری مسلمانوں کی بجائے مخلوط نسل کے ہسپانوی باشندوں سے ملتا تھا۔ اُس کے چہرے سے سپاہیانہ جبروت سے زیادہ علم اور ذہانت مترشح تھی۔ بدر کی طرح اُس کے سر پر بھی سفید عمامہ تھا لیکن زرہ کے اُوپر وہ سُرخ رنگ کی قبا پہنے ہوئے تھا۔ اُس کے گھوڑے کی زین کے ساتھ چمڑے کے دو تھیلے بندھے ہوئے تھے۔

بدر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ بشیر! تم آ گئے، یہ تاجدار اندلس کے بھائی الزغل ہیں اور یہ موسیٰ ہیں۔ یہ ہمارے لئے ایک خوشخبری لائے ہیں۔ عنقریب قسطلہ کے خلاف اعلان جنگ ہونے والا ہے"۔

بشیر نے گھوڑے سے کود کر ان دونوں سے مصافحہ کیا تو بدر نے کہا۔ "یہ بشیر بن

حسن ہیں۔ آپ نے ان کا نام سُنا ہوگا۔ اندلس میں ان سے بہتر جرّاح شاید اور کوئی نہ ہو۔ انہوں نے قرطبہ میں اپنا عالی شان محل چھوڑ کر میرے ساتھ اس جنگل میں رہنا پسند کیا۔"

بدؔر نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا اور وہ یکے بعد دیگرے جنگل میں غائب ہو گئے۔

(۳)

تھوڑی دیر بعد بدؔر اور بشیر جنگل میں اپنے مہمانوں کی راہنمائی کرتے ہوئے ایک چشمے کے کنارے پہنچے جہاں درختوں کے سائے سر سبز گھاس پر ایک وسیع دستر خوان بچھا ہوا۔ بدر کے پچاس ساٹھ آدمی یہاں بھی موجود تھے۔ اُنہوں نے مہمانوں کے گھوڑے ایک طرف باندھ کر اُن کے آگے گھاس ڈال دی۔

الزغل اور اس کے سپاہی جب دستر خوان پر بیٹھے تو تقریباً ہر ایک یہ سوچ رہا تھا کہ میزبان نے اپنے غیر متوقع مہمانوں کے لیے کیا انتظام کیا ہوگا۔ بدؔر نے تالی بجائی تو درختوں کے ایک جھنڈ سے چند آدمی طشت اُٹھائے نمودار ہوئے اور تھوڑی دیر میں دستر خوان پر پرندوں اور جنگلی جانوروں کے بھنے ہوئے گوشت اور مختلف اقسام کے پھلوں کے ڈھیر لگ گئے۔

مہمانوں نے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ بالآخر الزغل نے کہا، "آپ نے بہت تکلف سے کام لیا۔ میں حیران ہوں کہ آپ نے آن کہ آن میں یہ سارا انتظام کیسے کیا؟"

بدؔر نے جواب دیا۔ "میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ جب آپ یہاں سے بیس کوس کے فاصلے پر تھے تو مجھے آپ کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی۔ مجھے یہ بھی معلوم

ہو چکا تھا کہ آپ راستے میں ناشتہ کرنے کے لیے کہیں نہیں رُکے۔ اور جب میرے خبر رسانوں نے یہ بھی بتا دیا کہ آپ اپنے ساتھ سامانِ رسد بھی نہیں لائے تو میں کھانے کا انتظام کرنے کے سوا اور کیا سوچ سکتا تھا۔"

کھانا کھانے کے بعد لوگوں نے الزغل کی امامت میں ظہر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد بدؔر، الزغل، موسیٰ اور بشریاتی لوگوں سے علیحدہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ موسیٰ نے اندلس کا نقشہ کھول کر سامنے رکھ دیا اور دیر تک آنے والی جنگ کے متعلق مختلف تجاویز پر بحث ہوتی رہی۔ الزغل نے بدؔر کی مختلف تجاویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا حملے سے چند دن قبل آپ کو غرناطہ بُلا لیا جائے گا۔ سر دست میں چاہتا ہوں کہ سرحد کے چند اور علاقے آپ کے تحویل میں دے دیے جائیں۔ آپ اس جنگل کو مستقر بنا کر ان علاقوں کی حفاظت کر سکیں گے۔ اس سرحد کی حفاظت سے مطمئن ہو کر ہم اپنی بیشتر قوت دوسرے محاذ پر منتقل کر سکیں گے۔ میں ابوالحسن سے آپ کو اس سرحد کو گورنر مقرر کرنے کی اجازت لے آیا تھا لیکن مجھے خدشہ ہے کہ ہمارے اس اقدام سے فرڈیننڈ فوراً چوکنا ہو جائے گا اور ہمیں تیاری ک اموقع دینے سے پہلے ہم پر حملہ کر دے گا۔ اس لئے میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ نام کے لئے سرحد کو گورنر کوئی اور رہو مگر کام کے لئے آپ ہوں۔ چار ماہ تک عیسائیوں سے کوئی چھیڑ چھاڑ ہمارے مفاد کے خلاف ہو گی۔ اس دوران میں ہم اُن کے حالات سے باخبر رہنا چاہتے ہیں آپ قرطبہ، شبیلیہ اور دوسرے شہروں کے حریت پسندوں کو اپنے پاس بلائیں۔ میں اُن کے لئے غرناطہ اور باقی اندلس کے مسلمان متحدہ ہو جائیں تو ہم اس ملک کو ہمیشہ کے لئے عیسائیوں کی غلامی سے آزاد کرا سکتے ہیں۔"

بدر نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔" کاش یہ بات کوئی آج سے پچاس، سو یا

دوسو برس پہلے سوچتا۔ دوسو برس پہلے غرناطہ میں صرف قرطبہ، طلیطلہ اور شبیلیہ سے تین لاکھ مہاجرین جہاد کے ارادے سے غرناطہ میں پناہ گزین ہوئے تھے لیکن وہاں حسد و عناد کی آگ میں ان کی تلواریں پگھل کر رہ گئیں۔ صرف اس وادی میں پچاس برس پہلے ساٹھ ہزار مجاہد تھے۔ آج میرے پاس صرف پانچ ہزار سپاہی ہیں۔ لیکن اگر غرناطہ لڑنے کا فیصلہ کر چکا ہے تو اُن کی تعداد تین گنا ہو سکتی ہے۔ ابھی تک بہت سے فالتو گھوڑے اس جنگل میں چرتے ہیں۔ اگر مجھے ہتھیاروں کی ضرورت پڑی تو آپ کو اطلاع دوں گا۔"

سرحد کے علاقے بدر بن مغیرہ کی نگرانی میں دینے کے متعلق بہت سی تفصیلات طے کرنے کے بعد الزغل نے اپنے ساتھیوں کو کُوچ کی تیاری کا حکم دیا۔

سرحدی عقاب

(۱)

مسلمانوں کی اندلس پر قابض ہوئے قریباً آٹھ صدیاں گزر چکی تھیں۔ ان آٹھ صدیوں کی تاریخ ایک عظیم قوم کے عروج اور زوال کی داستان ہے جس کا پہلا کا باب عرب فاتحین اور اموی خاندان کے جلیل القدر حکمرانوں نے اپنے خون کی روشنائی سے لکھا تھا۔ اب یہ عظیم قوم جس کی سطوت بحیرہ روم کی سرکش کی لہروں پر سکوت طاری کر دیا کرتی تھی۔ بے کسی کے آنسوؤں سے اپنی تاریخ کا آخری باب لکھ رہی تھیں۔ تہذیب وتمدن کا وہ درخت جسے طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر جیسے جانبازوں اور عبدالرحمٰن کے جانشینوں نے پروان چڑھایا۔ تھا بادخزاں کے تندو سرکش جھونکوں کا سامنا کر رہا تھا۔

مسلمان ایک آندھی کی طرح اس ملک میں داخل ہوئے۔ جب مزاحمت کی تمام دیواریں ٹوٹ گئیں۔ اور اسپین کے باشندوں نے شاہسوارانِ عرب کے آگے ہتھیار ڈال دیے تو یہ آندھی رحمت کی گھٹا سے بدل گئی اور اندلس کی بنجر زمین باغ عدن میں تبدیل ہوگئی۔ وہ ملک جہاں انسانیت جہالت کے چنگل میں دم توڑ رہی تھی، یورپ کا مشعل بردار بن گیا۔ جب یورپ پر وحشت اور بربریت کی تاریک گھٹائیں مسلط تھیں، اندلس کے ہر گھر میں علم وہنر کی قندیلیں روشن تھیں۔ جب یورپ کے اکثر باشندے جانوروں کی کھالوں سے اپنے جسم ڈھانپتے اور جنگلوں اور غاروں میں رہتے تھے۔ اندلس کے باشندے پارچہ بافی اور فنِ تعمیر کو اوج کمال تک پہنچا چکے تھے جب یورپ میں کتابوں اور کتابیں پڑھنے والوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ اندلس میں کسی ایسے آدمی کو تلاش کرنا ممکن نہ تھا جس کے گھر میں کتب

خانہ نہ ہو۔

اموی امارت کا زمانہ اندلس کی تاریخ کا سنہری زمانہ تھا۔آج بھی ایک سیاح جب اس کے جاہ وجلال اور شان وشوکت کا تصور کرتا ہے جو قرطبہ، اشبلیہ اور طلیطلہ کے کھنڈروں میں دفن ہے تو وہ حیران ہو کر یہ پوچھتا ہے کہ کیا یہی وہ ملک ہے جس کی خوشحالی دیکھ کر شارلمین کے سفیر دنگ رہ جاتے تھے؟ کیا موجودہ اسپین عربوں کا وہی اندلس ہے جس کی زمین سونا اُگلتی تھی، جہاں غربت وافلاس کا نام ونشان تک نہ تھا جس کی تجارت روس، ایران اور چین تک پھیلی ہوئی تھی۔جس کی یونیورسٹیاں دُنیا بھر میں مشہور تھیں جس کے علماء کے سامنے ارسطو اور افلاطون کے جانشین گھٹنے ٹیکتے تھے۔

اندلس کے مورخین کی روحیں جو شاید ہر شام ان ویرانوں کا طواف کرتی ہیں نہایت مغموم انداز میں ہمیں ان سوالات کو جواب دیتی ہیں۔''ہاں یہ اسپین عربوں کا وہی اندلس ہے، جس کی سطوت کی داستان قصہ پارینہ بن چکی ہے۔یہ جبل الطارق وہی ہے جہاں طارق بن زیاد کے جہاز لنگر انداز ہوئے تھے، یہ قرطبہ وہی شہر ہے جہاں عبدالرحمٰن ثالث کے دربار کی شان وشوکت دیکھ کر دنیا کے بڑے بڑے شہنشاہوں کے سفیر دم بخود رہ جاتے تھے۔یہ اندلس وہی ہے لیکن وہ عظیم قوم جس نے اپنے خون اور پسینے سے اس کی خاک کو زندگی اور رعنائی عطا کی تھی مٹ چکی ہے۔ان کھنڈروں کے نیچے ان جلیل القدر معماروں کی لاشیں دفن ہیں جنہوں نے اس ملک کو باقی یورپ کے لئے روشنی کا مینار بنا دیا تھا۔''

تاریخ عالم مختلف اقوام کے کمال وزوال کی داستانیں بیان کرتی ہے لیکن اندلس کے عرب فاتحین کے کمال وزوال کی داستان سب سے زیادہ دل چسپ اور

سب سے زیادہ سبق آموز ہے۔ اگر وہ سورج، وہ چاند اور وہ تارے جنہوں نے تخلیق آدم سے لے کر آج تک اپنی نہ جھپکنے والی آنکھوں سے ترقی یا تنزل کے راستوں پر چلنے والے ہزاروں قافلے دیکھے ہیں، اپنے پہلو میں دل رکھتے ہوں تو وہاں یقیناً اندلس کے عرب حکمرانوں کے عروج و زوال کی داستان نقش ہوگی۔

(۲)

اندلس میں مسلمانوں کی فتوحات کے ابتدائی دور کے بعد شمالی سرحد کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم ہوگئی تھیں۔ طاقتور حکمرانوں کے زمانے میں یہ سلطنتیں اندلس کی اسلامی سلطنت کی باجگزار بن جاتیں اور کمزور حکمرانوں یا مسلمانوں کے باہمی انتشار کے زمانے میں یہ اپنی خودمختاری کا اعلان کر کے سرحدی علاقوں پر لوٹ مار شروع کر دیتیں اندلس میں اموی خاندان کا عہد حکومت مسلمانوں کی شان و شوکت کا زمانہ تھا اور اموی سلاطین شمال کے چھوٹے چھوٹے عیسائی اُمراء کی ریشہ دوانیوں کے باوجود ان سے فیاضانہ برتاؤ کرتے رہے۔

پانچویں صدی ہجری میں اموی خاندان کے زوال کے بعد اندلس کے مسلمان لامرکزیت اور انتشار کی آخری حد تک پہنچ چکے تھے۔ اندلس کی عظیم سلطنت قریباً بیس چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگئی۔ اس انتشار سے الفانسو ششم نے فائدہ اُٹھایا اور شمال کی عیسائی حکومتوں (گیلیشیا، لیون اور قسطلہ کو ملا کر ایک سلطنت بنالی۔

اندلس کے مطلق العنان مسلمان اُمراء جب اپنے کسی ہمسایہ سے مغلوب ہوتے تو الفانسو کو مدد کے لئے پکارتے۔ وہ ایک حکمران کو دوسرے کے مقابلہ میں کھڑا کر کے اپنی مدد کی قیمت وصول کرتا۔ یہاں تک کہ اسپین کے قریباً تمام

حکمران اس کے باجگوار ہوگئے اور اس کی فوج نے ملک کے طول و عرض میں چوکیاں قائم کرکے لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔

اس مصیبت کے وقت مراکش اور الجیریا کا حکمران یوسف بن تاشفین مسلمانوں کی مدد کے لئے پہنچا۔ اس نے انہیں عیسائیوں کی چیرہ دستیوں سے نجات دلائی۔ لیکن کوتاہ اندیش مسلمانوں کو کوشش کے باوجود ایک مرکز پر جمع نہ کرسکا۔ جب مسلمانوں میں مصالحت کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اُس نے اندلس پر قبضہ کرکے اُسے اپنی افریقی سلطنت کا ایک صوبہ بنا دیا۔

افریقہ کے مرابطین کی یہ سلطنت جس کی بنیاد یوسف بن تاشفین نے رکھی تھی دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ اندلس کے اُمراء اس میں کمزوری کے آثار دیکھتے ہی اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور اندلس میں جتنے بڑے بڑے شہر تھے اتنی ہی سلطنتیں قائم ہوگئیں۔ اس نازک مرحلہ پر عبدالمومن نے مسلمانوں کے اقتدار کے گرتے ہوئے محل کو سہارا دیا اور اندلس کے چھوٹے چھوٹے خودسر حکمرانوں کو مغلوب کرکے موحدین کی سلطنت کی بنیاد رکھی۔

موحدین نے شمال کے عیسائی حملہ آوروں کو پے در پے شکستیں دیں۔ لیکن بدقسمتی سے وہ افریقہ میں بیٹھ کر حکومت کرتے تھے۔ اس لئے اندلس پر اُن کا قبضہ آہستہ آہستہ کمزور ہوتا گیا اور اندلس کے اُمراء کے سازشیں بڑھتی گئیں۔

۱۲۱۲ء میں عیسائیوں نے موحدین کی رہی سہی افواج کو لاس نواس میں شکست دی اور اس کے بعد مسلمانوں کے کئی شہر ایک ایک کرکے اُن کے قبضے میں چلے گئے۔

۱۲۳۸ء سے ۱۲۶۵ء تک مسلمان آپس میں جھگڑتے رہے اور اس دوران میں قسطلہ کے عیسائی بادشاہ فرڈنینڈ ثالث اور ارغوان کے حکمران نے متحد ہوکر

قرطبہ، ہلنسیہ، اشبیلیہ اورمرسیہ کو فتح کر لیا۔ مسلمانوں کے لئے قرطبہ اور اشبیلیہ کا عیسائیوں کے قبضے میں چلا جانا، بغداد اور بکارا کے تاتاریوں کے قبضہ میں چلے جانے سے کم نہ تھا۔

اندلس میں اب ان کا آخری حصار غرناطہ کی سلطنت تھی ۔ یہ سلطنت کوہ سیرانویدا اور ساحل کے قریب المریہ سے لے کر جبل الطارق تک پھیلی ہوئی تھی ۔ غرناطہ میں قریباً اڑھائی سو برس اور مسلمانوں کی حکومت رہی ۔ مفتوحہ علاقوں کے بہت سے لوگ اُسے اپنے دفاع کا آخری مورچہ سمجھ کر غرناطہ میں آ گئے اور انہوں نے اپنی خدمات غرناطہ کے حکمرانوں کو پیش کیں لیکن مسلمان اُمراء کی وہ تلوار جو بڑی سے بڑی طاقت کو خاطر میں نہ لایا کرتی تھی اب نیام میں آ چکی تھی ۔

قریباً ڈیڑھ صدی تک غرناطہ کی سلطنت خودغرض اُمراء کی باہمی کشمکش اور اس کے سرحدی علاقے عیسائیوں کی لوٹ مار اور قتل و غارت کا نشانہ بنے رہے ۔ بعض موقعوں پر غرناطہ کے حکمرانوں نے عیسائیوں کو شکستیں بھی دیں لیکن غرناطہ کسی ایسی اولوالعزم شخصیت کی راہنمائی سے محروم رہا جو عیسائیوں کی طرف سے پیش آنے والے خطرات کا پورا پورا سد باب کرتی ۔

اگر کسی امیر کو عیسائیوں پر کوئی فتح حاصل ہوتی تو عوام کا جوش وخروش کچھ عرصہ کے لئے اس کا ساتھ دیتا لیکن بعد میں پھر یہ سلطنت حسد و رقابت کا اکھاڑا بن جاتی ۔

تاہم اس زمانے میں علوم وفنون کی ترقی کے لحاظ سے نہ صرف یورپ بلکہ دُنیا کا کوئی شہر غرناطہ کا ہم پلّہ نہ تھا۔ اس کے معمار ساری دنیا میں مشہور تھے ۔ اس کی یونیورسٹی میں دور دراز ممالک کے طلباء تعلیم پاتے ہیں، غرناطہ کے جرّاح اور طبیب

دنیا میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

جب کوئی قوم اپنے لئے آزادی، عزت اور فلاح کا راستہ منتخب کرتی ہے تو علم اس کے لئے ایک تازیانے کا کام دیتا ہے لیکن جب وہ اس راستے سے ہٹ جاتی ہے تو یہی علم وفن اس کے لئے نشہ آور دوائی بن جاتا ہے اور اُسے اپنے عمل کی کوتاہی پر ضمیر کی ملامت نویں صدی ہجری اور پندرھویں صدی عیسوی کے وسطِ آخر میں غرناطہ کی اسلامی سلطنت کے تنزل کے آثار نہایت تیزی کے ساتھ ظاہر ہو رہے تھے۔ فرڈی نینڈ پنجم اور ازابیلا کی شادی کے ذریعے دو عیسائی سلطنتوں اراغون اور اسطلہ کا اتحاد اور مسلمانوں میں آپس کی پھوٹ اندلس میں مسلمانوں کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے لئے ہوا کا آخری جھونکا ثابت ہوئی۔

بدر بن مغیرہ کو قسطلہ کے اُمراء اور عوام سرحدی عقاب کے نام سے یاد کرتے تھے۔ قسطلہ کی حملہ آور افواج کے خلاف وہ اپنی غیر متوقع کامیابیوں کی بدولت غرناطہ میں بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ یہ ساٹھ میل لمبا، چالیس میل چوڑا پہاڑ اور جنگل ایک مدت سے ان آزاد لوگوں کا مسکن تھا جا غرناطہ کے متعلق غیر جانبدار اور پڑوس کی عیسائی سلطنتوں سے برسرِ پیکار چلے آتے تھے۔ بدؔر سے پہلے اس کا باپ مغیرہ اس علاقے کا امیر تھا اور اس نے عیسائیوں کے بہت سے علاقے چھین کر اپنی مملکت میں شامل کر لئے تھے۔ غرناطہ کے حکمران قسطلہ کو خراج دینا بند کر دے تو یہ علاقہ اس کا ہے اور میں اس کی فوج کے ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے نصرانیوں کے خلاف جنگ میں شریک ہونا اپنے لئے باعث فخر سمجھوں گا۔ ورنہ میں غرناطہ کی وساطت سے قسطلہ کے عیسائی بادشاہ کو بھی شامل کر لے۔ اس لئے اس نے مغیرہ کو کہلا بھیجا کہ جب تک تمہاری سرگرمیاں صرف نصرانیوں کے خلاف ہیں

تمہاری راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کروں گا۔

قسطلہ کے باجگزار عیسائی اُمراء باہمی رقابتوں کے باعث مغیرہ کے خلاف کوئی متحد محاذ نہ بنا سکے اور اسے تیاری کا موقع ملتا رہا۔ عیسائی اُمراء کے محکوم مسلمانوں میں سے بعض لوگ اس کے پیغام پر لبیک کہتے ہوئے اُس کے ساتھ آ ملے لیکن اس نے ابھی تک کوئی چھ ہزار مجاہد فراہم کئے تھے کہ نصرانی اندلس میں ایک بڑا انقلاب آیا۔

فرڈی نینڈ پنجم اور ازابیلا کی شادی کے باعث شمال کی دو طاقتور عیسائی سلطنتوں قسطلہ اور اراغون کا اتحاد اسلامی اندلس کے لئے ایک خطرہ عظیم بن گیا۔ فرڈی نینڈ کے اقتدار کے سامنے چھوٹے چھوٹے عیسائی حکمرانوں کی حیثیت معمولی سرداروں کی سی رہ گئی۔ وہ غرناطہ کی باجگزار سلطنت کے مقابلہ میں مغیرہ کے چھوٹے سے آزاد علاقے کو اپنے لئے زیادہ خطرناک سمجھتا تھا۔ اُسے یہ بھی احساس تھا کہ اُسے یہ علاقہ فتح کرنے کے لئے اپنی فوج کا بہت بڑا حصہ قربان کرنا پڑیگا۔

مغیرہ نے آنے والے خطرات کا اندازہ کرتے ہوئے اندلس کے طول و عرض میں مجاہدین کی جماعتیں تیار کرنے کی مہم شروع کر دی۔ اس نے آزاد علاقے کی حفاظت اپنے ایک نائب کے سپرد کی اور ایک معمولی تاجر کے بھیس میں اندلس کے بڑے بڑے شہروں کا دورہ کیا۔ قرطبہ، اشبیلیہ اور دوسرے شہروں کے ان مسلمانوں نے جن کی روح غلامی کی زنجیروں میں پھڑ پھڑا رہی تھی اس کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کی اور اُسے یقین دلایا کہ وقت آنے پر وہ اپنے اپنے شہر میں بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیں گے۔ تاہم مغیرہ نے یہ محسوس کیا کہ ایک طویل عرصہ غلامی کے بعد نصرانی اندلس میں بہت کم ایسے مسلمان رہ گئے ہیں جو اسلام کے لئے زندہ رہنا اور اسلام

کے لئے مرنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کو اُن کے اسلاف کے دین سے بیگانہ کرنے کے لئے جو حربے عیسائی حکمران استعمال کر چکے تھے وہ کافی حد تک کامیاب تھے اور اب فرڈی نینڈ کے عہد حکومت میں اُنہیں مرتد بنانے کے طریقوں پر زیادہ شدت کے ساتھ عمل ہو رہا تھا۔ مسلمانوں کی درس گاہوں میں عربی زبان ممنوع قرار دے دی گئی تھی، اُنہیں عربی لباس پہننے کی ممانعت تھی۔ اُنہیں مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے بچوں کو عیسائی درس گاہوں میں بھیجیں۔ تھوڑی بہت مراعات صرف اُن لوگوں کے لئے تھیں جو عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے۔ لیکن جو مسلمان رہنا چاہتے تھے ان کے لئے حکم تھا کہ وہ خاص قسم کا نشان لگائیں۔ بازاروں میں اُنہیں ذلیل کیا جاتا تھا۔ ان حالات میں کمزور لوگوں کی ایسی جماعت پیدا ہو گئی تھی جو بظاہر عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے لیکن اپنے گھروں میں چھپ چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے۔ اندلس کے رہے سہے مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا خطرہ وہاں کی ایک قومی تحریک تھی منافقین کی ایک جماعت نے اندلسی اور غیر اندلسی کا جھگڑا کھڑا کر دیا تھا۔ یہ لوگ ہسپانوی نسل کے مُسلمانوں کو عربی اُلنسل مسلمانوں کے خلاف متحد کر رہے تھے اور نصرانی حکومت نے ان سرگرمیوں کو اپنے لئے مفید سمجھ کر اُن کی حوصلہ افزائی شروع کر دی تھی۔ یہ لوگ مساجد اور چوراہوں میں عرب اور بربری مسلمانوں کے خلاف زہر اُگلتے رہتے تھے۔ ان حالات میں بیشتر عرب اور بربری مراکش چلے گئے تھے اور کچھ غرناطہ میں آباد ہو گئے تھے۔

مغیرہ جب ان شہروں کا دورہ کرنے کے بعد واپس آیا تو وہ پُر اُمید نہ تھا۔ تیس شہروں میں قریباً چار ہزار مسلمانوں نے اُس کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کی۔ تاہم وہ مایوس نہ ہوا اور اس نے عہد کیا کہ وہ اندلس کے ہر شہر میں جہاد کا پیغام پہنچائے گا۔

اُسے یہ بھی احساس تھا کہ جب تک غرناطہ سے کوئی زندہ دل حکمران بغاوت کا جھنڈا بلند نہیں کرتا، اندلس کے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا خواب اُدھورا رہے گا۔ اُس کی زندگی کی سب سے بڑی، خواہش، یہ تھی کہ غرناطہ کا حکمران عیسائیوں کے خلاف اعلان جہاد کرے اور وہ سرفروشوں کی جماعت کے ساتھ اس کی فوج میں شامل ہو جائے لیکن غرناطہ کا تخت جو غرض دعویداروں کی رزم گاہ بنا رہا۔ ان حالات کے باوجود مغیرہ نے ہمت نا ہاری۔ وہ ہر سال بھیس بدل کر اندلس کے شہروں میں جاتا اور لوگوں کو جہاد کے لئے تیار کرتا۔ اپنی قیام گاہ میں واپس آکر بھی وہ اپنا زیادہ وقت اندلس کے شہروں کی خفیہ جماعتوں کے نام خطوط لکھنے میں گزارتا۔

ایک دن مغیرہ جنگل کے پرانے قلعے کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک سپاہی نے آکر اطلاع دی کہ چند سپاہی سرحد سے ایک اجنبی کو گرفتار کر کے لائے ہیں۔ وہ یہ کہتا ہے کہ میں طلیطلہ سے ایک ضروری پیغام لے کر آیا ہوں۔ مغیرہ کو اپنی سرگرمیوں کے سلسلہ میں ابھی تک طلیطہ جانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس کے اشارہ پر اجنبی کو پیش کیا گیا۔ بدؔر کی عمر اس وقت چودہ برس تھی اور وہ اپنے باپ کے قریب بیٹھا تھا۔ اجنبی نے کمرے میں داخل ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا اور کہا۔ ”میں آپ کے ساتھ تنہائی میں چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“

مغیرہ نے سپاہی کو باہر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”ہاں کہو۔“

اجنبی نے جواب طلب نگاہوں سے بدؔر کی طرف دیکھا تو مغیرہ نے کہا ”اس کے متعلق تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ میرا بیٹا ہے۔“

اجنبی نے اپنی جیب سے ایک خط نکال کر مغیرہ کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ ”اسے پڑھ لیجئے۔“ طویل مراسلہ پڑھنے کے بعد مغیرہ سوچ میں پڑ گیا۔ اُس کے

کانوں میں مراسلے کے یہ آخری الفاظ گونج رہے تھے۔طلیطلہ میں دس ہزار سرفروش آپ کے منتظر ہیں۔میں حیران ہوں کہ آپ نے اس شہر کو اب تک کیوں نظر انداز رکھا ہے۔طلیطلہ کے مسلمان اندلس کے باقی تمام شہروں کے مسلمانوں سے زیادہ مظلوم ہیں اور ان میں ہزاروں ایسے ہیں جو ظلم کے بوجھ تلے سسک سسک کر جاں دینے کی بجائے آپ کے جھنڈے تلے بہادری کی موت کو ترجیح دیں گے۔"

مغیرہ نے ایلچی کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔"جاؤ ان سے کہو کہ میں آؤں گا۔بہت جلد آؤں گا۔"

اس کے بعد مغیرہ نے چند سپاہیوں کو بلا کر حکم دیا کہ وہ ایلچی کو حفاظت کے ساتھ سرحد کے پار پہنچا دیں۔

(۴)

رات کے تیسرے پہر مغیرہ اپنے بستر سے اٹھ کر ایک راہب کا بھیس بدل رہا تھا۔ایک سپاہی نے کمرے میں آکر اطلاع دی کہ آپ کا گھوڑا تیار ہے۔

مغیرہ نے کہا۔"میں ابھی آتا ہوں"۔

سپاہی کمرے سے نکل گیا۔مغیرہ شمع کی روشنی میں اپنے بیٹے کے بستر کے قریب کھڑا ہو کر کچھ دیر اُسے کے معصوم چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔بالآخر اُس نے جھک کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔بدر نے اچانک ایک جھرجھری لی اور ایک ہلکی سی چیخ کے بعد آنکھوں کھول دیں۔"میں کہاں"۔اُس نے سہمی ہوئی آواز میں سوال کیا اور پھر"ابا جان"کہہ کر مغیرہ کے ساتھ لپٹ گیا۔

"ابا جان!ابا جان!میں آپ کو تنہا نہیں جانے دوں گا۔میں آپ کے ساتھ چلونگا۔"

"بیٹا کیا ہوا؟" مغیرہ نے اُسے اپنے سینے کے ساتھ بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"ابا جان! میں نے بہت بُرا خواب دیکھا ہے۔ کئی بھیڑیے میرا اور آپ کا تعاقب کر رہے تھے۔ آپ پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے آپ کو پکڑ لیا۔ میں آپ کی مدد کے لئے لوٹنا چاہتا تھا لیکن آپ یہ کہہ رہے تھے۔ "بدر! تم بھاگ جاؤ۔ تم بھاگ جاؤ۔" ابا جان! اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

"نہیں بیٹا!" مغیرہ نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔

بدؔر نے کہا۔ "ابا جان! آپ نے پچھلے سال وعدہ کیا تھا کہ جب آپ غرناطہ جائیں گے تو مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

"لیکن بیٹا! میں غرناطہ نہیں جا رہا، طلیطلہ جا رہا ہوں اور وہاں تمہیں تمہارے ساتھ کئی خطرات پیش آ سکتے ہیں۔"

"ابا جان! میں بزدل نہیں ہوں۔"

"بیٹا! اگر میدان جنگ میں جانا ہوتا تو میں یقیناً تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا۔ لیکن طلیطلہ میں میرا تنہا جانا ہی مناسب ہے۔"

"لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ وہاں تنہا نہیں جائیں گے۔"

"وہ کیسے؟"

"میرا خواب۔ ابا جان آپ خود کہا کرتے ہیں کہ میرے خواب جھوٹے نہیں ہوتے۔"

مغیرہ نے کچھ سوچ کر کہا۔ "تم اپنے خواب کی تعبیر کیوں نہیں کرتے کہ اگر تم میرے ساتھ گئے تو ہمیں بھیڑیوں سے پالا پڑے گا۔"

بدؔر نے کچھ سوچ کر کہا۔ "ابا جان! آپ کب واپس آئیں گے؟"

مغیرہ نے جواب دیا۔ "میں اگلے مہینے کا چاند نکلنے سے پہلے آ جاؤں گا۔ لیکن اگر مجھے کسی وجہ سے دیر ہو جائے تو میرے پیچھے نہ بھاگنا۔ میری غیر حاضری میں تم اس جنگل کے نگہبان ہو گے۔ میں اپنے ساتھ یہ اطمینان لے کر جا رہا ہوں کہ تم اپنے فرائض میں کوتاہی نہیں کرو گے۔

اگر تم نے میرا پیچھا کیا تو میں یہ سمجھوں گا کہ تم نے میری حکم عدولی کی ہے۔"

(۵)

ایک مہینہ گزر گیا مغیرہ واپس نہ آیا۔ چونکہ ایسے سفروں میں بعض اوقات اس کا ہفتوں کا پروگرام مہینوں میں تبدیل ہو جایا کرتا تھا۔ اس لئے اس کے ساتھیوں کو تشویش نہ ہوئی۔ لیکن بدر کی پریشانی میں آئے دن اضافہ ہوتا گیا۔ اُس نے مجلس شوریٰ کے سامنے طلیطلہ پہلے ہمارے لئے اس شخص کے متعلق جاننا ضروری ہے جس کی دعوت پر وہ وہاں گئے ہیں کو طلیطلہ آنے کی دعوت دی گی تھی لیکن اس میں مراسلہ نگار تے اپنا نام چھپانے کی بہت سی وجوہات پیش کرنے کے بعد یہ لکھا تھا۔ "اگر آپ اپنے حافظہ پر زور دیں تو آپ سمجھ جائیں گے کہ میں کون ہوں۔ آپ سے میری ملاقات اشبیلیہ کے قریب ایک سرائے میں ہوئی تھی۔ افسوس کہ گھوڑے پر سوار ہونے سے پہلے آپ نے مجھ پر اپنا نام ظاہر نہ کیا اور مجھے باتیں کرنے کا موقع نہ ملا ورنہ شاید ثابت کر سکتا کہ ہمارے مقاصد مختلف نہیں۔ پیشتر اس کے کہ میں آپ سے کوئی بات کر سکتا۔ آپ نے گھوڑے کا ایڑ لگا دی۔ میں نے آپ کا پیچھا اس لئے نہ کیا کہ آپ کے دل میں میرے متعلق شکوک پیدا نہ ہو جائیں۔ اگر آپ طلیطلہ آئیں تو مجھے تلاش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ شہر کے مشرقی دروازے سے باہر ایک سرائے ہے۔ سرائے کا مالک ایک پستہ قد آدمی ہے جس کے نچلے جبڑے کے دو

دانت ٹوٹے ہوئے ہیں۔آپ اس سے یہ کہیں کہ آپ اپنے ایک گمنام دوست سے ملنا چاہتے ہیں۔وہ آپ کو میرے پاس پہنچا دے گا۔پیشتر اس کے کہ آپ مجھ سے ملیں آپ کسی مقام پر اپنا نام یا مقصد ظاہر نہ کریں۔

یہ خط تسلی بخش بھی تھی اور تشویش انگیز بھی۔تاہم بدؔر کے ساتھیوں نے ایک ہوشیار جاسوس کو طلیطلہ بھیج دیا۔لیکن اس کی واپسی سے قبل قرطبہ کی خفیہ جماعت کا ایک ایلچی آیا اور اس نے یہ المناک خبر سنائی کہ مغیرہ کو طلیطلہ کے ایک چوراہے میں پھانسی دے دی گئی ہے اور قرطبہ کی خفیہ جماعت کو اس حادثہ کی خبر طلیطہ سے آنے والے چند تاجروں کی زبانی معلوم ہوئی ہے۔

چند دن کے بعد بدؔر کے جاسوس نے بھی واپس آ کر اس خبر کی تصدیق کی۔بدر اور اس کے ساتھیوں کے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ اس شخص کا پتہ نہیں لگا سکا جس نے مغیرہ کو طلبہ آنے کی دعوت دی تھی۔جاسوس نے انہیں بتایا کہ میں نے رات کے وقت سرائے کے مالک کے سینے پر خنجر رکھ کر اُسے سچ بتانے پر مجبور کیا تو اس نے بتایا کہ وہ شہر کے کوتوال کی طرف سے اس کام پر مامور تھا۔جاسوس کی باتوں سے بدؔر اور اس کے ساتھی اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ غدار جس نے مغیرہ کو طلیطلہ آنے کی دعوت دی تھی،شہر کے کوتوال یا گورنر کا آلہ کار تھا اور سرائے کے مالک کو جنگلی کا شیر پکڑنے کے لئے بھینٹ کے طور پر استعمال کیا تھا۔

آہستہ آہستہ مغیرہ کے قتل کی خبر تمام اندلس میں مشہور ہوگئی۔دُور دراز کے شہروں کی خفیہ جماعتوں پر اس خبر سے ایک مایوسی چھا گئی۔غرناطہ کے عوام نے بھی یہ محسوس کیا کہ ان کا ایک مضبوط بازو ٹوٹ گیا ہے۔تاہم جنگل کے مجاہدین کو مغیرہ کے کمسن لیکن ہونہار بیٹے اہل ثابت کر دکھایا۔

ایک دن سرحد کے عیسائی گورنر نے ان پر اچانک حملہ کر دیا۔ بدر پیچھے ہٹتا ہوا انہیں پہاڑی علاقے کی ان دشوار گزار گھاٹیوں میں لے آیا جہاں اس کے ایک ایک تیر انداز دشمن کے سو سو سپاہیوں پر بھاری تھا۔ عیسائی پہاڑوں میں آدھی سے زیادہ فوج ضائع کرنے کے بعد جنگل کی طرف ہٹنے لگے۔ جنگل میں بدر کے تیر انداز پہاڑوں کی نسبت کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہوئے اور نصرانیوں نے جلد ہی یہ محسوس کیا کہ وہ آگ سے نکل کر آتش فشاں پہاڑ کے دہانے پر پہنچ گئے۔ گھنے درختوں میں چھپے ہوئے سپاہیوں کے تیروں کے سامنے اُن کی کوئی پیش نہ گئی۔ اور وہ چھ ہزار کی فوج میں سے صرف پندرہ سو سپاہیوں کے ساتھ پسپا ہوئے۔ نصرانی سپہ سالار تیروں کی بوچھاڑ میں اپنی بچی کھچی جمعیت کے ساتھ راہِ فرار اختیار کر رہا تھا کہ ایک درخت پر سے بدر کے کسی سپاہی نے اس کے گھوڑے پر چھلانگ لگا دی اور دونوں لڑھکتے ہوئے زمین پر آ رہے۔

نصرانیوں نے اپنے سپہ سالار کو ایک بار گرتا دیکھ کر دوبارہ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی جرأت نہ کی۔ وہ بدحواس ہو کر منتشر صورت میں اِدھر اُدھر بھاگ نکلے لیکن اپنی سرحد کے قریب پہنچ کر اُنہیں ایک اور تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔

بدر کے سواروں نے اُن کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ ان کے پیچھے تیروں کی بارش اور سامنے چمکتے ہوئے نیزوں کی دیوار تھی۔ صرف بائیں طرف ایک ڈھلوان تھی جس پر انہیں بظاہر کوئی رکاوٹ نظر نہ آئی۔ جو لوگ تیروں اور نیزوں سے بچ نکلے انہوں نے اپنے گھوڑے اس طرف موڑ دیے۔ لیکن کوئی آدھ میل بھاگنے کے بعد ان کے سامنے ایک گہری کھڈ تھی۔ چاروں طرف سے مایوس ہو کر اُن میں سے کوئی دو سو آدمی گھوڑوں سے کود کر کھڈ میں اُتر پڑے اور دوسروں نے اپنی

تلواروں پھینک دیں۔

بدر بن مغیرہ نے چند سپاہیوں کو کھڈ میں اُترنے والوں کا تعاقب کرنے کا حکم دیا اور ایک دستہ اسیروں کی نگرانی پر متعین کر دیا۔

(۶)

یہ معرکہ آفتاب کیپلی شعاع کے ساتھ شروع ہوا تھا۔ اور سہ پہر کے قریب بدر کے دو ہزار سپاہی عیسائی فوج کے زخمیوں اور قیدیوں کے لباس پہن کر اور انہی کے گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک بڑی مہم کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل سرحد پر فرڈی نینڈ کی مملکت کے ایک اہم شہر کے باشندے اپنے فاتح جرنیل کے استقبال کی تیاریاں کر رہے تھے۔ جب شفق کی سرخی پر شام کی سیاہی غالب آ رہی تھی۔ دروازے کے برج سے ایک سپاہی نے بلند آواز میں کہا۔ ”وہ آ گئے! کاؤنٹ سینٹ یا گو زندہ باد“۔

”کاؤنٹ سینٹ یا گو زندہ باد!“ چاروں طرف سے صدائیں بلند ہوئیں۔ گرجوں گھنٹیاں بجنے لگیں۔ عورتیں اور مرد ہزاروں کی تعداد میں شہر کے دروازے سے باہر جمع ہو گئے۔ شہر کا بشپ ان کے درمیان پھولوں کے ہار لئے کھڑا تھا۔ جوں جوں گھوڑوں کے ٹاپوں کے آواز قریب آ رہی تھی خوشی کے نعرے بلند کرنے والوں کو جوش و خروش بڑھ رہا تھا۔

اچانک گرد کے بادلوں میں سے ایک سوار جس کے سفید قبا ہوا میں لہرا رہی تھی، نمودار ہوا۔ اُس نے شہر کے دروازے کے قریب پہنچ کر گھوڑا اور روکا اور پیچھے دیکھنے لگا۔ آن کی آن میں دو ہزار سوار دروازے پر جمع ہو گئے۔ اہل شہر پر تھوڑی دیر کے لئے سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ انہائی پریشانی کی حالت میں سمٹ کر اِدھر اُدھر ہٹ

گئے۔سفید پوش سوار نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فضا میں "اللہ اکبر" کی صدائیں گونجنے لگیں۔شہر کے بشپ نے کانوں پر اعتبار نہ کرتے ہوئے سفید پوش سوار کے پرچم کو غور دے دیکھا۔اس پر صلیب کی بجائے ہلال کا نشان تھا۔اس کے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پھولوں کا ہار گر پڑا۔

سننے والے اللہ اکبر کے نعرے سُن رہے تھے۔دیکھنے والے حملہ آوروں کے راہنما کے ہاتھ میں ہلالی پرچم لہراتا ہوا دیکھ رہے تھے لیکن بیشتر اس کے کہ وہ اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں پر اعتبار کر کے حرکت میں آتے، بدر بن مغیرہ کے دو ہزار جانباز کھلے دروازے سے شہر میں داخل ہو چکے تھے۔کچھ دیر جب سینٹ کاؤنٹ یا گو کے چند سپاہی جو جان بچا کر جنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے شہر کے قریب پہنچے تو انہیں بھاگتے ہوئے شہریوں کی زبانی معلوم ہوا کہ شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔

آدھی رات سے قبل بدر بن مغیرہ مال غنیمت میں سونے چاندی کے علاوہ سامان رسد اور مویشیوں کی خاصی تعداد حاصل کر کے شہر سے نکل چکا تھا۔

غنیمت کا مال پانچ سو سواروں کے سپرد کر کے اُس نے آس پاس کے چھوٹے چھوٹے شہروں اور بستیوں کا رُخ کیا۔

اگلی صبح جب اس کے تھکے ہوئے سپاہی جنگل میں اپنی قیام گاہ کی طرف واپس ہوئے تو اُن کے آگے آگے مویشیوں کے ریوڑ اور مال غنیمت سے لدے ہوئے گدھے اور خچر تھے ان لوگوں کی قید میں گزارنی پڑے گی جن کے متعلق ان کے چھ ہزار جانباز مریم مقدس کے بُت سے پہلے واپس نہیں آئیں گے۔

اُسے اپنے دشمن سے شدید مزاحمت کی توقع تھی لیکن مغیرہ کی موت کے بعد

اسے یہ اُمید نہ تھی کہ وہ اس درجہ ہوشیاری کے ساتھ اس غیر متوقع حملہ کا مقابلہ کریں گے۔ اس نے دوران جنگ میں ایک سفید پوش سوار بجلی کے ساتھ جنگل کے ایک دوسرے سے دوسرے سرے تک گھوڑا بھگاتے اور اپنی فوج کے پیادہ سپاہیوں اور سواروں ہدایات دیکھتے دیکھا۔ تو اپنے دل میں کہا کہ ان کا نیا راہنما مغیرہ سے کم خطرناک نہیں۔

اس نے ساری رات انتہائی بے چینی کی حالت میں کروٹیں بدلتے گزاری۔ وہ کھانا جو بدر کے آدمیوں نے اُسے پیش کیا تھا ابھی تک ویسے ہی پڑا ہوا تھا۔ پہرے دار اس کے منصب کا لحاظ کرتے ہوئے اُس کے ساتھ ادب واحترام سے پیش آئے اور جب کوئی اُس کی دلجوئی کے لئے زبان سے کوئی فقرہ نکالتا تو وہ بے اختیار یہ پوچھ بیٹھتا۔ ”عقاب کون تھا، اب وہ کہاں ہے، میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ مریم مقدس کی قسم (وہ انسان نہیں۔“ کبھی کبھی وہ غصّے کی حالت میں چلا اُٹھتا۔” اب میں واپس جا کر کیا منہ دکھاؤں گا۔ تم مجھے قتل کیوں نہیں کر دیتے؟“

چونکہ قید ہوتے وقت اس نے اپنی عزت کی قسم کھا کر بھاگنے کی کوشش نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا اس لئے بدر کے سپاہیوں نے اُسے عام قیدیوں کی طرح بیڑیاں نہ پہنچائیں، نہ اُسے غیر مسلح کیا گیا۔ تاہم جب اُس نے اپنا خنجر نکال کر اپنے سینے میں مارنے کی کوشش کی تو ایک سپاہی نے اُس کے ہاتھ پکڑ لئے اور اُس کی چیخ پکار پر چند سپاہیوں نے اُسے زبردستی غیر مسلح کر دیا۔ بدر کے نائب نے اس کی حفاظت کے لئے دو پہرے دار مقرر کرتے ہوئے کہا۔

جب تک ہمارا میر اواپس نہیں آتا ان کی جان کی حفاظت ہمارا فرض ہے“۔

اگلے دن دوپہرے کچھ دیر قبل بدر کی واپسی پر جنگل کی خاموش فضا اللہ اکبر

کے نعروں سے گونج اُٹھی۔

کاؤنٹ سینٹ یاگو ساری رات بے آرامی سے کاٹنے کے بعد اپنے خیمے سے باہر نکل کر ایک درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میں سرسبز گھاس پر لیٹ کر گہری نیند سو رہا تھا لوگوں کے نعرے سُن کر وہ آنکھیں ملتا ہوا اُٹھا، بدر بن مغیرہ زرہ کے اُوپر سفید قبا پہنے اور آنکھوں کے سوا اپنا چہرہ دوپاہ نقاب میں چھپائے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی سفید قبا پر جگہ جگہ خون کے نشان تھے۔ سینٹ یاگو نے اپنے نقاب پوش حریف کو چند بار سر سے لے کر پاؤں تک دیکھنے کے بعد کہا۔ ''کاش! میرے ہاتھ تمہارے چہرے کے نقاب تک پہنچ سکتے اور میں یہ دیکھ سکتا کہ مجھے اپنی زندگی میں بدترین شکست دینے والا کون ہے؟''

بدر نے جواب دیا۔ ''ایک سپاہی کو فتح اور شکست سے بے نیاز ہونا چاہیئے۔''

یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا ''مجھے تم سے ان سے بہتر سلوک کی توقع تھی۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ان کی قسم کا احترام کیوں نہیں کیا گیا، اور ان کے ہتھیار کیوں چھینے گئے ہیں؟''

بدر نے کہا۔ ''ان کا گھوڑا اور اُن کے ہتھیار انہیں واپس دے دو۔ باقی سپاہیوں کی زنجیریں کھول دو اور ان سب کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر سرحد کے پار پہنچا دو۔''

سینٹ یاگو نے پریشان سا ہو کر سوال کیا۔ ''کیا آپ کے سپاہیوں سے ہم یہ توقع رکھیں کہ ہمیں سرحد کے پار پہنچا کر ہم پر پیچھے سے تیروں کی بارش نہیں کی جائے گی؟''

بدر نے قدرے ترش لہجے میں جواب دیا۔ ''نہیں صرف آپ لوگوں کو شیوہ

ہے۔"

بدر کے نائب نے آگے بڑھ کر آہستہ سے کہا۔"لیکن میں انہیں فدیہ لئے بغیر چھوڑنے کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔"

"تمہارے خیال میں فدیہ کیا ہو سکتی ہے۔"

"کم از کم پچاس ہزار"۔

"ہم اس سے سو گنا زیادہ وصول کر چکے ہیں۔ جاؤ انہیں سرحد کے پار پہنچا دو جب چند برس بعد اُن کے خالی خزانے دوبارہ ہو جائیں گے۔ ہم انہیں دوبارہ یہاں تشریف لانے کی دعوت دیں گے۔ اب مجھے اور میرے ساتھیوں کو آرام کی ضرورت ہے۔"

بدر یہ کہہ کر قلعے کی طرف چل دیا

(۷)

اس فتح کے بعد بدر بن مغیرہ کو سینٹ یاگو کا دیا ہوا نام "سرحدی عقاب" آہستہ آہستہ زبان زدِ عام ہونے لگا۔ اس نام کے ساتھ شجاعت کے سینکڑوں افسانے منسوب ہونے لگے نصرانی توہم پرست یہ کہتے تھے کہ سرحدی عقاب کوئی مافوق الفطرت انسان ہے جسے بیک وقت باغیوں کے جنگل اور اس کے کئی کوس دُور نصرانیوں کی بستیوں اور شہروں میں لڑتے دیکھا گیا تھا۔ فرڈی پنڈ کی مملکت سے اُس کی شہرت کی داستانیں غرناطہ تک جا پہنچیں۔ علماء نے اُسے اسلام کا غازی کہا۔ شعراء نے عالی نسب شہزادیوں کے ساتھ اس کے عشق و محبت کے فرضی افسانے قلم بند کیے۔ ادیبوں نے اپنی کتابوں میں اس کی صورت اور سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

دور دراز کے چرواہے اور کسان بھی جب دن بھر کی محنت کے بعد اپنے گھروں کو واپس ہوتے تو وہ ایسے باتیں مشہور کرکے کہ انہوں نے سرحدی عقاب کو فلاں وقت فلاں جگہ دیکھا ہے خوش عقیدہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتے۔

سینٹ یاگو فرڈی نینڈ کے چند منظور نظر بہادروں میں سے ایک تھا اور اُس کی عبرتناک شکست کے بعد اُس کے دل میں جنگل کے نئے اور پر اسرار دشمن کے خلاف فوری اقدام کی خواہش پیدا نہ ہوئی۔ فرڈی نینڈ نے سرحد کے پار کوئی نئی فوج بھیجنے سے پہلے اپنے سرحدی مورچوں کو مستحکم کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ دو سال کی تیاری کے بعد فرڈی نینڈ نے فتح کی توقع سے زیادہ اپنی قوت کے مظاہرے اور لوگوں سے سرحدی عقاب کے متعلق احساس مرعوبیت دُور کرنے کے لئے چند مہمیں روانہ کیں لیکن ان حملوں کا انجام سینٹ یاگو کے حملے سے مختلف نہ تھا۔

فرڈی نینڈ سمجھ چکا تھا کہ سرحدی عقاب اپنے نشیمن میں بہت خطرناک ہے لیکن اس کے پاس اتنی جمعیت نہیں کہ وہ جنگل سے باہر نکل کر اس سلطنت کے کسی علاقے پر قبضہ کر سکے۔ اس لئے اس نے اپنی توجہ غرناطہ کی اس آخری اسلامی سلطنت کو ختم کرنے پر منبدول کر دی جس کے عوام نہ صرف اس کے باجگزار رہو کر رہنے کے خلاف تھے بلکہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔

بدر بن مغیرہ ان حالات سے فائدہ اُٹھا کر اپنی طاقت کو منظم کرتا رہا۔ مختلف شہروں کی خفیہ جماعتوں کے لوگوں کو جب آہستہ آہستہ یہ پتہ چلا کہ سرحدی عقاب مغیرہ کے نوعمر بیٹے کے سوا اور کوئی نہیں تو ان میں سے بعض شوق جہاد میں اپنا گھر بار چھوڑ کر اُس کے ساتھ آملے۔ قرطبہ کے مہاجرین میں سے بشیر بن حسن جس نے

بہت چھوٹی عمر میں فن جراحت اور طب میں اپنے خاندان کی پرانی شہرت کو چار چاند لگا دیئے تھے اس لئے بہت بڑا معاون ثابت ہوا۔

قرطبہ اور اشبلیہ کے حاکم اُس کے زیر علاج رہ چکے تھے۔ قسطلہ کا ولی عہد ایک مرتبہ گھوڑے سے گر کر بُری طرح زخمی ہوا تو فرڈی نینڈ نے اُسے قسطلہ بُلا بھیجا۔ ولی عہد کے شفایاب ہونے پر فرڈی نینڈ اور ملکہ ازا بیلا نے اُسے شاہی طبیب کا عہدہ قبول کرنے کی دعوت دی لیکن اُس نے یہ پیش کش ٹھکرا دی اور واپس قرطبہ چلا آیا۔ دو سال بعد جب اس بدر بن مغیرہ کا خط ملا تو اُس نے اپنے شاندار محل میں رہنے پر ایک مجاہد کے ساتھ جنگل کی زندگی کو ترجیح دی۔

(۸)

الزغل کے ساتھ ملاقات کے دو ماہ بعد غرناطہ کی سرحد کے چند علاقے جو سرحدی عقاب کے پہاڑ اور جنگل کے ساتھ متصل تھے غرناطہ کے حکمران ابوالحسن نے ایک خفیہ حکم نامے کی رُو سے بدر بن مغیرہ کی تحویل میں دے دیئے۔ لگان کی وصولی شعبہ عدل اور دوسرے خانگی معاملات کے ساتھ بدر بن مغیرہ نے کوئی تعلق نہ رکھا۔ تمام محکمے اُس نے سرحد کے ناظم کے پاس رہنے دیئے اور سرحد کی چوکیوں کا انتظام اور نئے دفاعی مورچوں کی تعمیر کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

فوج کے چند قابل اعتماد افسروں کے سوا کسی اور کو یہ علم نہ تھا کہ ان کا سالار اعظم وہی نوجوان ہے جسے باقی اندلس کے لوگوں کی طرح غرناطہ کے مسلمان بھی ''سرحدی عقاب'' یا ''شاہین'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ایک دن سرحد کے ناظم نے سرحدی سپاہیوں کے سامنے اعلان کیا کہ اس کی درخواست پر سرحدی عقاب نے انہیں چند دن اپنے جنگل میں جن کی تربیت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ میں

تمہیں دو دو سو کی ٹولیوں میں یکے بعد دیگرے وہاں بھیجوں گا۔ مجھے اُمید ہے تمہارے لئے اس کی تربیت بہت کار آمد ہوگی۔

سپاہیوں کو جنگ کے نئے طریقے سیکھنے سے زیادہ جنگل کے شاہین کو دیکھنے کی خوشی تھی۔ جنگل میں بدر بن مغیرہ کا نائب منصور بن احمد سرحدی عقاب کے بھیس میں ان کا استقبال کرتا اور انہیں چند دن جنگل اور پہاڑ کی جنگ کے نئے طریقے سمجھانے کے بعد واپس بھیج دیتا۔

غرناطہ کی سرحد کی مورچہ بندیوں کے متعلق فرڈی نینڈ نے اپنے خدشات کا اظہار کیا تو ابوالحسن نے اُسے کہلا بھیجا کہ یہ تمام انتظامات سرحدی عقاب کے حملے سے بچنے کے لئے کئے جا رہے ہیں۔ ابوالحسن کے (اس جواب کے علاوہ فرڈی نینڈ کے اطمینان کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس سرحد سے اس کی مملکت کے شہروں کی طرف جانے والی شاہراہوں پر آمد و رفت کی معمولی پابندیوں میں کوئی نیا اضافہ نہیں ہوا تھا۔ قرطبہ، قسطلہ اور دوسرے شہروں کے تاجر حسب سابق فرڈی نینڈ کے حکام کا پروانہ راہداری دکھانے پر اس سرحد کو عبور کر کے غرناطہ کے شہروں میں جا سکتے تھے۔

مِلّت فروش

(۱)

رات کے وقت قسطلہ کے شاہی محل کے ایک کمرے میں ملکہ ازابیلا اور شاہ فرڈی نینڈ زرنگار کرسیوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں کے چہروں پر گہرے تفکر کے آثار تھے۔

ملکہ نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔ میرے خیال میں غرناطہ کا خراج اتنی بڑی رقم نہیں جس کے لئے آپ اس قدر فکرمند ہوں۔''

بادشاہ نے جواب دیا۔ ''ملکہ! میں خراج کے لئے پریشان نہیں۔ جتنی رقم مجھے ابوالحسن بطور خراج ادا کرتا تھا اس سے کئی گنا زیادہ مجھے سرحدی چوکیوں پر خرچ کرنا پڑتی ہے لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ ابوالحسن کا خراج دینے سے انکار اس بات کا ثبوت ہے کہ اُسے اپنی قوت پر بھروسہ ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ آج غرناطہ کے تخت کا دوسرا دعویدار نہیں۔ اب تک ہماری کامیابیوں کی ضمان ہماری تلوار سے زیادہ مسلمانوں کی آپس کی پھوٹ تھی۔''

ملکہ نے کہا۔ ''اگر غرناطہ کے مسلمان متفق ہو گئے ہوں تو بھی مجھے یہ امید نہیں کہ وہ ہمارے خلاف سر اُٹھائیں گے۔ انہیں قرطبہ، طلیطلہ اور اشبیلیہ کے باغیوں کا انجام بھولا نہیں ہوگا۔''

بادشاہ نے کہا۔ ''ملکہ تم اس زمانے کی باتیں کر رہی ہو جب ہسپانوی، بربری اور عربی النسل مسلمان آپس میں برسرِ پیکار تھے۔ ہمارے اسلاف نے اپنی قوت سے زیادہ ان کے انتشار سے فائدہ اُٹھایا تھا اور اسپین کے تین حصوں پر قابض ہو گئے

تھے۔ورنہ میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اگر ہماری طرح وہ بھی ایک ہو جاتے تو ہم اُن کے مقابلے میں فتح حاصل کرسکتے تھے۔''

ملکہ نے جواب دیا۔''یہ مریم مقدس کی نظر عنایت تھی کہ وہ آپس میں بٹ گئے۔''

''کاش مریم مقدس کی نظر عنایت سے قرطبہ اور طلیطلہ کی طرح غرناطہ کے مسلمان بھی آپس میں بٹے رہیں، ورنہ میں جانتا ہوں کہ ان کا اتحاد بڑے سے بڑے دشمن کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا کرتا ہے۔یہ منتشر ہوں تو ہوا کے معمولی جھونکوں کے سامنے ریت کے انبار ثابت ہوتے ہیں اور اگر متحد ہو جائیں تو بڑے سے بڑے طوفانوں کے لئے ایک ناقابل تسخیر چٹان ثابت ہوتے ہیں۔مجھے معلوم ہوا ہے کہ غرناطہ کے چند علماء انہیں اسلام کے نام پر اُبھارنے کی کوشش کررہے ہیں۔اگر یہ صحیح ہے تو میں ابوالحسن کے ان الفاظ کو ایک کھلی دھمکی نہیں سمجھتا کہ اب ہمارے دارالضرب میں خراج کے لئے سونے اور چاندی کے سکوں کی بجائے فولاد کی تلواریں بنتی ہیں۔ملکہ سچ یہ ہے کہ مجھے اپنی فوج کی بجائے اس بات پر بھروسہ تھا کہ میں اہل غرناطہ کی خانہ جنگی سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔''

''لیکن اگر غرناطہ میں خانہ جنگی امکانات نہ ہوں تو بھی ہمیں اپنی فوجی قوت کے استعمال سے پس وپیش نہیں کرنا چاہئے۔میں دشمن کو تیاری کا موقع دینے کی قائل نہیں۔''

''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں لیکن کاؤنٹ سینٹ یاگو کی حماقت سے ہمارے سپاہیوں کی شہرت کو جو دھبہ لگا تھا ہم اُسے آج تک نہیں دھو سکے۔''

ملکہ نے کہا۔''کیا سرحدی عقاب کو ایک خود مختار حکمران تسلیم کرکے ہم اس

کے ساتھ غرناطہ کے خلاف کوئی معاہدہ نہیں کر سکتے۔"

"نہیں بلکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر ابوالحسن نے ہمارے خلاف بغاوت کا اعلان کیا تو وہ بلا تامل اس کا ساتھ دے گا۔"

ایک فوجی افسر کمرے میں داخل ہوا اور جھک کر سلام کرنے کے بعد بولا۔" ابوداؤد حاضر ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔"

فرڈی ننینڈ نے برہم ہو کر کہا۔"ہم نے حکم دیا تھا کہ اُسے فوراً ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔"

فوجی افسر الفاظ سے زیادہ آواز سے مرعوب ہو کر جلدی سے سلام کرنے کے بعد باہر نکل گیا۔

ملکہ نے کہا۔"کیا آپ کو یہ بھروسہ ہے کہ ابوداؤد غرناطہ جا کر بھی ہمارا وفادار رہے گا؟" بادشاہ نے جواب دیا۔"مغیرہ کو پکڑوانے کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے ہمارا اعتماد حاصل کر چکا ہے۔"

"لیکن غرناطہ کے ایوان شاہی تک اس کی رسائی شاید اس قدر آسان نہ ہو۔"

(۲)

ابوداؤد کمرے میں داخل ہوا اس کی عمر پنتالیس کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی۔ شکل وصورت سے اور رنگ سے وہ عربی اور ہسپانوی نسل سے مخلوط معلوم ہوتا تھا۔ اس کی داڑھی آدھی سے زیادہ سفید ہو چکی تھی۔لیکن اس کے چہرے پر نوجوانوں کی سی تازگی تھی۔وہ سیاہ جبہ اور سفید عمامہ پہنے ہوئے تھا۔

ابوداؤد نے آگے بڑھ کر پہلے بادشاہ اور پھر ملکہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور دو تین قدم پیچھے ہٹ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔بادشاہ نے خالی کرسی کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے کہا کہ "بیٹھ جاؤ"۔

ابوداؤد نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "غلام کو حکم عدولی کی جرات نہیں لیکن یہ ضرور عرض کروں گا کہ اپنے بادشاہ اور ملکہ کے سامنے کھڑا ہونا بھی میرے لیے بہت بڑی عزت ہے"۔

فرڈی نینڈ نے مسکراتے ہوئے کہا "بادشاہ اور ملکہ تمہیں بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں"

۔

"غلام کو سرتابی کی مجال نہیں۔" یہ کہہ کر ابوداؤد کرسی پر بیٹھ گیا۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ "ابوداؤد ہم یہ سمجھتے ہیں کہ قدرت کے اشارات تم پر ہمارے مقدس راہبوں سے پہلے ظاہر ہوتے ہیں۔ ہم تمہاری ذہانت کا ایک اور امتحان لینا چاہتے ہیں۔ بتاؤ وہ مشکل جو آج ہمیں درپیش ہے، کیا ہے؟"

ابوداؤد نے جوب دیا۔ "اگر یہ غلام اپنے آقا کے سامنے اپنی معمولی عقل و دانش کا مظاہرہ کرے تو یہ بھی ایک گستاخی ہوگی۔ بہر حال حضور کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ شاید شہنشاہ والا تبار کی یہ خواہش ہے کہ ان کا ادنیٰ غلام غرناطہ جائے۔"

فرڈی نینڈ نے کہا۔ "اگر تم ایک راہب کا لباس پہن کر ہمیں یہ جواب دیتے تو ہم اسے تمہاری روحانیت کا کرشمہ سمجھتے لیکن ہم جانتے ہیں کہ تم اپنی عقل سے زیادہ کسی چیز کے قائل نہیں۔ بتاؤ تم نے یہ اندازہ کیسے لگایا کہ تمہیں ہم غرناطہ بھیجنا چاہتے ہیں۔"

"غلام کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ابوالحسن نے خراج دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کے بعد غلام کو یہ معلوم ہوا کہ شہنشاہ والا تبار نے امراء کا یہ اجلاس برخاست ہونے کے تھوڑی دیر بعد حضور کا ایلچی میرے پاس پہنچا۔ میرے لیے یہ سمجھنا مشکل

نہ تھا کہ ایسے حالات میں مجھ سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر ابوالحسن کے خلاف مجھے آپ کس مورچے پر بھیجنا چاہتے ہیں تو وہ صرف غرناطہ ہو سکتا ہے۔"

"تو تم نے یہ بھی سوچ لیا ہوگا کہ اس مورچے پر تمہیں کیا کرنا ہے؟"

"ہاں میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ غرناطہ میں انتشار برپا کرنے کے لئے تخت کا دوسرا دعویدار پیدا کرنا ضروری ہے اور حضور کا غلام غرناطہ جا کر ہی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ دوسرا دعویدار کون ہو سکتا ہے۔"

"الزغل کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

الزغل کے متعلق میری یہ رائے ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے بھائی کا ساتھ دے گا۔

لیکن ــــــــ"

"لیکن کیا؟"

میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ بعض اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ ابوالحسن کے اک بیٹے سے کام لیا جا سکتا ہے۔ میں سنا ہے کہ ابوعبداللہ کو یہ خدشہ ہے کہ اس کا باپ اُس کے سوتیلے بھائی کو ولی عہد بنائے گا۔ میں یہ بھی سُنا ہے کہ ابوالحسن اپنی نصرانی بیوی کو زیادہ چاہتا ہے۔"

فرڈیننڈ نے مسرت سے اُچھلتے ہوئے کہا۔ "تو پھر تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو۔ اگر عبداللہ کو خدشہ ہے تو ہم اُس کا خدشہ یقین میں تبدیل کر سکتے۔ ہوتو کل ہی روانہ ہو جاؤ۔" جب تک کہ میں آپ کی افواج کے لئے شہر کے تمام دروازے نہیں کھول دیتا۔ وہاں مجھ پر معمولی شبہ میرے ارادوں کو خاک میں ملا دے

گا۔اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے آپ کو ایک پناہ گزین ثابت کر کے سرحد عبور کروں ۔غرناطہ پہنچ کر مجھ سے زیادہ میری بیوی اور میری لڑکیاں آپ کی حکومت کے مظالم کی داستانیں بیان کریں،تا کہ ہم پر کوئی شک نہ کرے ۔بیوی کو میں اس لئے بھی لے جانا چاہتا ہوں کہ اُس کی وساطت سے ابوالحسن کے حرم تک میری رسائی آسان ہو جائے گی ۔"

فرڈی نینڈ نے کہا۔"ابوداؤد تم یقین رکھو کہ تمہاری خدمات فراموش نہیں کی جائیں گی ۔ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم غرناطہ میں ہمارے پہلے گورنر ہو گے اور جب تک اندلس کا تخت ہمارے خاندان کے قبضہ میں رہے گا غرناطہ گورنری تمہارے خاندان کے قبضہ میں رہے گی ۔اگر چاہو تو میں تحریر دینے کے لئے تیار ہوں ۔"

"خادم کے لئے حضور کی زبان تحریر سے کم نہیں ۔"

"بہت اچھا تم علی الصباح مجھ سے ملو ۔غرناطہ کی مہم کے لئے تمہاری تمام ضروریات شاہی خزانے سے مہیا کی جائیں گی ۔"

(۳)

بارش زوروں پر تھی ۔چار گھوڑوں کی ایک بگھی کیچڑ سے لت پت فرڈنینڈ کی مملکت کے ایک سرحدی قلعے کے دروازے سے پر آ کر رُکی ۔قلعے کے محافظ جو دروازے پر انتظار کر رہے تھے بھاگتے ہوئے باہر نکلے اور اور بگھی کے گرد جمع ہو گئے

۔

ایک نوجوان نے جو اُن کا افسر معلوم ہوتا تھا آگے بڑھ کر بگھی کا دروازہ کھولا اور اندر جھانکنے کے بعد ادب سے سلام کرتے ہوئے کہا۔"مجھے آپ کے متعلق گورنر کی ہدایات جھانکنے کے بعد ادب سے سلام کرتے ہوئے ۔کہا۔"مجھے آپ کے

متعلق گورنر کی ہدایات موصول ہو چکی ہیں ۔آپ کے لئے تازہ دم گھوڑے تیار ہیں لیکن بارش کے اس طوفان میں بگھی کا سفر شاید آپ کے لئے تازہ دم گھوڑے تیار ہیں لیکن بارش کے اس طوفان میں بگھی کا سفر شاید آپ کے لئے تکلیف دہ ہو۔اس لئے اگر آپ مناسب سمجھیں تو کم از کم بارش بند ہونے اور پہاڑی ندی نالوں کا پانی اُترنے تک یہاں قیام فرمائیں۔آپ کا کھانا تیار ہے۔"

ابوداؤد نے باہر جھانکتے ہوئے جواب دیا۔"میرے سفر کے لئے یہ موسم بہترین ہے ہم یہاں سے کھانا کھاتے ہی چل پڑیں گے۔میں تمہیں اپنے سفر کے سلسلہ میں چند ہدایات بھی دینا چاہتا ہوں۔"

"ہم دل و جان سے آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔آیئے۔"

ابوداؤد کے ساتھ اس کی بیوی اور دو نوجوان لڑکیاں بگھی سے اُتریں۔ایک لڑکی جس کا نام انجلا تھا۔دوسری لڑکی سے عمر میں دو تین برس چھوٹی معلوم ہوتی تھی۔اس کا گول چہرہ، نیلی آنکھیں اور سنہرے بال بالکل اپنی ماں کی طرح تھے۔اس کے خدوخال میں بھی اس کی ماں کے گزرے ہوئے شباب کا عکس نظر آتا تھا۔

دوسری لڑکی کا نام ربیعہ تھا۔وہ انجلا کی سوتیلی بہن تھی۔

ربیعہ کی سیاہ اور چمک دار آنکھیں اپنی سوتیلی ماں اور بہن دونوں سے مختلف تھیں وہ قد میں بھی ان دونوں سے قدرے لمبی تھی۔اس کے چہرے کی سفیدی میں ہلکی سی سُرخی دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا۔کہ مصورِ فطرت نے دُودھ اور شہد گھول کر اس میں تھوڑا سا گلابی رنگ ملا دیا ہے۔چہرے کے خدوخال میں سنجیدگی اور شوخی کے امتزاج نے اُسے نسوانی حسن اور وقار کی ایک بہترین تصویر بنا دیا تھا۔

ربیعہ اور انجلا کی شکلوں میں ایک معمولی مشابہت تھی۔۔ایسی مشابہت جسے

محسوس کیا جا سکتا ہے لیکن بیان نہیں کیا جا سکتا ہے۔ دونوں لڑکیاں حسین تھیں۔ اینجلا کا حسن اگر لالہ ءصحرا کا قہقہہ تھا تو ربیعہ کی سنجیدگی میں ایک نیم واکلی کی مسکراہٹ تھی۔

فوجی افسر کی راہنمائی میں یہ لوگ قلعے کے ایک کمرے میں داخل ہوئے اور کھانے کی میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

نوکروں نے پرتکلف کھانے چاندی کے برتنوں میں لا کر میز پر رکھ دیے۔ ابو داؤد کا اشارہ پا کر فوجی بھی اُن کے ساتھ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ کھانے کے دوران میں ابو داؤد نے اُس سے سوال کیا۔ ”یہاں سے غرناطہ کی پہلی چوکی کتنی دور ہو گی؟“

افسر نے جواب دیا ”کوئی آٹھ کوس۔ لیکن کوئی تین کوس چلنے کے بعد آپ اُن کی حدود میں داخل ہو جائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ اگر میں ان کی چوکی کے افسر کو لکھوں تو وہ سرحد سے آگے آپ کی حفاظت کا انتظام کر دیں گے۔ لیکن گورنر نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں انہیں کچھ نہ بتاؤں۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ ”گورنر نے میری ہدایت پر عمل کیا ہے۔ میں ان کی حدود میں بادشاہ سلامت کے سفیر کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان پناہ گزین کی حیثیت سے داخل ہونا چاہتا ہوں۔“

”میرے خیال میں اگر آپ انہیں یہ دھوکہ دینا چاہتے ہیں تو یہ بگھی اور یہ سڑک چھوڑ کر پیدل یا گھوڑوں پر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے ورنہ انہیں یہ غلط فہمی نہیں ہو گی اور اس سڑک پر آپ کی بگھی ہماری نگاہوں سے بچ کر نکل آتی ہے۔“

میرا خیال ہے کہ غرناطہ اور قسطلہ کے تاجران راستوں پر بلا روک ٹوک سفر کرتے ہیں تاہم میں نے جو تجویز سوچی ہے وہ کافی حد تک کامیاب رہے گی۔ تم

اپنے بیس سواروں کو تیاری کا حکم دو اور اُنہیں یہ ہدایت کرو کہ وہ ہماری بگھی کے پیچھے پیچھے چلتے رہیں اور جب ہم غرناطہ کی سرحد کے قریب پہنچ کر بگھی کی رفتار تیز کر دیں تو وہ یہ ظاہر کریں کہ وہ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ جب غرناطہ کی چوکی کے سپاہی یہ دیکھیں گے کہ عیسائی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔

تو وہ یقیناً مداخلت کریں گے۔ ہمیں اُن کی پناہ مل جائے گی اور تمہارے سپاہی اُن کے ساتھ معمولی مڈبھیڑ کے بعد لوٹ آئیں گے۔"

"تجویز تو بہت اچھی ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ راستہ بہت خراب ہے اور اس دوڑ میں آپ کی بگھی کو کوئی حادثہ پیش نہ آ جائے۔"

ابوداؤد نے جواب دیا۔ "ایسے معاملات میں معمولی حادثات کا خیال نہیں کیا جاتا اگر کوچوان زخمی ہو جائے یا گھوڑے کو ایک آدھ تیر لگ جائے تو یہ بھی معمولی بات ہوگی۔"

"بہت اچھا میں خود اس کام میں سپاہیوں کا ساتھ دوں گا۔"

فوجی افسر کے حکم پر ایک نوکر قلعے کے ایک سپاہی کو بُلا لایا۔ افسر نے سپاہی سے کہا تم بیس سواروں کو تیار ہونے کا حکم دو ہم ایک مہم پر جا رہے ہیں۔"

اِس کے بعد وہ ابوداؤد کی طرف متوجہ ہوا اور بولا "آپ نے سرحدی عقاب کے متعلق کچھ سنا ہے؟"

ان الفاظ پر ابوداؤد کی بیوی اور اُس کی لڑکیاں چونک کر افسر کی طرف دیکھنے لگیں ابوداؤد نے اطمینان سے جواب دیا۔ "ہاں میں نے اس کے متعلق بہت کچھ سنا ہے لیکن میرے خیال میں اس کا علاقہ یہاں سے کافی دور ہے۔۔"

"اُس کا علاقہ تو کافی دور ہے لیکن اُسے کے ساتھی تین بار ہمارے گھوڑے

چھین کر لے گئے ہیں۔"

"کب؟" انجلا نے سوال کیا۔

"گذشتہ سال۔ اس سال اس نے ہماری طرف توجہ نہیں کی لیکن پچھلے سال اُس نے ایک ہفتہ کے لئے۔ اس قلعے پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔"

انجلا نے سوال کیا۔ "تو تم نے اُسے ضرور دیکھا ہوگا۔ وہ کیسا ہے؟"

"اُس نے ہمارے سامنے چہرے سے نقاب نہیں اُتارہ لیکن اُس کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی عمر زیادہ نہیں۔"

میریا نے سوال کیا۔ "تو پھر قلعے سے تم نے اُسے کیسے نکالا؟"

"وہ خود چلا گیا تھا۔ اُسے فقط ہمارے فالتو غلے اور گھوڑوں کی ضرورت تھی۔"

انجلا نے کہا۔ "میں نے سُنا ہے کہ وہ بہت ظالم ہے۔"

افسر نے جواب دیا۔ "اُس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ظالم نہیں۔ وہ نہتوں اور بیکسوں پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ گرے ہوئے دشمن پر وار نہیں کرتا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ہماری سلطنت کا بدترین دشمن ہے لیکن وہ ایک شریف دشمن ہے۔"

ابوداؤد نے کہا۔ "میں تمہاری حق گوئی کی داد دیتا ہوں۔ تمہاری طرح کاؤنٹ سینٹ یاگو بھی اس کی شرافت کا مداح ہے۔"

انجلا نے کہا۔ "ابا جان! اگر ہمیں راستے میں وہ مل جائے تو مجھے یقین ہے کہ وہ ہمیں آگے پہنچانے کے لئے اپنے بہترین گھوڑے مہیا کرے گا۔"

ربیعہ نے سوال کیا "یہ نام اُسے کاؤنٹ سینٹ یاگو نے دیا تھا اور اس کی وجہ ہے کہ تندی، تیزی اور ہوشیاری میں وہ عقاب سے کم نہیں۔"

ابوداؤد نے سوال کیا۔ "کیا یہ درست ہے کہ وہ مغیرہ کا بیٹا ہے؟"

"اس کے متعلق لوگوں کی مختلف رائیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مغیرہ کا بیٹا ہے،

بعض کا یہ خیال ہے کہ کوئی مراکشی ہے۔"

ابوداؤد نے کہا "ہمیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے؟"

فوجی افسر نے سوال کیا۔ "کیا بادشاہ سلامت اس پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں۔" ابوداؤد نے جواب دیا۔ "اس کی قوت اتنی بڑی نہیں کہ بادشاہ سلامت بذات خود اس پر چڑھائی کا ارادہ کریں۔ اس کے لئے فقط ایک ہوشیار آدمی کی ضرورت ہے جو اس کے طریق جنگ سے واقف ہو۔"

(۴)

بارش اسی طرح زوروں پر تھی۔ کوئی اڑھائی کوس معمولی رفتار سے چلنے کے بعد ابوداؤد نے کوچوان کو بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔ پیچھے آنے والے سواروں نے اپنے افسر کا اشارہ پا کر اپنے گھوڑے روک لئے جب بگھی کوئی ایک میل دور نکل گئی تو انہوں نے گھوڑوں کو سرپٹ چھوڑ دیا۔

وادی کے نشیب میں سڑک کے بعض حصے پانی میں غائب ہو رہے تھے اس لئے کوچوان ابوداؤد کے اصرار کے باوجود کسی حد تک احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ جب بگھی اور تعاقب کرنے والوں میں فاصلہ بہت کم رہ جاتا تو سوار بگھی کو آگے نکل جانے کا موقع دینے کے لئے اپنی رفتار کم کر دیتے۔

سیلاب کے باعث سڑک کئی جگہ سے ٹوٹ چکی تھی۔ راستے کے پتھروں اور گڑھوں میں احتجاج کر رہی تھیں۔ خود ابوداؤد کا سر بار بار اپنی بیوی اور لڑکیوں سے ٹکرا چکا تھا لیکن وہ انجلا کی چیخوں اور اپنی بیوی کے واویلا سے قطعاً بے پروا نظر آتا

تھا۔ایک دفعہ بگھی پانی میں ڈوبی ہوئی سڑک کے کسی پتھر سے ٹکرا اُچھلی اور چیختی چلاتی میریا کا سر چھت سے جا ٹکرایا۔ وہ چلائی ’’بگھی کو روکنے کا حکم دو ورنہ میں دروازہ کھول کر چھلانگ لگا دوں گی۔ تم وحشی ہو۔تم آج میری بچی کی جان لے کر رہو گے ۔میں جانتی ہوں تمہاری نیت ٹھیک نہیں ۔تم غرناطہ پہنچنے سے پہلے ہم سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہو۔خدا کے لئے بگھی کو روکو۔‘‘

ایک اور زبردست جھٹکے کے ساتھ ربیعہ اور انجلا کے سر آپس میں ٹکرا گئے۔ انجلا نے دہائی مچائی تو ابوداؤد نے کہا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم اپنی ماں کی طرح اتنی کم حوصلگی کا ثبوت دو گی تو میں تمہیں اپنے ساتھ نہ لاتا۔ ربیعہ کی طرف دیکھو اس کے منہ سے شکایت کا ایک لفظ بھی نہ نکلا۔‘‘

ابوداؤد کا یہ کہنا تھا کہ میریا اور انجلا ربیعہ پر برس پڑیں۔

میریا نے کہا۔’’ربیعہ کو اپنے ہم مذہب اور ہم قوم لوگوں کے پاس جانے کی خوشی ہے۔‘‘

انجلا چلائی۔’’ربیعہ کو یہ بھی یقین ہے کہ حادثہ پیش آنے پر آپ سب سے پہلے اس کی طرف متوجہ ہوں گے۔

ربیعہ نے ان کے طعن وتشنیع سے بے پروائی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔’’ابا جان! انجلا اور امی جان کو کیوں پریشان کرتے ہیں۔آپ بگھی کو روکنے کا حکم دیں۔‘‘

ابوداؤد نے کہا’’میریا! ذرا ہمت سے کام لو۔ہم غرناطہ کی حدود میں داخل ہو چکے ہیں۔ان کے آدمی ہمیں اس حالت میں دیکھتے ہی مداخلت کے لئے آئیں گے۔گھر میں جب میں نے یہ تجویز تمہارے سامنے بیان کی تھی تم خوشی سے اُچھل

پڑی تھیں۔اب اتنی سی تکلیف سے گھبرا گئیں۔انسان کو دُنیا میں عزت اور اقتدار کے لئے بڑے بڑے خطرناک مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔‘‘

میریا نے چلا کر کہا۔’’عجیب احمق ہو تم، بھلا اس طوفان میں کون تمہاری راہ دیکھ رہا ہوگا۔وہ بڑے مزے سے اپنی اپنی قیام گاہ میں بیٹھے ہوں گے۔‘‘

ابوداؤد نے کہا۔’’پھر بھی یہ ضروری ہے کہ کم از کم اُن کی چوکی تک ہم اسی طرح جائیں۔اس کے بغیر ہم انہیں یہ یقین نہیں دلا سکتے کہ ہم مفرور ہیں اور بادشاہ کے سپاہی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔‘‘

بگھی اب ایک پہاڑی کی بلندی کی طرف نسبتاً ہموار سڑک پر جاری تھی۔اس لئے میریا اور اینجلا کی زبانیں اگرچہ اب بھی چل رہی تھیں لیکن اُن کو جوش وخروش کم ہو رہا تھا۔

کوچوان چلایا۔’’میں نے ایک سوار دیکھا ہے۔‘‘

’’بس اب کام بن گیا اور ابھی اپنے ساتھیوں کو خبردار کرے گا۔‘‘

یہ کہتے ہوئے ابوداؤد نے بگھی کی کھڑکی سے سر نکال کر پیچھے کی طرف جھانکا اور پیچھے آنے والے سواروں کو ہاتھ کا اشارہ دیا۔ساتھ ہی اُس نے کوچوان کو بگھی زیادہ تیز کرنے کی ہدایت کی۔

تھوڑی دیر بعد جب بگھی پہاڑی سے نیچے اُتر رہی تھی۔کوچوان بلند آواز میں چلاتا ہے’’وادی کے نشیب میں پانی زیادہ معلوم ہوتا ہے۔سڑک کا کوئی نشان تک نظر نہیں آتا بگھی کو اندھا دھند آگے لے جانا خطرناک ہوگا۔‘‘

ابوداؤد نے کہا۔’’احتیاط ضرور کرو لیکن بگھی کو روکو نہیں۔تمہیں دُگنا انعام دیا جائے گا۔‘‘

میریا اور انجلا نے پھر انسان سر پر اٹھالیا۔ ابوداؤد نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"کوچوان بے وقوف نہیں۔ وہ نشیب میں پہنچ کر خود بخود رفتار کم کر دے گا۔"

ابو داؤد نے دوبارہ پیچھے کی کھڑکی سے سر نکال کر تعاقب میں آنے والے سواروں کو اشارہ کیا اور انہوں نے گھوڑوں کی رفتار کم کر دی۔

وادی کا نشیب ایک اچھی خاصی ندی معلوم ہوتا تھا لیکن کوچوان نے زیادہ انعام کی خاطر اپنے سینے پر نشان صلیب بناتے ہوئے گھوڑے پانی میں ڈال دیے لیکن چند گز آگے جانے کے بعد بگھی سڑک سے اُتر گئی اور اگلے دو گھوڑے کسی پتھر سے ٹھوکر کھانے کے بعد گر پڑے۔ بگھی کے اچانک رُکنے سے اگلے سرے پر بیٹھا ہوا کوچوان اُچھل کر گھوڑے کی پیٹھ پر گرا اور وہاں سے لڑھکتے ہوئے پانی میں آرہا۔ ایک ثانیہ کے بعد چاروں گھوڑے پھر بے تحاشا بھاگ رہے تھے۔ پانی زیادہ گہرا نہ تھا۔ گھوڑے کسی اور حادثہ کے بغیر نشیب سے گزر کر سڑک پر پہنچ گئے۔

ایک اور ٹیلہ عبور کرنے کے بگھی ایک وسیع میدان میں داخل ہوئی۔ ابو داؤد کو اندر بیٹھے ہوئے یہ خبر نہ تھی کہ بگھی اپنے کوچوان سے محروم ہو چکی ہے۔ تاہم جب گھوڑوں نے سڑک تو اُس نے کوچوان کو آوازیں دیں۔ کوئی جواب نہ پا کر اس نے بگھی کا دروازہ کھولا۔

اور باہر جھانکنے لگا۔ کوچوان غائب تھا۔ سامنے کچھ فاصلے پر گنجان درخت تھے اور بگھی کے راستے میں ایسے پتھر تھے جن کے ساتھ ٹکرا ان سب کی ہلاکت کا باعث ہو سکتا تھا۔

پیچھے آنے والے سوار اتنی دور تھے کہ ان گھوڑوں کو گھیر کر روکنا مشکل تھا

اچانک سامنے جنگل سے تیس چالیس سواروں کا دستہ نمودار ہوا اور اُن کے برق رفتار گھوڑے آن کی آن میں بگھی کے قریب پہنچ گئے۔ سب سے آگے مشکی گھوڑے پر ایک نقاب پوش تھا جس کی سفید قبا ہوا میں لہرا رہی تھی۔ نقاب پوش کے اشارے پر باقی تمام سوار نیزے بلند کر کے اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے بگھی کے پیچھے آنے والے سواروں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے بگھی کی طرف چند تیر چلانے کے بعد گھوڑوں کی باگیں موڑ لیں۔

نقاب پوش نے بگھی کو کوچوان کے بغیر دیکھ کر اپنے گھوڑے بگھی کے تعاقب میں چھوڑ دیا۔

اور اگلے گھوڑوں میں سے ایک کے قریب پہنچ کر اپنا گھوڑا اس کے ساتھ ملانے کے بعد اس پر چھلانگ لگا دی۔ ابھی وہ سنبھلنے نہ پایا تھا کہ بگھی کا ایک پہیہ پتھر کے ساتھ ٹکرا ٹوٹ گیا اور بگھی ایک طرف کو اُلٹ گئی۔ گھوڑوں کی باگیں پاؤں میں آ کر ٹوٹ چکی تھیں لیکن منہ میں لگام موجود تھیں۔ نقاب پوش نے ہاتھ بڑھ کر پہلے ایک اور پھر دوسرے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور انہیں اپنی پوری قوت سے روکنے کی کوشش کی۔ گھسٹتی لڑھکتی اور پتھروں کے ساتھ ٹکراتی ہوئی بگھی رک گئی۔

تھوڑی دیر بعد جب اس نقاب پوش کے ساتھی بگھی کا تعاقب کرنے والوں کو مار بھگانے اور ایک پریشان حال کوچوان کو گرفتار کرنے کے بعد واپس آئے تو اس نے ٹوٹی ہوئی بگھی کے پاس کراہنے والے مسافروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ’’مجھے افسوس ہے کہ میں انہیں زخمی ہونے سے نہ بچا سکا۔ تاہم مجھے اُمید ہے کہ ان کی جانیں ضرور بچ جائیں گی بگھی کے اندر ان کا ایک صندوق بھی پڑا ہے اُسے اُٹھالو۔

ابوداؤد نیم بے ہوشی کی حالت میں آنکھیں کھولنے کے بعد اُٹھ کر بیٹھ گیا اور اپنی خون آلود پیشانی پر ہاتھ پھیرنے کے بعد نقاب پوش اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے نحیف آواز میں "شکریہ" کہنے کے بعد اپنی بیوی اور لڑکیوں کی طرف متوجہ ہوا۔

"میریا! ربیعہ!!!" اس نے یک بعد دیگر تینوں کو جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

میریا نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ اور دہشت و سراسیمگی کی حالت میں پھر بند کرلیں۔ ایک لمحہ کے بعد اس نے پھر آنکھیں کھولیں اور "انجیلا" کہتی ہوئی اپنی بیٹی کو جھنجوڑنے لگی انجیلا کے نچلے ہونٹ اور کنپٹی سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ چند بار کراہنے کے بعد اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

اُن کا میزبان

(۱)

ربیعہ ہوش میں آ کر آنکھیں کھولیں تو شمع کی روشنی میں اس نے دیکھا کہ وہ ایک کشادہ کمرے میں لیٹی ہوئی ہے۔ اس کے بستر کے قریب ایک کرسی پر ابو داؤد اور دوسری کرسی پر ایک اجنبی نوجوان بیٹھا ہوا ہے۔ بیٹی کو ہوش میں دیکھ کر ابو داؤد آگے جھکا اور اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"ربیعہ! میری بیٹی!!"

ربیعہ نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "میں کہاں ہوں؟"

ابو داؤد نے جواب دیا۔ "بیٹی! ہم ایک نہایت محفوظ مقام پر پہنچ چکے ہیں اور ایک ایسے شخص کے مہمان ہیں جس کی پناہ میں ہمیں کوئی خطرہ نہیں اور یہ تمہارے طبیب ہیں۔"

کمرے کے دوسرے حصے میں ایک بستر پر میریا لیٹی ہوئی تھی۔ دوسرے پر آنجلا تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ ربیعہ نے اُن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے باپ سے پوچھا۔

"وہ کیسی ہیں؟"

ابو داؤد نے جواب دیا۔ "وہ ٹھیک ہیں۔"

ایک اور نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ ربیعہ کی نگاہیں تھوڑی دیر کے لئے اس پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ ابو داؤد کھڑا ہو گیا۔

"آپ بیٹھے!" نوجوان نے آگے بڑھ کر بے تکلفی سے ابو داؤد کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں یہ دیکھنے آیا تھا کہ آپ کی بیٹی کی طبیعت کیسی ہے؟"

ابوداؤد نے جواب دیا۔ ''اس نے ابھی ابھی آنکھیں کھولی ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے آپ کو بہت تکلیف دی ہے۔''

نوجوان نے جواب دیا۔ ''کاش آپ جیسے مہمان کو ٹھہرانے کے لئے ہمارے پاس اس سے زیادہ موزوں جگہ ہوتی۔''

انجلا اپنے بستر سے اُٹھی اور چپکے سے آ کر ربیعہ کے سرہانے بیٹھ گئی۔ ''ربیعہ! تمہاری طبیعت کیسی ہے؟'' اس نے پیار سے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں اچھی ہوں، سر اور ٹانگ میں درد ہے۔ امی جان کیسی ہیں؟''

''وہ ٹھیک ہیں۔''

پہلا نوجوان جو اُن زخمیوں کے لئے طبیب کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ بولا میرا خیال ہے کہ ابھی ان کا باتیں کرنا ٹھیک نہیں۔ میں انہیں نیند کی دوا پلا دیتا ہوں، ان کے لئے مکمل آرام بہت ضروری ہے۔''

دوسرے نوجوان نے عربی زبان میں سوال کیا۔ ''ان کو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟''

طبیب نے جواب دیا۔ ''میں صبح تک صحیح رائے دے سکوں گا۔ بہر حال تشویش کی کوئی بات نہیں۔

ابوداؤد نے سوال کیا۔ ''آپ کے خیال میں یہ کب تک تندرست ہو جائے گی؟''

انہیں بہت جلد آرام آجائے گا اور میرے خیال میں آپ کو بھی آرام کرنا چاہیے۔''

اگلے دن جب ربیعہ ایک لمبی کے بعد بیدار ہوئی تو انجلا کمرے کی کھڑکی کے سامنے کھڑی باہر جھانک رہی تھی۔ میریا بستر پر تکیئے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

''انجلا! انجلا!!'' ربیعہ نے اُسے آہستہ سے آواز دی۔

انجلا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور اُس کے قریب آ بیٹھی۔

ربیعہ نے کہا۔''انجلا رات کے وقت یہاں تم نے دو اجنبی دیکھے تھے؟''

انجلا نے جواب دیا۔''میں ابھی کھڑکی کے سامنے کھڑی اُنہیں دیکھ رہی تھی۔

''مجھے شک ہو رہا تھا کہ میں شاید کوئی خواب دیکھا ہے۔''

انجلا نے کہا۔''اگر تمہیں یہ علم ہو کہ اس وقت کہاں ہیں تو تم یہ کہو کہ ہم جاگتے میں بھی ایک خواب دیکھ رہی ہیں۔''

ربیعہ نے کہا۔''میں شاید ۔۔۔۔ بگھی سے گر کر بے ہوش ہوگئی تھی۔ لیکن یہ حادثہ دوپہر کے تھوڑی دیر بعد پیش آیا تھا۔ اس کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو شاید رات کا وقت تھا۔ کمرے میں شمع جل رہی تھی۔ میرے خیال میں ہم غرناطہ کی فوجی چوکی میں ہیں۔''

''نہیں ہم اس سڑک سے کئی کوس دور پہنچ چکے ہیں۔ تمہیں بے ہوشی کی حالت میں ہمارے ساتھ یہاں لایا گیا تھا۔ ربیعہ تم ہمیشہ یہی کہا کرتی ہو کہ میرے دل میں تمہارے لئے کوئی ہمدردی نہیں۔ لیکن مریم مقدس کی قسم! میں سارا راستہ تمہارے لئے روتی رہی ہم یہاں آدھی رات کے وقت پہنچے ہوں گے۔ جو شخص تمہارا علاج کر رہا ہے اس کے متعلق ابا جان کا خیال ہے کہ وہ ہسپانیہ کا بہترین جراح ہے''

''لیکن اس وقت ہم ہیں کہاں؟''

''ربیعہ! تم سن کر یقین نہیں کرو گی ہم اس وقت عقاب کی وادی میں ہیں۔''

"عقاب کی وادی میں؟ نہیں تم مذاق کرتی ہو۔" ربیعہ نے اُٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن اپنے دُکھتے ہوئے سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر لیٹ گئی۔ انجلا! انجلا!! سچ بتاؤ مجھے پریشان نہ کرو۔"

"سچ تو کہہ رہی ہوں۔"

"لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"ربیعہ! تم یہ بھی نہیں مانو گی کہ تم سرحدی عقاب کو دیکھ چکی ہو۔ اور صرف دیکھ ہی نہیں چکی بلکہ۔ مجھے ڈر ہے کہ تم لڑ پڑو گی۔ لیکن مریم کی قسم میں جھوٹ نہیں کہتی۔ تمہیں چند ساعت اس کے قریب رہنے کا شرف بھی حاصل ہو چکا ہے۔"

"کیا مطلب" ربیعہ نے بدحواس ہو کر سوال کیا۔

"میرے مطلب ہے کہ تم اپنی زندگی کے چند قیمتی لمحات اس کے ساتھ گزار چکی ہو۔"

"امی! امی!! انجلا کو منع کیجیے۔"

میریا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "انجلا درست کہتی ہے لیکن اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔ تم بے ہوش تھیں۔"

ربیعہ عاجز سی ہو کر انجلا کی طرف دیکھنے لگی۔ انجلا نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "ربیعہ! گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ وہ تمہیں گھوڑے پر اپنے ساتھ بٹھا کر یہاں لایا تھا۔ اگر تمہاری جگہ میں بے ہوش ہوتی تو میرے ساتھ بھی یہی ہوتا۔ میرا خیال تھا کہ عقاب کوئی پرلے درجے کا وحشی آدمی ہوگا لیکن وہ تو شاید کوئی فرشتہ ہے۔ ابا جان تمہیں ہوش میں لانے سے نا اُمید ہو چکے تھے لیکن اُس نے ایک لمحہ کے لئے تمہاری نبض پر ہاتھ رکھا اور تمہیں اُٹھا کر اپنے گھوڑے پر ڈال لیا اور ابا جان

کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "میں اس اندلس کے بہترین جراح اور طبیب کے پاس لے جا رہا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ اس جان بچ جائے گی۔ آپ میرے آدمیوں کے ساتھ چلے آئیں۔ مجھے اپنے دوست سمجھیں اور ابا جان نے کہا۔ میں یہ نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں لیکن اگر آپ میری لڑکی کی جان بچا سکیں تو میرا سونے اور جواہرت سے بھرا ہوا صندوق آپ کا ہے۔"

اُس نے کہا۔ "آپ مجھے نیکی کی قیمت وصول کرنے والوں میں شمار نہ کریں۔ میرے آدمی آپ کے سونے اور جواہرات کی بھی حفاظت کریں گے۔" یہ کہہ کر اُس نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ ہم جب آدھی رات کو یہاں پہنچے تو ہمیں معلوم ہوا کہ تم ہم سے بہت پہلے یہاں پہنچ چکی ہو۔"

"اچھا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ سرحدی عقاب ہے۔"

"ابھی تمہارے جاگنے سے تھوڑی دیر پہلے ابا جان یہ بتا گئے ہیں۔"

"تو کیا وہ نقاب پوش جس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر ہماری بگھی کے گھوڑے روکے تھے سرحدی عقاب تھا۔"

ہاں اور رات کے تیسرے پہر جب تمہیں ہوش آیا تو وہ تمہاری مزاج پرسی کو آیا تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ دو تین بار تمہارے متعلق پوچھنے کے لئے آ چکا ہے۔ آج صبح بھی وہ آیا تھا۔ اس کے سپاہیانہ لباس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی مہم پر جا رہا ہے۔ اُس نے ابا جان سے بھی کہا تھا کہ میں شاید شام تک نہ آؤں اور تمہارا طبیب تو شاید ساری ات اس کرسی پر ا بیٹھا رہا ہے۔ جب میں اٹھی تھی تو وہ تمہاری نبض دیکھ رہا تھا۔

ربیعہ نے پوچھا۔ "ابا جان کہاں ہیں؟"

انجلا نے پوچھا۔ "ابا جان کہاں ہیں؟"

انجلا نے جواب دیا۔ "وہ دوسرے کمرے میں طبیب کے ساتھ کو چوان کو دیکھنے گئے ہیں۔ اس بے چارے کو کافی چوٹیں آئی ہیں۔"

(۴)

تین دن بعد ربیعہ کے سر کی تکلیف قدرے کم ہو چکی تھی لیکن گھٹنے میں درد کے باعث وہ سہارے کے بغیر چلنے کے قابل نہ تھی۔ وہ شہسوار جس نے اُس کی جان بچائی تھی اور وہ طبیب جو اُس کا علاج کر رہا تھا بدر بن مغیرہ اور بشر بن حسن تھے۔ ابو داؤد اس بات پر حیران تھا کہ سرحدی عقاب اُن کی مدد کے لئے اچانک وہاں کیسے پہنچ گیا۔ گزشتہ تین دن میں اس نے بدر بن مغیرہ کے سامنے فرڈی نینڈ اور اس کے حکام کے مظالم کی داستانیں بیان کر کے کسی حد تک اس کا اعتماد کر لیا تھا۔ نماز جمعہ کے بعد اس نے بدر بن مغیرہ کے ساتھیوں کے سامنے ایک پر جوش تقریر کی اور اُندلس میں عیسائیوں کے محکوم مسلمانوں کی تباہ حالی کی اس قدر دردناک تصویر پیش کی کہ سامعین پر رقت طاری ہو گئی۔ پھر اُس نے اُندلس میں مسلمانوں کے ماضی کی روح پرور داستانیں سنائیں۔ بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کی جنگ آزادی کی دل کھول کر تعریف کی اور اختتام پر یہ کہا "ہمیں اپنے مستقبل کے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ اگر ہم نے متحد اور منظم ہو کر فرڈی نینڈ کے خلاف فیصلہ کن جنگ نہ لڑنے کا فیصلہ نہ کیا ہم آہستہ آہستہ مٹا دیئے جائیں گے۔ تمہارے لئے میرا یہی پیغام ہے کہ بزدلی کی زندگی سے بہادری کی موت بہتر ہے اور یہی پیغام میں اہل غرناطہ کے پاس لے کر جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ابوالحسن ہماری مظلومیت کا حال سُن کر دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کا اعلان کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا۔"

تقریر کے بعد جب وہ بدر اور بشیر کے ساتھ اپنی قیام گاہ کی طرف واپس آ رہا

تھا تو بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ”مجھے یقین ہے کہ غرناطہ میں رہ کر آپ مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک سکیں گے۔“

ابو داؤد نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔ ”میں اپنا فرض پورا کروں گا۔ لیکن لوگ ایک اجنبی کی باتوں پر زیادہ توجہ نہیں دیا کرتے۔“

بشیر نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ”اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میں ایک سوال پوچھنے کی جرأت کروں“ ابو داؤد نے جواب دیا۔ ”اگر آپ بھی مجھ سے کچھ پوچھتے ہوئے ہچکچائیں تو یہ مجھ پر ظلم ہو گا۔“ بشیر نے کہا ”آپ کو خدا نے دین کے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے اور آپ اتنے باعمل ہیں کہ آپ کو خدا نے دین کے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے اور آپ اتنے باعمل ہیں کہ آپ رات کے وقت تہجد کے لئے بھی اُٹھتے ہیں اور آپ کی زبان میں جادو ہے لیکن ایک بات پر حیران ہوں کہ۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔۔“

ابو داؤد نے اس کا فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ حیران ہیں کہ ان سب باتوں کے باوجود میری اپنی بیوی اور لڑکی عیسائی مذہب پر قائم ہیں۔ یہی کہنا چاہتے تھے نا آپ؟“

بشیر نے حیران ہو کر کہا۔ ”ہاں میں یہی پوچھنا چاہتا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے پاس اس کی معقول وجہ ہو گی۔“

”اس کی ایک وجہ ہے کہ لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ وہ معقول ہے۔ اس کے متعلق آپ جیسے مجاہدوں کا فتویٰ زیادہ صحیح ہو گا۔ یہ میری دوسری بیوی ہے۔ پہلی بیوی ایک مسلمان تھی اور اس کی لڑکی بھی مسلمان ہے۔ لیکن میری یہ بیوی مرسیہ کے ایک عیسائی خاندان سے ہے اور اس کے ساتھ شادی سے قبل مجھے اس بات کا علم تھا کہ

میں شادی کے بعد عیسائیوں کی سلطنت میں رہ کر اسے تبدیلی مذہب پر آمادہ نہیں کرسکتا۔اس کے باوجود میں نے اس کے ساتھ اس لئے شادی کی کہ میں عیسائیوں کی حکومت میں ایک آزاد خیال مسلمان سمجھا جاؤں ۔میں اپنی قوم کی مظلومیت اور ذلت برداشت نہیں کرسکتا تھا۔میں انہیں ایک انقلاب کے لئے آمادہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے عیسائی بیوی کو اپنے لئے ڈھال بنایا۔آج تک میں نے اپنے مقاصد اس پر ظاہر نہیں ہونے دیئے ۔یہاں تک کہ وہ بھی مجھے اندلس کے ان ہزاروں مسلمانوں سے مختلف خیال نہیں کرتی جو مذہب سے بہت دُور جا چکے ہیں بلکہ اپنے ہم مذہبوں میں جا کر وہ کہتی ہے کہ میں اسلام کی نسبت عیسائیت سے زیادہ قریب ہوں۔

ان باتوں سے میں نے فائدہ اُٹھایا ہے کہ میں کئی شہروں میں مسلمانوں کی انقلابی جماعتیں تیار کر چکا ہوں ۔آپ حیران ہوں گے کہ میں گزشتہ دس سال سے قسطلہ میں ہوں ۔

بڑے بڑے عیسائی امراء کے گھروں تک میری رسائی ہے لیکن آج تک کسی کو یہ علم نہیں ہوسکا کہ میں ان کی سلطنت کے خلاف سرگرم عمل ہوں ۔آپ کو میرے طریق کار پر نکتہ چینی کرنے کا حق ہے لیکن میری نیت خدا کو معلوم ہے ۔اس عورت کے ساتھ شادی کرنے سے قبل میں یہ محسوس کرتا تھا کہ حکومت کے جاسوس ہر وقت میرے پیچھے لگے رہتے تھے لیکن اس سے شادی کرنے کے بعد میری مشکلات بہت کم ہوگئی ہیں۔

اور جو کچھ میں نے گزشتہ بیس برس میں کیا ہے اس کا نتیجہ اس وقت ظاہر ہوگا۔ جب ابوالحسن یا اس کے بعد غرناطہ کا کوئی اور تاجدار عیسائیوں کے خلاف اعلان جہاد کرے گا۔اب شاید آپ میرے وہاں سے فرار ہونے کی وجہ پوچھنا چاہیں۔

میں وہاں سے اس لئے نہیں بھاگا۔ کہ حکومت کو میری سازشوں کو علم ہوگیا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ قسطلہ کے شاہی گھرانے کا ایک نوجوان میری چھوٹی لڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا۔ اُنھوں نے میری بیوی کو اس بات پر آمادہ کرلیا تھا اور میرے گزشتہ طرز عمل کے باعث میری بیوی کو یہ یقین تھا کہ میں ایک عیسائی نوجوان کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کی مخالفت نہیں کروں گا۔ لیکن مجھے جب اس بات کا علم ہوا تو آپ میری حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس سے قبل میں سوچا کرتا تھا کہ میں اپنا کام پورا کرنے کے بعد غرناطہ چلا جاؤں گا اور اپنی عیسائی لڑکی اور بیوی کو مسلمان کرلوں گا۔ اب مجھے احساس ہوا کہ پانی سر سے گزر رہا ہے۔ میں ے اس رشتہ کی مخالفت کی تو مجھے یہ ڈر تھا کہ اگر انہیں معلوم ہوگیا کہ میں ہجرت کرکے غرناطہ جارہا ہوں تو میرے بیوی شاید اپنی مرضی سے میرا ساتھ نہیں دے گی اور لڑکی جو اس شادی پر رضامند نہ تھی مجھ سے زبردستی چھین لی جائے گی۔"

بشیر نے پوچھا۔ "تو لڑکی کی شاہی گھرانے کے نوجون کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند نہ تھی۔"

"نہیں۔ اس نوجوان کی ایک آنکھ تیر لگنے سے ضائع ہوگئی تھی۔"

بدر بن مغیرہ نے سوال کیا۔ "تو آپ یہاں تک کیسے پہنچے؟"

"میں نے تدبر سے کام لیتے ہوئے اس شادی کی مخالفت ترک کردی۔ میں نے اپنے ایک دوست سے خط لکھوایا اور اس خط کو اپنے گھر بھجوانے کے لئے اُسی کے نوکر کی خدمات حاصل کیں۔ اُس نے میری ہدایات پر عمل کرتے ہوئے رات کے وقت وہ خط ہمارے گھر پہنچادیا۔ اس خط میں میں نے یہ لکھوایا تھا کہ انجیلا کا نانا قریب المرگ ہے اور وہ اپنی بیٹی اور نواسی کو دیکھے بغیر اس جہان فانی سے رخصت

نہیں ہونا چاہتا۔ایسی خبریں سننے کے بعد عورتیں عام طور پر تفصیلات میں نہیں جاتیں۔اس خط میں چونکہ وراثت کی تقسیم کا بھی ذکر تھا،میری بیوی مرسیہ کے لمبے سفر کے لیے تیار ہوگئی۔انجلا کو اس شادی سے نفرت تھی۔نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے علی الصباح جانے کا فیصلہ کرلیا۔ربیعہ کو میں پہلے ہی سمجھا چکا تھا۔چنانچہ اس نے بھی یہ کہہ دیا کہ وہ اپنی سوتیلی ماں کے باپ کی تیمارداری کے لئے ضرور جائے گی۔لیکن ہمیں ایک اور تکلیف پیش آئی۔رات کے وقت ہم کھانا کھانے بیٹھے تو وہ کانا آ گیا۔ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ ہم صبح مرسیہ جانے والے ہیں تو وہ بھی ہمارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوگیا۔ میں نے مخالفت کی لیکن تیریا نے اس کی طرفداری کرتے ہوئے کہا کہ اس کی بدولت ہمارا سفر بہت آسان ہو جائے گا اور میں نے مجبوراً ہتھیار ڈال دے۔

علی الصباح جب ہم بگھی پر سواری ہورہے تھے۔وہ گھوڑا بھگاتا ہوا آیا اور ہمیں یہ خبر دی کہ وہ راستے کی چوکیوں کو ہمارے سفر کے لئے گھوڑے تیار رکھنے کی ہدایت بھجوا چکا ہے۔راستے میں اس کی وجہ سے ہمیں کوئی تکلیف نہ ہوئی لیکن جوں جوں مرسیہ قریب آرہا تھا میری پریشانی میں اضافہ ہورہا تھا۔اس کا گھوڑا ہروقت ہماری بگھی کے آگے یا پیچھے رہتا تھا۔

بگھی کو کوچوان میرا پرانا نوکر تھا اور اُسے میرے ارادے کا علم تھا۔اس نے مجھے مشورہ دیا کہ اس شخص سے جان چھڑائے بغیر ہمارا غرناطہ پہنچنا ممکن ہے۔ چنانچہ میں ایک تلخ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگیا۔ایک دوپہر جب میریا بگھی میں اونگھتے اونگھتے انجلا کی گود میں سر رکھ کر سوگئی تو میں نے انجلا سے کہا۔" سے کہا۔"انجلا! تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں کہاں لے جارہا ہوں؟"

اُس نے جواب دیا۔ ”آپ ہمیں مرسیہ لے جا رہے ہیں اور کہاں۔“

میں نے کہا۔ ”میں تمہیں اُس شخص سے بچانا چاہتا ہوں اور اس مقصد کے لئے میں مرسیہ کی بجائے غرناطہ جا رہا ہوں۔“

اُس نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ ”ابا جان! اس کے ساتھ شادی کرنے کی بجائے میں موت کو ترجیح دوں گی۔ میں اس سے بچنے کے لئے ہر جگہ جانے کو تیار ہوں۔“

میں نہ کہا۔ ”یہاں سے تھوڑی دُور آگے غرناطہ کی سڑک اس سڑک سے الگ ہوتی ہے لیکن یہ سائے کی طرح ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اگر ہم نے راستہ بدلا تو اگلی چوکی پر ہمیں یہ روک لے گا اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا صرف ایک راستہ ہے۔“

انجلا نے کچھ سوچ کر کہا۔ ”ابا جان! وہ اس وقت ہمارے پیچھے ہے۔ آپ کے پاس کمان ہے اور آپ تیر چلانا جانتے ہیں۔“

میں نے کہا۔ ”لیکن مجھے تمہاری ماں کا ڈر ہے۔“

اُس نے کہا۔ ”امی جان سو رہی ہیں۔ آپ جلدی کیجیے۔

میں نے پچھلی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا وہ کوئی پچاس گز دور تھا اور ایک فحش گیت گاتا آرہا تھا۔ میں نے کوچوان کو بگھی کی رفتار کم کرنے کا حکم دیا۔ جب ہمارے درمیان بہت تھوڑا فاصلہ رہ گیا تو میں نے تیر چلا دیا اور ساتھ ہی کوچوان کو بگھی تیز کرنے کی ہدایت کی۔ وہ تیر کھا کر گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ تاہم مجھے ڈر تھا کہ اگر وہ زندہ رہا تو فوراً سارے اندلس میں ہماری تلاش شروع ہو جائے گی۔ اس لئے میں نے پوری رفتار سے اپنا سفر جاری رکھا۔

جب میریا کی آنکھ کھلی تو اُسے ہم نے بتادیا کہ وہ آگے نکل گیا ہے اور اس کے بعد ہم نے اُسے یہ معلوم نہیں ہونے دیا کہ ہم راستہ بدل چکے ہیں۔ لیکن سرحد کی آخری چوکی عبور کرتے ہی مجھے اپنے پیچھے چند سوار دکھائی دیے۔ مجھے اُن کی رفتار سے شک ہوا اور میں نے کوچوان کو بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔ بارش کیوجہ سے سڑک بہت خراب تھی۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔ بارش کی وجہ سے سڑک بہت خراب تھی۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔ بارش کی وجہ سے سڑک بہت خراب تھی۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ بگھی اُس وقت ٹوٹی جب آپ ہماری مدد کے لئے پہنچ چکے تھے۔ ہمیں سرحد تک پہنچے کا موقع غالباً اس لئے ملا کہ پہلے ہماری تلاش مرسیہ کی سڑک پر کی گئی ہوگی اور وہاں ہمارا سراغ نہ ملنے پر انہوں نے غرناطہ کی سڑک کی طرف توجہ کی گی یہ سب آپ کے اس سوال کا جواب ہے کہ میں نے انجلا اور میریا کو ابھی تک مسلمان کیوں نہیں بنایا۔ اب آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔"

بدر نے کہا۔ "اب آپ کو ہر بات پوچھنے کا حق ہے۔"

ابوداؤد نے کہا۔ "آپ کا علاقہ ہمارے راستے سے کافی دُور تھا۔ اگرچہ عقاب کی پرواز کہ حدود معین نہیں ہوتیں لیکن آپ ہماری مدد کے لئے وہاں اس طرح پہنچے جیسے پہلے سے وہاں تیار کھڑے تھے۔"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ "بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ سے غرناطہ کی حکومت کے ساتھ ہمارے تعلقات بڑی حد تک دوستانہ ہیں۔ انہوں نے سرحد کے کچھ علاقے کی حفاظت میرے سپرد کر رکھی ہے اور کبھی کبھی مجھے ان کی چوکیوں کا معائنہ کرنے کے لئے جانا پڑتا ہے۔ اس دن بھی میں یہ دیکھنے کے لئے نکلا تھا کہ بارش

کی وجہ سے سپاہی اپنے اپنے گوشوں میں دبک کر بیٹھے ہوئے ہیں یا اپنے پہروں موجود ہیں۔راستے میں مجھے آپ مل گئے۔میری اصل قیام گاہ یہاں سے بہت دور ہے۔یہ قلعہ جسے آپ نے رونق بخشی ہے ہمارے علاقے کے ایک سرے پر ہے۔"

ابوداؤد نے کہا۔"سرحد کی نگرانی جس شخص نے بھی آپ کو سونپی ہے میں اس کی نگاہِ انتخاب کی داد دیتا ہوں اور غرناطہ اگر اپنی تمام سرحدوں کی حفاظت کی ذمہ داری آپ کو سونپ دیتو یہ اس کی خوش قسمتی ہوگی۔"

"نہیں۔میں اتنی بڑی ذمہ داری سنبھالنے کے قابل نہیں۔"

ابوداؤد نے کہا۔"غرناطہ میں میری کسی کے ساتھ واقفیت نہیں۔اگر آپ مجھے جانے سے پہلے دو چار مخلص آدمیوں کے نام بتادیں تو مجھے سہولت ہوگی۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا۔"میں ایک ایسے آدمی کو خط لکھوں گا جس کی بدولت آپ سارے غرناطہ سے واقف ہو جائیں گے۔لیکن میرے خیال میں آپ کو کافی دن یہاں ٹھہرنا پڑے گا۔کیوں بشیر ان کی صاحبزادی کب تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں گی؟"

بشیر نے جواب دیا۔"انشاءاللہ ایک ہفتے میں بالکل تندرست ہوجائیں گی۔"

(۳)

یہ قلعہ جس میں ابوداؤد، بدر بن مغیرہ کے مہمان کی حیثیت میں ٹھہرا ہوا تھا، اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے بیرونی حملے سے محفوظ نہ تھا۔اس کی فصیل بھی اس قدر محفوظ نہ تھی کہ باہر سے کسی بڑے حملے کی روک تھام کر سکے۔الزغل کے ساتھ ملاقات کے بعد بدر بن مغیرہ غرناطہ کی سرحد کی چوکیوں کا معائنہ کرنے کے لئے کبھی کبھی یہاں ٹھہرا کرتا تھا۔یہ قلعہ غرناطہ کی حدود میں تھا اور قسطلہ اور غرناطہ نے چونکہ

ابھی تک ایک دوسرے کے خلاف اعلان جنگ نہیں کیا تھا اس لئے بدر نے کسی فوری حملے کا خطرہ محسوس نہ کرتے ہوئے اس کی حفاظت کے لئے بہت تھوڑے سپاہی رکھے تھے تاہم قسطلہ کی سرحد کے آس پاس اُس کے جاسوس اور پہریدار ہروقت چوکس رہتے تھے۔ابوداؤد کی آمد کے بعد اُس نے پہریداروں کی تعداد میں کچھ اضافہ کردیا تھا۔عام طور پر وہ نئے انتظامات دیکھنے اور سرحدی چوکیوں کے افسروں کو ہدایات دینے کے لئے دو چار دن اس قلعہ میں ٹھہر کر جنگل میں اپنے مستقر کو لوٹ جایا کرتا تھا اور وہاں غرناطہ سے آنے والے نئے سپاہیوں اور افسروں کو تربیت دیا کرتا تھا۔لیکن ابوداؤد کی وجہ سے اسے اپنی مرضی کے خلاف یہاں رُکنا پڑتا۔تاہم وہ دوسرے یا تیسرے دن وہاں ضرور جاتا اور اپنے جانبازوں کو ضروری ہدایات دینے کے بعد واپس آجاتا۔اگرچہ ابوداؤد نے اپنا من گھڑت افسانہ سُنا کر کسی حد تک اس کا اعتماد حاصل کرلیا ہونے کی اجازت دینے کا روادار نہ تھا۔یہی وجہ تھی کہ ربیعہ کو علاج کے لئے اپنے مستقر لے جانے کی بجائے اُس نے بشرین حسن کا جنگل سے اس جگہ بُلا لیا تھا۔

ایک ایسے باپ کے سوا جو اس کی ماں کی موت کے ایک سال بعد ایک نصرانی لڑکی سے شادی کر چکا تھا، ربیعہ کا اس دنیا میں اور کوئی نہ تھا۔جب اُس نے ہوش سنبھالا تو اُسے بتایا گیا کہ ماں کی وفات کے وقت اس کی عمر ایک سال سے بھی کم تھی۔اُس نے اپنی عمر کے ابتدائی تیرہ برس کا زیادہ حصہ طلیطلہ میں اپنے ماموں کے پاس گزارا۔عیسائیوں کے بڑھتے ہوئے مظالم نے دوسرے لوگوں کی طرح اس کے ماموں کے خاندان کے بہت سے لوگوں کو غرناطہ ہجرت کرنے پر مجبور کردیا۔ربیعہ کے ماموں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔لیکن ابوداؤد کے سامنے اُس کی پیش

نہ گئی اور ربیعہ کو اپنے باپ کے پاس قسطلہ آنا پڑا۔ قسطلہ میں ربیعہ کے لئے اپنے باپ کے گھر کا ماحول بالکل نیا تھا۔ اس کی سوتیلی ماں اور بہن عیسائی مذہب کی پابند تھیں۔ اُس کے باپ کی عزت اور عیسائی اُسے ایک آزاد خیال مسلمان کے نام سے یاد کرتے تھے۔ وہ عیسائیوں کی محفل میں قرآن پڑھتا اور نہایت عالمانہ تقریریں کرتا ۔اعلیٰ طبقہ کے عیسائی راہبوں کو یہ معلوم تھا کہ ایک مسلمان کے بھیس میں وہ فرزندان توحید کا بدترین دشمن ہے۔ اس لئے وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح اُس کے مذہب تبدیل کرنے پر مُصر نہ ہوئے۔

بعض دور اندیش مسلمان اس پر شک کرتے تھے لیکن عوام کی اکثریت کو وہ یقین دلا چکا تھا کہ بادشاہ کے دربار اور عیسائیوں کے گرجوں میں جا کر وہ جو کچھ مسلمانوں کے لئے کر رہا ہے وہ مسجد میں بیٹھ کر نہیں کر سکتا۔ وہ مختلف شہروں میں جاتا اور حریت پسند مسلمانوں کی خفیہ تنظیمیں تیار کرتا اور ان شہروں کے "شوریدہ" مسلمانوں کے ساتھ اچھی طرح متعارف ہونے کے بعد وہاں کے عیسائی حکام کو باخبر کر کے غائب ہو جاتا۔ عیسائی حکام انہیں ایک ایک کر کے پکڑ لیتے اور ان پر مقدمہ چلائے بغیر انہیں موت کے گھاٹ اُتار دیتے۔ ان خدمات کے صلہ میں ابوداؤد فرڈی نینڈ سے سنہری تمغہ اور قسطلہ کے لارڈ بشپ سے چاندی کی صلیب حاصل کر چکا تھا۔

ربیعہ عادات و خصائل میں اپنے باپ کے عین ضد تھی۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اس نے بچپن کے تیرہ برس اپنے ماموں کے ہاں گزارے تھے۔ ماموں کے گھر کی تعلیم نے اُسے اسلام سے محبت کرنا سکھایا تھا اور مسلمانوں کی موجودہ بے کسی او رمظلومیت کے احساس نے اُس کے دل میں قسطلہ کی عیسائی حکومت کے خلاف

نفرت کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ بچپن کے احساسات پختہ نہیں ہوتے لیکن ربیعہ کو اپنے باپ کے گھر کا تلخ ماحول ہمیشہ ماموں کے گھر کی یاد دلاتا رہا اور اس یاد کے ساتھ بچپن کی جو دلچسپیاں وابستہ تھیں وہ اُس کی اُداس اور غمگین زندگی کا جزو بنی رہیں۔ جب اُس کی سوتیلی بہن انجلا کو شہر کا ایک پادری انجیل پڑھانے آتا تو اُسے وہ بزرگ صورت عالم یاد آتے جو اُسے ماموں کے گھر قرآن پڑھانے آیا کرتے تھے اور جب انجلا کی ماں اُسے یہ سمجھاتی کہ وہ بھی اپنی سوتیلی بہن کے ساتھ انجیل پڑھا کرے تو وہ اس کی نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے دوسرے کمرے میں قرآن لے کر بیٹھ جاتی۔

انجلا ہر اتوار ماں کے ساتھ گرجے جاتی اور ربیعہ اپنے ایک مسلمان ہمسایہ کی بیوی کے یہاں چلی جاتی جو اس کی ماں کی سہیلی رہ چکی تھی۔

دو سال قسطلہ میں رہنے کے بعد اُسے پتہ چلا کہ اس کا ماموں اور اس کے خاندان کے چند اور افراد غرناطہ چھوڑ کر مراکش چلے گئے ہیں۔ اس خبر سے پہلے وہ اپنے دل کو تسلی دیا کرتی تھی کہ قدرت اُسے کبھی نہ کبھی غرناطہ جانے کا موقع دے گی اور وہ طلیطلہ کے بچھڑے ہوئے عزیزوں کو دیکھ سکے گی۔ وہ خدا سے دُعا بھی کیا کرتی تھی۔ لیکن جب اُسے پتا چلا کہ وہ مراکش جا چکے ہیں تو اُس کا دل ٹوٹ گیا اور وہ کئی دن تک چھپ چھپ کر آنسو بہاتی رہی۔

ابو داؤد اپنی تمام برائیوں کے باوجود ربیعہ سے بے حد محبت کرتا تھا۔ میریا کو اکثر یہ شکایت رہتی کہ وہ انجلا سے زیادہ اُسے چاہتا ہے اور وہ اُس کے جواب میں یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا کہ تمہاری موجودگی میں انجلا کو میری محبت کی ضرورت نہیں لیکن ربیعہ کا اس دنیا میں میرے سوا کوئی نہیں۔

میریا ایک تندمزاج عورت تھی اور ربیعہ کو اپنے طرزِعمل سے نفرت کرنا سکھا دیا تھا۔ انجلا غرور اور تکبر اپنی ماں سے ورثہ میں ملا تھا لیکن اُس کے پہلو میں ایک ایسا دل تھا کہ وہ اپنی ماں کی طرح ربیعہ کی محبت کا جواب حقارت سے نہ دے سکتی تھی بلکہ بعض اوقات یہ محسوس کرتی تھی کہ اس کی ماں کی طرف سے کوئی زیادتی ہوئی ہے تو وہ ربیعہ کی طرفداری کرتی لیکن مذہب کے معاملے میں وہ اپنی ماں کی طرح متعصب تھی۔ ربیعہ اُن کے ساتھ مذہبی بحث میں اُلجھنے سے پرہیز کرتی لیکن پھر بھی اس کے لئے میریا اور انجلا کی بعض باتیں ناقابل برداشت ہوتیں اور وہ اُن کیساتھ جھگڑنے پر مجبور ہو جاتی۔ ان جھگڑوں میں منطق سے زیادہ جذبات سے کام لیا جاتا۔ میریا اور انجلا سے فرڈی نینڈ کی شان وشوکت اور روما کی عیسائی حکمرانوں کے جاہ وجلال سے مرعوب کرنے کی کوشش کرتیں اور اس کے جواب میں انہیں طارق، موسیٰ، عبدالرحمٰن اعظم، یوسف بن تاشفین کی داستانیں سُناتی۔

میریا اور انجلا یہ کہتیں کہ اُن کے فلاں راہب کو بشارت ہوئی ہے کہ مسلمانوں کو اندلس سے نکالنے کے لئے خدا نے فرڈی نینڈ کو منتخب کیا ہے اور وہ جواب میں یہ کہتی کہ میں نے جواب میں ابوالحسن کو قسطلہ پر اسلام کا جھنڈا لہراتے ہوئے دیکھا ہے۔

مغیرہ کے قتل کی خبر سُن کر قسطلہ کے تمام عیسائیوں کی طرح میریا اور انجلا نے بھی خوشی منائی لیکن ربیعہ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اُس نے تین دن کسی سے بات نہ کی۔ اس کے بعد سرحدی عقاب کے ہاتھوں کاؤنٹ سینٹ یاگو کی شکست کی خبر سُن کر جس قدر ربیعہ خوش تھی اسی قدر اس کی سوتیلی ماں اور بہن مغموم تھیں۔

اس کے بعد ان کے گھر میں مذہب کے نام پر جو جھگڑا شروع ہوتا اس میں کسی

نہ کسی طرح سرحدی عقاب کا ذکر ضرور آ جاتا۔ میریا اور انجلا جس قدر اُس کے نام سے چڑتیں ربیعہ اسی قدر اس کے بہادرانہ کارناموں کو بڑھا بڑھا کر پیش کرتیں۔ رات کے وقت جب انجلا اور میریا مریم کے مجسمے کے سامنے دوزانو ہو کر عیسائیوں کی فتح کے لئے مانگتیں تو ربیعہ الگ کمرے میں نماز کی بعد سرحدی عقاب کی فتح کے لئے دعا کرتی۔ ایک مرتبہ میریا نے ابوداؤد سے شکایت کی کہ ربیعہ ہمارے بادشاہ کے دشمن کو اچھا سمجھتی ہے تو ابوداؤد نے اُسے ڈانٹ ڈپٹ کے بعد سمجھایا۔ ''ربیعہ اگر تم یہ نہیں چاہتیں کہ حکومت میں باغی قرار دے کر پھانسی پر لٹکا دے تو خدا کے لئے سرحدی عقاب ایک باغی ہے اور وقت آنے پر فرڈینیڈ کی افواج اُسے کچل کر رکھ دیں گی۔''

ربیعہ کو پہلی بار احساس ہوا کہ اُس کا باپ اپنے علم و فضل کے باوجود ان لوگوں سے مختلف نہیں جنھوں نے اُندلس کے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ سے مایوس ہو کر مستقبل کی تمام توقعات اپنے عیسائی آقاؤں کے ساتھ وابستہ کر دی ہیں۔

اس کے بعد وہ اپنے باپ کی سرگرمیوں کا زیادہ گہری نظر سے مطالعہ کرنے لگی آہستہ آہستہ اُسے یہ محسوس ہونے لگا کہ گھر سے اُس کے باپ کے اکثر غیر حاضر رہنے کا باعث سیر و سیاحت کا شوق نہیں بلکہ وہ درپردہ فرڈی نیڈ کے لئے اہم خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اُسے اپنی تنہائی اور اجنبت کا احساس ہونے لگا اور عمر کے ساتھ ساتھ اس کا احساس ترقی کرتا گیا۔ مسلمانوں کے روشن مستقبل کا تصور کر کے جو ولولے اس کے دل میں پیدا ہوا کرتے تھے وہ مٹتے چلے گئے۔ اُس پر ایک ذہنی جمود طاری ہونے لگا۔ زندگی اس کے لئے صبح و شام کے ایک نہ ٹوٹنے والے تسلسل کا نام رہ گئی۔

لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ وہ ابوداؤد کیساتھ غرناطہ جاری ہے تو اس کے دل میں سوائے ہوئے ہنگامے اچانک بیدار ہو گئے۔ اُسے ابوداؤد کے مقاصد کا صحیح علم نہ تھا۔ تاہم وہ سفر کی ہر نئی منزل پر اپنے دل کی دھڑکنوں میں ایک اضافہ محسوس کرتی۔ غرناطہ کے مختلف مناظر اس کی آنکھوں کے سامنے پھرتے۔ اس سفر کے دوران کئی بار سرحدی عقاب کا ذکر آیا۔ میریا اس سے بہت خائف تھی اور وہ ابوداؤد کے احتجاج کے باوجود ہر نئی چوکی پر پہنچ کر یہ سوال کرتی۔ ''ہمارے راستے میں سرحدی عقاب کے حملے کا تو خطرہ نہیں۔'' چوکی کے افسر اُسے تسلی دینے کی کوشش کرتے۔ لیکن وہ اگلی چوکی پر پہنچ کر پھر یہ سوال دُہراتی۔ ایک دن جب وہ راستے کی ایک سرائے کے مالک سے اسی قسم کے سوالات پوچھ رہی تھی تو ابوداؤد نے سرائے کے مالک سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''تم اُسے یہ کیوں نہیں بتاتے کہ سرحدی عقاب عورتوں پر ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔'' ربیعہ لوگوں کی زبانی اپنی سوتیلی ماں کے سوالات کا جواب دلچسپی سے سنتی اور اس کا تصور اُسے غرناطہ کے خوب صورت شہر سے ان پہاڑوں اور جنگلوں کی طرف لے جاتا جہاں کسی پُر اسرار مجاہد نے چند برس قبل کاؤنٹ سینٹ یاگو کو عبرتناک شکست دی تھی اور اُسے اپنے باپ کے اس دعوٰی پر افسوس ہوتا کہ اُن کا راستہ سرحدی عقاب کی پرواز کی زد سے دُور ہے۔

(۴)

قسطلہ میں سرحدی عقاب کے متعلق جو باتیں مشہور تھیں ان سے اس نے یہ رائے قائم کی تھی کہ وہ ایک بڑی عمر کا ہیبت ناک انسان ہو گا لیکن وہ اس سے کہیں مختلف تھا۔ اس کی نگاہوں سے تہوّر سے زیادہ محبت اور شفقت برستی تھی۔ اس کی مردانہ وجاہت میں کچھ ایسی جاذبیت تھی کہ ربیعہ نے اگر اس کی شجاعت کے قصے نہ

بھی سنے ہوتے تو بھی وہ اُسے دیکھ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتی۔

اپنی قوم کے اولوالعزم مجاہد کو ایک نظر دیکھ لینا ہی ربیعہ کے لئے زندگی کا سب سے بڑا انعام تھا لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ وہ نقاب پوش جس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر اس کی بگھی روکی تھی، سرحدی عقاب کے سوا اور کوئی نہ تھا اور جب انجلا نے اُسے یہ بتایا کہ وہ اُسے بے ہوشی کی حالت میں اپنے گھوڑے پر بٹھا کر اس قلعے میں لے آیا تھا تو اُسے کائنات کے اس وسیع نظام میں پہلی بار اپنی اہمیت کا احساس ہوا۔

جب تک ربیعہ کی حالت کچھ مخدوش رہی وہ صبح شام اس کی تیمارداری کے لئے آتا رہا۔ لیکن جب وہ تندرست ہونے لگی اس نے اس کے کمرے میں آنا بہت کم کر دیا۔

بشیر بن حسن اس کی مرہم پٹی کے لئے دن میں دوبارہ ضرور آتا۔ انجلا اس نوجوان اور خوش وضع طبیب کے پاؤں کی آہٹ کی منتظر رہتی اور بھاگ کر اس کے لئے دروازہ کھولتی اور جب وہ ربیعہ کی طرف متوجہ ہوتا تو وہ ربیعہ کے قریب بیٹھ کر مختلف بہانوں سے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتی۔

وہ سوال کرتی۔ ”میری بہن کب تک سفر کے قابل ہو جائے گی؟“

وہ بے پرواہی سے جواب دیتا۔ ”بہت جلد۔“

”ابا جان کہتے ہیں آپ جس مریض کو ہاتھ لگا دیں اُسے شفا ہو جاتی ہے لیکن اُس دن بگھی سے گرنے کے بعد میرے دانت ابھی تک درد کرتے ہیں۔“

”تمہیں وہم ہے۔ تمہارے دانت بالکل ٹھیک ہیں۔“

”نہیں نہیں مجھے وہم نہیں۔ میں تکلیف کی وجہ سے گزشتہ رات سو نہیں سکی۔“

اور میریا کمرے کے دوسرے گوشے سے کہتی۔ ”آپ اچھی طرح دیکھئے رات واقعی یہ درد سے کراہ رہی تھی۔“

”بہت اچھا میں دیکھتا ہوں۔“

بشیر بن حسن ربیعہ کی مرہم پٹی سے فارغ ہو کر انجلا کی طرف متوجہ ہوتا اور اُس کے دانتوں کا معائنہ کرنے کے بعد سوچ میں پڑ جاتا۔ پھر اُس کی ماں سے سوال کرتا۔ ”کیا اسے پہلے بھی کبھی دانتوں میں درد ہوا ہے؟“

میریا جواب دیتی ”نہیں۔“

وہ پھر سوچ میں پڑ جاتا اور انجلا دوسری طرف منہ پھیر کر اپنی ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتی۔ بشیر بن حسن کہتا۔ ہو سکتا ہے کہ دانت کی جڑ میں کوئی خرابی ہو لیکن بظاہر اس کے کوئی آثار نہیں۔ خیر میں ایک نئی دوا دیتا ہوں۔ اسے مسوڑھوں پر اچھی طرح ملو۔“

وہ نئی دوا دے کر چلا جاتا اور انجلا اپنی ماں کی بدگمانی سے بچنے کے لئے دوا لے کر باہر کی طرف کھلنے والے دریچے کے سامنے کھڑی ہو جاتی اور دوا کو دانتوں میں لگائے بغیر اُنگلی سے مسوڑوں کی مالش کرتے ہوئے تھوکنا شروع کر دیتی۔ بعض اوقات وہ مسوڑوں کو دبا کر تھوک کے ساتھ ساتھ تھوڑا سا خون بھی نکال دیتی اور اس کی ماں یہ کہتی۔ ”بیٹی! وہ کتنا ہی اچھا طبیب کیوں نہ ہو لیکن مذہبی تعصب سے پاک نہیں ہو سکتا۔“

انجلا فوراً یہ کہتی ”نہیں امی جان! مجھے ان کی دوا سے بہت آرام ہے۔“

جب میریا اِدھر اُدھر ہوتی انجلا دل کھول کر ہنستی۔ ربیعہ اسے ملامت کرتی تو وہ سنجیدہ ہو کر کہتی۔ ”ربیعہ میری بہن! تم بُرا مت مانو میں آئندہ ایسا نہیں کروں گی

لیکن نہ جانے اسے دیکھ کر مجھے شرارت کیوں سوجھتی ہے۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ میں خود احمق بن رہی ہوں لیکن بعض حماقتیں بہت دلچسپ ہوتی ہیں۔ جب میرے دانت دیکھنے کے بعد وہ پریشان سا ہو کر سوچ میں پڑ جاتا ہے تو میرا جی چاہتا ہے کہ قہقہہ مار کر ہنسوں اور ـــــ میرے ساتھ وہ بھی ہنس پڑے۔"

ربیعہ پریشان ہو کر کہتی۔ "انجلا پگلی نہ بنو۔ اس کی دنیا تمہاری دنیا سے بہت مختلف ہے۔ وہ ایک بہت بڑا آدمی ہے۔ تمہیں اس کی عظمت کا لحاظ رکھنا چاہیے۔"

انجلا ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہتی۔ "ربیعہ تم خوامخواہ پریشان ہو جاتی ہو۔ میری بات پر یقین کرو، یہ صرف ایک مذاق تھا۔"

ایک شام ابوداؤد کی موجودگی میں بشیر ربیعہ کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ میریا نے کہا۔ "انجلا کو گزشتہ رات پھر نیند کی تائید کی۔ بشیر نے کہا۔ "آج میں ایک نہایت مجرب دوا لایا ہوں۔ انشاءاللہ تین دن یہ دوا پینے کے بعد آپ کی بیٹی کی تکلیف جاتی رہے گی۔ یہ کہتے ہوئے بشیر نے شیشی سے دوا کا ایک گھونٹ پیالی میں ڈال کر انجلا کو دیتے ہوئے کہا۔

"اسے پی لو۔"

"پینے کی دوا؟" اس نے حیران ہو کر سوال کیا۔

بشیر نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔ "ہاں یہ پینے سے دانتوں کی تکلیف ضروری جاتی رہے گی۔"

انجلا نے جھکتے ہوئے پیالی منہ کو لگائی۔ لیکن دوا چکھتے ہی فوراً تھوکنے کے بعد چلا اٹھی۔ "یہ بہت کڑوی ہے میں نہیں پیوں گی۔"

بشیر نے اٹھ کر ڈانٹتے ہوئے کہا۔ "تمہیں پینا پڑے گی۔"

اُس نے بشیر کی غیر متوقع ڈانٹ سے مرعوب ہو کر کہا۔ ''لیکن مجھے قے ہو جائے گی''

بشیر نے جواب دیا۔ ''تو میں اور دوا دے دوں گا۔ میرے پاس یہ دوا کافی ہے۔''

انجلا نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''تو میں پی لوں''

ابوداؤد نے کہا۔ ''ہاں بیٹی پی لو۔ تمہارا فائدہ ہے اس میں۔''

انجلا نے بدستور بشیر کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ ''کوئی نقصان تو نہیں ہو گا اس سے۔''

ابوداؤد نے برہم ہو کر کہا۔ ''بشیر بن حسن کی دوا سے نقصان؟ انجلا تم بالکل نادان ہو۔''

انجلا نے ایک لمحہ کے تذبذب کے بعد ناقابل برداشت حد تک کڑوی دوا حلق میں انڈیل لی۔

بشیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''یہ شیشی میں یہیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر دانتوں میں دوبارہ تکلیف ہو تو آئندہ اور پی لینا۔ دونتوں کے علاوہ یہ معدے کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ آج تمہیں بھوک بہت لگے گی۔''

بشیر اور ابوداؤد کے چلے جانے کے انجلا نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے ربیعہ کی طرف دیکھا۔ اور وہ ہنس پڑی۔

تھوڑی دیر منہ بسورنے کے بعد انجلا خود بھی ہنس رہی تھی۔ اور میریا پریشان سی ہو کر رہی تھی۔ ''تم دونوں پاگل ہو۔''

اگلے دن میریا اپنے خاوند کے سامنے بشر بن حسن کی تعریف کرتے ہوئے

کہہ رہی تھی "یہ طبیب واقعی بہت قابل ہے۔"

(۵)

یہ قلعہ ایک بلند ٹیلے پر واقع تھا۔اس کی چاردیواری دو آدمیوں کے برابر اُونچی تھی ۔دروازے والی دیوار کے ساتھ ساتھ دو منزلہ مکانات تھے۔ نچلی منزل میں سپاہیوں کی کوٹھڑیاں اور بالائی منزل پر فوجی افسروں کی رہائش کے لئے مکانات تھے ۔اس دیوار کے سامنے دوسری دیوار کے ساتھ ساتھ گھوڑوں کے اصطبل تھے ۔ تیسری طرف ایک مسجد تھی _اور چوتھی طرف پرانے مکانات کے کھنڈر تھے۔

بالائی منزل کے ایک سرے پر دو بہترین کمروں میں ابوداؤد اور اس کے بچوں کو جگہ دی گئی ۔وہ کمرہ جس میں ابوداؤد کی بیوی اور لڑکیوں کے بستر تھے کافی کشادہ تھا۔اور اُس کی کھڑکیاں اور روشندان باہر کی طرف کھلتے تھے ۔مکانات کی یہ منزل چونکہ فصیل سے قریباً دگنی بلندی پر تھی اس لئے ان کھڑکیوں میں سے سرسبز وادی اور اس وادی سے پرے حد نظر تک بلند پہاڑیوں کا ایک سلسلہ دکھائی دیتا تھا۔وادی کے درمیان ایک چھوٹی سی ندی کا چمکتا ہوا پانی نظر آتا تھا۔

اس کمرے میں آمد رونت کے دو دروازے سے ابوداؤد کے کمرے میں کھلتے تھے اور اس سے آگے ایک کشادہ برآمدہ تھا جس کا رُخ صحن کی طرف تھا ۔ابوداؤد کے کمرے کے دائیں ہاتھ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں اُس کا زخمی کوچوان ٹھہرا ہوا تھا اور اُس کے بائیں ہاتھ بدر بن مغیرہ اور بشر بن حسن کے کمرے تھے اور اُن سے آگے فوج کے عہدہ داروں کی کوٹھڑیاں تھیں ۔

بدر بن مغیرہ کو دن کیوقت ابوداؤد کے پاس بیٹھنے کے لئے بہت کم فرصت ملتی تھی ۔وہ علی الصباح گھوڑے پر سوار ہوکر سرحدی چوکیوں کی دیکھ بھال کے لئے نکل

جاتا بعض اوقات وہ رات کے وقت بھی باہر رہتا لیکن اُس کی غیر حاضری میں بشرین حسن پوری توجہ سے ابوداؤد کی میزبانی کے فرائض انجام دیتا۔ بشیر ایک بلند پایہ طبیب ہونے کے علاوہ ایک اعلیٰ درجہ کا عالم بھی تھا۔ وہ تاریخ، فلسفہ اور دوسرے علوم میں ابوداؤد کے کمال سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ دن کے وقت اُسے بھی دور دور تک مریضوں کو دیکھنے کے لئے جانا پڑتا۔ لیکن شام کو وہ اپنی قیام گاہ پر پہنچ جاتا اور سونے سے پہلے ابوداؤد کے ساتھ مختلف موضوعات پر بحث کرتا رہتا۔ وہ کھانا بھی ابوداؤد کے ساتھ اس کے کمرے میں کھاتا۔

بدر بھی جب اپنے دورے سے واپس آتا تو فرصت کے لمحات ابوداؤد کے ساتھ گزارتا۔ رات کے وقت بشیر اور ابوداؤد دیر تک باتیں کرتے رہتے لیکن بدر کھانے کے بعد زیادہ دیر باتیں کرنے کا عادی نہ تھا۔ وہ عالم طور پر تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلا جاتا۔ ربیعہ، انجلا اور میریا اپنے کمرے میں کھانا کھالیتیں۔

ربیعہ کے کان دوسرے کمرے میں ابوداؤد کے ساتھ باتیں کرنیوالوں کی طرف صرف اس وقت متوجہ ہوتے جب اسے بدر کی آواز سنائی دیتی۔ اُسے روبصحت دیکھ کر بدر نے تیمارداری کے لئے اس کے کمرے میں آنا ترک کر دیا تھا۔ تاہم جب بھی وہ ابوداؤد کے کمرے میں داخل ہوتا اس کا پہلا سوال یہ ہوتا۔ ''آپ کی بیٹی کیسی ہے؟''

ربیعہ یہ محسوس کرتی کہ اس کی ابتدائی توجہ محض رحم کے جذبات کے پیداوار تھی۔ انجلا ہر ماحول میں بے تکلف ہو جانے کی عادی تھی جب دوسرے کمرے میں ابوداؤد کے ساتھ صرف ماحول میں بے تکلف ہو جانے کی عادی تھی جب

دوسرے کمرے میں ابوداؤد کے ساتھ صرف بشیر ہوتا وہ اپنے باپ سے کوئی پوچھنے یا کسی اور بہانے سے دروازہ کھول کر ان کے کمرے میں چلی جاتی۔ کڑوی دوا چکھنے کے بعد اُسے دانتوں کی تکلیف سے مکمل آرام ہو چکا تھا۔ تاہم نوجوان طبیب کے ساتھ اس کی دلچسپی بڑھ گئی۔

ابوداؤد کا کوچوان تندرست ہو چکا تھا۔ ایک رات جب دوسرے کمرے میں بدر اور بشیر، داؤد کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، ابوداؤد نے کہا۔ ''میرا کوچوان واپس اپنے وطن جانا چاہتا ہے۔ اس کے بال بچے قسطلہ میں ہیں اور میں نے اسکے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں غرناطہ جاتے ہی تمہیں واپس بھیج دوں گا۔ یہ بھی بال بچوں سمیت قسطلہ سے ہجرت کرنا چاہتا تھا لیکن میری عجلت کی وجہ سے یہ اُنہیں اپنے ساتھ نہ لا سکا۔ اب غرناطہ پہنچنے میں ہمیں دیر لگی جائے گی اور اس بے چارے کو اپنے بچوں کی متعلق بہت تشویش ہے۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ اسے یہیں سے رخصت کروں۔ کیا آپ اس کے سفر کا بندوبست کر دیں گے؟''

بدر جواب دیا۔ ''میرے آدمی اسے سرحد کے پار پہنچا دیں گے لیکن یہ ضروری ہے کہ میری سرگرمیوں کے متعلق یہ وہاں جا کر کوئی بات ظاہر نہ کرے۔''

ابوداؤد نے جواب دیا۔ ''کسی اور آدمی کے متعلق کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی لیکن اس کے متعلق میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ بیس سال سے میرے پاس ہے اور میں اسے بارہا آزما چکا ہوں۔ یہ میری زندگی کے ہر راز سے واقف ہے اور اگر یہ میرا ایک راز بھی میرے دشمنوں پر ظاہر کر دیتا تو آج آپ مجھے یہاں نہ دیکھتے۔ اب بھی میں اپنی آدھی دولت اس کے گھر چھوڑ آیا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ بیس سال کے بعد بھی مجھے اپنی امانت واپس مل جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی

عیسائی بیوی اور لڑکی کی بہ نسبت اس پر زیادہ اعتماد کرتا ہوں اور میرے ساتھ اس کی عقیدت میری کسی ذاتی خوبی کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ مجھے عیسائی حکومت کا بدترین دشمن سمجھ کر مجھ پر جان دیتا ہے جب یہ چودہ برس کا تھا اس کے باپ کو قسطلہ کے گورنر نے بغاوت کے الزام میں پھانسی پر لٹکا دیا تھا اور اس نے وہ دلخراش منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ آپ یہ نہیں جانتے کہ آپ کے ساتھ اسے کتنی عقیدت ہے۔ آج یہ مجھ سے یہ کہتا تھا کہ اگر خدا نے چاہا تو میں اپنے بچوں کو میرے پاس غرناطہ میں چھوڑ کر آپ کو مجاہدوں کی فوج میں شامل ہو جاؤں گا۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں نے اس کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں لی بہر حال وہ جب چاہے گا اسے میرے آدمی سرحد کے پار پہنچا دیں گے۔"

"اسے اپنے بچوں کے متعلق بہت پریشانی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے صبح ہی بھیج دوں۔"

انجلا اور میریا دروازے سے کان لگا کر یہ باتیں سن رہی تھیں اور دونوں حیران ہو کر ایک دوسری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

بدر بن مغیرہ اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ابو داؤد اور بشیر حسب معمول دیر تک باتیں کرتے رہے۔ میریا بیقراری کے ساتھ اپنے کمرے میں ٹہلنے لگی۔ اُسے معلوم تھا کہ قسطلہ میں کوچوان کی بیوی ہے نہ بچے ہیں۔ اُسے اس بات کی پریشانی تھی کہ ابو داؤد کہیں سچ مچ عیسائی حکومت کا دشمن ثابت نہ ہو۔

آدھی رات کے قریب ربیعہ کی آنکھ لگ گئی لیکن انجلا اور میریا دیر تک آپس میں کھسر پھسر کرتی رہیں۔ میریا بار بار اپنے شوہر کے یہ الفاظ دہرا رہی تھی کہ وہ اپنی عیسائی بیوی اور لڑکی کی بہ نسبت اپنے کوچوان کو زیادہ قابل اعتماد سمجھتا ہے۔

انجلا نے اُسے تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''ابا جان اتنے نادان نہیں کہ انہیں یہ بھی احساس نہ ہو کہ ہم اس کمرے میں اُن کی باتیں سن سکتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ انہوں نے کسی مصلحت کی بنا پر ایسا کہا ہے۔''

میریا نے کہا۔ ''بیٹی مجھے ایک مسلمان پر کوئی اعتبار نہیں۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ میں نے اس کے ساتھ اپنا وطن چھوڑنے میں غلطی کی ہے۔ اب اگر یہ غرناطہ جا کر ہمیں زبردستی مسلمان بنانے کی کوشش کرے تو ہم کیا کرسکتی ہیں۔''

''امی میں جانتی ہوں، ابا کو مذہب کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں۔ جب آپ اُن سے ان باتوں کی وجہ پوچھیں گی تو آپ کی تسلی ہوجائے گی۔''

''اور جب تک میری تسلی نہیں ہوتی مجھے نیند نہیں آئے گی۔ لیکن یہ طبیب اُٹھنے کا نام نہیں لیتا۔ ذرا دروازہ کھول کر اپنے باپ کو آواز دو۔''

''نہیں ماں ٹھہرو! وہ ابھی اُٹھ کر چلے جائیں گے۔''

جب بشیر چلا گیا تو میریا دروازہ کھول کر ہوا کے سرکش جھونکے کی طرح ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئی اور ابوداؤد پر برس پڑی۔ ''ہاں تو میں اور میری بیٹی تمہارے کوچوان سے بھی گئی گزری ہیں۔''

''آہستہ بولو۔'' ابوداؤد نے جلدی سے اُٹھ کر باہر کی طرف کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے معلوم تھا کہ تم میری باتیں سُن کر آپے سے باہر ہوجاؤ گی لیکن خدا کی لئے تھوڑی دیر صبر کرو۔ میں ابھی تمہاری تسلی کردوں گا۔ چلو میں تمہارے کمرے میں چلتا ہوں۔ یہاں باتیں کرنا ٹھیک نہیں۔ کوئی سُن لے گا تو ہم سب کے لئے بُرا ہوگا۔''

''خدا کے لئے ہمیں قسطلہ بھیج دو۔ معلوم نہیں کہ غرناطہ پہنچ کر تم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ تم ہمیں وہاں کسی تاجر کے ہاتھ بیچ ڈالو ۔''

ابوداؤد نے جلدی سے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھ سے اس کا منہ بند کیا اور اسے دھکیلتا ہوا اس کے کمرے میں لے آیا اور جلدی سے دروازہ بند کرنے کے بعد بولا۔ ''انجلا تم یہ دریچے بند کردو۔ کسی نے ہماری باتیں سُن لیں تو ہماری خیر نہیں'' پھر وہ میریا سے مخاطب ہو کر بولا۔

''خدا کے لئے تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں ابھی تمہاری تسلی کر دیتا ہوں۔''

اس ہنگامے نے ربیعہ کو نیند سے بیدار کر دیا تھا اور وہ لیٹے لیٹے آنکھیں بند کئے ان کی باتیں سن رہی تھی۔

جب انجلا نے کمرے کے دریچے بند کر دیے تو ابوداؤد نے میریا کو دھکیل کر اس کے بستر پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ ''بیوقوف عورت! میں تمہیں غرناطہ کی ملکہ بنانے کے خواب دیکھ رہا ہوں اور تم ہم سب کی تباہی کے اسباب پیدا کر رہی ہو۔ ٹھہرو! میں کوچوان کو ابھی یہاں بلا لاتا ہوں۔ اگر تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں رہا تو شاید وہ تمہاری تسلی کر سکے۔''

میریا نے قدرے نادم ہو کر کہا۔ ''لیکن تم ہمیں ان کے سامنے ذلیل کیوں کرتے ہو۔''

ابوداؤد نے کہا۔ ''میریا غور سے سنو! کوچوان کو میں ایک اہم مہم پر بھیج رہا ہوں اور اس مہم میں کامیابی کے بعد شاید میں یہاں سے غرناطہ جانے کا ارادہ ملتوی کردوں۔ فرڈی نینڈ کی نظر میں میری یہ کامیابی غرناطہ کی فتح سے کم نہیں ہوگی اور

جب وہاں جا کر میں یہ کہوں گا کہ اس مہم میں تم بھی میرے ساتھ شریک تھیں تو مجھے یقین ہے کہ ملکہ ازابیلا کی نظر میں تمہارا درجہ قسطلہ کی تمام عورتوں سے بلند ہو گا۔

میریا نے ذرا اور نرم ہو کر پوچھا۔ "یہاں آپ کس کامیابی کی توقع رکھتے ہیں؟"

ابوداؤد نے جواب دیا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ فرڈی نینڈ سرحدی کو ابوالحسن سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہے۔"

"تو آپ اُسے۔۔۔۔۔۔؟"

"ہاں اگر قسطلہ والوں کو یہ علم ہو جائے کہ سرحدی عقاب اپنے پہاڑوں اور جنگلوں کی بجائے اِس غیر محفوظ قلعے میں رہتا ہے تو وہ فوراً یہاں حملہ کر دیں گے اور کوچوان کو میں اسی مقصد کے لئے بھیج رہا ہوں۔ میں تمہاری تسلی کے لئے اُسے یہاں بُلا لیتا ہوں۔"

میریا نے کہا۔ "نہیں مجھے یقین ہے کہ وقت آنے پر ہم بھی ان پر احسان کر سکیں گے۔ جب ہماری طرح یہ لوگ ہمارے رحم و کرم پر ہوں گے تو میں بھی فرڈی نینڈ سے ان کی جان بخشی کروا سکوں گا۔"

ربیعہ کا دل دھڑک رہا تھا لیکن اُسے آنکھیں کھول کر دیکھنے یا بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ انجلا بولی۔ "ابا جان! انہوں نے ہماری جان بچائی ہے۔ وہ ہماری ساتھ انتہائی خلوص سے پیش آتے ہیں۔ اگر وہ ہمارے بدترین دشمن بھی ہوتے تو بھی وہ ہماری طرف سے نیک سلوک کے حقدار تھے اور وہ طبیب جو صبح و شام ربیعہ کو دیکھنے کے لئے آتا ہے سرحدی عقاب کا ساتھ ہونے کے باوجود ایک فرشتہ ہے۔ کیا آپ اس کے تمام احسان فراموش کر دیں گے۔"

ابوداؤد نے جواب دیا۔ ''اس کے متعلق شاید تمہیں معلوم نہیں کہ فرڈی نینڈ اپنی آدھی دولت دے کر بھی اُسے کی دوستی خریدنے کی کوشش کرے گا۔ مجھے یقین ہے کہ فرڈی نینڈ کے پاس وہ قید ہو کر جائے گا۔اس کے ہاتھ میں طلائی بیڑیاں ہوں گی اور فرڈی نینڈ اپنے وزیر اعظم یا لارڈ بشپ سے کہے گا کہ میرے معزز قیدی کے لئے اپنی کرسیاں خالی کردو۔وہ ایک بار قسطلہ کے ولی عہد کو موت کے منہ سے بچا چکا ہے۔قرطبہ اور اشبیلیہ کے گورنر اُسے اپنا محسن خیال کرتے ہیں۔وہ ان شرپسندوں کے ساتھ رہ کر اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہا ہے۔اس کا صحیح مقام یہ جنگل نہیں بلکہ قسطلہ ک اشاہی دربار ہے اور میں اس کے احسانات کے بدلے، اس کی مرضی کے خلاف بھی اُسے ایک لمحہ کے اندر ہی اندر اُڑا کر کہیں سے کہیں لے گیا۔

لیکن ربیعہ کی حلات اس سے مختلف تھی۔اس کے خیالات کے محل مسمار ہو رہے تھے۔وہ بدر بن مغیرہ کو فرڈی نینڈ کے دربار میں پا بہ جولاں دیکھ رہی تھی۔ اُس کی اُمید کے کنول مرجھا رہے تھے۔اُس کے آسمان تمنا کے روشن ستارے ایک ایک کرکے گر رہے تھے۔وہ مایوسیوں کے بوجھ کے نیچے دبی جا رہی تھی۔اس کا دم گھٹ رہا تھا۔وہ چلانا چاہتی تھی کاش وہ چلا سکتی۔کاش وہ کچھ کہہ سکتی لیکن اس میں آنکھیں کھول کر دیکھنے کی تاب نہ تھی۔

ابوداؤد نے کہا۔''میں کوچوان کو بلاتا ہوں۔''

میریا نے جواب دیا۔''مجھے آپ پر اعتبار ہے۔مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو پریشان کیا۔''

''میں اُسے چند باتیں سمجھانا چاہتا ہوں۔اور ایسی باتوں کے لئے یہ کمرہ محفوظ ہے۔''تھوڑی دیر بعد ابوداؤد کوچوان کو اپنے ساتھ لے آیا اور دروازہ بند کرنے کے

بعد آہستہ سے بولا۔ ربیعہ! ربیعہ!!"

ربیعہ کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر اُس نے کہا۔ "یہ اچھا ہے کہ ربیعہ سو رہی ہے۔ آنجلا! اس پر کوئی بات ظاہر نہ کرنا۔" پھر تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد وہ کوچوان کی طرف متوجہ ہوا۔ "یاد رکھو! اگر تم فرڈی نینڈ کا نائٹ بننا چاہتے ہو تو یہ کام ہوشیاری سے کرو۔ تمہاری ذرا سی کوتاہی یہ سارا کام بگاڑ دے گی۔ تم سیدھے سرحد کے گورنر کے پاس جاؤ اور اس کو یہ کہو کہ میں نے محض احتیاط کی وجہ سے تمہیں کوئی تحریر نہیں دی۔ میں کوشش کروں گا کہ جمعہ کی رات سرحدی عقاب یہیں رہے۔ اگر وہ یہاں ہوا تو اس کمرے کی دونوں کھڑکیوں میں شمعیں روشن ہوں گی جسے ہمارے آدمی بہت دور سے دیکھ سکیں گے۔ اگر صرف ایک کھڑکی میں شمع روشن ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ یہاں نہیں ہے اور حملہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر رات طوفانی ہو تو بھی ہم یہ کوشش کریں گے کہ وہ ایک یا دو کھڑکیوں سے ہمارے کمرے میں روشنی دیکھ کر صورت حال کا اندازہ کر سکیں۔ اگر ہمارے کمرے کی دونوں کھڑکیاں بند ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آگے بڑھنے میں خطرہ ہے۔ انہیں یہ بھی بتا دینا کہ اگر وہ اس روز آدھی رات سے قبل اس قلعے پر حملہ نہ کر سکے تو ہم سب کی زندگیاں خطرے میں ہوں گی اور دیکھو سرحد عبور کرنے سے پہلے کسی پر یہ راز ظاہر نہ کرنا۔ تم نے آج تک شاید کسی کوچوان کو بادشاہ کا نائٹ بنتے نہ دیکھا ہو لیکن اس مہم کو سرانجام دینے کے بعد تم فرڈی نینڈ کے دربار میں اپنے لیے عزت کی بڑی کرسی خالی پاؤ گے۔"

کوچوان نے کہا۔ "میں آپ کا ادنیٰ غلام ہوں۔ اگر میرا آقا غرناطہ کا بادشاہ بن جائے تو میں فرڈی نینڈ کا نائٹ بننے پر اس کے دروازے کا پہریدار بننے کو ترجیح

دوں گا۔"

ابوداؤد نے جواب دیا۔ "مجھے تم سے یہی توقع تھی۔ اگر میرے مقدر کا ستارہ چمک اٹھا تو میرے وفاداروں میں سب سے پہلے تمہارا گھر روشن ہوگا۔ تم میرے محل کے پہرے دار نہیں ہوگے۔ بلکہ میرے دربار کی زینت بنو گے۔ تم میرے تاج کا ہیرا کا بنو گے۔ اب جا کر آرام کرو علی الصباح تمہارے سفر کا بندوبست ہو جائے گا۔ انہیں یہ ضرور بتانا کہ قلعے کی حفاظت کے لیے پچاس سے زیادہ سپاہی نہیں ہوتے۔"

کوچوان کے چلے کے بعد ابوداؤد نے پھر ایک بار تمام دروازے بند کئے اور کرسی پر بیٹھ کر دیر تک انجلا اور میریا سے باتیں کرتا رہا۔ یہ تینوں اپنے آپ کو غرناطہ کا بادشاہ، ملکہ اور شہزادی تصور کر کے مستقبل کے عیش و آرام کے اسباب و وسائل پر بحث کر رہے تھے۔ لیکن ربیعہ کو ان باتوں میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ کوچوان کے ساتھ ابوداؤد کی گفتگو اسے پریشانی کی آخری حد تک پہنچا دینے کے لیے کافی تھی۔ وہ یہ جان چکی تھی کہ سرحدی عقاب کے لیے ایک قفس تیار ہو رہا ہے۔ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ وہ اس قفس کو توڑنا اور اس خطرے کو روکنا چاہتی تھی۔ اپنے باپ کی بدطینتی اور خباثت کا اسے آج پہلی بار علم ہوا تھا اور اب وہ زیادہ شدت کے ساتھ یہ محسوس کرنے لگی کہ وہ اس دنیا میں بالکل تنہا ہے۔ صرف سرحد کا یہ باغی نوجوان ایک ایسا شخص تھا جسے بہت کم جاننے یا سمجھنے کے باوجود بھی وہ یہ خیال کرتی تھی کہ وہ اس سے قریب تر ہے۔

چند ساعت پہلے جب وہ سمجھتی تھی کہ سرحد کا یہ باغی دنیا کے ہر خطرے سے آزاد ہے تو اس کے متعلق سوچتے ہوئے وہ ایک خوف سا محسوس کرتی۔ ایک ایسا خوف جو ایک سیاح کسی پہاڑ کی دلکش لیکن خطرناک بلندیوں کی طرف قدم اٹھاتے

ہوئے محسوس کرتا ہے۔ بدر بن مغیرہ اس کے لیے بیک وقت ایک دل کش نخلستان ایک آتش فشاں پہاڑ اور برف کا ایک مہیب تودہ تھا۔ اس سے قربت کا تصور اس کے لیے جس قدر دل کش تھا، اسی قدر خوفناک تھا۔ لیکن اب اپنے باپ کے ناپاک ارادوں سے واقف ہونے کے بعد بدر بن مغیرہ اس کے لیے ایک ایسا درخت تھا جس کی شاخوں پر وہ اپنا آشیانہ بنا چکی تھی۔ یہ درخت حوادث کے سیلاب کا سامنا کر رہا تھا۔ وہ اسے گرنے سے بچانا چاہتی تھی۔ وہ اپنے نازک ہاتھوں سے سخت زمین کھود کر اس کی جڑوں پر مٹی ڈالنا چاہتی تھی۔

ابو داؤد اپنے کمرے میں چلا گیا اور ربیعہ چند بار کروٹیں بدلنے کے بعد سو گئی۔

ربیعہ کا اضطراب

(۱)

صبح ربیعہ کی آنکھ کھلی تو اس کا جسم ٹوٹ رہا تھا۔ اس کے سر میں درد تھا۔ کھڑکیوں کے راستے باہر کی روشنی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔ اس نے بستر سے اٹھ کر جلدی جلدی وضو کیا اور نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ بستر میں لیٹ گئی۔

بشیر بن حسن ایک دن قبل اس کی پٹیاں کھول کر یہ مشورہ دے چکا تھا کہ اب اس کی ٹانگ کی رہی سہی تکلیف چلنے پھرنے سے ٹھیک ہو جائے گی۔ بہتر ہے کہ وہ صبح و شام قلعے سے باہر تھوڑی دور گھوم آیا کرے۔ تازہ ہوا میں سیر کرنے سے اس کی جسمانی کمزوری بہت جلد رفع ہو جائے گی۔

ابو داؤد کو چوان کو رخصت کرنے کے بعد سیدھا اس کے کمرے میں آیا اور بولا "ربیعہ! تم ابھی تک سو رہی ہو! جاؤ انجلا کے ساتھ تھوڑی دور ٹہل آؤ۔ میریا تم بھی ان کے ساتھ جاؤ!

ابو داؤد جب ربیعہ نے کوئی جواب نہ دیا تو انجلا نے کہا۔ "شاید ربیعہ کی طبیعت خراب ہے، چلئے امی! ہم گھوم آئیں۔"

میریا نے کہا۔ "شام کو دیکھا جائے گا۔ اس وقت میرے سر میں درد ہو رہا ہے"۔

ابو داؤد نے ربیعہ سے پوچھا۔ "کیوں ربیعہ! کیا بات ہے؟ اچھی ہو نا!"

ربیعہ نے ابو داؤد کی طرف دیکھے بغیر مغموم آواز میں جواب دیا "اچھی ہوں"۔

"نہیں نہیں، تمہاری آنکھیں سرخ ہیں۔"

"میرا جسم ٹوٹ رہا ہے۔"

ابوداؤد نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "شاید تمہیں بخار ہے۔ میں ابھی طبیب کو لاتا ہوں"۔

ربیعہ نے کہا۔ "نہیں نہیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ طبیب کو لانے کی ضرورت نہیں۔ ابا جان! میں چاہتی ہوں کہ ہم فوراً غرناطہ چلے جائیں۔"

"لیکن جب تک تم اچھی طرح چل پھر نہیں سکتیں ہمیں یہاں ٹھہرنا پڑے گا۔"

ابوداؤد یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا اور تھوڑی دیر بعد بشیر بن حسن کو اپنے ساتھ لے آیا۔

بشیر نے ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی نبض پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "میرے خیال میں رات آپ سو نہیں سکیں۔"

ابوداؤد، میریا اور رانجلا نے چونک کر ربیعہ کی طرف دیکھا اور اس نے ان کی پریشانی کی وجہ سمجھتے ہوئے کہا۔ "میرے خیال میں میں آج رات بہت زیادہ سوئی ہوں۔ صبح جب میری آنکھ کھلی تو میرا سر چکرا رہا تھا۔"

"ممکن ہے کہ زیادہ سونے سے آپ کی طبیعت خراب ہو گئی ہو۔ بہر حال میں دوا بھیج دیتا ہوں۔ شام کے وقت آپ سیر کے لیے ضرور جائیں۔ بستر پر پڑے رہنے سے بھی جسم پر برا اثر پڑتا ہے۔"

ابوداؤد نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "میری بیوی کو بھی سر درد کی تکلیف ہے"۔

بشیر نے میریا کی نبض دیکھنے کے بعد کہا۔ "آپ بھی اگر بہت کم نہیں سوئیں تو

ربیعہ کی طرح بہت زیادہ سوئی ہوں گی۔ آپ اگر صبح و شام سیر کے لیے جایا کریں تو ایسی تکلیف نہیں ہو گی۔"

"مجھے تو واقعی ہی نیند نہیں آئی"۔

بشیر نے کہا۔"میں دوا بھیج دیتا ہوں۔ جب بھی آپ کو کم خوابی کی تکلیف ہو اس میں سے ایک گولی کھا لیا کریں۔"

شام تک ربیعہ کی طبیعت ٹھیک ہو چکی تھی۔ ابو داؤد کے اصرار پر وہ انجلا اور میریا کے ساتھ سیر کے لیے چلی گئی۔ وہ ابھی تک ایک ٹانگ پر زیادہ بوجھ دے کر چلتی تھی۔ قلعے سے باہر بشیر بن حسن کسی مریض کو دیکھ کر واپس آ رہا تھا۔ اس نے انہیں دیکھ کر گھوڑا روکا اور کہا۔

"اگر آپ دونوں ٹانگوں پر یکساں بوجھ ڈالنے کی کوشش کریں تو پرسوں تک آپ اچھی طرح چلنے لگیں گی۔ آج زیادہ دور نہ جائیں۔"

انجلا نے کہا۔"نیچے وادی میں ہمیں کوئی خطرہ تو نہیں؟"

بشیر نے کہا۔"مہمانوں کو یہاں کوئی خطرہ نہیں"۔

(۲)

دو دن اور ربیعہ سخت بے چین رہی۔ وہ بدر بن مغیرہ کو آنے والے خطرات سے باخبر کرنا چاہتی تھی لیکن اسے یہ بھی احساس تھا کہ وہ یہ کام اپنے باپ کو خطرے میں ڈالے بغیر نہیں کر سکتی۔ انتہائی غور و فکر کے بعد اس کے ذہن میں ایک تدبیر آئی اور اس نے بدر بن مغیرہ سے ملنے کا ارادہ کیا۔ بشیر بن حسن سے پوچھنے پر اسے پتہ چلا کہ وہ جنگل میں اپنے مستقر کی طرف گیا ہوا ہے اور شاید دو دن تک واپس نہیں آئے گا۔ جمعہ میں چار دن باقی تھے اور ربیعہ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتی رہی کہ وہ چند دن

اور اپنے مستقر سے نہ لوٹے۔

دو دن وہ انیجلا کے ساتھ صبح و شام سیر کے لیے جاتی رہی۔ پہلی صبح بشیر بن حسن جو بہت سویرے سویرے سیر کے لیے نکل جاتا تھا انہیں واپس آتے ہوئے ملا۔ انیجلا نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''دیکھئے اب تو ربیعہ کی چال میں کوئی نقص نظر نہیں آتا''۔

بشیر نے جواب دیا ''بس اب چلنے پھرنے سے ٹھیک ہو جائیں گی''۔

انیجلا نے کہا۔ ''ابا جان کہتے تھے کہ وہ ہفتہ کے روز سے یہاں روانہ ہو جائیں گے۔''

''ہاں! غرناطہ سے آپ کے سفر کے لیے نئی بگھی منگوائی ہے۔

''آپ اس ویرانے میں پریشان نہیں ہوتے؟'' انیجلا نے ذرا جرأت سے کام لیتے ہوئے سوال کیا۔

''میں شہروں میں انسانوں کی بھیڑ کو پسند نہیں کرتا۔''

''آپ بہت سویرے سیر کو جاتے ہیں''۔

''ہاں بہت سویرے اٹھنے کا عادی ہوں''۔

بشیر بن حسن یہ کہہ کر چل دیا اور انیجلا کچھ دیر مڑ کر اس کی طرف دیکھتی رہی۔

ربیعہ نے کہا۔ ''چلو انیجلا''۔

انیجلا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور قدرے نادم سی ہو کر بولی۔ ''ربیعہ کیا تمہارے خیال میں یہ ایک دل چسپ آدمی نہیں''۔

ربیعہ نے جواب دیا۔ ''اگر وہ بھی تمہارے متعلق یہی خیال کرے تو مجھ کو افسوس ہوگا انیجلا زندگی میں تمہارا راستہ اس کے راستے سے بہت مختلف ہے۔ یہ دو

متوازی لکیریں ہیں جو کبھی ایک دوسرے کے ساتھ نہیں ملتیں۔''

انجلا نے اپنی پریشانی کو ہنسی میں چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔''ربیعہ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ مجھے تمہارے ہم مذہب طبیب کے ساتھ محبت ہو گئی ہے؟''

''نہیں انجلا! محبت تمہارے بس کی بات نہیں۔ مجھے یہ تسلی ہے کہ تم اس مقدس جذبے سے محروم ہو لیکن کانٹوں میں الجھنے سے فائدہ نہیں۔ بعض کانٹے بہت عجیب ہوتے ہیں۔ الجھنے والے کا دامن تار تار ہو جاتا ہے اور اسے خبر تک نہیں ہوتی۔''

''ربیعہ! ربیعہ! تمہارا خیال غلط ہے۔ میں محبت کے جذبے سے محروم نہیں۔ میں جس کسی کو اپنے دل کا مالک بناؤں گی تو اس کے لیے سب کچھ قربان کردوں گی۔ لیکن وہ ایسا انسان نہیں ہوگا جو میرا ہم مذہب نہ ہو، جسے شہروں سے نفرت ہو۔ میں اتنی احمق نہیں کہ برف کے تودے میں آگ کی چنگاری تلاش کروں۔ اگر میں نے بشیر میں کوئی دلچسپی لی ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ تمہارا معالج ہے۔ اگر تم برا مانتی ہو تو میں اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں گی۔ میں آئندہ تمہارے ساتھ سیر کے لیے بھی نہیں آؤں گی۔''

ربیعہ نے کہا۔''نہیں نہیں انجلا! میں مذاق کر رہی تھی۔''

(۳)

ربیعہ کی بےقراری میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔ جمعے میں دو دن باقی تھے۔ ربیعہ نے اٹھ کر فجر کی نماز ادا کی تو انجلا ہاتھ منہ دھو کر سیر کے لیے تیار کھڑی تھی۔ میریا ہر رات سونے سے پہلے یہ کہا کرتی تھی کہ میں بھی صبح سیر کے لیے تمہارے ساتھ چلوں گی لیکن جب صبح اسے جگایا جاتا تو وہ درد سر یا کسی اور تکلیف کا بہانہ کر کے پڑی رہتی۔ تاہم جانے سے پہلے وہ انجلا کو یہ ہدایت ضرور کرتی کہ بیٹی بہت

دور نہ جانا، یہ لوگ بہت خطرناک ہیں۔

آج بھی ربیعہ اور انجلا نے اہتمام حجت کے لیے اسے جگایا لیکن جب وہ اٹھنے کی بجائے کروٹ بدل کر پھر سو رہی تو انجلا نے اپنے دل میں ایک طرح کی خوشی محسوس کرتے ہوئے کہا۔ ''چلو ربیعہ آج ہم وادی عبور کر کے اس پہاڑی پر چڑھیں گی''۔

یہ پہاڑی وہی تھی جہاں بشیر عام طور پر سیر کے لیے جایا کرتا تھا۔ وادی کے گھنے درختوں میں سے گزرنے اور ندی عبور کرنے کے بعد پہاڑی کی چڑھائی میں ربیعہ انجلا کی تیز رفتاری کا ساتھ نہ دے سکی۔ اس نے قریباً ایک تہائی بلندی پر پہنچ کر کہا۔ ''انجلا میں تھک گئی ہوں۔ اگر تمہیں شوق ہے تو تم اوپر تک ہو آؤ۔ میں یہاں بیٹھ کر تمہارا انتظار کرتی ہوں۔''

''بہت اچھا، میں ابھی آ جاؤں گی۔'' انجلا یہ کہہ کر بھاگتی ہوئی پہاڑی پر چڑھنے لگی۔ اس نے راستے میں بشیر کو نہیں دیکھا تھا اور اسے یہ امید تھی کہ وہ اس وقت پہاڑی کی چوٹی پر موجود ہوگا۔ ہر قدم کے ساتھ اس کے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔

ربیعہ ایک پتھر پر بیٹھ کر دیر تک انجلا کی طرف دیکھتی رہی۔ جب وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو وہ نیچے وادی کا دلکش منظر دیکھنے لگی۔ اچانک اسے اپنے دائیں ہاتھ کچھ فاصلے پر ایک سوار دکھائی دیا۔ گھوڑا اپنی مرضی سے آہستہ آہستہ چل رہا تھا اور سوار بلند آواز سے عربی زبان کا ایک گیت گا رہا تھا۔ سوار کی سفید قبا دیکھ کر ربیعہ کا دل دھڑکنے لگا اور وہ ایک لمحہ سوچنے کے بعد وادی کی طرف چل پڑی۔ اسے یہ خدشہ تھا کہ اگر سوار ندی کے کنارے پہنچ گیا تو وہ اس کا راستہ نہیں روک سکے گی۔

اس نے کچھ فاصلہ معمولی رفتار سے طے کیا لیکن درختوں کے قریب پہنچ کر وہ تیزی سے بھاگنے لگی اور ندی کے قریب پہنچ کر پگڈنڈی کے کنارے ایک درخت کے نیچے کھڑی ہو گئی۔ جوں جوں سوار کی آواز نزدیک سنائی دے رہی تھی اس کے دل کی دھڑکن میں اضافہ ہو رہا تھا۔

جب سوار بالکل قریب آ گیا تو ربیعہ نے چاہا کہ درخت کی اوٹ سے نکل کر پگڈنڈی پر کھڑی ہو جائے لیکن اس کی ہمت نے ساتھ نہ دیا اور وہ درخت کی اوٹ سے سر نکال کر پگڈنڈی کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کا خیال صحیح نکلا۔ یہ سوار بدر بن مغیرہ کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ اس کے سر پر خود کی بجائے سفید عمامہ تھا۔

باوجود اس بات کے کہ سرحدی عقاب اس کی طرف متوجہ نہ تھا، ربیعہ اسے ایک نظر سے زیادہ نہ دیکھ سکی۔ حیاء پریشانی اور احساس مرعوبیت کے باعث وہ ایک لمحہ کے لیے کوئی فیصلہ نہ کر سکی۔ لیکن جب وہ گزر گیا تو وہ کوتاہی کے فرض کے احساس سے چونک اٹھی، اس نے اپنے دل میں کہا۔ ''شاید ایسا موقع پھر نہ ملے۔ جمعہ میں صرف دو دن باقی ہیں۔'' ''ٹھہریئے!'' اس نے جلدی سے پگڈنڈی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

لیکن شرم و حیا میں ڈوبی ہوئی خفیف سی آواز بدر بن مغیرہ کے کانوں تک نہ پہنچ سکی، وہ چند گز آگے جا چکا تھا۔ وہ زمین جس نے ایک لمحہ پیشتر ربیعہ کے پاؤں پکڑ رکھے تھے اب اسے ندی کی طرف دھکیل رہی تھی۔ وہ ندی کی طرف بڑھی۔ ہر قدم پر اس کی رفتار تیز ہو رہی تھی یہاں تک کہ وہ بھاگنے لگی۔

''ٹھہریئے! ٹھہریئے! ٹھہریئے!!'' رفتار کے ساتھ ربیعہ کی آواز بھی بلند ہوتی گئی۔ سوار نے مڑ کر دیکھا اور گھوڑے کی باگ کھینچ لی۔ ربیعہ کا چہرہ حیا سے تمتما اٹھا

اور اس کے پاؤں پھر ایک بار زمین سے پیوست ہو کر رہ گئے۔

بدؔر نے قدرے حیران ہو کر کہا۔ ''آپ...... اکیلی''۔

ربیعہ فوراً کوئی جواب نہ دے سکی۔ بدؔر اپنا نیزہ زمین پر گاڑ کر گھوڑے سے اترا اور قدرے توقف کے بعد بولا۔ ''آپ پریشان ہیں، آپ نے مجھے آواز دی تھی''

ربیعہ نے جھجکتے ہوئے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ بدر کی مسکراہٹ میں تشویش، ہمدردی اور شفقت پا کر وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھی۔ اس نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں...... میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی تھی''۔

''کہیے......!''

بدؔر نے پہلی بار غور سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ صحت، شباب، حسن اور پاکیزگی کا پیکر مجسم تھی اور اس کے چہرے پر حیا کی سرخ و سفید لہریں بدؔر بن مغیرہ کو متاثر کیے بغیر نہ رہ سکیں۔

''آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھیں؟'' بدر بن مغیرہ نے سوال کیا۔

ربیعہ کی آنکھیں جن میں محبت اور اطاعت کے سمندر بند تھے آہستہ آہستہ اوپر اٹھیں۔ اس نے کہا۔ ''میں انجلا کے ساتھ سیر کے لیے آئی تھی۔ وہ اس پہاڑی پر چڑھ گئی ہے۔''

بدؔر نے کہا۔ ''آپ پریشان نہ ہوں یہاں اسے کوئی خطرہ نہیں''۔

''میں اس کے لیے پریشان نہیں ہوں۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتی تھی کہ آپ کا یہ قلعہ سرحد کے بالکل قریب ہے، اگر نصرانیوں کو خبر ہو گئی کہ آپ یہاں رہتے ہیں تو......''

''آپ فکر نہ کریں۔ ہم اپنے مہمانوں کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔''

"نہیں، نہیں میرا یہ مطلب نہیں مجھے ..... آپ کے متعلق تشویش ہے۔ آپ اندلس کے مسلمانوں کی آخری امید ہیں" اگر نصرانیوں کو پتہ چل گیا کہ آپ یہاں رہتے ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ ....."

"آپ میری فکر نہ کریں۔ میں نصرانیوں کو کئی بار سبق دے چکا ہوں"۔

"تاہم مختصر سی فوج کے ساتھ آپ کا اس غیر محفوظ قلعے میں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ آپ کی جان بہت قیمتی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ہمارا نوکر واپس جا کر یہ نہ بتا دے کہ آپ جنگل کی بجائے یہاں رہتے ہیں۔"

"آپ کے والد نے تو مجھے یہ بتایا تھا کہ وہ بہت قابل اعتماد آدمی ہے"۔

ربیعہ نے پریشان سی ہو کر کہا۔ "میرے والد بہت خوش اعتقاد ہیں۔ ممکن ہے کہ ہمارا نوکر راستے میں پکڑا گیا ہو اور اس نے لالچ میں آ کر یا دھمکی سے مرعوب ہو کر انہیں سب کچھ بتا دیا ہو۔ ایسے معاملات میں احتیاط ضروری ہے۔"

ربیعہ کے لہجے میں نصیحت سے زیادہ التجا تھی۔ ایک مسلمان لڑکی کی تشویش اور ہمدردی بدر کی توقع کے خلاف نہ تھی۔ اس نے ربیعہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "یہ قلعہ غرناطہ کی حدود میں ہے اور جب تک نصرانی غرناطہ سے باقاعدہ جنگ چھیڑنے کا ارادہ نہیں کرتے وہ اس پر حملہ نہیں کریں گے اور اگر انہیں یہ علم ہو جائے کہ میں کبھی کبھی یہاں قیام کرتا ہوں تو بھی مجھے یقین نہیں کہ وہ فوری اقدام کی جرأت کریں گے۔ اگر آپ کو اپنے متعلق پریشانی ہے تو بھی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہسپانیہ کے مسلمانوں کا خون اس قدر منجمد نہیں ہوا کہ وہ اپنے مہمانوں کی حفاظت نہ کر سکیں۔ جب تک آپ لوگ غرناطہ نہیں پہنچ جاتے میرے سپاہی آپ کی حفاظت کریں گے۔"

ربیعہ نے مضطرب سی ہو کر کہا۔ ''آپ نے مجھے غلط سمجھا۔ مجھے اپنے متعلق کوئی پریشانی نہیں میں صرف آپ کے متعلق سوچ رہی تھی اور صرف میں ہی نہیں قسطلہ بلکہ اندلس کی ہر مسلمان لڑکی صبح و شام سرحدی عقاب کی سلامتی کی دعائیں مانگتی ہے۔ آپ اس بدنصیب قوم کا آخری سہارا ہیں۔'' ربیعہ کی آواز رک گئی اور اس کی حسین آنکھوں میں آنسو لرزنے لگے۔

بدر بن مغیرہ نے قدرے متاثر ہو کر کہا۔ ''قوم کی بیٹیوں کو ایسے خدشات کا اظہار نہیں کرنا چاہیے جو مردوں کو عافیت پسند بنا دیتے ہیں۔ تاہم میں آپ کی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے بدر بن مغیرہ نے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھ دیا لیکن ربیعہ نے جلدی سے کہا ''ٹھہریئے''۔

بدر نے رکاب سے پاؤں نکالتے ہوئے کہا۔ ''شاید میں آپ کو تسلی نہیں دے سکا۔ دیکھیے نصرانیوں کا کوئی حملہ میرے لیے غیر متوقع نہیں ہو سکتا۔ وہ کسی محاذ پر مجھے سویا ہوا نہیں پائیں گے۔ یہ قلعہ اتنا غیر محفوظ نہیں جتنا آپ خیال کرتی ہیں''۔

ربیعہ نے قدرے تامل کے بعد کہا۔ آپ خوابوں پر یقین رکھتے ہیں؟

''ہاں میں بعض خوابوں کی حقیقت سے انکار نہیں کرتا۔ میں نے بچپن میں اپنے والد کے متعلق ایک خواب دیکھا تھا اور وہ صحیح ثابت ہوا لیکن اس کے بعد میں نے اپنے ہر خواب کی تعبیر اپنی تلوار سے لکھی ہے۔ اگر آپ نے میرے متعلق کوئی خواب دیکھا ہے تو اس کی تعبیر کے لیے بھی میں اپنی تلوار پر بھروسہ کروں گا۔''

ربیعہ نے پر امید ہو کر کہا۔ ''مجھے آپ کی تلوار پر بھروسہ ہے۔ اندلس کے ہر مسلمان کو آپ کی تلوار پر بھروسہ ہے اور میں نے جو خواب دیکھا ہے اس تعبیر صرف آپ کی تلوار سے لکھی جا سکتی ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ دشمنوں نے اچانک

آپ کے قلعہ پر حملہ کر دیا ہے۔ آپ کے سپاہیوں کے مقابلہ میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ میں رات کی تاریکی میں قلعے کے اندر اور باہر خوفناک نعرے سن رہی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ قلعہ کی دیوار توڑ کر اندر داخل ہو چکے ہیں۔ خوف کے باعث میری آنکھ کھل گئی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ خواب میری توہمات کا نتیجہ ہو لیکن آپ سے اس کا ذکر کیے بغیر مجھے چین نہیں آ سکتا تھا۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ "میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ اگر آپ کا خواب صحیح ہو تو آپ انشاءاللہ قلعے کے اندر ان کے نعرے سننے کی بجائے قلعے سے باہر ان کی چیخیں سنیں گی۔"

ربیعہ نے دبی زبان سے "آمین" کہا اور اس کا مغموم چہرہ مسرت سے چمکنے لگا۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ "اس خواب کی تعبیر کے لیے شاید آپ کا چند دن اور یہاں ٹھہرنا ضروری ہو۔ میں آپ کے والد سے کہوں گا شاید وہ چند دن اور سفر کا ارادہ ملتوی کرنے پر رضامند ہو جائیں"۔

ربیعہ نے خوش گوار دھڑکنیں محسوس کرتے ہوئے اپنے دل میں کہا۔ "آپ کی یہ عنایت شاید میرے کسی اور خواب کی تعبیر ہے"۔

بدر بن مغیرہ نے رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے۔ "آپ شاید اپنی بہن کا انتظار کریں گی۔ میں جاتا ہوں"۔

بدر نے گھوڑے پر بیٹھ کر اپنا نیزہ تھام لیا۔ ربیعہ نے جھجکتے ہوئے کہا "مجھے ڈر ہے کہ آپ میری باتوں کو کہیں مذاق نہ سمجھ لیں۔ میری سوتیلی ماں، انجلا اور میرا والد بھی میری باتوں پر ہنسا کرتے ہیں۔ خدا کے لیے ان سے میرے خواب کا ذکر نہ

کریں۔"

"شاید آپ کو تسلی دینے کے لیے الفاظ کافی نہ ہوں"۔ بدر نے یہ کہتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد چند بار سیٹی بجائی۔ اس کے جواب میں آس پاس کے گھنے درختوں میں چھپے ہوئے چند پہرے دار اس کے گرد جمع ہو گئے۔

بدر نے ایک شخص سے مخاطب ہو کر کہا۔ "سلیمان! تم ابھی جنگل کی طرف روانہ ہو جاؤ، میں آج شام سے پہلے پہلے اپنی آدھی فوج کو اس پہاڑ کے عقب میں جمع دیکھنا چاہتا ہوں۔ قلعہ کے سپاہیوں میں سے کسی ان کی آمد کی خبر نہیں ہونی چاہیے۔"

بدر بن مغیرہ کے ہاتھ کا اشارہ پا کر پہرے دار جس طرح درختوں کی آڑ سے نمودار ہوئے تھے اسی طرح غائب ہو گئے۔ اس نے مسکراتے ہوئے ربیعہ کی طرف دیکھا اور۔ اب آپ کو اطمینان ہے؟ جب تک آپ یہاں ہیں میری آدھی فوج اس قلعہ کے گرد پہرا دے گی"۔

ربیعہ نے اضطراری طور پر آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔ "خدا کے لیے یہ نہ سمجھئے کہ مجھے اپنا خوف ہے۔ میرا اضطراب صرف آپ کے لیے ہے۔ آپ قوم کی پونجی ہیں۔ آپ اندلس کے مسلمانوں کا سرمایہ حیات ہیں۔ کاش میں آپ کو اپنے خواب سے متاثر کرنے کی بجائے کچھ اور کر سکتی۔ کاش میں ان سرفروشوں میں سے ایک ہوتی جو آپ کے دروازے پر پہرا دیتے ہیں لیکن میں صرف ایک توہم پرست لڑکی ہوں جس کے پاس آپ کے لیے خوابوں اور دعاؤں کے سوا کچھ نہیں۔" ربیعہ کی آواز بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ بدر بن مغیرہ کے لیے دیر تک یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اسے کیا کہنا چاہیے۔ انتہائی سادگی،

عجز اور انکسار کے باوجود ربیعہ کے چہرے پر ایک ایسی متانت، سنجیدگی اور وقار تھا کہ بدر بن مغیرہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے نادم سا ہو کر کہا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ آپ کو میرے الفاظ سے صدمہ پہنچا، میرا مقصد یہ نہ تھا۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ اچھا خدا حافظ!''۔

ربیعہ گھوڑے کی باگ چھوڑ کر ایک ہٹ گئی۔ بدر نے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ندی میں ڈال دیا۔ ربیعہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بار بار خدا حافظ! خدا حافظ!! کہہ رہی تھی۔

(۴)

انجلا ربیعہ کو راستے میں چھوڑ کر پہاڑی کی چوٹی پر پہنچی تو بشیر بن حسن اسے سامنے چند قدم کے فاصلے پر نیچے اترتا دکھائی دیا۔ وہ سانس درست کرنے کے لیے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ جب بشیر قریب آیا تو وہ رومال سے اپنے چہرے کا پسینہ پونچھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بشیر نے اچانک اس کی طرف دیکھا تو چند قدم کے فاصلے پر رک گیا۔ پھر کچھ سوچ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

بشیر نے کہا ''آج آپ اکیلی آ گئیں''۔

انجلا نے جواب دیا...... ''ربیعہ میرے ساتھ تھی وہ پیچھے رہ گئی ہے۔ میں اس پہاڑی کی چوٹی پر پہنچنا چاہتی تھی۔ مجھے امید نہ تھی کہ آپ یہاں ہوں گے۔ یہ چڑھائی بہت دشوار تھی''۔

''آپ نے بہت ہمت کی''۔ بشیر کے الفاظ میں ایک روکھا پن تھا اور انجلا محسوس کیے بغیر نہ رہ سکی۔ تاہم اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ''میری ہمت یہاں تک پہنچ کر جواب دے چکی ہے۔ یہ بھی خوش قسمتی ہے کہ آپ مل گئے۔ اگر آپ کو تکلیف نہ

ہو تو چوٹی تک میرا ساتھ دیں۔"

"چلیے!"

"شکریہ! مجھے ڈر تھا کہ کہیں واپسی پر راستہ نہ بھول جاؤں"۔

"یہ راستہ اس قدر پیچیدہ نہیں" بشیر نے بے پروائی سے جواب دیا۔

بشیر خاصی رفتار کے ساتھ اس کے آگے آگے جا رہا تھا اور سانس پھول جانے کے باعث انجلا خواہش کے باوجود اس سے کوئی بات نہ کر سکی۔

پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر انجلا بری طرح ہانپ رہی تھی۔ اس کا چہرہ پسینے سے شرابور تھا۔ بشیر بن حسن نے ایک بلند اخلاق طبیب کی شان استغنا کے ساتھ ایک بار مڑ کر اس پیکر رعنائی کی طرف دیکھا اور پھر منہ پھیر کر نیچے سرسبز وادی کی طرف دیکھنے لگا۔

انجلا نے رومال سے پسینہ پونچھتے اور تنفس پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو شاید چڑھائی محسوس بھی نہیں ہوئی۔ میرا تو برا حال ہو رہا ہے۔"

بشیر نے بدستور نیچے کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "میں پہاڑوں پر چڑھنے کا عادی ہوں آپ نے شاید پہلی بار ہمت آزمائی کی ہے"۔

انجلا نے کہا۔ یہاں کھڑے ہو کر نیچے کی وادیاں کتنی دلفریب دکھائی دیتی ہیں۔ افسوس ربیعہ میرے ساتھ نہ آسکی۔

"اسے ابھی اتنی ریاضت کرنی بھی نہیں چاہیے"۔

انجلا نے ایک پتھر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اگر اجازت ہو تو تھوڑی دیر سستا لوں۔ میں بہت تھک گئی ہوں"۔

بشیر نے جواب دیا "جلدی کیجیے آپ کی بہن انتظار کر رہی ہوگی۔"

انجیلا نے گفتگو کا موضوع بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''کتنا حسین ہے یہ منظر، آپ ہر روز یہاں آیا کرتے ہیں؟''

''ہاں! لیکن یہ محض اتفاق ہے کہ آج میں یہیں سے واپس جا رہا تھا۔ ورنہ میں سامنے اس پہاڑ کی چوٹی جایا کرتا ہوں''۔

''یہ اتفاق شاید اس لیے تھا کہ قدرت کو آپ کی رہنمائی میں میرا یہاں تک پہنچانا مقصود تھا''۔

''آپ میرے بغیر بھی یہاں آسکتی تھیں۔''

''نہیں، میں سچ کہتی ہوں، میری ہمت جواب دے چکی تھی۔ ہم پرسوں جا رہے ہیں۔ اگر آج آپ راستے میں نہ ملتے تو اس چوٹی پر پہنچنے کی حسرت شاید میں اپنے ساتھ لے جاتی۔''

''یہ کوئی ایسی حسرت نہ تھی جس کے پورا نہ ہونے کا آپ کو افسوس ہوتا۔''

''میں یہ حسین منظر کبھی نہیں بھول سکوں گی۔ میں نے سنا ہے کہ سرحدی عقاب کے جنگل میں نہایت دلفریب مناظر ہیں''۔

''ہاں وہ علاقہ بہت خوبصورت ہے۔''

اور شاید یہی وجہ ہے کہ آپ شہروں میں جانا پسند نہیں کرتے؟

انسان ہمیشہ ایسی جگہ کو پسند کرتا ہے جہاں وہ مفید کام کر رہا ہو۔

''میرے خیال میں آپ ان پہاڑوں اور جنگلوں کی بجائے قسطلہ، اشبیلیہ اور قرطبہ جیسے شہروں میں زیادہ مفید کام کر سکتے ہیں۔ وہاں امراء گورنر اور بادشاہ تک آپ کے قدردان ہوں گے۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو میں یہ کہوں گی کہ آپ یہاں اپنے جوہر ضائع کر رہے ہیں۔ ابا جان کہتے ہیں کہ اگر آپ قسطلہ چلے جائیں تو

بادشاہ کے دربار میں آپ کو پہلی کرسی ملے گی۔"

آپ کے والد یقیناً مجھے قسطلہ جانے کا مشورہ نہیں دیں گے۔ میں بدر بن مغیرہ کے ایک معمولی سپاہی کا علاج کر کے تمہارے بادشاہ کے دربار میں بیٹھنے سے زیادہ خوش رہ سکتا ہوں۔ یہ لوگ کبھی کبھی صرف جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ لیکن تمہارے بادشاہ اور امراء ہمیشہ روحانی اور اخلاقی بیماریوں میں مبتلا رہتے ہیں۔

انجلا نے مسکراتے ہوئے بشیر کی طرف دیکھا اور کہا "آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ کو عیسائیوں سے نفرت ہے"۔

"ایک طبیب کی حیثیت میں ہر انسان کی خدمت کرنا میرا فرض ہے لیکن ایک مسلمان کی حیثیت سے میرا پہلا فرض یہ ہے کہ ان لوگوں کا ساتھ دوں جو اندلس میں مسلمانوں کی عزت اور آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ آپ کو انسانیت قسطلہ کے ان ایوانوں میں دکھائی دیتی ہے جہاں مسلمانوں کی غلامی کی زنجیریں تیار ہو رہی ہیں اور مجھے انسانیت ان جھونپڑوں میں دکھائی دیتی ہے جن میں رہنے والے غیروں کی غلامی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں"۔

انجلا نے مغموم سی ہو کر کہا۔ "کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ دیر تک ہمارے شہنشاہ کا مقابلہ کر سکیں گے"۔

مقابلہ صرف فتح کی امید پر ہی نہیں کیا جاتا۔ بعض حالات میں جنگ کمزور کے لیے ایک فریضہ بن جاتی ہے۔ ہمیں یہ یقین ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں ہمیں کوئی غلام نہیں بنا سکتا۔ خیر اب چلئے دیر ہو رہی ہے۔

انجلا نے کہا۔ "میرے خیال میں اگر آپ قسطلہ کے شاہی طبیب کے

عہدے پر فائز ہوں تو آپ بادشاہ کو خوش کر کے اسے مسلمانوں کی آزادی پر حملہ کرنے سے باز رکھ سکتے ہیں۔

''آزادی خوشامد سے نہیں بلکہ خون سے خریدی جاتی ہے۔''

انجلا نے کہا۔''طبیب کی حیثیت میں آپ بادشاہ کے خوشامدی نہیں بلکہ محسن بن سکتے ہیں''۔

بشیر نے قدرے ترش لہجے میں کہا۔''ہمارے لیے اب تمہارے مغرور بادشاہ کا محسن بننے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ہم اس کے ہاتھ سے استبداد کی تلوار چھین لیں اور جب وہ ہمارے رحم و کرم پر ہو تو ہم اپنے بزرگوں کے اخلاق پر عمل کرتے ہوئے اس کی خطائیں معاف کر دیں۔ میں اپنی قوم کی دائمی زندگی کے لیے ایک سپاہی بن کر لڑنے کو اس سے عارضی زندگی کی بھیک مانگنے پر ترجیح دیتا ہوں ۔آپ یہاں مہمان ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے خواہ مخواہ یہ بحث شروع کر دی ۔ہسپانیہ اور قسطلہ کا مقابلہ اب باتوں سے نہیں تلوار سے ہوگا۔''

بشیر آہستہ آہستہ پہاڑی سے نیچے اترنے لگا۔انجلا اٹھ کر اس کے پیچھے چل دی۔وہ بار بار اپنے دل میں کہہ رہی تھی۔''کاش میں یہ بحث نہ چھیڑتی''۔

دونوں دیر تک خاموش رہے لیکن جب وہ پہاڑی سے اتر کر درختوں میں سے گزر رہے تھے انجلا نے تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اس قدر خفا ہو جائیں گے۔خدا جانتا ہے کہ میں آپ کی دشمن نہیں ۔آپ خواہ کچھ کریں میری دعائیں آپ کے ساتھ ہوں گی ۔ مجھے معاف کر دیجیے۔

بشیر بن حسن نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے

تھے۔

اس نے متاثر ہو کر کہا۔ ”نادان لڑکی تم رو رہی ہو؟“۔

مجھے معاف کر دیجئے ۔اس نے پھر کہا۔

”لیکن میں ان آنسوؤں کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔ اگر یہ نصرانیوں کی طرف سے ایک فاتح کی دوستی کا پیغام دینا چاہتے ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ یہ موتی رائیگاں جائیں گے اور اگر یہ اس لیے ہیں کہ تم ہماری جدو جہد کو بے فائدہ سمجھتی ہو تو بھی ہمدردی کا یہ پیغام قبل از وقت ہے اور اگر تم یہ خیال کرتی ہو کہ بشیر بن حسن کی جان اس قدر قیمتی ہے کہ وہ موت حیات کی اس کشمکش میں اپنی قوم کا ساتھ نہ دے تو بھی تم غلطی پر ہو۔“

انجلا نے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔ ”مجھے عیسائیوں یا مسلمانوں اور ان کے بادشاہوں سے کوئی دلچسپی نہیں ۔ میں صرف آپ کی خیر چاہتی ہوں ۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو میری باتوں سے صدمہ پہنچا۔ میں نادان ہوں ۔آپ میری باتوں کو کوئی اہمیت نہ دیں۔“

”انجلا! انجلا!!“ ربیعہ کی آواز آئی۔

انجلا کی خاموشی پر بشیر بن حسن نے جواب دیا۔آپ کی بہن یہاں ہے۔پھر وہ انجلا سے مخاطب ہوا۔چلو انجلا! تمہاری بہن بلاتی ہے۔

انجلا بشیر کے آگے آگے چلنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد انجلا، ربیعہ اور بشیر قلعے کا رخ کر رہے تھے۔

ندی عبور کرنے کے بعد انہیں ابو داؤد ملا اور اس نے انجلا اور ربیعہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”تم نے آج بہت دیر لگائی“۔

ربیعہ نے کہا۔ابا جان! ہم نے آج پہاڑی پر چڑھنے کا ارادہ کیا تھا۔ میں

زیادہ دور نہ جا سکی۔ انجلا اکیلی چوٹی پر سے ہو آئی ہے۔



ربیعہ کے خواب کی تعبیر

(۱)

جمعہ کے دن کا بیشتر حصہ بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن نے ابوداؤد کی صحبت میں گزارا۔ان کی باتوں سے ابوداؤد کو یہ اطمینان ہو چکا تھا کہ وہ رات اس قلعہ میں گزاریں گے لیکن گزشتہ دو دن سے وہ اس بات پر حیران تھا کہ قلعہ کے بہت سے سپاہی اچانک غائب ہو چکے ہیں۔

دوپہر کے وقت جب وہ بدر اور بشیر کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔اس نے کہا ’’قلعے میں سپاہیوں کی تعداد بہت کم ہو گئی ہے۔میرا خیال ہے جب آپ یہاں ہوں تو آپ کی حفاظت کا پورا انتظام ہونا چاہیے‘‘۔

بدر نے بے پروائی سے جواب دیا۔’’اپنے لیے ہم کبھی سپاہیوں کی ضرورت محسوس نہیں کی‘‘۔

’’آپ کی شجاعت میں کلام نہیں لیکن اس قلعے کی حفاظت کے لیے بھی سپاہیوں کی اچھی خاصی تعداد کا ہونا ضروری ہے۔نصرانیوں کی طرف سے اچانک حملے کا خدشہ نہ ہو تو بھی آپ کو ہوشیار رہنا چاہیے‘‘۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا’’ آپ فکر نہ کریں خطرے کے مقابلے کے لیے آپ یہاں کافی سپاہی موجود پائیں گے۔اس قلعہ میں میرا قیام بالکل عارضی تھا۔کل آپ غرناطہ روانہ ہوں گے اور میں انشاءاللہ اپنے پہاڑوں اور جنگلوں میں پہنچ جاؤں گا‘‘۔

توشاید اسی خیال سے آپ نے سپاہیوں کو دو دن پہلے روانہ کر دیا ہے۔

’’ہاں یہاں وہ بیکار پڑے تھے‘‘۔

اس کے بعد دیر تک مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی رہی۔

مغرب کی نماز کے بعد جب یہ لوگ مسجد سے باہر نکل رہے تھے ایک سوار گھوڑا بھگاتا ہوا قلعے میں داخل ہوا اور مسجد کے دروازے کے سامنے آ رکا۔ بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھ کر وہ گھوڑے سے اترا اور تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھا۔

بدر بن مغیرہ نے اس کی بات کا انتظار کئے بغیر پوچھا۔ ''کہو خیر تو ہے ......تم بہت پریشان ہو''۔

سپاہی نے کہا۔ ''بادشاہ کے بھائی اور ان کے ساتھ غرناطہ کی فوج کے چند عہدیدار آپ سے ملنے کے لیے آئے تھے اور آپ کی قیام گاہ میں ٹھہر کر آپ کا انتظار کرنے کی بجائے وہ اس طرف آرہے ہیں''۔

''وہ یہاں سے کتنی دور ہوں گے؟''۔

''یہاں سے آٹھ دس کوس دور ہوں گے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ رات کا کھانا آپ کے ساتھ کھائیں گے۔''

بدر بن مغیرہ نے بشیر بن حسن کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ آپ ان کے قیام اور طعام کا بندوبست کریں۔ میں ان کی پیشوائی کے لیے جاتا ہوں۔

تھوڑی دیر بعد جب بدر بن مغیرہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا قلعے سے باہر نکل رہا تھا۔ ابوداؤد تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا اپنے کمرے میں پہنچا۔ کچھ دیر گہری سوچ میں کمرے کے اندر ٹہلتا رہا۔ پھر اس نے درمیانی دروازہ کھول کر میریا کے کمرے میں جھانکتے ہوئے کہا۔ میریا ذرا ادھر آؤ۔

میریا کرسی سے اٹھ کر اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔

ربیعہ اور انجلا ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں۔ ربیعہ نے آہستہ سے کہا۔

"انجلا! ابا جان آج صبح سے پریشان ہیں"۔

انجلا نے ربیعہ کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا "ان کی پریشانی کی وجہ شاید کل کا کٹھن سفر ہو لیکن ربیعہ مجھے تم ان سے زیادہ پریشان دکھائی دیتی ہو۔ جب ہم قسطلہ سے غرناطہ کی طرف روانہ ہو رہے تھے تو تم بہت خوش تھیں لیکن اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں غرناطہ کی نسبت یہ ویران قلعہ زیادہ پسند ہے"۔

"مجھے غرناطہ سے محبت ہے۔ مجھے فکر ہے کہ ابا جان کہیں کل غرناطہ جانے کا ارادہ بدل نہ دیں"۔

"تمہیں معلوم ہے کہ ابا جان غرناطہ جانے کا ارادہ تبدیل نہیں کریں گے۔ سرحدی عقاب نے ہماری لیے غرناطہ سے نئی بگھی منگوائی ہے۔ تمہاری پریشانی کی وجہ کچھ اور ہے۔ ربیعہ تم مجھ سے اپنے دل کی بات نہیں چھپا سکتیں۔ سچ کہو تمہیں اس بات کا غم نہیں کہ سرحدی عقاب کا نشیمن غرناطہ سے دور ہوگا"۔

ربیعہ کے چہرے پر حیا کی سرخ و سفید لہریں رقص کرنے لگیں، وہ انجلا کو کوئی جواب نہ دے سکی۔ انجلا نے پھر کہا "ربیعہ ہم دونوں ایک کشتی میں سوار ہیں لیکن میں بشیر بن حسن کا نام لیتی ہوں تو تم مجھے ملامت کرتی ہو اور تمہاری اپنی حالت یہ ہے کہ یہاں سے رخصت ہونے کے تصور سے تمہارا چہرہ مرجھایا جاتا ہے۔ سچ کہو! تمہیں سرحدی عقاب سے محبت نہیں؟"۔

"انجلا! میں یہ کیسے کہہ سکتی ہوں کہ مجھے اس سے نفرت ہے لیکن میری دنیا اس کی دنیا سے مختلف ہے۔ بدر بن مغیرہ اندلس کے آسمان پر چودھویں رات کا چاند ہے اور میں ان لاکھوں تماشائیوں میں سے ایک ہوں جو اس کی آب و تاب سے

متاثر ہونے کے باوجود اسے آسمان سے اتار کر اپنے جھونپڑے کی زینت بنانے کا خیال دل میں نہیں لا سکتے۔ بشیر بن حسن بھی اندلس کے آسمان کا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے اور تمہاری دلچسپی اگر اسے دیکھنے تک محدود رہتی تو میں یقیناً اعتراض نہ کرتی، لیکن انجلا! تم اس ستارے کو آسمان سے نوچ اپنے دامن کی زینت بنانا چاہتی ہو اور ان باندیوں سے آنکھیں بند کر لیتی ہو جو تمہارے اور اس کے درمیان حائل ہیں۔ میں تمہاری آنکھیں کھول دینا اپنا فرض سمجھتی ہوں“۔

انجلا کا خوبصورت چہرہ مرجھا گیا۔ اس نے اپنے ہونٹوں پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ ”اپنی گذشتہ بدسلوکیوں کے باوجود میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ دنیا میں تم سے زیادہ میرا خیر خواہ کوئی نہیں۔ لیکن برا نہ ماننا تم ایک شاعرہ ہو۔ میں نے اسے آسمان پر نہیں اسی زمین پر دیکھا ہے اور مجھے یہ کہتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی کہ میں اسے چاہتی ہوں۔ میں اگر اسے اپنے دامن کی زینت نہ بنا سکی تو بھی اس کے دامن کی طرف ہاتھ بڑھاتے جھجک محسوس نہیں کروں گی۔ ربیعہ! جب میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا تو میرے دل نے گواہی دی تھی کہ وہ میرا ہے۔ جب میں نے اس کی آواز سنی تھی تو میں نے محسوس کیا تھا کہ میرے کان اس آواز سے مانوس ہیں۔ جب تک میری آنکھیں اسے دیکھتی رہیں گی اور میرے کان اس کی آواز سنتے رہیں گے، میرا دل یہ کہتا رہے گا کہ وہ میرا ہے، وہ میرا ہے۔ ربیعہ! سچ کہو تم بدر بن مغیرہ کے متعلق یہی کچھ محسوس نہیں کرتیں کہ وہ ایک مرد ہے اور تم ایک عورت ہو......؟“

ربیعہ نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”انجلا! تم یہ محسوس نہیں کرتیں کہ تم عیسائی ہو اور وہ ایک مسلمان اور اندلس میں عیسائیت اور اسلام کی جنگ

جاری ہے"۔ انجلا نے جواب دیا۔ "مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ میں اسے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کروں گی اور اگر میں اسے اپنی طرف نہ لاسکی تو مجھے اس کی طرف جانے میں کوئی تامل نہیں ہوگا"۔

ربیعہ نے کہا۔ "انجلا! فرض کرو۔ اگر آج ہی غرناطہ اور قسطلہ کی سلطنتوں میں باقاعدہ جنگ چھڑ جائے تو تمہارے اور بشیر بن حسن کے درمیان تمام راستے مسدود نہیں ہو جائیں گے"۔

"ہوسکتا ہے کہ عارضی وقفہ کے لیے ہمارے درمیان تمام راستے مسدود ہو جائیں لیکن اس جنگ کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ تمام اندلس پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جائے اور ہمارے درمیان منافرت کی رہی سہی دیواریں نابود ہو جائیں"۔

ربیعہ نے کہا۔ "انجلا! کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ بشیر بن حسن جیسا سپاہی اپنی قوم کی شکست اور تباہی کے بعد تم سے عشق کرنے کے لیے زندہ رہے گا۔

انجلا کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔ اس نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔ "ربیعہ! فرض کرو اگر حالات اسے قسطلہ جانے پر مجبور کر دیں اور اس کے لیے اپنی زندگی کے باقی دن وہاں گزارنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہو تو کیا پھر بھی میرے اور اس کے درمیان منافرت کی دیواریں حائل رہیں گی؟"

ربیعہ نے جواب دیا "یہ اسے قسطلہ جانے پر مجبور کر دینے والے حالات پر منحصر ہے۔ ایک قیدی کی حیثیت سے وہ اپنی دشمن کی کسی لڑکی سفارش پر رہا ہو کر ذلت کی زندگی بسر کرنا گوارا نہیں کرے گا۔ البتہ ایک فاتح کی حیثیت میں شاید وہ تمہاری محبت کی زنجیریں پہننا منظور کرلے لیکن تم یہ کیسے معلوم کیا کہ حالات اسے قسطلہ جانے پر مجبور کر دیں گے"۔

انجلا نے اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔ ''ایک پھول کا صحیح مقام باغ ہے۔ شاید وہ خود ہی زیادہ عرصہ اس ویرانہ میں رہنا پسند نہ کرے''۔

ربیعہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ساتھ کمرے کا دروازہ کھلا اور ابو داؤد اور میریا ان کے کمرے میں داخل ہوئے۔ ابو داؤد کے ہاتھ میں دو جلتی ہوئی شمعیں تھیں جب اس نے دونوں دریچوں میں یہ شمعیں رکھ دیں تو ربیعہ نے معصومانہ انداز میں کہا۔ ابا جان! کمرے میں فانوس سے پہلے ہی کافی روشنی ہے۔ یہ شمعیں جلانے سے کیا فائدہ؟

ابو داؤد نے پریشان ہو کر کہا ''ربیعہ تمہیں زیادہ روشنی سے نفرت ہے؟''

نہیں ابا جان! لیکن یہ ہوا سے بجھ جائیں گی۔ اگر آپ کہیں تو میں کھڑکیاں بند کر دوں؟

نہیں تازہ ہوا کے لیے کھڑکیوں کا کھلا رہنا ضروری ہے۔ پھر اس نے میریا کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ''اگر یہ بجھ جائیں تو نہیں فوراً دوبارہ جلا دینا۔ میرے کمرے میں اور شمعیں پڑی ہیں جب یہ ختم ہو جائیں تو ان کی جگہ اور لا کر رکھ دینا۔'' ابو داؤد یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

(۲)

عشاء کی نماز کے وقت بدر بن مغیرہ، شاہ غرناطہ کے بھائی الزغل اور غرناطہ کی فوج کے دو نامور سالار موسیٰ اور الزبغری کے ہمراہ قلعے میں داخل ہوا۔ غرناطہ کے پندرہ سپاہی اور معمولی عہدہ دار بھی ان کے ساتھ تھے۔

چونکہ قلعہ کی مسجد میں موذن اذان دے رہا تھا اس لیے یہ لوگ گھوڑے سے

اترتے ہی مسجد میں داخل ہوئے۔ابوداؤداوربشیر بن حسن نے مسجد کے دروازے پر انہیں خوش آمدید کہا۔الزغل نے بشیر بن حسن کے ساتھ گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے ابوداؤد کی طرف دیکھا۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔"یہ ابوداؤد ہیں۔میں راستے میں آپ کے سامنے ان کا ذکر کر چکا ہوں"۔

الزغل نے ابوداؤد کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا"بدر نے آپ کی بہت سی خوبیاں بیان کی ہیں لیکن میرے نزدیک آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہمارا سرحدی عقاب آپ کا عقیدت مند ہے"۔

ابوداؤد نے مسکراتے ہوئے کہا۔"میری سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ میں ایک انتہادرجہ کے فیاض طبع نوجوان کا مہمان ہوں جس نے اپنے بے کس مہمان کی بے جا تعریف بھی مہمان نوازی کے فرائض میں شامل کر لی ہے۔وہ حادثہ جس کے باعث مجھے چند دن کے لیے سرحدی عقاب کی ہم نشینی نصیب ہوئی ہے میری زندگی کا ایک انتہائی خوش گوار واقعہ ہے۔غرناطہ کا رجل عظیم جسے میں دور سے دیکھ لینا بھی اپنی خوش قسمتی خیال کرتا آج میرے سامنے ہے۔اگر یہ گستاخی نہ ہو تو میں اس مقدس ہاتھ پر بوسہ دینا چاہتا ہوں جسے صدیوں کے بعد موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کی تلوار اٹھانے کی سعادت حاصل ہوئی ہے"۔

الزغل ان باعمل انسانوں میں سے تھا جو خوشامد سے بہت پریشان ہوتے ہیں لیکن ابوداؤد کا لب ولہجہ اسے متاثر کیے بغیر نہ رہ سکا۔اس کے ساتھ ہی دو گرم گرم آنسو جو ابوداؤد کی آنکھوں سے انتہائی ضرورت کے وقت ٹپکا کرتے تھے الزغل کے ہاتھ پر گر پڑے۔

قریباً اسی قسم کے جذبات کا اظہار ابو داؤد نے موسیٰ اور الزیغری سے متعارف ہوتے وقت بھی کیا۔ یہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے۔ امامت کے فرائض ابو داؤد نے انجام دیئے۔

نماز کے بعد یہ لوگ بالائی منزل کے ایک کمرے میں کھانا کھا رہے تھے ابو داؤد ان پر اثر ڈالنے کے لیے اپنے دماغ اور زبان کی تمام صلاحیتوں سے کام لے رہا تھا۔ الزغل جو خود بھی بہت سے علوم میں غیر معمولی استعداد رکھتا تھا، ابو داؤد کے تبحر علمی سے بہت متاثر ہوا اور جب اس نے اپنی ان خفیہ سرگرمیوں کا ذکر کیا جن کا مقصد قسطلہ کی ظالم حکومت کا تختہ الٹنا تھا تو الزغل نے کہا "خدا کا شکر ہے کہ آپ نے اپنی سرگرمیوں کے لیے وہ جگہ منتخب کی ہے جہاں آپ کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ غرناطہ میں آپ ہمارے لیے بہت کچھ کر سکیں گے۔ بدر بن مغیرہ نے آپ کے متعلق جو کچھ مجھے بتایا ہے اس سے میرا اندازہ ہے کہ آپ نوجوانوں کو متاثر کرنا جانتے ہیں۔ میں غرناطہ میں ایک ایسا نوجوان آپ کے سپرد کروں گا جسے راہ راست پر لانا ہمارے لیے اندلس کی کھوئی ہوئی سلطنت کو دوبارہ حاصل کرنے سے کم نہیں۔ میری مراد اپنے بھتیجے اور اندلس کے ولی عہد عبداللہ سے ہے۔ وہ پرلے درجے کا وہمی، ڈرپوک، خوشامد پسند اور جلد باز نوجوان ہے۔ وہ تعمیر سے زیادہ تخریب میں خوش ہوتا ہے۔ اگر آپ اس کی اصلاح کر سکیں تو یہ قوم کی بہت بڑی خدمت ہوگی"

۔

ابو داؤد نے اپنی مسرت کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے جوب دیا۔ "غرناطہ کے نوجوانوں کی اصلاح کے لیے آپ کی آنکھ کا اشارہ کافی ہے۔ تاہم جو خدمت میرے سپرد کی جائے گی میں اسے بخوشی سرانجام دوں گا"۔

الزغل نے کہا۔ ''ابو عبداللہ کو آنکھ کے اشارے کی جگہ چابک کی ضرورت ہے اور میں یہ سمجھتا ہو کہ وہ چابک آپ کے پاس ہے۔ آپ غرناطہ کب جا رہے ہیں؟''

''تو جب تک آپ وہاں پہنچیں گے میں بھی آجاؤں گا۔ میرا بھائی آپ جیسے با کمال آدمی کو اپنے بیٹے کا اتالیق بنانے پر اعتراض نہیں کرے گا لیکن ابو عبداللہ پر یہ ظاہر نہ کیجئے کہ آپ نے یہ ذمہ داری میری ایماپر قبول کی ہے۔ وہ میری ہر بات کو شبہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔''

''آپ اس کی فکر نہ کریں۔''

اس کے بعد الزغل موسیٰ اور الزبغری ابوداؤد سے قسطلہ کی فوجی تیاریوں کے متعلق سوالات پوچھتے رہے اور وہ انہیں حقیقت سے آگاہ کرنے کی بجائے خوش کرنے کے ارادے سے جوابات دیتا رہا۔

آدھی رات کے قریب جب یہ لوگ اٹھنے کا ارادہ کر رہے تھے قلعے کے چاروں طرف نقاروں کی گونج سنائی دی۔ اور یہ لوگ پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ الزغل نے جواب طلب نگاہوں سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا اور باقی لوگوں کی نگاہیں بھی اس کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔

بدر بن مغیرہ کے چہرے پر حیرانی یا اضطراب کا شائبہ تک نہ تھا۔ ''آپ گھبرائیں نہیں'' ۔اس نے اطمینان کے ساتھ اٹھتے ہوئے کہا۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ بشیر بھی اٹھا لیکن بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ''آپ مہمانوں کے پاس بیٹھیں میں ابھی آتا ہوں''۔

بدر بن مغیرہ دروازے کے قریب پہنچا تو ایک پہریدار بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا ۔اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ''نصرانیوں نے حملہ کر دیا ہے۔''

یہ سنتے ہی سب نے اٹھ کر تلواریں نکال لیں لیکن بدر بن مغیرہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "نصرانیوں نے گذشتہ بیس برسوں میں اس سے بڑی حماقت نہ کی ہو گی۔ آپ اطمینان سے بیٹھے رہیں۔ رات کے وقت ان کی بڑی سے بڑی فوج بھی اس قلعے کے قریب نہیں آ سکتی۔ میں اپنی گزشتہ تمام زندگی میں شاید کسی غیر متوقع حملے کے لیے اس قدر تیار نہ تھا۔"

ابو داؤد نے کہا۔ "لیکن قلعے میں تو آج میں نے بیس پچیس سے زیادہ سپاہی نہیں دیکھے"۔

قلعے کی حفاظت اس کی چاردیواری سے بہت دور کی جاتی ہے۔خوش قسمتی سے آج میرے نصف سے زیادہ سپاہی یہاں موجود ہیں۔ میں ابھی آتا ہوں۔

موسیٰ نے کہا۔ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ میرے ہی کسی سپاہی کے تیر کا نشانہ نہ بن جائیں۔ میں شاید خود بھی باہر لڑنے والوں کی راہنمائی کے لیے نہ جا سکوں۔ میں صرف قلعہ کے پہریداروں کو چند ہدایات دینا چاہتا ہوں۔

الزغل نے مطمئن ہو کر کہا۔ "تو آپ کو اس حملے کی توقع تھی"۔

اس سوال پر ابو داؤد چونک کر بدر کی طرف دیکھنے لگا۔ بدر نے جواب دیا۔ "مجھے قدرت کی طرف سے ایک اشارہ ہوا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے اسے وہم نہیں سمجھا۔"

بشیر بن حسن نے بدر کے ساتھ جانے پر اصرار کیا لیکن مین نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ میرے بہت سے سپاہی صرف اس لیے تیروں کی بارش میں کھڑے ہو سکتے ہیں کہ تم ان کے زخموں کا علاج کر سکتے ہو۔ تم یہیں ٹھہرو اور زخمی ہونے والوں

کے لیے مرہم پٹی کا سامان تیار کرو۔

بدر بن مغیرہ باہر نکل گیا۔ ایک ساعت کے بعد وہ واپس آیا اور بولا۔ ''آپ اگر چاہیں تو بے فکر ہو کر سو سکتے ہیں۔ نصرانی اس قلعہ سے دو کوس کے فاصلہ پر غیر متوقع استقبال دیکھ کر بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن اگر ان میں دس آدمی بھی بچ کر نکل گئے تو یہ ایک معجزہ ہوگا۔ میں آپ میں سے کسی اس شاندار فتح میں حصہ دار بننے سے نہیں روکنا چاہتا لیکن پو پھٹنے سے پہلے آپ کا باہر نکلنا مناسب نہیں۔ صبح کی روشنی میں آپ قیدیوں کو اکٹھا کرنے اور بھاگنے والوں کو تیروں کو نشانہ بنانے میں میرے ساتھیوں کی مدد کر سکیں گے''۔

یہ کہہ کر بدر بن مغیرہ ابو داؤد کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ ذرا اپنے کمرے میں جائیں اور باہر کھلنے والے دریچے بند کروا دیں، ورنہ روشنی بجھا دیں اور بچوں کو ہدایت کریں کہ کوئی دریچے کے سامنے کھڑا نہ ہو۔ مجھے پہریداروں نے اطلاع دی ہے کہ حملہ آوروں کی ایک بھٹکی ہوئی ٹولی قلعہ کے قریب دیکھی گئی ہے۔ اگر چہ قلعہ کو ان لوگوں سے کوئی خطرہ نہیں۔ تاہم یہ اندیشہ ضرور ہے کہ ان میں کوئی روشنی دیکھ کر تیر چلا دے۔''

مجھے امید نہ تھی کہ وہ ایسی غلطی کریں گی۔ یہ کہہ کر ابو داؤد بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔

الزغل نے ہنستے ہوئے کہا۔ ایک اچھا عالم شاذونادر ہی ایک اچھا سپاہی ثابت ہوتا ہے۔

(۳)

ابو داؤد تھوڑی دور جا کر سوچ میں پڑ گیا اور اس کی رفتار کم ہونے لگی۔ بدر بن

مغیرہ کی باتوں سے اسے یقین ہو چکا تھا کہ اس کی دعوت پر حملہ کرنے والوں کی تباہی یقینی ہے۔ اس لیے روشنی جلانے یا بجھانے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں حملہ آوروں کے ساتھ اس کا نوکر بھی نہ ہو جسے اس نے سرحد کے گورنر کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا تھا۔ بظاہر اس بات کا امکان بہت کم تھا تاہم اسے تشویش تھی اور اس سے زیادہ تشویش اس بات کی تھی کہ کہیں حملہ آور فوج کا سپہ سالار گرفتار ہونے پر بدر بن مغیرہ کے سامنے اس کا بھانڈا نہ پھوڑ دے۔ اس مرحلہ پر وہ اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دے رہا تھا کہ سرحد کے گورنر نے اسے فرڈی نینڈ کا خاص آدمی سمجھ کر اس کی ہدایات پر ضرور عمل کیا ہوگا اور کسی فوجی عہدہ دار پر اس کا راز افشا نہیں کیا ہوگا۔

وہ ہر قدم پر طرح طرح کے خدشات محسوس کرتا اور انہیں جھٹلاتا اپنے کمرے کے قریب پہنچا تو ایک نئے خیال نے اس کے جسم پر کپکپی طاری کر دی۔ اس نے سوچا ۔"کیا یہ ممکن نہیں کہ سرحد کا گورنر شہرت اور ناموری کے شوق میں خود ہی اس فوج کے ساتھ چلا آیا ہو اور وہ گرفتار ہونے کے بعد بدر بن مغیرہ اور الزغل کے سامنے یہ کہہ دے کہ تمہارا مجرم میں نہیں ہوں، ابوداؤد ہے جس نے مجھے اس قلعہ پر حملہ کی دعوت دی ہے؟"

وہ انتہائی پریشانی کی حالت میں اپنے بچاؤ کے مختلف طریقے سوچ رہا تھا کہ اسے کسی کی ہلکی سی چیخ سنائی دی۔ وہ جلدی سے دروازہ کھول کر اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ ساتھ والے کمرے سے ایک اور چیخ کے بعد کسی کے گرنے کی آواز آئی۔ اتنی دیر میں وہ عقبی کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔ ایک لمحہ کے لیے اس کا خون منجمد ہو کر رہ گیا۔ انجلا اور میریا فرش پر بے ہوش پڑی تھیں۔

انجلا کے سینے میں ایک تیر پیوست تھا۔ ربیعہ سکتے کے حال میں اس کے قریب کھڑی تھی۔ ابوداؤد نے انتہائی پریشانی کے عالم میں ربیعہ کی طرف دیکھا اور اس نے اضطراری حالت میں دریچوں کی طرف اشارہ کیا۔ ابوداؤد نے شمعیں اٹھا کر ایک طرف پھینکتے ہوئے کھڑکیاں بند کردیں اور انجلا اور میریا کی طرف متوجہ ہوا ۔"میریا! انجلا!!" اس نے دونوں کو یکے بعد دیگرے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

انجلا نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں لیکن میریا بے ہوش تھی ۔

ربیعہ نے کہا" ابا جان! طبیب کو بلا لیجئے ۔ انجلا زخمی ہے اور امی جان صدمے سے بے ہوش ہوگئی ہیں ۔ انجلا دریچے کے سامنے سے گزر رہی تھی کہ باہر سے کسی نے تیر چلا دیا۔ آپ جلدی کریں۔ انجلا کا خون بہہ رہا ہے"۔

ابوداؤد اٹھ کر بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔

(۴)

تھوڑی دیر بعد ابو داؤد کے ساتھ بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن کمرے میں داخل ہوئے ۔بشیر نے انجلا اور میریا پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد دونوں کو یکے بعد دیگرے اٹھا کر ان کے بستروں پر لٹا دیا۔ اتنی دیر میں ایک نوکر اس کے دواؤں کا تھیلا لے کر پہنچ گیا۔

بشیر نے تھیلا کھول کر ایک شیشی نکالی اور دوا کے چند قطرے اپنے رومال پر چھڑک کر ابو داؤد کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔" آپ اپنی بیوی کو یہ دوا سنگھا دیجئے ۔وہ ابھی ہوش میں آجاۓ گی"۔

اس کے بعد وہ انجلا کی طرف متوجہ ہوا ۔وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی ۔بشیر بن حسن نے زخم کا جائزہ لینے کے بعد تیر کی طرف ہاتھ

بڑھایا۔انجلا دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ پکڑ کر چلانے لگی۔"نہیں نہیں"۔

بشیر بن حسن نے کہا۔"دیکھو یہ تیر جتنی دیر سے نکالا جائے گا اتنی ہی تم کو زیادہ تکلیف ہو گی۔تم ڈرو نہیں۔میرا ہاتھ نہیں پکڑو ورنہ مجھے بے ہوش کرنے کی دوا دینی پڑے گی"۔

بشیر بن حسن نے بدر بن مغیرہ اور اپنے نوکر کی طرف اشارہ کیا۔انجلا نے چلا کر کہا"نہیں ہیں،میرے ہاتھ پاؤں مت پکڑیئے۔میں کچھ نہیں کروں گی"۔

بشیر نے کہا۔"میرا پہلے ہی خیال تھا کہ تم بہادر لڑکی ہو۔صرف ایک لمحہ کے لیے آنکھیں بند کر لو......گھبراؤ نہیں"۔

لیکن انجلا اطاعت،محبت اور عقیدت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔اب کے بشیر بن حسن نے تیر کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔اس نے اپنے ہونٹ بھینچ لیے اور ایک ہلکی سی جھرجھری کے بعد بے اختیار اس کے ہاتھ زخم کی طرف بڑھے لیکن بشیر کے ہاتھ کی ایک ہی جنبش میں تیر زخم سے باہر آ چکا تھا۔بشیر نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔"زخم زیادہ گہرا نہیں۔انشاء اللہ بہت جلد آرام آ جائے گا"۔

اس اثناء میں میریا کو ہوش آ چکا تھا۔اس نے ایک لمحہ کے لیے آنکھیں کھولنے کے بعد پھر بند کر لیں اور پھر چیخ مار کر اپنے بستر سے اٹھی"میری بیٹی!میری انجلا!"کہتی ہوئی انجلا کے بستر کی طرف بھاگی۔"انجلا تم ٹھیک ہونا!میری بیٹی بچ جائے گی نا،بتایئے خدا کے لیے بتایئے!"وہ نیم دیوانگی کی حالت میں بشیر بن حسن کو بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑ رہی تھی!

بشیر بن حسن نے کہا۔"دیکھئے مجھے پٹی باندھنے دیجئے۔آپ کی یہ ہمدردی اس

کی تکلیف میں اضافہ کر رہی ہے"۔

بشیر بن حسن کو چھوڑ کر میریا بدر بن مغیرہ کی طرف متوجہ ہوئی۔ "خدا کے لیے میری لڑکی کی جان بچائیے!"

ابو داؤد نے آگے بڑھ کر میریا کا بازو پکڑ لیا اور کھینچ کر زبردستی بستر پر لٹاتے ہوئے کہا۔ "میریا دیوانی نہ بنو۔ صبر سے کام لو۔ انجلا بہت جلد تندرست ہو جائے گی۔ زخم بہت معمولی ہے۔"

میریا نے چلا کر کہا "تمہارے سینے میں دل نہیں پتھر ہے۔ انجلا زندہ رہے یا مر جائے تمہیں اس سے کیا، تمہیں تو غرناطہ....."

میریا "غرناطہ" کہہ کر رک گئی۔ ابو داؤد نے محسوس کیا کہ قضا کا ہاتھ اس کے گلے تک پہنچ کر رک گیا ہے۔ وہ سراپا التجا بن کر اپنی بیوی کی طرف دیکھ رہا تھا اور میریا کی نگاہیں یہ ظاہر کرنے لگیں کہ وہ اس خطرناک موضوع پر مزید روشنی نہیں ڈالے گی تو ابو داؤد نے بلند آواز میں کہا۔ "ہاں ہاں! مجھے غرناطہ کی فکر ہے۔ غرناطہ کو ایسے وحشیوں کی یلغار سے بچانا ہر مسلمان کا فرض ہے جو لڑکیوں پر تیر چلانے میں بھی شرم محسوس نہیں کرتے اور انجلا کے زخمی ہونے کا میرے غرناطہ جانے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ تمہیں یہ تو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ جب باہر سے حملے کا خطرہ ہو تو روشن کمرے کی کھڑکیاں نہیں کھولی جاتیں اور تم سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ تم انجلا کو کھڑکی کے سامنے کھڑی ہونے سے منع کرو اور ربیعہ تم تو ایک عقلمند لڑکی ہو۔ تم نے ہی انجلا کو منع کر دیا ہوتا"۔

ربیعہ نے مرجھائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ابا جان! انجلا میرے ساتھ باتیں کر رہی تھی میرے بستر سے اٹھ کر یہ اپنے بستر کی طرف جا رہی تھی کہ اسے کھڑکی میں

سے تیر آ لگا۔“

ابو داؤد کی تمام شاطرانہ صلاحیتیں سمٹ کر اس کی آنکھوں میں آ چکی تھیں۔ میریا کو اس کی آنکھوں کی ایک خوفناک چمک اکثر مرعوب کر دیا کرتی تھی۔ وہ خاموش تھی لیکن یہ واقعہ معمولی نہ تھا۔ وہ اپنی سہمی ہوئی آنکھوں سے یہ کہہ رہی تھی کہ میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔ میں صرف میدان خالی ہونے کا انتظار کر رہی ہوں۔ جس انہماک کے بشیر بن حسن انجیلا کے زخم کی مرہم پٹی کر رہا تھا اس سے کہیں زیادہ توجہ کے ساتھ ابو داؤد اپنی بیوی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

بدر بن مغیرہ نے اس کارروائی کے دوران میں چند بار ربیعہ کی طرف دیکھا۔ وہ ابھی تک سراسیمگی کی حالت میں انجیلا کے بستر کے قریب کھڑی تھی اور انجیلا کے زخمی ہونے سے زیادہ وہ اس بات سے متاثر تھی کہ دشمن کے اچانک حملے کے باوجود بدر یا بشیر کے چہرے پر ذرہ برابر خوف یا اضطراب نہ تھا۔ اس نے جھجکتے ہوئے دبی آواز میں کہا۔ ”معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلعہ دشمن کے تیروں کی زد میں آ چکا ہے“۔

بدر بن مغیرہ خود اس سے کچھ کہنے کے لیے بیقرار تھا۔ ربیعہ کی آواز نے اسے فوراً متوجہ کر لیا اور اس نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔ ”معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کا کوئی بھٹکا ہوا سپاہی رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر یہاں تک آ پہنچا اور اپنی موت کو یقینی سمجھ کر اس نے اس طرف تیر چلا دیا ہے۔ اگر اب تک وہ مارا نہیں جا چکا تو گرفتار ضرور ہو چکا ہوگا۔ تھوڑی دیر پہلے مجھے اطلاع ملی تھی کہ دشمن کے سواروں کی ایک ٹولی قلعے کے قریب دیکھی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ انہی میں سے ایک ہو۔ مجھے آپ کی بہن کے زخمی ہونے کا افسوس ہے۔ اگر میری طرف سے تھوڑی سی کوتاہی نہ ہوتی اور میں بروقت آپ کے کمرے کے کھڑکیاں بند کروا دیتا تو شاید یہ حادثہ پیش نہ آتا۔ آپ

بیٹھ جائیں، گھبرائیں نہیں آپ کی بہن بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گی"۔

ربیعہ چند قدم پیچھے ہٹ کر اپنے بستر پر بیٹھ گئی۔ بدر نے بشیر کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔"میں ذرا مہمانوں کو تسلی دے آؤں"۔

بشیر نے کہا۔"بس میں بھی قریباً فارغ ہو چکا ہوں۔ اب صرف انہیں دوا پلانی ہے"۔

(۵)

کمرے سے نکلتے وقت بدر بن مغیرہ، ربیعہ کے بستر کے قریب رکا، اور دبی زبان میں بولا۔"آج کی فتح ایک شریف خاتون کے خواب کی تعبیر ہے۔ اگر اجازت ہو تو بادشاہ کے بھائی کے سامنے اس کا نام ظاہر کر دوں"۔

ربیعہ نے گھبرا کر پہلے کمرے کے دوسرے کونے میں اپنے ماں باپ اور پھر ملتجی نگاہوں سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا اور گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔"نہیں نہیں۔ خدا کے لیے نہیں۔" پھر وہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگی جو دنیا و مافیہا سے بے خبر میریا کی طرف اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے سانپ اپنے شکار کی طرف دیکھ رہا ہو۔

بدر نے کہا۔"تو مجھے الزغل کے سامنے جھوٹ بولنا پڑے گا۔ مجھے اس غیر متوقع حملے کے لیے اتنی بڑی تیاری کی کوئی اور وجہ بتانی پڑے گی"۔

ربیعہ نے قدرے جرأت سے کام لیتے ہوئے آنکھیں اوپر اٹھائیں اور اس کے منہ سے بے اختیار یہ نکل گیا۔"میرا خواب صرف آپ کے لیے تھا"۔

اس ایک فقرے میں ربیعہ نے تمام وہ رنگین داستانیں بیان کر دیں جو ابتدائے آفرینش سے حوا کی بیٹیاں فرزندان آدم کو سناتی چلی آئی ہیں۔ بولتے وقت اسے ان الفاظ کی گہرائیوں کا اندازہ نہ تھا لیکن دل کو لطیف اور خوش گوار دھڑکنوں

نے اسے فوراً آگاہ کر دیا کہ وہ ایک بہت بڑی چھلانگ لگا چکی ہے۔ اس کی آنکھیں جھک گئیں، اس کا چہرہ حیا سے تمتما اٹھا۔

بدر جا چکا تھا لیکن وہ یہی محسوس کر رہی تھی کہ وہ ابھی تک اس کے سامنے کھڑا اس کی طرف گھور رہا ہے اور صرف وہی نہیں کمرے کی ہر شے اسے گھور رہی ہے۔ اپنے رگ و پے میں ایک تو ارتعاش محسوس کرتے ہوئے وہ بستر سے اٹھی اور آنجلا کے بستر کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

بشیر بن حسن نے پیالی دوا ڈالی تو اس نے کہا۔ "لائیے میں پلا دیتی ہوں"۔

بشیر بن حسن اور اس کا نوکر باہر جانے لگے تو ابو داؤد نے کہا۔ "ٹھہریئے میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں"۔

بشیر نے کہا "آپ آرام کریں"۔

"نہیں اب صبح ہونے والی ہے اور انہوں نے کہا تھا کہ وہ علی الصباح حملہ کریں گے۔ اگر چہ میری تربیت سپاہیانہ نہیں ہے لیکن میرے جیسے آدمی کو سرحدی عقاب کی قیادت میں لڑنے کا موقع بار بار نہیں ملے گا۔ اگر میں نیزے اور تلوار کا صحیح استعمال نہ کر سکوں تو کم از کم قیدیوں کو گننے میں آپ کے ضرور کام آسکوں گا"۔

بشیر نے کہا۔ "میرے خیال میں ابھی ان کے جانے میں کچھ دیر ہے۔ آپ اتنی دیر بچوں کا دل بہلائیں۔ میں آپ کو وقت پر بلا لوں گا"۔

اتنی دیر میں الزغل کی صحبت میں بیٹھوں گا۔ ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا بار بار نصیب نہیں ہوتا۔

دراصل ابو داؤد الزغل کی صحبت میں بیٹھنے سے زیادہ اپنی بیوی کی قہر آلود نگاہوں سے دور رہنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ کمرہ خالی ہونے کا انتظار کر رہی

ہے اور اس کے بعد قسطلہ کی عام فہم زبان کے تیروں کی بارش رکنے کا نام نہیں لے گی ۔میریا نے نگاہوں کے جال بچھائے لیکن وہ اٹھ کر چل ہی پڑا تو اس نے کہا "تمہیں آنجلا کا بھی خیال نہیں ۔وہ زخم سے کراہ رہی ہے اور تمہیں سیر کا شوق چرایا ہے"۔

آنجلا بھی اپنی ماں کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی ۔وہ اس کی نگاہوں میں آنے والے طوفان کے ابتدائی جھونکے دیکھ چکی تھی ۔اس نے کہا "ابا جان آپ جائیں، میں بالکل ٹھیک ہوں"۔

ابو داؤد نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا ۔"ربیعہ تم اندر سے دونوں کمروں کے دروازے بند کرلو"۔

بشیر بن حسن نے کہا ۔"دروازے بند کرنے کی ضرورت نہیں ۔برآمدے میں کافی سپاہی گشت لگا رہے ہیں ۔ میں انہیں ہدایت کر جاتا ہوں اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو یہ اندر سے آواز دے دیں ۔ہاں کھڑکیاں ضرور بند کرلیں اور تسلی رکھیں کہ حملہ آوروں کے قلعے تک پہنچنے کا کوئی امکان نہیں ۔انہیں بہت دور روکا جا چکا ہے"۔

ابو داؤد چلا گیا تو میریا ربیعہ کی طرف بھوکے بھیڑیے کی طرح دیکھنے لگی ۔ آنجلا فوراً صورت حال کی نزاکت بھانپ گئی اور اس نے کراہتے ہوئے کہا ۔" ربیعہ ذرا میرا سر دبا دو ۔مجھے درد ہو رہا ہے"۔

ربیعہ اٹھ کر اس کے سرہانے بیٹھ گئی تو میریا بھی اٹھ کر آنجلا کے بستر کے قریب پہنچی اور کہنے لگی ۔"میری بیٹی! کہاں ہوتا ہے تمہیں درد؟" اور پھر ربیعہ کو بازو سے پکڑتے ہوئے جھنجھوڑ کر بولی "جاؤ تم"۔

آنجلا نے کہا ۔"نہیں نہیں امی جان! ربیعہ ایک دعا پڑھتی ہے جس سے میرا سر درد ٹھیک ہو جاتا ہے"۔

مامتا نے فوراً ہتھیار ڈال دیئے۔ میریا نے ملتجی ہو کر کہا۔ ''بیٹی ربیعہ! تمہاری دعا میں اثر ہے دعا کرو انجلا کا زخم اچھا ہو جائے۔ میں تمہارا احسان نہیں بھولوں گی''

۔

ربیعہ ایسے الفاظ سے فوراً نرم ہو جایا کرتی تھی۔ اس نے کہا ''امی جان! کیا انجلا کے لیے دعا کرنا بھی آپ پر احسان ہے۔ کیا انجلا میری بہن نہیں''۔

''ربیعہ تم فرشتہ ہو۔ اچھا بیٹھ جاؤ اپنی بہن کے پاس۔'' اس نے ایک طرف سمٹتے ہوئے کہا۔

انجلا نے کہا ''امی جان! آپ آرام کریں''۔

بیٹی جب تک تم تندرست نہیں ہو جاتیں مجھے آرام کہاں؟

''نہیں امی آپ جائیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔''

میریا نے کہا ''میں جانتی ہوں کہ تم اپنی بہن کے ساتھ پھر کوئی نہ ختم ہونے والی داستان شروع کرنا چاہتی ہو''۔

ربیعہ نے کہا ''امی جان آپ سو جائیں۔ وہ کہتے تھے کہ یہ قلعہ بالکل محفوظ ہے''۔

میریا نے اٹھ کر اپنے بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''خدا کرے کہ وہ واپس جانے پر مجبور ہو جائیں۔ ورنہ ہمیں انجلا کے ساتھ اس حالت میں سفر کرنا پڑے گا''۔

ربیعہ نے کہا ''وہ کہتے تھے کہ ان میں سے کوئی بھی شاید زندہ بچ کر نہ جا سکے۔

''

میریا نے مایوس ہو کر کہا۔ کون کہتا تھا؟

''سرحدی عقاب نے کمرے سے نکلتے ہوئے کہا تھا کہ میں آپ کو تسلی دوں''

-

تھوڑی دیر بعد جب اونگھتے اونگھتے بستر پر لیٹ گئی تو انجلا نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ ”ربیعہ تمہیں یقین ہے کہ یہ قلعہ فتح نہیں ہوگا“۔

ربیعہ نے کہا۔ ”مجھے یقین ہے“۔

”ربیعہ ہم شاید چند دن اور یہیں رہیں“۔

”جب تک تم سفر کے قابل نہیں ہوتیں ہمیں یہیں رہنا پڑے گا“۔

انجلا نے یہ جاننے کے لیے کہ اس کی ماں جاگ رہی ہے یا نہیں اسے آہستہ سے آواز دی اور اس کی طرف کوئی جواب نہ پا کر ربیعہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولی ”میں نے سر درد کا بہانہ کیا تھا“۔

ربیعہ نے جواب دیا ”مجھے معلوم ہے“۔

تمہیں کیا معلوم ہے؟

تم مجھے ماں کے غضب سے بچانا چاہتی تھیں۔

خدا کا شکر ہے کہ ابا جان باہر نکل گئے ورنہ امی آسمان سر پر اٹھا لیتیں۔

ربیعہ نے کہا۔ ”انجلا تمہیں زخم کی وجہ سے تکلیف تو ہوگی؟“

”نہیں جس زخم پر ان کے ہاتھ مرہم رکھیں وہاں درد نہیں ہو سکتا۔ ربیعہ سچ کہو تمہیں اس بات کی خوشی نہیں کہ ہمارا سفر ملتوی ہو جائے گا“۔

اس نے جواب دیا ”مجھے تمہارے زخمی ہونے کا افسوس ہے“۔

”کیا تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ نہیں تھی کہ کل کا سفر ملتوی ہو جائے؟“

یہ بیہودہ باتیں ہیں۔ میں کیسے یہ خواہش کر سکتی تھی کہ تم زخمی ہو جاؤ۔

اینجلا نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ ”ربیعہ جب وہ تمہارے علاج کے لیے آیا کرتا تھا تو میں یہ محسوس کیا کرتی تھی کہ تم میرا حق چھین رہی ہو۔ سچ پوچھو تو مجھے زخمی ہونے کا کوئی افسوس نہیں۔ وہ آج بہت پریشان تھا اور میں اس سے زیادہ کچھ اور نہیں چاہتی تھی کہ وہ میرے لیے پریشان ہو۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ میرا زخم اچھا ہوتا دیکھ کر اس کی پریشانی ختم ہو جائے گی۔“

”میرے خیال میں اس کی پریشانی دلچسپی ہو جائے گی۔“

”لیکن تم تو کہا کرتی ہو کہ میرے اور اس کے راستے مختلف ہیں۔“

”آئندہ میں یہ نہیں کہوں گی۔“

”ربیعہ میں تمہیں اس وقت دیکھ رہی تھی جب تمہارا عقاب آہستہ آہستہ تم سے کچھ کہہ رہا تھا اور تمہاری آنکھیں زمین میں گڑی جا رہی تھیں۔ تمہارا چہرہ حیا سے سرخ ہو رہا تھا۔“

تو تم اس حالت میں بھی میری ہی طرف دیکھ رہی تھیں؟

ہاں! کیا کہہ رہا تھا وہ؟

کچھ نہیں، وہ کہہ رہا تھا کہ قلعہ محفوظ ہے۔

نہیں وہ کچھ اور کہہ رہا تھا۔ میرے کان بہت تیز ہیں۔ بتاؤں وہ کیا کہہ رہا تھا

۔

بتاؤ؟

وہ یہ کہہ رہا تھا کہ ”خدا کا شکر ہے تمہیں چند دن اور یہاں رہنا پڑے گا“۔

”جھوٹی کہیں کی“۔ اینجلا ہنس پڑی۔

(۶)

الزغل، موسیٰ اور الزبغری صبح کی روشنی میں محاذ جنگ کا نقشہ دیکھ کر بدر بن مغیرہ کے انتظامات پر حیران تھے۔ حملہ آوروں میں بہت کم ایسے تھے جنہیں جان بچا کر بھاگنے کا موقع ملا۔ بدر بن مغیرہ کے تیر اندازوں نے حملہ آوروں کو وادیوں اور کھڈوں میں گھیر رکھا تھا۔

عیسائی اگر تیروں کی بارش میں کسی وادی سے نکلنے ہمت کرتے اور کسی دوسری وادی میں پہنچ کر ایک لمحہ کے لیے اطمینان کا سانس لیتے تو دوسرے لمحہ انہیں تیروں کی زیادہ خطرناک بارش کا سامنا کرنا پڑتا۔ پو پھٹتے ہی جب بدر بن مغیرہ اپنے مہمانوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعے سے باہر نکلا تو قلعے کے نقارے پر چوٹ پڑی اور آن کی آن میں چاروں طرف بیسویں نقارے بجنے لگے۔ پھر آس پاس کے جنگلوں میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دیں اور آن کی آن میں کوئی تین ہزار سوار قلعے کے دروازے کے سامنے جمع ہو گئے۔

الزغل نے کہا۔ "اگر میں جادو کا قائل ہوتا تو یہ کہتا کہ تم بہت بڑے جادوگر ہو۔ یہ فوج کہاں سے آئی"۔

"یہ سوار رات کے وقت محفوظ مقامات پر چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے رات کی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ ان کا کام اب شروع ہو گا۔ میرے تیر اندازوں نے مختلف جگہوں پر حملہ آوروں کے ریوڑ گھیر رکھے ہیں اور یہ نیزہ باز اب انہیں ایک جگہ جمع کریں گے۔"

دوپہر تک بدر بن مغیرہ کے ساتھ دشمن کے بقیۃ السیف آدمیوں کو گھیر کر ایک وادی میں جمع کر چکے تھے۔

ابو داؤد بھی زرہ اور خود پہن کر اپنی سپاہیانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کر چکا تھا۔
اسے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ حملہ آور فوج کا سپہ سالار مارا جا چکا ہے اور سرحد کا گورنر اس حملہ میں شریک نہیں تھا تاہم اسے ایک پریشانی اب بھی تھی اور اس پریشانی کو دور کرنے کے لیے وہ بے تحاشا ادھر اُدھر بھاگ رہا تھا اور اس بھاگ دوڑ میں دشمن کے تین آدمیوں کو موت کے گھاٹ بھی اتار چکا تھا۔
جب قیدیوں کو لمبی لمبی قطاروں میں کھڑا کیا گیا تو اس نے ایک ایک آدمی کو اچھی دیکھا اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر نیزہ بازوں کے ایک گروہ میں شامل ہو گیا۔
ایک وادی کے گھنے جنگل میں سے گزرے ہوئے اچانک اسے چند پیادہ سپاہی قیدیوں کی ایک ٹولی کو گھیرے میں لیے آتے دکھائی دیئے۔وہ اپنے دستہ سے الگ ہو کر گھوڑا بھگاتا ہوا ان کی طرف بڑھا۔چند بیس قیدیوں پر نگاہ دوڑانے کے بعد اس کی نگاہ ایک شخص پر مرکوز ہو کر رہ گئی اور اس نے جلدی سے خود کا نقاب ذرا اور نیچے کھسکا لیا۔یہ قیدی اس کا کوچوان تھا۔سپاہی اس کے ہاتھ کا اشارہ پا کر رک گئے ۔اس نے ایک نوجوان سے اس گروہ کا افسر معلوم ہوتا تھا سوال کیا"کیا آپ نے اس شخص کو دشمن کی فوج کے ساتھ گرفتار کیا ہے؟"
ہاں!اس نے جواب دیا"یہ ایک درخت پر چڑھ کر چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔"
"بڑا ملعون ہے یہ"یہ کہتے ہوئے وہ گھوڑے سے نیچے اتر پڑا۔گھوڑے کی باگ ایک سپاہی کے ہاتھ میں دے کر کوچوان کی طرف بڑھا اور قریب پہنچ کر بلند آواز میں بولا۔"مجھے یہ خیال بھی نہیں آ سکتا تھا کہ میرا اپنا نوکر اتنا نمک حرام اور منافق ہو سکتا ہے۔کہو اس قلعے کی طرف تم نے دشمن کی فوج کی راہنمائی نہیں کی؟تم زخمی تھے اور انہوں نے تمہیں اپنے قلعے میں پناہ دی اور تمہارا علاج کیا اور تم نے

احسانات کا یہ بدلہ دے رہے ہو۔اب کیا منہ لے کر ان کے سامنے جاؤ گے؟تم نے مجھے بھی شرمسار کیا"۔

کوچوان جو خود کے باعث اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا اس کی آواز پہچان کر بھونچکا سا رہ گیا۔یہ آواز اس کے آقا کی تھی لیکن الفاظ کسی اور کے تھے۔معاً اس کے دل میں خیال آیا کہ شاید مصلحت اسی میں ہو، اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا" میرے آقا آپ جانتے ہیں کہ میں بے قصور ہوں۔میں......"

وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن ابو داؤد نے اچانک پوری قوت کے ساتھ اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

نوجوان افسر نے اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔"تم کون ہو؟ قیدی کو قتل کرنا ہمارے دستور کے خلاف ہے۔تمہیں سرحدی عقاب کے سامنے اس کا جواب دینا پڑے گا"۔

ابو داؤد نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔"آپ فکر نہ کریں میں اس کا جواب دے لوں گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا خود اتار دیا اور پھر کہا"شاید آپ مجھے پہچانتے ہوں"۔

نوجوان افسر نے کہا۔میں آپ کو پہچانتا ہوں۔آپ ہمارے امیر کے مہمان ہیں۔میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ آپ نے اس شخص کو کسی معقول وجہ کے بغیر قتل نہیں کیا ہو گا لیکن اس وقت وہ جنگی قیدی تھا۔

ابو داؤد نے کہا"یہ شخص بیس سال سے میرا ملازم تھا۔میں انتہائی مصیبت کی حالت میں قسطلہ سے فرار ہوا۔وہ ہمارا پیچھا کر رہے تھے تو سرحدی عقاب نے ہماری

جانیں بچائیں۔ چند دن یہ بھی ہمارے ساتھ ان کا مہمان رہا۔ میں نے اسے گھر جانے کی رخصت دے دی تو یہ نصرانیوں کی فوج کی راہنمائی کرتا انہیں یہاں تک لے آیا۔ مجھے پکڑوا کر یہ زیادہ سے زیادہ چند درہم حاصل کر سکتا تھا لیکن اگر خدانخواستہ آپ مدافعت کے لیے تیار نہ ہوتے تو اس شخص کی جان بھی خطرے میں تھی جو اندلس کے مسلمانوں کا آخری سہارا ہے۔ اگر یہ عیسائی ہوتو میں یقیناً اسے قتل نہ کرتا لیکن یہ مسلمان تھا۔ ایسے شخص کے لیے دنیا کے کسی قانون میں رحم کی گنجائش نہیں۔ بتائیے اگر آپ میں سے کوئی میری جگہ ہوتا تو اس شخص کے ساتھ کیا سلوک کرتا؟''۔

نوجوان افسر نے لاجواب سا ہو کر کہا۔ ''معاف کیجئے مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ مسلمان تھا۔ بے شک ایسے آدمی کی سزا یہی ہو سکتی ہے۔''

ابوداؤد سپاہیوں سے پہلے بدر بن مغیرہ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے اپنے نوکر کے قتل کا واقعہ اس انداز سے اس کے سامنے بیان کیا کہ وہ اس کی نیک نیتی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ لیکن جب بشیر بن حسن کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو وہ تھوڑی دیر کے لیے ایک ذہنی کشمکش میں مبتلا رہا۔ تاہم ابوداؤد نے خود اس کے ساتھ یہ قصہ چھیڑ کر اس کے شکوک رفع کر دیئے۔

(۷)

بدر بن مغیرہ نے تمام قیدیوں کو ایک تنگ وادی میں جمع کر کے ان کے گرد تیر اندازوں کا پہرہ بٹھا دیا اور ایک دستہ ایک سو اجو اسیروں اور زخمیوں کے گھوڑے جمع کرنے میں مصروف تھا باقی تمام سواروں کو جوابی حملہ کے لیے تیاری کا حکم دیا۔

ظہر کی نماز کے بعد اس نے الزغل سے کہا ''میرا تھوڑا سا کام باقی ہے۔ آپ

قلعہ میں آرام کریں میں انشاءاللہ فارغ ہوتے ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔اس چھوٹی سی مہم کی راہنمائی کے لیے میں آپ کی شخصیت بہت بڑی سمجھتا ہوں ۔اس لیے آپ کو تکلیف نہیں دیتا ۔اس کے علاوہ غرناطہ نے ابھی تک قسطلہ کے خلاف باقاعدہ اعلان جنگ نہیں کیا ہے ۔میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو تیاری کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت مل جائے اور دشمن کو یہی غلط فہمی رہے کہ ان کی جنگ سر دست ہمارے ساتھ ہے''۔

الزغل نے کہا''تم کس جگہ حملہ کرنا چاہتے ہو۔''

بدر نے جواب دیا''میں کوئی خاص مقام معین نہیں کیا۔دشمن کا خیال تھا کہ ہم سو رہے ہیں ۔ہم نے انہیں یقین دلایا ہے کہ ہم جاگ رہے تھے ۔ہماری اس مہم میں لڑائی کم ہوگی اور سفر زیادہ ہوگا۔''

الزغل نے اپنی قبا اور عمامہ اتار کر ایک سپاہی کو دیتے ہوئے کہا ۔ مجھے ایک سپاہی کے لباس کی ضرورت ہے ۔ہم سب تمہارے ساتھ جائیں گے ۔آج کے دن تم ہمارے سپہ سالار ہو۔وہ دن آنے والا ہے جب تم غرناطہ کا جھنڈا اٹھاؤ گے لیکن آج میں سرحدی عقاب کا جھنڈا اٹھاؤں گا ۔ بدر گھبراؤ نہیں میں صرف حکم دینا ہی جانتا حکم ماننا بھی جانتا ہوں۔''

موسیٰ اور الزبغری اور ان کے ساتھیوں نے الزغل کی تقلید کی ہے اور بدر کے سپاہیوں کا لباس پہن کر اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد بدر بن مغیرہ تین ہزار سواروں کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا اور اپنا امتیازی نشان قائم رکھنے کے لیے سفید قبا اور سفید عمامہ پہنے ہوئے تھا۔

شام کے وقت فرڈی نینڈ کی مملکت کے سرحدی شہروں اور قصبوں کے

باشندے اپنے فاتح سپاہیوں پر پھول نچھاور کرنے کی بجائے سرحدی عقاب کے طوفانی حملے کا سامنا کر رہے تھے۔

اگلی صبح سورج نکلنے سے تھوڑی دیر بعد یہ فوج سرحد کے ایک وسیع و عریض علاقے کو تاخت و تاراج کر کے واپس عقابوں کی وادی میں پہنچ چکی تھی۔ بعض سواروں کے آگے مویشیوں کے ریوڑ تھے اور بعض اپنے گھوڑوں پر مال غنیمت لادے ہوئے تھے اور یہ فوج تاجروں کا ایک بہت بڑا قافلہ معلوم ہوتی تھی۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے مستقر پر پہنچ کر اعلان کیا کہ اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ غرناطہ کے بیت المال میں بھیجا جائے گا۔ اس کے بعد اس نے پانچ سو تازہ دم سواروں کو ایک نوجوان کی قیادت میں سرحدی قلعہ کی طرف کوچ کرنے کے لیے تیار کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ قیدیوں کو ہانک کر سرحد کے پار پہنچا آئیں اور ایک خاص ایلچی کو بشیر بن حسن کے نام یہ پیغام دے کر بھیج دیا کہ دشمن کے وہ زخمی جو چلنے پھرنے کے قابل نہ ہوں گھوڑوں پر سرحد کے پار پہنچا دیئے جائیں اور جن کی حالت زیادہ خراب ہو ان کا علاج کیا جائے۔ میں ایک دو دن یہیں رہوں گا۔

اس کے بعد جب بدر بن مغیرہ، الزغل، موسیٰ اور الزبغری کے ساتھ غرناطہ کے آئندہ اقدامات پر بحث کر رہا تھا تو الزغل نے کہا۔ ''فرڈی نینڈ باقاعدہ لڑائی شروع کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا اور اگر وہ اس قلعہ پر قبضہ کر لیتا تو باقاعدہ لڑائی چھڑ چکی تھی۔ اسے مزید تیاری کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ تمہاری اس شاندار کی فتح کی خبر سن کر غرناطہ کے لوگوں کے حوصلے بہت بلند ہو جائیں گے۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں خود غرناطہ کے لوگوں کو تمہاری اس شاندار فتح کی خبر سناؤں۔ اس کے بعد تم غرناطہ پہنچ جاؤ۔ اہل غرناطہ نے برسوں سے اپنی قوم کے کسی فاتح سپاہی کا استقبال نہیں کیا اور

غرناطہ کے شعراز ندوں سے مایوس ہو کر قبروں میں سونے والے سپاہیوں کے متعلق قصائد لکھتے ہیں، تمہیں دیکھ کر وہ یقیناً یہ خیال کریں گے کہ قدرت نے ان کے لیے حوادث کے سیلاب کا رخ بدلنے والا سپاہی بھیج دیا ہے اور عوام کا جوش وخروش دیکھ کر میرا بھائی فوراً اعلان جنگ کر دے گا۔وہ پہلے ہی سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے تیار ہے۔لیکن اسے ڈر ہے کہ قوم اس کا ساتھ نہیں دے گی“۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔”گزشتہ ملاقات کے بعد سے میں اپنے آپ کو غرناطہ کی فوج کا ایک سپاہی سمجھتا ہوں۔اس محاذ پر میری پیہم جنگ کا مقصد صرف ایک تھا اور وہ یہ کہ جب تک اہل غرناطہ خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے ہم فرڈی نینڈ کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھیں لیکن اب مجھے وہ دن دور نظر نہیں آتا جب وہ پوری قوت کے ساتھ غرناطہ پر حملہ کر دے گا۔ارغون کی ملکہ اور قسطلہ کے بادشاہ نے اپنی شادی کے دن یہ حلف اٹھایا تھا کہ وہ غرناطہ فتح کیے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے اور اب تک تیاریوں میں مصروف ہیں۔غرناطہ کو بچانے کی واحد صورت یہ ہے کہ ان کے حوصلے ہمیشہ کے لیے پست کر دیئے جائیں“۔

الزغل نے کہا۔”حقیقت یہ ہے کہ ہم صخرہ پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور میں اس مقصد کے لیے آپ کو لینے آیا تھا“۔

بدر نے کہا۔میری فوج کے تمام سپاہی حاضر ہیں۔میں ابھی آپ کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔

الزغل نے کہا۔نہیں آپ کے سپاہیوں کا اس محاذ پر رہنا ضروری ہے۔سر دست آپ انہیں کسی قابل اعتماد آدمی کی قیادت میں سونپ کر غرناطہ پہنچ جائیں۔شاید آپ کے پہنچنے سے ایک دو دن بعد ہی ابوالحسن جنگ کے اکھاڑے میں کودنے

کے لیے تیار ہو جائیں۔

موسیٰ نے کہا۔ میرے خیال میں اگر یہ فوج کے چند دستوں کے ساتھ غرناطہ پہنچیں تو لوگوں پر اس کا خوشگوار اثر ہوگا اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ ابتدائی جنگوں میں غرناطہ کی فوج کے طوفانی دستوں کی قیادت ان کے سپرد کر دی جائے۔ ان کی موجودگی میں لوگوں کا حوصلہ بہت بڑھ جائے گا۔ اس کے بدلے ہم اس سرحد کی حفاظت کے لیے اپنی فوج کے کچھ سپاہی یہاں بھیج دیں گے۔

بدر نے کہا۔ ''ہمارا مقصد دشمن پر فتح پانا ہے اور میں ہر اس محاذ پر پہنچتا رہوں گا جہاں میری ضرورت ہوگی۔ سر دست مجھے یہ اطمینان ہے کہ اگر میں دو ہزار سپاہی بھی یہاں سے لے جاؤں تو بھی ہمارا یہ مورچہ کمزور نہیں ہوگا۔ تاہم مجھے آپ کی اس تجویز سے اتفاق میں ہے کہ یہاں سپاہیوں کی تعداد میں کمی نہ آئے۔ اگر یہاں سے ایک ہزار تجربہ کار سپاہی نکالے جائیں تو ان کی جگہ غرناطہ سے اتنے ہی نئے سپاہی بھرتی کر کے بھیج دیئے جائیں۔ اس صورت میں یہ علاقہ ہمیں ایک دفاعی مرکز کا کام دے گا اور دوسرے ہم سرحد پر چھیڑ چھاڑ جاری رکھ کر فرڈی نینڈ کی توجہ ایک سے زیادہ محاذوں پر بانٹ سکیں گے''۔

الزیغری نے سوال کیا'' آپ کو یقین ہے کہ فرڈی نینڈ اس تازہ شکست کے بعد غرناطہ سے پہلے اس علاقے کو فتح کرنا ضروری خیال کرے گا؟''

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ''مجھے یقین ہے کہ گزشتہ تجربات نے اسے بہت دور اندیش بنا دیا ہوگا۔ اسے یہ یقین ہو چکا ہے کہ اگر خدانخواستہ وہ باقی تمام اندلس پر قبضہ کر لے تو بھی اسے برسوں تک ان چٹانوں کے ساتھ ٹکرانا پڑے گا۔ تاہم اگر وہ ایسا فیصلہ کرے تو یہ مسلمانان اندلس کے لیے ایک نیا شگون ہوگا۔ ہم کم از کم دس

برس تک اس کی تمام قوت اس محاذ پر مبذول رکھ سکیں گے اور اگر اہل غرناطہ خودکشی کا پورا ارادہ نہیں کر چکے تو اتنی مدت میں وہ کروٹ ضرور بدلیں گے"۔

الزیغری نے سوال کیا" اگر گستاخی نہ ہو تو میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس کتنی فوج ہے؟"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔" اب تک جتنے سپاہی آپ نے دیکھے ہیں اتنے ہی اور ہوں گے"۔

موسیٰ نے کہا" فرض کیجئے کہ حالات ہماری یا آپ کی توقع سے زیادہ آپ کو غرناطہ میں ٹھہرنے پر مجبور کر دیں تو آپ کے سالاروں میں سے کوئی ایسا ہے جو آپ کی غیر موجودگی میں ایسی ہوشیاری سے کام لے سکے جو آپ نے کل دشمن کے غیر متوقع حملہ کا مقابلہ کرنے میں دکھائی ہے۔ میرا مطلب ہے کوئی ایسا شخص جس کی موجودگی میں آپ کے سپاہیوں کو آپ کی غیر حاضری کا احساس نہ ہو۔"

اس میں شک نہیں کہ میرے سپاہی مجھ سے محبت کرتے ہیں لیکن یہ خدا کا فضل ہے کہ میرے پاس دس سے زیادہ آدمی ایسے ہیں جن میں ہر ایک میری جگہ لے سکتا ہے۔

الزغل نے کہا۔" آپ کی نظر میں ان میں سے بہترین کون ہے؟"

"میرا نائب منصور بن احمد"۔

"منصور بن احمد وہ نوجوان تو نہیں جو آپ کے ساتھ مشکی گھوڑے پر سوار تھا؟"

نہیں وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔ وہ قرطبہ گیا ہوا ہے۔

قرطبہ؟ کیا وہ قرطبہ کا باشندہ ہے؟

نہیں وہ اشبیلیہ کا باشندہ ہے اور قرطبہ کے دورے پر گیا ہوا ہے۔

دورے پر؟

"نئے سپاہی بھرتی کرنے کے لیے"۔

اور وہ اشبیلیہ سے خود یہاں کیسے پہنچا؟

جس طرح دوسرے سپاہی پہنچے ہیں۔ اسے بشیر بن حسن لایا تھا۔

اگلے دن الزغل اور اس کے ساتھیوں نے بدر بن مغیرہ سے یہ وعدہ لے کر کہ وہ ایک ہفتہ کے بعد ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ غرناطہ پہنچ جائے گا وہاں سے کوچ کیا۔



قوم اور اس کا سپاہی

(1)

سرحدی عقاب ایک ہزار سواروں کے ہمراہ غرناطہ میں داخل ہوا۔ اس کی تازہ فتح کی خبر سلطنت کے ہر شہر میں پہنچ چکی تھی۔ اہل غرناطہ کو برسوں کی آرزوؤں کے بعد اس کی صورت دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ برسوں کے بعد انہوں نے ایک فاتح کا جلوس نکالا۔ موسیٰ اور غرناطہ کی فوج کے چند بڑے بڑے عہدہ دار جنہوں نے غرناطہ سے ایک منزل آگے پہنچ کر بادشاہ کی طرف سے اس کا استقبال کیا تھا اس کے ہمرکاب تھے۔ غرناطہ کے تاجدار ابوالحسن، اس کا ولی عہد ابوعبداللہ محمد اور بادشاہ کا بھائی ابوعبداللہ الزغل شاہی محل کے دروازے کے برج پر کھڑے اس کا شاندار جلوس دیکھ رہے تھے۔ لوگوں کا جوش و خروش اس زمانے کی یاد تازہ کر رہا تھا۔ جب اندلس کے مجاہد شمال میں شاندار فتوحات حاصل کرنے کے بعد واپس آیا کرتے تھے۔

لوگ مکانوں کی چھتوں سے پھولوں کی بارش کر رہے تھے۔ بدر بن مغیرہ حسب معمول سفید قبا میں ملبوس تھا۔ لیکن آج اس کے چہرے پر نقاب نہ تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ موسیٰ اور بائیں ہاتھ الزبغری سوار تھا۔ غرناطہ کی فوج کے ایک اور جانباز سپاہی نعیم رضوان نے اس کے گھوڑے کی باگ تھام رکھی تھی اور سب سے آگے ایک مجاہد اپنے ہاتھ میں سرحدی عقاب کا ہلالی پرچم اٹھائے چل رہا تھا۔

یہ جلوس پھولوں کی سیج روندتا ہوا قلعے کے دروازے کے سامنے رکا۔ ابوالحسن نے الزغل کی طرف دیکھا اور مسرت کے آنسو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ’’مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ وہ ہمارا ہے۔‘‘ پھر وہ ابوعبداللہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ’’بیٹا تمہیں اس کے استقبال کے لیے باہر جانا چاہیے تھا‘‘۔

مجھے؟ ابو عبداللہ نے حیران ہو کر کہا۔

ہاں تمہیں۔ یہ تمہارا فرض تھا کہ سب سے پہلے تم اس کے ہاتھ کو بوسہ دیتے۔

لیکن شاہی گھرانے کا وقار۔

ابوالحسن نے کہا۔ شاہی گھرانے کا وقار ہمیشہ ایسے مجاہدوں کی تلوار کا شرمندۂ احسان ہوا کرتا ہے۔

الزغل نے کہا۔ ”آپ دربار میں جائیں۔ اسے وہاں لانے کے لیے میں خود جاتا ہوں“۔

ابوالحسن نے کہا۔ ”نہیں اب جب ابو عبداللہ نے شاہی گھرانے کے وقار کا سوال اٹھایا ہے اس کا قائم رہنا ضروری ہے۔ بدر بن مغیرہ کی پیشوائی کے لیے میں خود چلتا ہوں۔ آپ دربار میں جمع ہونے والے تمام امراء کو حکم دیجیے کہ وہ بھی باہر آ جائیں اور میرے لیے پھولوں کا ایک ہار بھی بھیج دیجیے اور موسیٰ کو یہ کہلا بھیجیے کہ وہ تھوڑی دیر اور جلوس کو دروازے پر روکے۔“

لوگ قلعے کے دروازے کے سامنے بدر بن مغیرہ کے گرد گھیرا ڈالے فلک شگاف نعرے لگا رہے تھے۔ موسیٰ نے اپنا گھوڑا آگے بڑھا کر راستہ صاف کیا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ یہ جلوس آگے روانہ ہو شاہی ایوان کا ناظم بھاگتا ہوا قلعہ سے باہر نکلا اور موسیٰ کے قریب پہنچ کر بولا۔ ”شاہی فرمان ہے کہ معزز مہمان کو تھوڑی دیر کے لیے یہاں روکا جائے“۔

”تھوڑی دیر بعد ابوالحسن امرائے سلطنت کے ساتھ دروازے پر نمودار ہوا اور لوگ تصویر حیرت بنے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ابوالحسن کو سیڑھیوں سے نیچے اترتا دیکھ کر موسیٰ اور الزبغری گھوڑوں سے اتر پڑے۔ نعیم رضوان نے جو بدر بن مغیرہ کے

گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے تھا اس کی طرف مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا "بادشاہ سلامت خود تشریف لا رہے ہیں" بدر بن مغیرہ نے گھوڑے سے چھلانگ لگادی۔"

(۲)

اتنی دیر میں ابوالحسن اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے مصافحہ کرنے کی بجائے اسے گلے لگانے کے بعد اس کی گردن میں پھولوں کا ہار ڈال دیا اور پھر علمبردار کے ہاتھ سے جھنڈا لے کر اسے بوسہ دیتے ہوئے بولا۔ "موسیٰ! اہل غرناطہ کو خوشخبری دو کہ آج سے ہمارے محل پر سرحدی عقاب کا پرچم لہرائے گا۔ ہمارے پرچم بوسیدہ ہو چکے تھے۔ بدر بن مغیرہ ہمارے لیے ایک نیا پرچم لے کر آیا ہے۔ ہماری تلواریں زنگ آلود ہو چکی تھیں قدرت نے انھیں نئی چمک عطا کرنے والا بھیج دیا۔ ہم اپنے معزز مہمان کی تشریف آوری کے لیے ان کے شکر گزار ہیں"۔

موسیٰ سیڑھیوں پر کھڑا ہو کر ہجوم کی طرف متوجہ ہوا۔ لوگ ایک دوسرے کو خاموشی کی تلقین کرنے لگے۔ وہ موسیٰ کو غرناطہ کی زبان! سمجھتے تھے۔ جب اس نے ہاتھ بلند کیے تو لوگ دم بخود



فٹ نوٹ:۱: موسیٰ بن ابی غسان کی شعلہ بیانی اور آتش نوائی کے قصے اب تک مشہور ہیں۔ جہاں تک شجاعت کا تعلق ہے اس کی شخصیت ہندوستان کے سلطان ٹیپو اور ترکی کے انور پاشا کے سے مختلف نہیں۔ اسپین کے مورخین نے اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ جب اندلس میں مسلمانوں کی کشتی طوفان حوادث میں ڈگمگا رہی تھی موسیٰ کی شخصیت ان کے لیے روشنی کا مینار تھی۔ اندلس کے مسلمانوں کے زوال کی داستان اس وقت مکمل ہوئی جب اس اولوالعزم مجاہد کی تلوار ٹوٹ چکی تھی۔ دارالحمراء کی دیواریں اس وقت متزلزل ہوئی جب یہ آہنی ستون گر چکا تھا۔ اس کی ولولہ انگیز تقریروں نے کئی بار غرناطہ کے لوگوں کو خواب

غفلت سے جگایا۔ اس کی تلوار انہیں بارہا فتح اور آزادی کی شاہراہ تک لے گئی لیکن وہ اس قوم کو تباہی سے نہ بچا سکا جس کے اکابرین میں سے اکثر خودکشی کا فیصلہ کر چکے تھے۔

☆☆☆

ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ موسیٰ نے تقریر شروع کی:۔

"غرناطہ کے لوگو! آج تمہارے درمیان وہ اولوالعزم مجاہد کھڑا ہے جس نے اندلس کی تاریخ میں اپنا نام نوک شمشیر سے لکھا ہے جس نے مٹھی بھر مجاہدین کے ساتھ کئی بار فرڈی نینڈ کی ٹڈی دل افواج کو شکست دی ہے۔ بدر بن مغیرہ تمہارا سرحدی عقاب، تمہارے لیے ایک پیغام لے کر آیا ہے اور وہ پیغام یہ ہے کہ وہ جماعت جو اپنی عزت اور آزادی کے لیے خون میں نہانے اور آگ میں کودنے کے لیے تیار ہو اسے دنیا کی کوئی طاقت مغلوب نہیں کر سکتی"۔

قرطبہ، اشبیلیہ اور طلیطلہ میں ہماری عظمت کے جھنڈے اس لیے سرنگوں ہو گئے کہ ہم خود وہ راستہ اختیار کر چکے تھے جو قوموں کو اوج کمال سے قعر مذلت کی طرف لے جاتا ہے۔ ہمارے اسلاف نے ان شہروں میں اپنے خون سے جو نقش ونگار بنائے تھے، انہیں ہم نے اپنے آنسوؤں سے

دھو ڈالا ۔ مسلمانو! اگر تم نے اہل قرطبہ کے انجام
سے عبرت حاصل نہ کی تو یاد رکھو مستقبل کے مورخ
صرف ماضی کے کھنڈروں میں تمہاری داستان کے
بکھرے ہوئے اوراق تلاش کیا کریں گے ۔

قرطبہ اور اشبیلیہ کی عظیم الشان سلطنتیں کسی
دشمن کی قوت نے ہمارے ہاتھ سے نہیں چھینیں،
انہیں ہم نے خود کھویا ہے ۔ ہماری ترقی اور فلاح کا
راز اس شاہراہ عظیم پر چلنے میں تھا جو ہمیں محمد مصطفےٰ
نے دکھائی تھی ۔ اس شاہراہ پر چلتے ہوئے ہم عرب
کے ریگزاروں سے نکل کر ہسپانیہ کے مرغزاروں
تک آپہنچے ۔ اسی شاہراہ پر چلتے ہوئے ہم نے قیصر
اور کسریٰ کے تاج پاؤں تلے روند ڈالے ۔ یہ شاہراہ
ہمیں افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں اور کوہ البرز کی
برفانی چوٹیوں تک لے گئی ۔

ہمارا تنزل اس وقت شروع ہوا جب ہم یہ
شاہراہ چھوڑ چکے تھے ۔ اسلام نے ہمارے لیے
قدرت کے انعامات کا دروازہ کھولا تھا ۔ لیکن ہم
نے اپنے ہاتھوں سے رحمت کا یہ دروازہ بند کر دیا ۔
اسلام نے ہمیں جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا تھا لیکن
ہم خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو گئے ۔ اسلام نے ہمیں

ایک ہونے کی تعلیم دی تھی لیکن ہم جماعتوں اور فرقوں میں بٹ گئے۔اسلام نے نسلیت کے بت توڑ کر اسلامی اخوت کی بنیاد ڈالی تھی اور عربی اور عجمی کو ایک صف میں کھڑا کیا تھا لیکن ہم نے اس بت کو دوبارہ اپنی آستینوں میں جگہ دی۔ہم نے ایک خدا کی رسی چھوڑ دی اور نسلیت اور وطنیت کے بتوں کے سامنے سر جھکا دیا۔دنیا کے ہر گوشے میں ایک نسل اور وطن کے مسلمانوں کی تلواریں اور دوسری نسل اور وطن کے مسلمانوں کی تلواروں کے ساتھ ٹکرائیں۔عربی نے عجمی اور عجمی نے عربی کا گلا کاٹا۔ترکی اور ایرانی ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے اور اسلام کی چٹان ریت کا انبار بن کر رہ گئی۔تاریخ شاہد ہے کہ ہماری اجتماعی قوت ایک ایسا سیلاب تھا جو مزاحمت کی ہر دیوار کو بہا کر لے گیا لیکن جب ہم میں نسلیت کا فتنہ بیدار ہوا، ہمیں دنیا کی حقیر ترین اقوام کے ہاتھوں بدترین شکست دیکھنی پڑیں۔اس کے باوجود ہم نے ان واقعات سے عبرت حاصل نہ کی۔

غرناطہ کے مسلمانو! میں تم سے پوچھتا ہوں کیا صدیوں کی حکومت کے بعد قرطبہ، اشبیلیہ اور

اندلس کے دوسرے شہروں کا ہمارے ہاتھ سے
چھن جانا اس لیے نہ تھا کہ ہم میں نسلیت کا فتنہ
بیدار ہو چکا تھا۔مقام عبرت ہے کہ جب عیسائیوں
کی افواج ان شہروں کا محاصرہ کر رہی تھی اندلس کے
مسلمانوں میں عربی ہسپانوی اور بربری ایک
دوسرے کا گلہ کاٹنے کی کوشش کر رہے تھے، اندلس
کے شہر ایک ایک کر کے ہمارے قبضہ سے نکل گئے
۔مسلمان اس قوم کے غلام بنا دیئے گئے جس پر
انہوں نے صدیوں حکومت کی تھی ۔آج صرف
غرناطہ کی چھوٹی سی سلطنت ہمارے قبضہ میں رہ گئی
ہے ۔یہ ہمارا آخری حصار ہے اور دشمن اس پر بھی
قبضہ کرنے کی فکر میں ہے ۔لیکن ہمیں ابھی تک
ہوش نہیں آیا۔ہم میں ابھی تک نسلیت کا فتنہ موجود
ہے ۔ہم اب بھی ہسپانوی،عربی اور بربری کا فرق
مٹانے کے لیے تیار نہیں۔

اندلس کے وہ مسلمان جو عیسائیوں کی غلامی
میں بدترین اذیتیں برداشت کر رہے ہیں اس امید
پر زندہ ہیں کہ غرناطہ کے مسلمان ان کی مدد کے لیے
پہنچیں گے ۔تم ان کا آخری سہارا ہو لیکن اگر خدا
نخواستہ تم اپنی حفاظت بھی نہ کر سکے ۔تو اندلس کے

مسلمانوں کی تاریخ آنے والی نسلوں کے لیے ایک
عبرت ناک داستان بن کر رہ جائے گی۔ اور سیاح
ان اجڑی ہوئی عمارات کو دیکھ کر یہ کہیں گے کیا
انھیں تعمیر کرنے والے واقعی مسلمان تھے۔

فرڈی نینڈ نے ہم سے خراج مانگا ہے اور ہم
نے اسے یہ جواب دیا ہے کہ ہمارے دارالضرب
میں صرف تلواریں بنتی ہیں اور یہ جواب اس یقین
کے ساتھ ہم نے دیا ہے کہ ہماری تلواریں ہماری
آزادی کی حفاظت کرسکتی ہیں۔"

موسیٰ کی تقریر کے بعد لوگ شور مچانے لگے کہ ہم سرحدی عقاب سے کچھ سننا چاہتے ہیں۔ ابوالحسن نے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ ضرور کچھ کہیں۔ میرے محل کے سامنے کبھی اتنے آدمی اکٹھے نہیں ہوئے۔"

بدر بن مغیرہ تذبذب کی کی حالت میں ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ موسیٰ نے بازو سے پکڑ کر اسے سیڑھیوں پر کھڑا کر دیا۔

بدر بن مغیرہ کے لیے اتنے آدمیوں کے سامنے تقریر کرنا ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔ چند لمحات کے لیے وہ تذبذب کی حالت میں لوگوں کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے جھجکتے ہوئے ابتدا کی:۔

"زندہ دلانِ غرناطہ! موسیٰ بن ابی غسان
کی تقریر کے بعد میں کسی اور تقریر کی ضرورت نہیں
سمجھتا اور شاید تم بھی خوابِ غفلت سے جاگنے کے

لیے صور اسرافیل کے بعد کسی اور ہنگامے کی ضرورت محسوس نہ کرو۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ جو قوم اپنے دورِ انحطاط میں بھی ابو موسیٰ جیسا مجاہد پیدا کر سکتی ہے اسے کوئی نہیں مٹا سکتا لیکن یہ ضروری ہے کہ تم جس شخص کو اپنا راہنما سمجھو اس کی آواز پر صدقِ دل سے لبیک کہو۔ وہ جو کہے اس پر عمل کرو۔ یاد رکھو! دنیا کا بڑے سے بڑا طبیب ایسے مریض کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا جو مرنے پر تلا ہوا ہو۔ تم اپنے گردوپیش سے اچھی طرح واقف ہو۔ تمہارے افق پر چاروں طرف مصائب کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ قرطبہ اور اشبیلیہ میں ہماری سطوت کے محل مسمار ہو چکے ہیں۔ اس ملک میں آٹھ سو برس کی حکومت کے بعد ہماری قوم کے لاکھوں افراد ایک ایسے دشمن کی غلامی کی چکی میں پس رہے ہیں جس کے دل میں ہمارے لیے نہ رحم ہے اور نہ انصاف۔ آج صرف غرناطہ ہمارا آخری حصار رہ گیا ہے اور اگر ہم نے ان غلطیوں کا اعادہ کیا جو قرطبہ، اشبیلیہ اور طلیطلہ وغیرہ میں ہمارے بھائیوں سے سرزد ہو چکی ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ کسی دن یہ بھی ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ جب شمال کے

عیسائی امراء ہمارے خلاف متحد ہو رہے تھے۔ ان شہروں میں ہمارے ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھے۔ ایک کافر دوسرے کافر کو گلے لگا رہا تھا لیکن ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا گلا کاٹ رہا تھا۔ ہمارے دشمنوں نے یہ ثابت کر دکھایا کہ تمام کفر ایک ہے لیکن ہم یہ ثابت نہ کر سکے کہ اگر تمام کفر ایک ہے تو تمام اسلام بھی ایک ہے۔ وہ فتوحات کے شوق میں متحد ہو گئے لیکن ہمیں اپنی شکست کا خوف بھی متحد نہ کر سکا۔ مراکشی مسلمان بربری مسلمان کا دشمن بنا رہا۔ اور بربری مسلمان اندلسی مسلمان کے خون کا پیاسا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ شہر ایک ایک کر کے ہمارے ہاتھ سے نکل گئے۔

دشمنانِ اسلام پھر ایک بار متحد ہو رہے ہیں۔ اب ان کی نظر غرناطہ پر ہے۔ اگر خدانخواستہ ہم غرناطہ کی حفاظت بھی نہ کر سکے تو اندلس میں مسلمانوں کا صرف نام رہ جائے گا۔ یہ سب باتیں ابوموسیٰ تم سے کہہ چکا ہے۔ میں صرف ایک بات تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ اب الفانسو کی بجائے فرڈی نینڈ ہمارے ساتھ تلوار کی زبان سے ہمکلام ہونا چاہتا ہے اور ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ مسلمان آج

بھی تلوار کی زبان بولنا جانتا ہے ۔ اہل غرناطہ!

قوموں کی زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے

جب قلم کی بجائے تلوار کی زبان زیادہ صحیح ہوتی ہے

اور تمہارے لیے وہ وقت آچکا ہے"۔

بدر بن مغیرہ کی تقریر کے جب لوگ نعرے لگا رہے تھے ابوالحسن نے اس سے کہا۔ "میں آپ کے ساتھ باتیں کرنے کے لیے بے قرار ہوں۔ جلوس کے اختتام پر ابوموسیٰ آپ کو میرے پاس لے آئے گا"۔

(۳)

سرحدی عقاب کی آمد سے دس دن بعد غرناطہ کے باشندے ہزاروں کی تعداد میں شہر سے باہر کھڑے ہو کر ابوالحسن کی فوج کو خدا حافظ کہہ رہے تھے۔ برسوں کے بعد غرناطہ کی فوج پہلی بار اپنی سلطنت کے کسی امیر کی سرکوبی کی بجائے دشمن کے خلاف کسی محاذ پر جا رہی تھی۔ برسوں کے بعد ہسپانوی، بربری اور عربی مسلمان امراء اور سپاہی ایک امیر کے جھنڈے تلے جمع ہوئے تھے۔

ابوالحسن نے کوچ کا حکم دینے سے پہلے فوج کا معائنہ کرنے کے بعد بدر بن مغیرہ سے کہا۔ "بدر! تم نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑا ہے۔ خدا کی قسم! اگر عربی، بربری اور ہسپانوی مسلمان اسی طرح دوش بدوش کھڑے رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ قیامت کے دن ہمیں اپنے اسلاف کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ ہم پھر ایک بار فرانس تک پہنچیں گے"۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ جب تک آپ کی تلوار نیام سے باہر رہے گی۔ اہل غرناطہ میں انتشار پیدا نہیں ہوگا۔ ان لوگوں کو ایک صف میں

کھڑا کرنے کے لیے ایک متحدہ محاذ کی ضرورت تھی ۔ جب تک ہماری تلواریں نصرانیوں کے ساتھ ٹکراتی رہیں گی اس وقت تک مسلمان گھریلو جھگڑوں کی طرف توجہ نہیں دیں گے''۔

الزغل اس مہم میں اپنے بھائی کا ساتھ دینے پر مصر تھا لیکن بعض وجوہات کی بنا پر ابوالحسن نے دارالسلطنت کی حفاظت اور اس سے زیادہ اپنے بیٹے کی نگرانی کے لیے اپنے بھائی کو دارالخلافہ میں چھوڑنا مناسب خیال کیا۔

موسیٰ ابن ابی غسان اس کا نائب سالار تھا اور ہراول کے طوفانی دستوں کی قیادت بدر بن مغیرہ کے سپرد تھی۔

ابوالحسن نے سرحد کے چند علاقے مسخر کرنے کے بعد صخرہ کا محاصرہ کرلیا اور جب غرناطہ میں اس شہر کے محاصرہ کی خبر پہنچی تو عوام میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ صخرہ کا عیسائی حاکم مسلمانوں پر اپنے وحشیانہ مظالم کے باعث فرڈی نینڈ کے تمام عمال سے زیادہ بدنام تھا۔ اہل غرناطہ برسوں سے صخرہ سے بھاگ کر غرناطہ میں پناہ لینے والے مسلمانوں کی مظلومیت کی داستانیں سن رہے تھے صخرہ کے محاصرہ کی خبر سن کر انھوں نے مساجد میں ابوالحسن کی فتح اور درازی عمر کے لیے دعائیں کیں۔

ابوالحسن کا خیال تھا کہ صخرہ کا محاصرہ طول کھینچے گا لیکن چار دن کے بعد رات کے تیسرے پہر شہر کے باغی مسلمانوں کی ایک جماعت نے پہریداروں پر حملہ کر کے شہر کا ایک دروازہ کھول دیا اور ابوالحسن کی فوج جسے وہ پہلے ہی اپنے اس ارادے سے باخبر کر چکے تھے معمولی مزاحمت کو کچلنے کے بعد شہر پر قابض ہوگئی۔

اس جنگ میں زخمیوں کی تعداد بہت کم تھی ۔ انہیں ابوالحسن کے حکم سے گورنر کے محل کے ایک کشادہ کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ دوپہر کے وقت ابوالحسن، موسیٰ، بدر

اور چند اور سالاروں کے ساتھ زخمیوں کو دیکھنے کے لیے آیا۔ چند جراح جوان زخمیوں کی مرہم پٹی کر رہے تھے ادب سے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے لیکن ایک شخص جو انتہائی انہماک کے ساتھ ایک سپاہی کے ایک سر اور گردن کے زخموں پر پٹی باندھ رہا تھا، ابو الحسن کے قریب پہنچنے پر بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔ لباس سے بھی وہ ایک طبیب یا جراح کی بجائے سپاہی معلوم تھا۔ اس کی زرہ چمک رہی تھی۔

ابو الحسن نے ایک ثانیہ کے لیے زخمی کی طرف دیکھا اور طبی دستہ کے سالار کو آواز دے کر کہا "اس آدمی کو آپ کی توجہ کی ضرورت ہے"۔

طبی دستے کا سالار بھاگتا ہوا آگے بڑھا اور زرہ پوش کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے بولا۔ "میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا کہ یہ ہمارا کام ہے"۔

جب زرہ پوش نے اس پر بھی سنی ان سنی کر دی تو اس نے ذرہ ترش ہو کر کہا۔ "اگر آپ کو میرا لحاظ نہیں تو کم از کم بادشاہ سلامت کی موجودگی کا لحاظ ضرور ہونا چاہیے ۔سپاہی کا مقام میدان جنگ ہے یہ جگہ نہیں۔"

زرہ پوش نے ایک ثانیہ کے لیے گردن اوپر اٹھائی اور جواب دیا۔

"آپ میرا وقت ضائع نہ کیجئے۔ زخمی کی حالت بہت نازک ہے"۔

بدر بن مغیرہ زرہ پوش کی آواز سن کر چونک پڑا لیکن چونکہ آنکھوں کے سوا اس کا چہرہ خود میں چھپا ہوا تھا اس لیے وہ زرہ پوش کو فوراً نہ پہچان سکا۔ طبی دستے کا سالار رسٹ پٹا گیا اور اس نے کہا۔ "اگر آپ کو پٹی باندھنے کا شوق ہے تو باہر جا کر دشمن کے کسی مقتول پر طبع آزمائی کریں"۔

زرہ پوش نے پٹی کو آخری گرہ دیتے ہوئے کہا "مجھے پٹی باندھنے کا شوق نہیں، زخمیوں کا علاج کرنے کا شوق ہے"۔

ابوالحسن کی حیرت دلچسپی میں تبدیل ہو چکی تھی لیکن طبیب کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔اس نے زخمی کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے ایک اور طبیب کو آواز دے کر کہا۔''اسے باہر لے جاؤ۔یہ کوئی جنونی قسم کا آدمی معلوم ہوتا ہے''۔

دوسرا طبیب آگے بڑھا لیکن ابوالحسن کا اشارہ پا کر اس نے اپنے افسر کے حکم کی تعمیل نہ کی۔

طبی دستہ کے سالار نے زخمی کی پٹی کھولنے کی کوشش کی لیکن زرہ پوش نے اس کا ہاتھ روکتے ہوئے کہا۔''اگر آپ نے پٹی کھول دی تو اس کی موت یقینی ہے۔میں آپ کے کام میں دخل نہ دیتا لیکن آپ کو شاید یاد نہیں کہ آپ نے اسے ناقابل علاج سمجھ کر چھوڑ دیا تھا''۔

اس دوران میں بدر بن مغیرہ کے تمام شکوک دور ہو چکے تھے۔آواز کے علاوہ وہ زرہ پوش کا حلیہ بھی پہچان چکا تھا۔وہ ان ہاتھوں سے مانوس تھا جو کئی بار اس کے اپنے زخموں پر مرہم رکھ چکے تھے۔اس کی حیرانی مسرت میں تبدیل ہو چکی تھی۔اس نے طبی دستے کے سالار سے مخاطب ہو کر کہا۔''آپ پریشان نہ ہوں۔میں انہیں جانتا ہوں۔بشیر! تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟''۔

زرہ پوش نے خود کا نقاب اوپر سرکا دیا اور اٹھ کر ادب کے ساتھ ابوالحسن کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

موسیٰ نے چونک کر کہا۔''بشیر بن حسن!......آپ یہاں کب آئے؟''

اس نے جواب دیا۔''میں آج ہی یہاں پہنچا ہوں''۔

موسیٰ نے ابوالحسن سے مخاطب ہو کر کہا۔''یہ بشیر بن حسن ہیں۔یہ ہمارے

عقاب کے پروں کی رکھوالی کرتے ہیں"۔

ابوالحسن نے گرم جوشی کے ساتھ بشیر بن حسن سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔" میں آپ کی تعریف سن چکا ہوں"۔

بشیر بن حسن نے ابوالحسن کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔" معاف کیجئے میری طرف سے آداب بجالانے میں کوتاہی ہوئی زخمی کی حالت خراب تھی"۔

طبی دستے کا سالار پریشانی، ندامت اور بے کسی کی حالت میں کھڑا تھا۔بشیر بن حسن نے اس سے مخاطب ہو کر کہا" میں بے جا مداخلت کا مجرم ہوں لیکن یہ شخص بازار میں بے ہوش پڑا تھا اور سپاہی اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ آئے تھے۔ مجھے اس میں زندگی کے آثار دکھائی دیئے اور اسے یہاں اٹھا لایا۔آپ چونکہ بے حد مصروف تھے اس لیے آپ اس پر توجہ نہ دے سکے"۔

طبی دستہ کے سالار نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔"بشیر بن حسن کے سامنے اپنی کمتری کا اعتراف کرنا بھی میرے لیے باعث فخر ہے۔جب آپ اسے یہاں لائے تھے تو میری نگاہ میں اس کی حالت مایوس کن تھی۔اسے طبیب سے زیادہ معجزہ کرنے والے کی ضرورت تھی اور اندلس میں فقط بشیر بن حسن کے نام کے ساتھ ایسے معجزات وابستہ کئے جاتے ہیں۔ہمارے پاس چند اور زخمی بھی آپ کی توجہ کے محتاج ہیں"۔

ایک اور نوجوان جراح نے آگے بڑھ کر کہا۔" میں نے آپ کو قرطبہ میں دیکھا تھا لیکن خود کے باعث آج میں پہچان نہ سکا"۔

بشیر بن حسن نے کہا۔" مجھے ڈر تھا کہ خود کے بغیر آپ کو میری اجنبیت اور زیادہ محسوس ہوگی۔اس کے علاوہ زخمیوں میں ہمارے چند ساتھی بھی ہیں۔ مجھے خطرہ تھا

کہ وہ مجھے دیکھ کر شور مچائیں گے اور آپ میں سے بعض زخمیوں کو چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہو جائیں گے اور میں بھی اس زخمی کی حالت پر پوری توجہ نہیں دے سکوں گا"۔

ابوالحسن نے کہا۔ "ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس بات کا احساس نہیں کیا۔" آپ دوسرے زخمیوں کو دیکھیں اور فارغ ہو کر مجھ سے ضرور ملیں"۔

ابوالحسن، بدر بن مغیرہ اور موسیٰ چلے گئے اور بشیر بن حسن دوسرے زخمیوں کی مرہم پٹی میں مشغول ہو گیا۔ اندلس کے باقی شہروں کی طرح غرناطہ میں بھی اس کے نام کی شہرت پہنچ چکی تھی۔ طبی دستہ کے تمام افراد اس کے ساتھ مصافحہ کرنے، ہم کلام ہونے اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے میں فخر محسوس کرنے لگے۔ ان کے احساس مرعوبیت کی ایک وجہ یہ تھی کہ بشیر بن حسن سرحدی عقاب کا ساتھی تھا۔

طبی دستے کا سالار دیر تک اپنے طرز عمل پر پریشان رہا۔ بالآخر اس نے بشیر بن حسن سے کہا "میں ابھی تک معذرت کے لیے موزوں الفاظ سوچ رہا۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ نے میرے متعلق بہت بری رائے قائم کی ہو گی"۔

بشیر نے جواب دیا۔ "آپ پریشان نہ ہوں ممکن ہے کہ اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو ایک اجنبی کے ساتھ زیادہ سختی سے پیش آتا"۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ زخمی جس کی بشیر بن حسن نے سب سے پہلے مرہم پٹی کی تھی، نیم بے ہوشی کی حالت میں آہستہ آہستہ کراہنے لگا۔ بشیر بن حسن نے اپنے تھیلے سے ایک دوا نکال کر پیالی میں ڈالتے ہوئے ایک طبیب سے کہا۔ "یہ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آ جائے گا۔ جب آنکھیں کھولے آپ فوراً اسے یہ دوا پلا دیں۔ دوا پیتے ہی اسے نیند آ جائے گی۔ شام کے وقت میں خود آ کر اس کی حالت دیکھوں گا۔ اس

وقت آپ یہ خیال رکھیں کہ کوئی اسے جگانے یا اس کے ساتھ بات کرنے کی کوشش نہ کرے"۔

(۴)

دوپہر کے وقت جب بدر بن مغیرہ کو تنہائی میں بشیر کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع ملا تو اس نے اپنے دوست کی غیر متوقع آمد کی وجہ پوچھی۔ بشیر بن حسن نے جواب دیا "میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ میں غرناطہ سے ابوالحسن کی فوج کی روانگی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھوں لیکن مجھے اس وقت اطلاع ملی جب یہ فوج غرناطہ سے کوچ کر چکی تھی۔ تاہم میں نے خیال کیا کہ میں جنگ کے دوران میں ضرور پہنچ جاؤں گا...... ابوداؤد بھی مجھے غرناطہ تک اپنے ساتھ لے جانے پر بضد تھا۔ منصور بن احمد نے میری درخواست اور ابوداؤد کی سفارش پر مجھے اجازت دے دی۔ غرناطہ پہنچ کر مجھے پتہ چلا کہ آپ صخرہ کا محاصرہ کر چکے ہیں۔ میں یلغار کرتا ہوا آج صبح یہاں پہنچا تو یہ شہر فتح ہو چکا تھا۔"

بدر بن مغیرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور میں زخمی نہ تھا اس لیے تمہاری ادویات دوسروں کے کام آئیں۔ سچ کہو تمہاری یہ بھاگ دوڑ میری وجہ سے نہ تھی"۔

"تمہاری سلامتی میری زندگی کا ایک مقصد ہے"۔

"ایک فرد کی سلامتی میرے خیال میں ایسا بلند مقصد نہیں جس پر فخر کیا جا سکے"

۔

بشیر بن حسن نے محبت بھری نگاہوں سے اپنے دوست کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بدر! تم میرے لیے ایک فرد نہیں ایک قوم ہو اور اگر میں ایک طبیب کی زبان

استعمال کروں تو میں یہ کہوں گا کہ تم ہسپانیہ کے جسد ناتواں میں ایک دھڑکتا ہوا دل ہو"۔

بدر نے کہا "یہ ایک شاعر کی زبان ہے"۔

بشیر نے جواب دیا۔ "خدا کا شکر ہے کہ میں شاعر نہیں۔ میں نے الزغل کے دستر خوان پر غرناطہ کے چند شعراء سے ملاقات کی ہے۔ وہ تمہاری تعریف میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے"۔

"کیا کہتے تھے میرے متعلق وہ؟"

"بس یہی کہ تم ہوا میں اڑ سکتے ہو، پانی پر چل سکتے ہو، تمہیں دیکھ کر سمندر کی طوفانی لہروں میں سکون آ جاتا ہے اور دریا......"

"دریا کیا......؟"

"مجھے یاد نہیں رہا، شاید وہ یہ کہتے تھے کہ دریا پہاڑوں کی طرف واپس ہو جاتے ہیں"۔

بدر نے کہا "احمق کہیں کے"۔

بشیر بن حسن نے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں سب کے سب احمق نہیں تھے۔ ایک نے عقل کی چند باتیں بھی کہی تھیں"۔

"وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ سرحدی عقاب کا گھوڑا کوہ سرانوادا کی برف سے زیادہ سفید ہے جب وہ چلتا ہے تو زمین پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اس کی تلوار کی چمک سے سورج کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں"۔

بدر بن مغیرہ نے کہا "بشیر اس زندہ دلی کا باعث یہ فتح ہے یا کچھ اور؟"

بشیر نے جواب دیا ''بدر میں واقعی بہت خوش ہوں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ برسوں کے خوابوں کی تعبیر کا زمانہ شروع ہو چکا ہے؟''

بدر نے سوال کیا ''انجلا کیسی ہے؟''

بشیر نے جواب دیا ''وہ ٹھیک ہے لیکن تم ربیعہ کے متعلق نہیں پوچھا''۔

''اسے کیا ہوا؟''

''واہ تمہیں یہ خبر بھی نہیں''۔ بشیر نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

''بشیر! تم اس کے متعلق کوئی بری خبر تو نہیں لائے۔''

بشیر ہنس پڑا۔

بدر نے کہا ''تم بڑے مسخرے ہو''۔

بشیر نے کہا ''ربیعہ تمہیں سلام کہتی تھی''۔

''جھوٹ!''

''اچھا بھائی یہی سمجھ لو کہ وہ تمہاری سلامتی کے لیے دعا کرتی تھی۔''

مجھے یہ مان لینے میں کوئی اعتراض نہیں۔ خیر اب مذاق چھوڑو۔ ابو داؤد کا حال کیا ہے؟

''وہ بہت خوش ہے۔ غرناطہ پہنچتے ہی الزغل نے اسے شہزادہ ابو عبداللہ کا مصاحب خاص بنا دیا ہے۔ اسے رہنے کے لیے قصر الحمراء میں ایک مکان دیا گیا ہے۔ میرے خیال میں وہ شہزادے کو بہت جلد اپنا گرویدہ بنا لے گا''۔

موسیٰ کی آمد پر ان کی گفت گو کا رخ بدل گیا۔ اس نے اطلاع دی کی ابو الحسن آپ کو بلاتے ہیں۔



نئے عزائم

(۱)

صخرہ کی فتح کے بعد ابوالحسن نے عیسائیوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے وسیع پیمانے پر تیاریاں شروع کر دیں۔ سلطنت کے وہ با اثر سردار اور قبائل کے رہنما جو اب تک بربری، عربی اور ہسپانوی مسلمانوں کے اندرونی جھگڑوں میں الجھے ہوئے تھے مشترکہ دشمن کے خلاف متحد ہونے لگے۔ ہسپانوی اور بربری سرداروں کے لیے ابوالحسن ایک حکمران کی بجائے ایک مسلم حکمران بن چکا تھا۔ اس نے صلیب کے پرچم کے مقابلہ میں ہلال کا پرچم بلند کیا تھا۔ علماء کا ایک با اثر طبقہ اس جنگ کو جہاد قرار دے چکا تھا۔ صخرہ کی فتح کے بعد جب ابوالحسن غرناطہ لوٹا تو اس نے پہلی بار یہ محسوس کیا وہ صحیح معنوں میں غرناطہ کا حکمران بن چکا ہے۔ عوام نے فوجی مستقر سے لے کر الحمراء تک اس کے راستے میں پھولوں کی سیج بچھا رکھی تھی۔ رات کے وقت اس نے قصر الحمراء کے بلند مینار پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ تمام شہر میں چراغاں تھا اور لوگ گلیوں اور بازاروں میں مسرت کے نعرے لگا رہے تھے۔ ابوالحسن نے آسمان کی طرف دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

''رب العزت! میرے کمزور بازوؤں کو طاقت عطا کر۔ مجھے طارق بن زیاد کا عزم اور موسیٰ بن نصیر کا حوصلہ عطا کر۔ میری قوم کو پھر ایک بار ان مجاہدین کا ولولہ عطا کر جن کے گھوڑے ایک طرف فرانس اور دوسرے طرف چین کے دریاؤں کا پانی پیا کرتے تھے۔ ہماری نااتفاقی کو اتفاق میں بدل دے۔ اس ریت کے انبار کو تو ایک چٹان بنا سکتا ہے۔ میرے مولیٰ! ان لوگوں کو مایوس نہ کیجیو جو اس معمولی سی فتح پر اس قدر شادمان ہیں۔ میں اس کام کا اہل نہ تھا لیکن اگر تو نے مجھے اس کے لیے منتخب کیا

ہے تو مجھے ہمت، عزم اور استقلال دے اور اگر میں اپنی زندگی میں اسلاف کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس نہ لے سکوں تو ابو اعبداللہ کو یہ توفیق دے۔ ورنہ مجھے یہ توفیق دے کہ میں غرناطہ کی سلطنت کے لیے کوئی صحیح جانشین منتخب کر سکوں''۔

جب ابوالحسن مینار پر کھڑا یہ دعا مانگ رہا تھا، اس کی ولی عہد شہزادہ ابوعبداللہ اپنے نئے اتالیق ابو داؤد کے ساتھ محل کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ چند دن میں استاد اور شاگرد ایک دوسرے سے بہت مانوس ہو چکے تھے اور ابوعبداللہ کا چچا الزغل جس نے ابو داؤد کو اس منصب تک پہنچایا تھا اس بات پر پھولا نہ سماتا تھا کہ اس کا آوارہ مزاج بھتیجا اپنے باکمال اتالیق کے اشاروں پر چلتا ہے اور اس سے ایک لمحہ کے لیے بھی جدا ہونا پسند نہیں کرتا۔ ابو داؤد فطرتاً محتاط تھا۔ اسے یہ احساس تھا کہ اس کے شاگرد کی رگوں میں عربی خون ہے۔ اس لیے اس نے اپنے عزائم اور مقاصد کے اظہار میں عجلت سے کام لینا مناسب نہ سمجھا۔ وہ ایک بے تکلف مصاحب بن کر ابوعبداللہ کے خیالات سے واقفیت حاصل کرتا رہا اور چند ہی دنوں میں یہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ وقت آنے پر غرناطہ کے ولی عہد کو اپنا آلہ کار بنا سکے گا۔

ابوعبداللہ سے تنہائی میں پہلی ملاقات کے بعد وہ اسے اپنا گرویدہ بنا چکا تھا۔ اس نے اس کا ہاتھ دیکھا اور ہتھیلی کی چند لکیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔'' شہزادے! تم غرناطہ کی حکمرانی کے لیے پیدا نہیں ہوئے''۔

ابوعبداللہ کے چہرے پر اضطراب کے آثار پیدا ہوئے تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ یہ لکیریں تمہارے لیے سکندر کے بخت اور عبدالرحمٰن اعظم کے جاہ و جلال کی شہادت دیتی ہیں۔ اگر میرا علم مجھے دھوکا نہیں دیتا تو پرنیز سے لے جبل الطارق تک تمہاری سطوت کے پرچم لہرائیں گے۔ مراکش اور فرانس کے حکمران تمہارے

باجگذار ہوں گے۔"

ابوعبداللہ کچھ دیر تک اپنے ہاتھ کی طرف دیکھنے کے بعد بولا۔"لیکن میرا چچا مجھے نالائق کہتا ہے"۔

"شہزادے! پھل پکنے اور پھول کھلنے کے لیے ایک وقت معین ہوتا ہے۔ جب تک تمہارے عروج کا وقت نہیں آئے گا تمہارے عزیز اور خیر خواہ ایسی ہی باتیں کرتے رہیں گے لیکن ان مقصد تمہاری بہتری ہے برائی نہیں ...... وقت کا انتظار کرو"۔

اس دن سے ابوعبداللہ اپنے آپ کو سکندر اور اپنے اتالیق کو ارسطو سمجھا کرتا تھا ۔دونوں اپنے اپنے خیال کے مطابق کسی موقع کے منتظر تھے ..... چند ملاقاتوں کے بعد استاد کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اس کا شاگرد کون سے وقت کا انتظار کر رہا ہے لیکن شاگرد کو اپنے استاد کے ارادوں کے متعلق کوئی علم نہ تھا اور آج ابوعبداللہ کا یہ پیغام سن کر ابوداؤد اپنے مکان سے نکل کر اس کے پاس پہنچا تو اس نے ایک ہی نظر میں یہ بھانپ لیا کہ اس کا شاگرد کسی نئی پریشانی میں مبتلا ہے۔

(۲)

ابوعبداللہ نے اپنے استاد کی تعظیم کے لیے اٹھتے ہوئے خواجہ سرا کو حکم دیا کہ وہ دروازہ بند کر دے۔ استاد اور شاگرد آبنوس کی کرسیوں پر جو مخمل کے گدیلوں سے آراستہ تھیں بیٹھ گئے۔

ابوداؤد نے کہا "شہزادے! مجھے توقع تھی کہ تم اس وقت غرناطہ کے بازاروں میں مسرت کے ساتھ نعرے لگا رہے ہوگے۔وہ کون سا خیال تھا جس نے اس وقت غرناطہ کے ولی عہد کو پریشان کر رکھا ہے"۔

ابوعبداللہ نے کہا۔ ’’کیا میرے استاد کا بھی یہی حکم ہے کہ میں موسیٰ، الزیغری اور بدر بن مغیرہ کی فتح کے نعرے لگاؤں۔ کیا اس کام کے لیے میرے سوتیلے بھائی کافی نہیں جو آج کے جلوس میں نوکروں کی طرح ان کے گھوڑوں کے آگے آگے پیدل جا رہے تھے؟ یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ وہ میرے متعلق جانتے ہیں کہ میں اس قسم کی خوشامد نہیں کر سکتا اور وہ میرے والد کو ایک بار پھر یہ جتانا چاہتے ہیں کہ میں نالائق ہوں‘‘۔

ابوداؤد نے کہا۔ ’’تمہارے سوتیلے بھائیوں کے متعلق میں کچھ نہیں جانتا لیکن الزغل کے متعلق میں یہ ضرور کہوں گا کہ وہ تمہارا بدخواہ نہیں اور اگر وہ بدخواہ بھی ہو تو تمہیں تدبر سے کام لینا چاہیے۔ تم غرناطہ کے ولی ہو اور ولی عہد پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ تاج پہننے تک اپنے بدترین دشمنوں کو بھی دوست بنائے رکھے۔ ایک بادشاہ اپنے مخالفین کو تلوار سے مرعوب کرتا ہے لیکن ایک ولی عہد یہ نہیں کر سکتا اور اس صورت میں جب کہ تخت کے دعویدار اور بھی موجود ہوں اسے بہت محتاط رہنا چاہیے ۔اگر تمہارا یہ ارادہ ہو کہ تم کل حکمران بن کر اپنے مخالفین کی گردنیں اڑا دو تو آج یہ ضروری ہے کہ اپنی مرضی کے خلاف بھی ان کے گلے میں پھولوں کے ہار پہنا دو تا کہ ان کی رگوں میں سختی نہ آنے پائے۔ تاہم الزغل کے متعلق مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارا مخالف نہیں‘‘۔

ابوعبداللہ نے کہا۔ ’’آپ میرے چچا کے متعلق ہمیشہ حسن ظن سے کام لیتے ہیں۔ آپ کو یہ معلوم نہیں کہ وہ اقتدار چاہتا ہے۔ اس نے میرے باپ کو بھی اپنے ہاتھوں میں کھلونا بنا رکھا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں اس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی نہیں بن سکتا۔ اس لیے اس کی خواہش یہی ہو گی کہ میرے سوتیلے بھائی کو تخت پر بٹھا کر خود

حکومت کرے"۔

"لیکن خدا سلطان کی عمر دراز کرے، میرا دل تو گواہی دیتا ہے کہ وہ اپنی زندگی ہی میں تمہارے جیسے ہونہار بیٹے کو غرناطہ کا تخت و تاج سونپ دیں گے"۔

ابوعبداللہ نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کوئی فیصلہ کیا تو چچا کے مشورے کے بغیر نہیں ہوگا اور چچا کا مشورہ کبھی میرے حق میں نہ ہوگا"۔

ابوداؤد نے کچھ دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد کہا۔ "شہزادے! تمہارا ہاتھ دیکھ کر میں نے تمہیں ایک بات نہیں بتائی۔ مجھے ڈر لگتا تھا"۔

ابوعبداللہ نے کہا۔ "خدا کے لیے ضرور بتائیے"۔

ابوداؤد نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے ڈر ہے کہ یہ بات اگر کسی تیسرے آدمی کے کانوں تک پہنچ گئی تو آپ کے ساتھ مجھے بھی مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا"۔

ابوعبداللہ نے کہا۔ "آپ فکر نہ کریں یہاں کوئی سننے والا نہیں"۔

"میرا علم یہ گواہی دیتا ہے کہ تم اپنے باپ کی زندگی میں غرناطہ کا تخت و تاج سنبھالو گے اس کی مرضی کے خلاف۔ قدرت تمہیں موقع دے گی۔ یہ فیصلہ بہت تلخ ہوگا لیکن تمہیں کرنا پڑے گا۔ اندلس کی تسخیر ابوالحسن کے مقدر میں نہیں تمہارے مقدر میں ہے"۔

ابوعبداللہ نے مسرت، اضطراب اور خوف کے ملے جلے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔ "وہ وقت کب آئے گا؟"

ابوداؤد نے جواب دیا۔ "بہت جلد، لیکن میری نصیحت یاد رکھو۔ وقت آنے

سے پہلے تمہارا فرض ہے کہ تمہارے باپ اور چچا کے دل میں تمہارے متعلق کوئی شک پیدا نہ ہو وہ الزغل کو یہاں کیوں چھوڑ گئے تھے؟“

ابوعبداللہ نے جواب دیا ”میں جانتا ہوں۔ انہیں مجھ پر اعتبار نہ تھا۔“

”تو تمہارے لیے یہ ضروری ہے کہ تم ان کا کھویا ہوا اعتماد دوبارہ حاصل کرو۔ تاج اور تخت کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ اگر کسی وجہ سے سلطان یا تمہارے چچا کو تمہارے متعلق کچھ شبہ ہو گیا ہے تو تم ہمیشہ کے لیے میری اعانت سے محروم ہو جاؤ گے۔“

ابوعبداللہ نے کہا۔ ”میں آپ کی نصیحت پر عمل کروں گا“۔

”تو میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ ابھی اپنے باپ کے پاس جاؤ۔ اگر وہ سو نہیں گئے تو انہیں فتح کی مبارکباد دو اور یہ بھی کہو کہ تمہیں اس جنگ میں شریک ہونے کی سعادت سے محروم رہنے کا افسوس ہے۔ اس کے بعد علی الصباح فوج کے تمام بڑے بڑے عہدہ داروں سے ملو اور ہو سکے تو ان میں انعامات تقسیم کرو۔ سلطان اس بات پر خوش ہوگا اور ان لوگوں میں سے بعض تمہارے کام آئیں گے“۔

”میں ابھی ابا کے پاس جاتا ہوں۔“

اگلے دن ابوالحسن نے الزغل سے کہا۔ ”آپ نے ابوعبداللہ کے لیے جو اتالیق مقرر کیا ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں وہ کوئی قابل آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے آج ابوعبداللہ کے خیالات میں کافی تبدیلی محسوس کی ہے۔ وہ اس بات پر ناراض ہو رہا تھا کہ میں اسے جنگ میں ساتھ کیوں نہیں لے گیا“۔

الزغل نے جواب دیا۔ ”خدا کا شکر ہے کہ ہمیں ایسا آدمی مل گیا ہے“۔

ان واقعات کے تیسرے دن بدر بن مغیرہ کو اطلاع ملی کہ عیسائیوں نے سرحد

پر دوبارہ چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ہے اور اس نے اپنے سپاہیوں کو فوراً کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔

رخصت سے پہلے جب وہ ابوالحسن سے ملا تو اس نے کہا۔ ”میں نے پوری تیاری سے پہلے صخرہ پر اس لیے حملہ کیا تھا کہ لوگ خوب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ اب اس فتح کا یہ فائدہ ہوا ہے کہ میں چند ماہ میں انہیں فیصلہ کن جنگ کے لیے تیار کر لوں گا۔ اتنی دیر آپ اپنے محاذ پر ڈٹے رہیں۔ میں اشد ضرورت کے بغیر آپ کو نہیں بلاؤں گا۔ اگر آپ سرحد پر چھیڑ چھاڑ جاری رکھیں گے تو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمیں تیاری کا زیادہ موقع مل جائے گا اور فرڈی نینڈ کو توجہ بھی دو محاذوں پر بٹ جائے گی“

۔

ابوالحسن سے ملاقات کے بعد جب بدر بن مغیرہ قصر الحمراء سے باہر نکل رہا تھا ایک لونڈی نے کاغذ کا ایک پرزہ اس کے ہاتھ میں دیا۔ بدر بن مغیرہ نے دیکھا تو کاغذ پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے:

”آپ کو ئی فتح مبارک ہو...... ربیعہ!“

ایک لمحہ کے لیے بدر بن مغیرہ کے دل میں لطیف دھڑکنیں پیدا ہوئیں اور ایک جانی پہچانی صورت اس کی نظروں کے سامنے آموجود ہوئی۔ بدر بن مغیرہ نے لونڈی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ”میری طرف سے ان کا شکریہ ادا کر دیجیے اور کہیے میرے لیے دعا کیا کریں“۔

شام کے وقت ربیعہ کو اپنے باپ سے یہ معلوم ہوا کہ سرحدی عقاب اپنے نشیمن کی طرف جا چکا ہے۔

(۳)

فرڈی نینڈ سرحدی عقاب سے انتقام لینے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ اسے صخرہ پر ابوالحسن کے قابض ہو جانے کی خبر ملی۔ اس نے اپنے تمام گورنر اور سرداروں کو تیاری کا حکم دیا۔ یہودی تاجروں کے بھیس میں اس کے جاسوس اسے ابوالحسن کے عزائم سے باخبر کرتے رہے۔ اس نے ایک بہت بڑی صلیب اپنے محل کے دروازے پر نصب کرائی اور قسطلہ کے عوام کے سامنے یہ حلف اٹھایا کہ جب تم میں یہ صلیب قصر الحمراء کے دروازے پر نصب نہ کروں گا دم نہ لوں گا۔ سلطنت کے تمام امراء نے اس کی تقلید کی۔ اس کے بعد سلطنت کے ہر گوشے سے لوگ قسطلہ پہنچتے اور اس صلیب کے سامنے یہ عہد کرتے کہ وہ غرناطہ کو فتح کیے بغیر اپنی تلواریں نیام میں نہیں ڈالیں گے۔

ایک دن غرناطہ کا ایک یہودی فرڈی نینڈ کے پاس پہنچا اور اس نے ایک خط پیش کیا۔ خط پڑھ کر فرڈی نینڈ نے ایلچی سے کہا۔ ''تم نے ہماری بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے اور اگر اس خط کا جواب غرناطہ پہنچا سکو تو تمہیں بہت بڑا انعام دیا جائے گا''۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ ''اگر تم تحریری پیغام لے جانے میں خطرہ محسوس کرو تو ہم کل تمہیں ایک زبانی پیغام دیں گے''۔

یہودی نے کہا ''میں تحریری پیغام لے جانے میں کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا۔ غرناطہ سے آتے ہوئے کئی چوکیوں پر تلاشی لینے کے باوجود وہ یہ خط نہیں دیکھ سکے''۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ ''تم ہوشیار آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن تلاشی کے وقت تم نے یہ خط کہاں چھپا رکھا تھا؟''

یہودی نے جواب دیا ''یہ خط ابوداؤد نے میرے جوتے کے اندر سی دیا تھا''۔

"بہت اچھا کل ہم سے ملو"۔ یہ کہتے ہوئے فرڈی نینڈ نے ایک سپاہی کو بلا کر حکم دیا کہ وہ ایلچی کو شاہی مہمان خانے میں لے جائے۔

ایلچی کے چلے جانے کے بعد فرڈی نینڈ نے دوبارہ غور کے ساتھ خط پڑھا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد اٹھ کر ملکہ کے کمرے میں پہنچا۔

"ملکہ تم ہار گئیں" اس نے اپنی بیوی کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ کا مطلب؟"

"تم نے ابوداؤد کے متعلق شرط لگائی تھی کہ ہمارے ساتھ وہ غداری کر رہا ہے۔لو یہ خط پڑھ لو، تمہارے تمام شکوک رفع ہو جائیں گے۔" بادشاہ نے خط ملکہ کو پیش کر دیا۔

ملکہ نے خط پڑھ کر کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔"اس خط سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق ہمارے شکوک بے بنیاد تھے لیکن ہمیں نہیں بھولنا چاہیے کہ لکھنے والا ابوداؤد ہے اور وہ جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔اس نے ہمیں الحمہ پر اچانک حملہ کی ترغیب دی ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ اس میں بھی کوئی خطرناک چال نہ ہو"۔

فرڈی نینڈ نے جواب دیا۔"ابوالحسن کے ارادوں اور تیاریوں کے متعلق مجھے اپنے جاسوسوں کی زبانی بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔مجھے ابوداؤد کی اس بات سے اتفاق ہے کہ ہمیں صخرہ کے نقصان کی تلافی کے لیے غرناطہ کی سرحد کے کسی اہم شہر پر اچانک قبضہ کر لینا چاہیے۔اس سے مسلمانوں کا جوش و خروش کچھ عرصہ کے لیے ٹھنڈا پڑ جائے گا اور ہمارے سپاہیوں کے حوصلے بلند ہو جائیں گے۔میرے خیال میں قادس کا گورنر ان پر بے خبری کی حالت میں حملہ کر دے تو جس قدر آسانی کے ساتھ

انہوں نے صخرہ پر قبضہ کرلیا ہے اسی قدر آسانی کے ساتھ ہم الحمہ پر قبضہ کرسکیں گے"

۔

"لیکن آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ بے خبر ہوں گے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ابوداؤد نے غرناطہ پہنچ کر اپنی قسمت مسلمانوں کے ساتھ وابستہ کردی ہو اور یہ خط اس نے ابوالحسن کے ایما سے بھیجا ہو"۔

"میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تمہارے خدشات بے بنیاد ہیں لیکن اگر یہ ہو بھی تو وہ ہمارے ارادوں سے باخبر ہونے کے لیے اس خط کے جواب کا انتظار کریں گے اور میں یہ احتیاط کرسکتا ہوں کہ جب تک حاکم قادس الحمہ پر قبضہ نہ کرے وہ ہمارے خط کا انتظار کرتے رہیں۔ ابوداؤد کا یہ کہنا غلط نہیں کہ الحمہ غرناطہ کی کنجی ہے اور اس پر قابض ہو کر ہم آدھی جنگ جیت جائیں گے۔ میں آج ہی قادس کے گورنر کو پیغام بھیجتا ہوں اور خود کل لوشہ کی طرف کوچ کردوں گا۔ ان کی ساری توجہ میری طرف ہو گی اور قادس کی فوج کو الحمہ پر قبضہ کرنے کا موقع مل جائے گا۔ میں قرطبہ اور اشبیلیہ کی افواج کو بھی پیش قدمی کا حکم دیتا ہوں۔ اگر ہم کسی محاذ سے نقصان اٹھائیں گے تو وہ یقیناً الحمہ کا محاذ نہیں ہوگا"۔

(۴)

ابوالحسن کو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ فرڈی نینڈ اپنے لشکر جرار کے ساتھ قسطلہ سے روانہ ہوچکا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسے قرطبہ اور اشبیلیہ کی افواج کی نقل و حرکت کی اطلاع بھی ملی۔ اس نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ الزغل کی قیادت میں دے کر اشبیلیہ کی فوج کا راستہ روکنے کا حکم دیا، دوسری فوج کی قیادت کے لیے اسے موسیٰ سے زیادہ کوئی آدمی موزوں نظر نہیں آتا تھا، لیکن

بعض امراء کے مشورے پر اس نے موسیٰ کو غرناطہ میں ابو عبداللہ کے پاس چھوڑ دیا اور فوج کی قیادت کے لیے بدر بن مغیرہ کو بلا بھیجا۔

بدر بن مغیرہ اپنی فوج کے نصف سے زیادہ سپاہی لے کر غرناطہ پہنچا اور قرطبہ کی سرحد کی طرف پیش قدمی کرنے والی فوج کی قیادت سنبھال لی۔

باقی فوج کی قیادت ابوالحسن نے اپنے ہاتھ میں لی۔ روانہ ہونے سے پہلے اس نے ابو عبداللہ کو بلا کر کہا۔ ''بیٹا! میری اور الزغل کی غیر حاضری میں تم پر ایک بہت ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ تم اپنی عمر کے لحاظ سے اس قابل ہو کہ دارالسلطنت کا انتظام سنبھال سکو۔ تاہم میں موسیٰ کو تمہاری مدد کے لیے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ میری نگاہ میں اس کا درجہ الزغل سے کم نہیں۔ اس کے مشورہ کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھانا۔ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آئے تو یہ یاد رکھنا کہ جب تک اندلس کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس نہ لو گے، میری روح بے چین رہے گی''۔

ابو عبداللہ نے کہا ''یہ میری بدقسمتی ہے کہ مجھے اس موقع پر بھی آپ کی فوج کا ایک سپاہی بننے کی سعادت نصیب نہیں تاہم جو فرض آپ نے مجھ پر عائد کیا ہے میں اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرنے کی کوشش کروں گا لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ آپ کو ہر محاذ پر موسیٰ جیسے تجربہ کار جرنیل کی ضرورت ہو گی۔ اس کا آپ کے ساتھ رہنا ضروری تھا۔ میری مدد کے لیے آپ کسی اور کو چھوڑ سکتے ہیں۔''

ابوالحسن نے جواب دیا۔ ''تمہارا خیال درست ہے لیکن موسیٰ کو یہاں چھوڑنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ کمک کے لیے نئے سپاہی بھرتی کر سکے گا''۔

غرناطہ سے کوچ کرنے کے بعد ابوالحسن نے سرحد کے ایک شہر کے پاس پڑاؤ ڈال دیا اور فرڈی نینڈ کی افواج کا انتظار کرنے لگا۔ موسیٰ کی جگہ لینے کے لیے غرناطہ

کی فوج کے دو بہترین سالار الزبغری اور نعیم رضوان اس کے ساتھ تھے۔

دو ہفتے گزر گئے اور ابوالحسن کو پتہ چلا کہ فرڈی نینڈ کی افواج سرحد کے پار ایک مقام پر آ کر رک گئی ہیں۔ الزغل اور بدر بن مغیرہ کی طرف سے بھی اسی قسم کی اطلاعات ملیں کہ اشبیلیہ اور قرطبہ کی طرف سے پیش قدمی کرنے والی افواج سرحد کے قریب رک گئی ہیں۔

لیکن تیسرے ہفتے اسے اچانک یہ خبر ملی کی حاکم قادس نے فوری پیش قدمی کے بعد الحمہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس خبر سے اسے یہ احساس ہوا کہ سرحد کے پار تین محاذوں پر قسطلہ، قرطبہ، اشبیلیہ کی افواج کے رک جانے کی کیا وجہ تھی۔ الحمہ کی فتح کے ساتھ ہی ابوالحسن کو اس قسم کی اطلاعات ملیں کہ حاکم قادس نے اس شہر کے ہزاروں باشندوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

الحمہ غرناطہ کے دفاع کے لیے اہم ترین قلعہ تھا۔ وہاں سے دشمن کی افواج کسی وقت بھی غرناطہ پر چڑھائی کر سکتی تھیں۔ غرناطہ کے طول و عرض سے "میر الحمہ" کی صدا بلند ہوئی۔ سب یہ کہتے تھے کہ غرناطہ کی کنجی دشمن کے ہاتھ میں چلی گئی ہے۔

ابوالحسن نے محسوس کیا کہ فرڈی نینڈ اب اس کی توجہ الحمہ کی طرف مبذول کر کے کسی شہر پر حملہ کر دے گا اس لیے اس نے الزغل اور بدر بن مغیرہ کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے اپنے محاذ پر رہیں اور خود اپنی نصف فوج الزبغری کو دے کر الحمہ کی طرف روانہ کر دیا۔

الزبغری نے الحمہ کو محاصرہ میں لے لیا اور باہر سے رسد و کمک کے تمام راستے بند کرا دیئے۔ فرڈی نینڈ کو الحمہ کے محاصرے کی خبر ملی تو اس نے اپنے لشکر کو تینوں اطراف سے پیش قدمی کا حک دیا۔

سب سے پہلے بدر بن مغیرہ کے ساتھ قرطبہ کی افواج کا تصادم ہوا۔ بدر بن مغیرہ نے انہیں سرحد میں داخل ہونے کا موقع دینے کی بجائے خود سرحد عبور کر کے حملہ کر دیا۔ قرطبہ کے لشکر کے مقابلہ میں اس کی فوج کی تعداد بہت کم تھی لیکن اس کے طریق جنگ کے سامنے قرطبہ کی افواج کی پیش نہ گئی۔ بدر بن مغیرہ کسی میدان میں اپنی فوج کی قوت کی نمائش کرنے کی بجائے چند دن اپنی فوج کے طوفانی دستوں کے عقبی حملوں سے قرطبہ کی فوج کو سخت نقصان پہنچاتا رہا۔ اس کے سواروں کے چند دستے اچانک دشمن کے ہراول کے سامنے نمودار ہوتے اور باقی میمنہ اور میسرہ اور عقب کی صفیں درہم برہم کرنے کے بعد غائب ہو جاتے اور یہ عمل دن میں کئی بار دہرایا جاتا۔

قرطبہ کے سپاہیوں کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ غرناطہ کی فوج کا سالار سرحدی عقاب ہے اور وہ یہ سمجھ چکے تھے کہ وہ آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں، دونوں صورتوں میں ان کی تباہی ناگزیر ہے۔

دوسری طرف الزغل کی فوج کے ساتھ اشبیلیہ کے لشکر کی چھیڑ چھاڑ شروع ہو چکی تھی۔

فرڈی نینڈ کو قرطبہ کے سالار کی پریشانی کا علم ہوا تو اس نے لوشہ پر چڑھائی کر دی۔ ابوالحسن اس کا ارادہ بھانپتے ہی لوشہ کے نواح میں جا پہنچا۔ لیکن جاسوسوں نے اسے اطلاع دی کہ فرڈی نینڈ کی افواج اس کے اندازے سے بہت زیادہ ہیں۔ ابوالحسن کو غرناطہ سے کسی بھاری کمک کی توقع نہ تھی اس لیے اس نے الزغل کو بلا بھیجا۔ الزغل نے بھی لوشہ کے محاذ کی اہمیت معلوم کی لیکن بھائی کی مدد کو پہنچنے سے پہلے اس نے اشبیلیہ کی فوج پر زوردار حملہ کیا اور اسے کافی نقصان پہنچانے کے بعد لوشہ کا رخ

کیا۔اس کے ساتھ ہی اس نے الزبغری کو یہ حکم بھیج دیا کہ اگر اشبیلیہ کی افواج الحمہ کا رخ کریں تو تم محاصرہ اٹھا کر لوشہ پہنچ جاؤ۔

الزبغری ایک مقام سے الحمہ کی فصیل توڑ چکا تھا کہ اشبیلیہ کی ٹڈی دل فوج پہنچ گئی۔اب شہر کو فتح کرنے کی بجائے اس کے سامنے اہم ترین مسئلہ اپنے سپاہیوں کو بچا کر نکالنا تھا۔جن کے گرد چاروں طرف سے اشبیلیہ کی فوجوں کا گھیرا تنگ ہو رہا تھا۔الزبغری نے مایوسی کے عالم میں بھی ہتھیار ڈالنے کی بجائے لڑنے کی ترجیح دوں اور فوج کو منظم کر کے ایک طرف دھاوا بول دیا۔سب سے آگے نیزہ بازوں کی قطاریں تھیں اور ان کے پیچھے پیادہ فوج تھی۔نیزہ بازوں نے گھیرا توڑ کر پیادہ فوج کے لیے راستہ صاف کیا اور الزبغری کے سپاہی کسی نقصان کے بغیر لڑتے بھڑتے ایک ندی کے پل تک پہنچ گئے لیکن دشمن کی فوج کا ایک دستہ اس پل کے دوسرے سرے پر پہلے ہی تاک لگائے بیٹھا تھا۔الزبغری کی فوج پھر ایک بار دشمن کے نرغے میں تھی اور ان پر چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی کہ اچانک ندی کی دوسری طرف سے اللہ اکبر کا نعرہ سنائی دیا اور آن کی آن میں پانچ سو سوار گرد کے بادلوں سے نمودار ہوئے اور انہوں نے پل کے دوسرے سرے پر الزبغری کا راستہ روکنے والے دستے پر حملہ کر کے پل بھر میں ان کا صفایا کر دیا۔

جب الزبغری کے پیادہ اور سوار سپاہی ندی کے دوسرے کنارے ایک محفوظ مقام پر پہنچ گئے تو اسے پتہ چلا کہ اس کے مددگار غرناطہ سے آئے تھے۔اس نے دستے کے سالار کے ساتھ ملنے کی خواہش ظاہر کی تو ایک نقاب پوش نے گھوڑا آگے بڑھا کر تحکمانہ لہجے میں ''یہ باتوں کا وقت نہیں تم فوراً لوشہ پہنچ جاؤ''۔

الزبغری نے نقاب پوش کی آواز پہچانتے ہوئے چونک کر کہا۔''میرے

ساتھ اس طرح بات کرنے والا موسیٰ بن ابی غسان کے سوا اور کون ہو سکتا ہے"۔

نقاب پوش نے کہا۔ "لیکن میرے یہاں آنے کا کسی کو علم نہیں ہونا چاہیے۔ سلطان بہت ناراض ہو گا۔ ان سے میرا ذکر نہ کرنا۔ میرے لیے غرناطہ چھوڑنا خطرے سے خالی نہ تھا لیکن ابو عبداللہ کو یہی خیال ہے کہ میں فوجی مستقر میں موجود ہوں"۔

یہ کہہ کر موسیٰ نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ الزیغری کے سپاہیوں نے جس طرح ان پانچ سو سواروں کو گرد کے بادلوں سے نمودار ہوتے دیکھا تھا۔ اسی طرح انہیں غائب ہوتے دیکھ رہے تھے۔

(۵)

بدر بن مغیرہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ غرناطہ کی باقی تمام فوج فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے لوشہ کے نواح میں جمع ہو رہی ہے تو اس نے قرطبہ کے لشکر پر آخری ضرب لگانے کا فیصلہ کیا اور اپنے نائب منصور بن احمد کو پیغام بھیجا کہ وہ دو ہزار سواروں کے ہمراہ قرطبہ کے لشکر کے عقب میں پہنچ جائے۔

منصور بن احمد اپنے راستے کے شہروں اور بستیوں کو تاراج کرتا ہوا ایک حیرت انگیز رفتار کے ساتھ قرطبہ کے لشکر کے عقب میں جا نکلا۔ بدر بن مغیرہ نے اس کی اطلاع ملتے ہی اپنی پیادہ فوج کو چند میل ہٹا دیا اور سواروں کو دشمن کے میمنہ اور میسرہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ قرطبہ کے سپہ سالار نے مسلمانوں کی پیادہ فوج کے پیچھے ہٹنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ سرحدی عقاب بھی الزغل اور الزیغری کی لوشہ کی جنگ میں حصہ لینے کے لیے یہ محاذ خالی کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ فرڈی نینڈ کی طرف سے اسے حکم مل چکا تھا کہ وہ لوشہ کی جنگ کا فیصلہ ہونے تک اس محاذ پر دشمن کی فوج کو مصروف

پیکار رکھے۔ ابھی تک وہ منصور بن احمد کی آمد سے بے خبر تھا۔ اس نے قلب لشکر کے سواروں کو پیچھے ہٹنے والی پیادہ فوج کا تعاقب کرنے کا حکم دیا لیکن اتنی دیر میں پیادہ فوج کے تیر انداز ایک خندق کے پیچھے مورچہ بنا کر بیٹھ گئے تھے۔

قرطبہ کے نیزہ بازوں کو خندق کے قریب پہنچ کر تیروں کی بارش کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے سپہ سالار کو پیچھے ہٹنے کے سوا کوئی راستہ نظر نہ آیا لیکن اتنے میں منصور بن احمد عقب سے حملہ کر چکا تھا اور قرطبہ کے عقبی دستے پیچھے سے مار کھا کر اپنے قلب لشکر کو آگے دھکیل رہے تھے۔

دائیں اور بائیں سے بدر بن مغیرہ اور عقب سے منصور بن احمد کے سوار قرطبہ کی فوج کو ایک تنگ گھیرے میں لے چکے تھے اور ان کے سامنے وہ خندق تھی جس کے پار تیر اندازوں کے مورچے تھے۔ قرطبہ کی فوج کی حالت اس کشتی سے مختلف نہ تھی جس سمندر کی طوفانی لہریں ساحل کی چٹانوں کے طرف دھکیل رہی ہوں۔

افراتفری کے عالم میں قرطبہ کے سینکڑوں سپاہی اپنی فوج کے بدحواس گھوڑوں کے پاؤں تلے روندے گئے۔ سینکڑوں سوار گھوڑوں سمیت خندق میں جا گرے۔ سپاہی اپنے افسروں اور افسر اپنے سپاہیوں سے بے خبر تھے۔ قرطبہ کی فوج جو فتح کی امید انتہائی بہادری کے ساتھ لڑ سکتی تھی، مایوسی کے عالم میں ہمت ہار چکی تھی۔ صرف چند ایسے تھے جنہیں بھاگنے کا راستہ ملا۔ دوپہر تک میدان میں قرطبہ کے سپاہیوں کی لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے، اور بچے کھچے سپاہی ہتھیار پھینک چکے تھے۔

(۶)

لوشہ کے محاذ پر ابوالحسن تیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ فرڈی نینڈ کی پچاس ہزار

فوج کے مقابلہ میں صف آرا ہو چکا تھا۔ دو دن سے فرڈی نینڈ کے نائٹ اور غرناطہ کے جانباز انفرادی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے۔ جنگ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ فرڈی نینڈ کی فوج سے ایک نائٹ جو سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں غرق تھا گھوڑا بھگاتا ہوا میدان میں آ کھڑا ہوا۔ اس نے تلوار بلند کی۔ نعیم بن رضوان جو سر پر خود اور جسم پر ہلکی چمکدار زرہ پہنے ہوئے تھا۔ گھوڑا بھگا کر آگے بڑھا۔

دونوں سواروں کی تلواریں ٹکرائیں۔ قسطلہ کا نایٹ اپنے بھاری آہن کے باعث نعیم بن رضوان کی سی پھرتی نہ دکھا سکا لیکن اس کی بھاری زرہ سے نعیم کی تلوار بار بار اچٹ کر رہ گئی۔ اس کے چند وار اپنی ڈھال پر روکنے کے بعد نعیم نے پوری قوت کے ساتھ اس کے کندھے پر تلوار ماری۔ زرہ کی وجہ سے زیادہ زخم نہ آیا لیکن ضرب کی شدت کے ساتھ اس کا جسم ایک طرف جھک گیا۔ نعیم نے اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور پے در پے چند وار کئے۔ اس کا گھوڑا اچھلا اور وہ اسلحلہ کے بوجھ کے باعث سنبھل نہ سکا۔ گھوڑے سے گرنے کے بعد وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ نعیم نے فوراً اپنے گھوڑے سے کود کر اس کا خود اتارا اور تلوار سے سر قلم کر دیا۔ ابوالحسن کی فوج نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ فرڈی نینڈ کا دوسرا سپاہی میدان میں آیا تو الزبغری نے نیزہ سنبھال کر گھوڑے کو ایڑ دی۔ قسطلہ کے نائٹ نے زرہ کے علاوہ اپنے سینے پر آہنی خول بھی پہن رکھا تھا۔ دونوں حریف ایک دوسرے کی طرف نیزے تان کر بڑھے۔ الزبغری نے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اس کے سینے پر نیزہ مارا۔ نیزے کی اَنی آہنی خود سے ٹکرا کو ٹوٹ گئی۔ لیکن عیسائی سوار زبردست دھکا لگنے کے سبب زمین پر آ رہا اور الزبغری نے گھوڑے سے کود اس کا کام تمام کر دیا۔

اپنے دو بہادروں کا یہ انجام دیکھ کر فرڈی نینڈ نے عام حملے کا حکم دیا۔ شام تک

گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ رات کی تاریکی میں دونوں لشکر اپنے اپنے پڑاؤ میں چلے گئے۔

دوسرے دن بھی اسی طرح لڑائی کی ابتدا ہوئی ۔ دونوں طرف سے چند بہادروں نے یکے بعد دیگرے میدان میں آ کر اپنے جوہر دکھائے اور اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی۔ شام تک کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ دونوں طرف قتل اور زخمی ہونے والوں کی تعداد پہلے دن سے زیادہ تھی ۔ تیسرا دن دونوں فوجوں کے لیے تشویش کا دن تھا لیکن ابوالحسن اپنے دشمن کی نسبت کہیں زیادہ پریشان تھا۔ غرناطہ سے موسیٰ دو ہزار سپاہیوں کی کمک بھیج چکا تھا لیکن گزشتہ دو دن میں اس کے پانچ ہزار سپاہی قتل اور زخمی ہو چکے تھے۔ ابوالحسن کی فوج کے افسروں کے اندازے کے مطابق عیسائی مقتول اور زخمی سپاہیوں کی تعداد بیس ہزار سے کم نہ تھی۔ لیکن جنگ کے دو دنوں میں اس کے پاس اندلس کے مختلف شہروں سے پندرہ ہزار کے قریب تازہ دم سپاہی پہنچ چکے تھے۔

بدر بن مغیرہ کے متعلق ابوالحسن کو پہلے ہی معلوم تھا کہ وہ اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ قرطبہ کے لشکر ایک بہت بڑا سیلاب روکے ہوئے ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود ابوالحسن کا حوصلہ پست نہ ہوا۔ اس کی فوج کا ہر سپاہی فتح و شکست سے بے نیاز ہو کر لڑنے پر تلا ہوا تھا۔ انھیں یہ احساس تھا کہ اگر وہ میدان سے منہ موڑ کر بھاگے تو دشمن چند دن تک غرناطہ کی دیواروں تک پہنچ جائے گا۔

تیسرے دن جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو قسطلہ کی فوج سے ایک نائٹ نے جس کے تمام جسم پر لوہے کا غلاف چڑھا ہوا تھا میدان میں آ کر مقابلے کی دعوت دی۔ اس کے خود کی شکل بیل کے چہرے سے مشابہ تھی۔ اس کے

ہتھیار اس قدر بھاری تھے کہ گھوڑے کی کمر دوہری ہو رہی تھی۔ ایک بربری نوجوان اس کے مقابلے کے لیے نکلا اور اس کے نیزے کی ضرب کھا کر گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کے بعد ایک قوی ہیکل ہسپانوی مسلمان آگے بڑھا لیکن اس کی تلوار اور نیزے کی ضربیں اس آہن میں چھپے ہوئے نائٹ پر بے کار ثابت ہوئیں۔ تھوڑی دیر میں یہ نائٹ اپنے دوسرے مد مقابل کو بھی قتل کر چکا تھا اور فرڈی نینڈ کے سپاہی مسرت کے نعرے لگا رہے تھے۔ آہن پوش نے اپنی تلوار بلند کرتے ہوئے میدان میں ایک چھوٹا سا چکر لگایا اور غرناطہ کی فوج کی طرف منہ کر کے اپنے نئے مد مقابل کا انتظار کرنے لگا۔

نعیم بن رضوان ابو الحسن سے اجازت لینے کے لیے آگے بڑھا لیکن اتنی دیر میں ایک طرف سے ایک سوار نمودار ہوا۔ اس کا پسینے میں بھیگا ہوا گھوڑا یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ کہیں دور سے آ رہا ہے۔ اس کا لباس بھی غرناطہ کے سپاہیوں سے مختلف تھا۔ زرہ کی بجائے جسم پر سفید قبا تھی اور خود کی بجائے سر پر عمامہ تھا اور آنکھوں کے سوا اس کا باقی چہرہ سرخ رنگ کے نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے غرناطہ کی فوج کی صفوں سے آگے نکل کر ایک لمحہ کے لیے اپنا گھوڑا روکا اور اپنی چمکتی ہوئی تلوار نیام میں ڈال لی۔ لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ وہ نیزے سے حملہ کرے گا لیکن اس نے نیزہ بھی زمین میں گاڑ دیا۔ دونوں طرف تماشائی اس کی اس حرکت پر حیران تھے۔

نقاب پوش نے اچانک گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ عیسائی آہن پوش نیزہ تان کر اس کی طرف بڑھا لیکن وہ کترا کر آگے نکل گیا۔ اپنے تیز رفتار گھوڑے کو ایک چھوٹا سا چکر دینے کے بعد نقاب پوش دوبارہ اپنے مد مقابل کی طرف متوجہ ہوا اور وہ لوگ جنہوں نے ایک لمحہ پیشتر اسے خالی ہاتھ دیکھا تھا اب اس کے ہاتھ میں ایک کمند دیکھ

رہے تھے۔قبل اس کے آہن پوش گھوڑا موڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوتا اس نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ کر پھندا اس کے گلے میں ڈال دیا۔

ہسپانیہ کا یہ نائٹ جو طاقت اور بہادری میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا، جسے بھاری اسلحہ کے باعث چار آدمیوں نے مشکل سے گھوڑے پر لادا تھا ایک چٹان کی طرح گھوڑے سے گرا، کمند کا دوسرا سرا نقاب پوش کے گھوڑے کی زین کے ساتھ منسلک تھا۔غرناطہ کی فوج آہنی انسان کی بے بسی پر مسرت کے قہقہے لگا رہی تھی۔نقاب پوش نے آن کی آن میں اسے گھسیٹ کر ابوالحسن کے پاؤں میں لا ڈالا اور چہرے سے نقاب اتارتے ہوئے کہا "میں قرطبہ کے محاذ سے فتح کی خوشخبری لے کر آیا ہوں"۔

ابوالحسن مسرت سے بے خود ہو کر چلا اٹھا۔بدر! جس فتح کا تم پیغام لے کر آئے ہو وہ یقیناً شاندار ہوگی لیکن مجھے فتح سے زیادہ تمہارے آنے کی خوشی ہے۔ میں تائید غیبی کا منتظر تھا۔کتنی فوج بچا کر لائے ہو۔

صرف پانچ سو سپاہیوں کا نقصان ہوا ہے لیکن ساتھ ہی فوج میں دو ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے۔منصور بھی پہنچ چکا ہے۔

ابوالحسن نے اچانک پریشان سی صورت بناتے ہوئے کہا۔لیکن فوج کو ساتھ کیوں نہیں لائے۔آج کا دن فیصلہ کن ہے۔

بدر نے جواب دیا۔"آپ فکر نہ کریں وہ تھوڑی دیر تک پہنچ جائیں گے"۔

الزغل نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے "مسلمانو! آج کا دن تمہارے لیے مبارک ہے۔قرطبہ کی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ چکی ہے اور تمہارا سرحدی عقاب تمہاری مدد کے لیے پہنچ گیا ہے"۔

سپاہیوں نے سنتے ہی مسرت کے نعرے بلند کیے۔بدر نے الزغل سے مخاطب

ہو کر کہا۔معاف کیجئے...... آپ نے انہیں پوری خبر نہیں سنائی ۔ہم نے قرطبہ کی فوج کو بھاگنے کا موقع نہیں دیا۔وہ تقریباً تمام کی تمام میدان میں پڑی ہے۔صرف پانچ یا چھ سو سپاہی بچ نکلے ہوں گے۔

نعیم بن رضوان نے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگا کر اپنے گھوڑے کی باگیں درست کیں اور کہا ''اس فتح کی خوشی میں آج قسطلہ کے پندرہ سواروں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا عہد کرتا ہوں لیکن شگون کے لیے آپ کا نیزہ استعمال کروں گا۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا نیزہ اس کے سپرد کیا اور آگے بڑھ کر بدر بن مغیرہ کا نیزہ جو ابھی تک زمین میں نصب تھا اکھاڑ لیا۔

فرڈی نینڈ کے چار نائٹ یکے بعد دیگرے اس کے مقابلے میں اور نعیم نے چاروں کو موت کے گھات اتا دیا۔آخری نائٹ کے قتل پر فرڈی نینڈ نے فوج کو حملے کا حکم دے دیا۔

(۷)

دوپہر کے وقت جب لڑائی زروں پر تھی منصور بن احمد، بدر کی فوج لے کر پہنچ گیا۔تیسرے پہر فرڈی نینڈ کی فوج میں شکست کے آثار نمودار ہونے لگے۔

نعیم چودہ آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا اور پندرہ آدمیوں کو قتل کرنے کا عہد پورا کرنا چاہتا تھا کہ ایک شخص کا نیزہ اس کے سینے میں لگا۔وہ گرنے ہی والا تھا کہ بدر بن مغیرہ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے آگے بٹھا لیا۔بدر بن مغیرہ اسے زخمیوں کے خیمے میں پہنچانے کے لیے میدان سے باہر نکلنا چاہتا تھا لیکن نعیم نے کہا: ''بدر! میں جانتا ہوں کہ میرا وقت آ گیا ہے لیکن میں نے اپنا عہد پورا نہیں کیا ۔میں نے دشمن کے چودہ سپاہی قتل کیے ہیں ۔ابھی ایک باقی ہے ۔میرے زخم کو

ہاتھ سے دبا کر خون بند رکھو۔ اپنا نیزہ مجھے دو اور مجھے دشمن کے قریب لے چلو۔ مجھے اپنا عہد پورا کر لینے دو۔ پھر مجھے جہاں جی چاہے لے جانا۔ بدر! یہ ایک درخواست ہے"۔

بدر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے اپنا نیزہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور اس کے بہتے ہوئے زخم پر ہاتھ رکھ کر گھوڑے کا رخ دشمن کی ایک صف کی موڑ دیا۔ لیکن جب وہ دشمن کے ایک سوار کے قریب پہنچ چکے تھے۔ بدر نے محسوس کیا کہ نیزے پر نعیم کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی ہو رہی ہے۔ اس نے نیزے کو سیدھا رکھنے کے لیے نعیم کا ہاتھ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لے لیا اور بولا "ہوشیار! یہ تمہارا پندرھواں شکار ہے"۔

نعیم نے نیم بے ہوشی کی حالت میں کہا "بدر! مجھے اپنے ساتھ چمٹائے رکھو کاش میں اپنا عہد پورا کر سکتا"۔

"تم اپنا وعدہ پورا کر چکے ہو"۔ یہ کہتے ہوئے بدر بن مغیرہ نے نیزہ ایک مقابلے پر آنے والے سوار کے سینے میں اتار دیا۔ عیسائی سوار گھوڑے سے گر پڑا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی نعیم نے بے ہوشی کی حالت میں سر جھکا دیا۔ بدر گھوڑا بھگاتا ہوا زخمیوں کے خیموں کی قریب پہنچا۔ چند نوجوان نعیم بن رضوان کو گھوڑے سے اتار کر اندر لے گئے۔

بدر بن مغیرہ گھوڑے سے کود کر خیمے میں داخل ہوا۔ بشیر بن حسن زخمیوں کی مرہم پٹی میں مصروف تھا وہ فوراً نعیم کی طرف متوجہ ہوا۔

بدر نے کہا۔ "بشیر اسے بچانے کی کوشش کرو"۔

بشیر بن حسن نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھنے کے بعد جلدی سے اس کی زرہ کھول

کر زخم کا معائنہ کیا اور دوبارہ اس کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے بدر کی طرف دیکھ کر سر ہلا دیا۔

بدر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''تم کچھ نہیں کر سکتے''۔

بشیر نے جواب دیا ''اس زخم کے بعد اس کا چند لمحے زندہ رہنا بھی ایک معجزہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ارادے کی تکمیل کی خواہش موت کا ہاتھ روک رہی ہے۔ یہ ہوش میں آرہا ہے''۔

''اگر ہوش میں آئے تو اسے بتا دیں کہ وہ اپنا عہد پورا کر چکا ہے۔'' یہ کہہ کر بدر بن مغیرہ بھاگتا ہوا خیمے سے باہر نکلا اور چھلانگ لگا کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد فرڈی نینڈ کی فوج میں شکست کے آثار دیکھ کر بدر بن مغیرہ نے بہترین تربیت یافتہ سواروں کو منظم کرنے کا حکم دیا کہ وہ تعاقب کے لیے تیار رہیں۔

شام سے تھوڑی دیر قبل فرڈی نینڈ کی فوج میدان میں لاشوں کے انبار چھوڑ کر بھاگ نکلی۔

جب سپاہی ابوالحسن کے گرد جمع ہو کر فتح کے نعرے لگا رہے تھے وہ گھوڑے سے اتر کر سر بسجود ہو گیا۔ جب وہ اٹھا تو اس کی آنکھوں سے تشکر کے آنسو بہہ رہے تھے۔

ابوالحسن ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد کہا ''ہمارا سرحدی عقاب کہاں ہے؟''

الزغل نے جواب دیا۔ ''وہ اپنے جانبازوں کے ساتھ جا چکا ہے''

''کہاں؟''

''بھاگنے والوں کے تعاقب میں۔''

''ہم نے منع کیا تھا، سپاہی بہت تھکے ہوئے تھے''۔

''لیکن وہ مجھے آپ کی خدمت میں معذرت پیش کرنے کے لیے کہہ گیا ہے۔ وہ ادھوری فتح کا قائل نہیں۔ تاہم آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس نے غرناطہ کا کوئی سپاہی اپنے ساتھ نہیں لیا''۔

ابوالحسن نے کہا ''تم نے ہمیں غلط سمجھا۔ خدا کی قسم اگر وہ میری تمام فوج اپنے ساتھ لے جاتا تو بھی مجھے اس قدر پریشانی نہ ہوتی۔ میں اس کے ایک آدمی کا نقصان بھی ناقابل تلافی سمجھتا ہوں''۔

الزغل نے کہا'' آپ پریشان نہ ہوں وہ اپنا کام جانتا ہے وہ مقابلہ کرنے والوں پر شیر کی حملہ کرتا ہے اور بھاگنے والوں پر عقاب کی جھپٹتا ہوں''۔

ابوالحسن نے کہا'' ہم قرطبہ کے محاذ پر اس کی فتح کے تمام حالات سننا چاہتے ہیں۔ عباس! تم اس کے ساتھ تھے کہیں اس نے فوج کی ہمت بڑھانے کے لیے مبالغہ سے کام تو نہیں لیا؟''

عباس غرناطہ کی فوج کا ایک سالار تھا۔ اس نے کہا'' یہ واقعات ایسے ہیں جن کا صرف دیکھنے والے کی آنکھ یقین ہوسکتا ہے سننے والوں کے کان شاید یقین نہ کریں۔ اس کے بعد عباس نے جنگ کی تمام تفصیلات سنائیں۔ جب اس نے منصور بن احمد کے کارناموں کا ذکر کیا تو ابوالحسن نے کہا۔ ''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ بدر بن مغیرہ کے ترکش میں اس قسم کے تیر ہیں تو میں آج سے چند برس پہلے اعلان جنگ کر چکا ہوتا''۔

رات بھر آرام کرنے کے بعد تھکے ہوئے سپاہی علی الصباح موذن کی اذان سن کر بیدار ہوئے۔ ابوالحسن کئی دنوں کے بعد جی بھر کر سویا تھا۔ جب وہ نماز کے

لیے خیمے سے باہر نکلا تو پہریداروں سے اس کا پہلا سوال یہ تھا کہ "بدر بن مغیرہ نہیں آیا"۔

پہریداروں نے نفی میں جواب دیا۔

نماز کے بعد ابوالحسن کی تحریک پر بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کی سلامتی کے لے دعا کی گئی۔ دوپہر تک ابوالحسن کی پریشانی تشویش میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس نے سواروں کے ایک دستے کو بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کا پتہ لگانے کے لیے روانہ کیا اور خود اپنے جرنیلوں کے ساتھ ایک ٹیلے پر چڑھ کر اس کی راہ دیکھنے لگا۔

اچانک ایک افسر نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ دیکھئے"۔

ابوالحسن کا دل مسرت سے اچھلنے لگا۔ حد نظر پر گرد کے بادل اٹھ رہے تھے۔

ابوالحسن نے چند سواروں کو اس طرف جانے کا حکم دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے واپس آ کر سرحدی عقاب کی واپسی کی خبر دی۔

الزغل نے کہا۔ "ایک خوشخبری مجھ سے بھی سن لیجیے"۔

ابوالحسن نے کہا "وہ کیا؟"

الزغل نے جواب دیا۔ "سرحدی عقاب رسد کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اپنے ساتھ لا رہا ہے"۔

ابوالحسن کے استفسار پر سواروں نے اس بات کی تصدیق کی کہ بدر بن مغیرہ کے ساتھی مویشیوں کا ایک بہت بڑا ریوڑ ہانک کر لا رہے ہیں۔ بھیڑوں بکریوں کے علاوہ سینکڑوں گھوڑے اور خچر اناج سے لدے ہوئے ہیں۔



باپ اور بیٹا

(۱)

جب لوشہ کی جنگ میں نعیم بن رضوان جیسے مجاہد اپنے خون کی روشنائی سے اسلامیان اندلس کی قسمت کا فیصلہ لکھ رہے تھے غرناطہ کے شاہی ایوان میں ایک اور فیصلہ لکھا جا رہا تھا۔

الحمہ پر عیسائیوں کے قبضے کی خبر سن کر ابو داؤد فوراً اپنے شاگرد کے پاس پہنچا اور اسے مغموم دیکھ کر بولا۔ ”شہزادے! میں کہتا نہ تھا کہ قدرت نے سلطنت غرناطہ کی تعمیر نو کے لیے ابوالحسن کو نہیں بلکہ تمہیں منتخب کیا ہے۔ اندلس کے مسلمانوں کی قسمت کا ستارہ اس وقت چمکے گا جب تمہارے سر پر غرناطہ کا تاج رکھا جائے گا۔ شہزادے تمہارا وقت آ رہا ہے۔“

”میرا وقت خدا جانے کب آئے گا۔ الحمہ ہمارے ہاتھ سے جا چکا ہے۔ اب وہ کسی وقت بھی غرناطہ پر چڑھائی کر سکتے ہیں“۔

”لیکن تم نے یہ نہیں سوچا کہ الحمہ کے چھن جانے کے بعد عوام اور بعض سردار بھی یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ اس نازک دور میں غرناطہ کی امارت بدلنا ضروری ہے ۔میں چند بربری اور ہسپانوی سرداروں سے مل چکا ہوں۔ انہوں نے اپنی کوئی زیادہ قیمت مقرر نہیں کی ہے“

”لیکن موسیٰ کی موجودگی میں کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوگی“۔

”وقت آنے پر ہم اس کے ساتھ بھی نپٹ لیں۔ وہ سردار جن کو ابوالحسن نے بغاوت پھیلانے کے جرم میں گرفتار کر رکھا ہے اگر رہا کر دیئے جائیں تو آپ کے بہت بڑے مددگار ثابت ہوں گے“۔

”لیکن موسیٰ کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں“۔

”میرے خیال میں وہ آپ کا دوست ہے“۔

”لیکن اس معاملہ میں وہ میرا بدترین دشمن ہوگا“۔

”وقت آنے پر دیکھا جائے“۔

”وقت کب آئے گا؟“

”ابوالحسن کی شکست کے بعد غرناطہ کے لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوں گے“۔

”لیکن اگر اسے فتح ہوئی تو؟“

”مجھے اس کی امید نہیں۔ فتوحات صرف تمہارے مقدر میں ہیں لیکن اگر اسے ایک آدھ کامیابی نصیب بھی ہوگئی تو وہ ایک بڑی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ وہ تمہارے سوتیلے بھائی کو تخت پر بٹھانے کی کوشش کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسے عوام کا منظور نظر بنانے کے لیے جنگ میں ساتھ لے گیا ہے“۔

”اگر یہ ہوا تو میں اس قابل نہیں کہ اپنے باپ کے ساتھ لڑسکوں“۔

”آپ مطمئن رہیں لڑنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی“۔

چند دن بعد جب ابوعبداللہ نے قرطبہ کے لشکر کی تباہی کی خبر سنی تو اس نے اپنے استاد سے کہا۔ ”ایلچی یہ خبر لایا ہے کہ سرحدی عقاب قرطبہ کے محاذ سے فارغ ہوتے ہی لوشہ کی طرف روانہ ہوگیا ہے“۔

ابوداؤد نے کہا۔ ”شہزادے! اب وہ وقت آگیا ہے جس سے میں ڈرتا تھا۔ ممکن ہے کہ لوشہ کے میدان میں ابوالحسن کو فتح ہو۔ یہ فتح تمہارے مستقبل کے لیے بہت خطرناک ثابت وہ گی۔ جب سلطان شہر میں داخل ہوگا تو غرناطہ کے عوام اس کے ہر صحیح یا غلط فیصلے کی تائید کریں گے۔ ان کی نگاہ میں تمہارے سوتیلے بھائی کا درجہ

تمہاری نسبت کہیں بلند ہو گا بلکہ ان کے نزدیک اس مہم کا ایک معمولی سپاہی بھی تمہاری نسبت زیادہ قابل احترام ہو گا"۔

ابو عبداللہ نے مایوس ہو کر کہا۔"مجھے کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ جب میں آپ کی باتیں سنتا ہوں تو مجھے پریشانی ہوتی ہے۔ میرا دماغ مجھے ایک ایسے سمندر میں کودنے پر آمادہ کرتا ہے جس کی گہرائی سے میرا دل کانپتا ہے لیکن جب میں اپنی والدہ کے پاس جاتا ہوں تو ان کی باتیں مجھے کسی اور ہی دنیا میں لے جاتی ہیں۔ وہ آج بھی یہی کہتی تھی کہ میرے والد بارہا اس بات کا حلف اٹھا چکے ہیں کہ وہ مجھے اپنا جانشین بنانے کے متعلق اپنا وعدہ پورا کریں گے"۔

ابو داؤد نے کہا" اب شاید وقت آ گیا ہے کہ میں آپ کو غلط فہمی میں مبتلا نہ رہنے دوں۔ میری بات غور سے سنیے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے مان لیتا ہوں کہ آج آپ کے والد کا ارادہ آپ کے متعلق برا نہیں لیکن اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کو پہنچ چکی ہے۔ فرض کیجئے آپ کے والد بیس سال اور زندہ رہتے ہیں اس وقت تک آپ کی عمر ساٹھ سال ہو جائے گی اور یہ عمر کا وہ حصہ ہے جب زندگی کی امنگیں سرد پڑ جاتی ہیں۔ جب انسان آئینے میں اپنی صورت دیکھنے سے گھبراتا ہے، جب انسان کی سب سے بڑی ضرورت ایک بستر ہوتی ہے۔ خواہ وہ ایک محل میں ہو یا ایک جھونپڑی میں۔ اس وقت آپ کی عقل یقیناً پختہ ہو گی۔ لیکن وہ گرم خون جو انسان کو تسخیر عناصر پر آمادہ کرتا ہے منجمد ہو چکا ہو گا......اور پھر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ آئندہ بیس سال کے واقعات سلطان کو آپ کے متعلق کوئی اور فیصلہ کرنے پر آمادہ نہیں کر دیں گے۔ شہزادے! عزت، شہرت اور ناموری کا دروازہ ایسا نہیں کہ کوئی خواہش کرے اور یہ کھل جائے۔ اسے کھٹکھٹانا پڑتا ہے اور بعض اوقات توڑنا پڑتا ہے

۔ بڑے انسانوں کی زندگی میں ایک فیصلہ کن مرحلہ آتا ہے ۔ جو سوچ میں وقت گنواتے ہیں وہ پیچھے رہ جاتے ہیں ۔وقت کی ریت میں ان کے پاؤں کے نشان گم ہو جاتے ہیں اور جو جرأت سے کام لیتے ہیں ۔وہ اپنی منزل پر پہنچ جاتے ہیں ۔ اگرچہ آپ نے مجھے اپنے دل کا حال نہیں بتایا لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ غرناطہ کے تخت پر بیٹھنے کے لیے بے قرار ہیں ۔آپ کو اب تک اگر اپنی زندگی کی عزیز ترین خواہش کی تکمیل کی جرأت نہیں ہوئی تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کے دل میں آپ کے والد کا احترام ہے، نہیں، برا نہ مانئے گا آپ کے دل پر ایک خوف سوار ہے ۔اس بات کا خوف کہ دنیا آپ کو کیا کہے گی، عوام آپ کے متعلق کیا فتویٰ دیں گے ۔لیکن یاد رکھئے یہ دنیا ایک کامیاب ڈاکو کو فاتح کہتی ہے اور ناکام مصلح کو باغی بنا دیتی ہے ۔ اگر ابو عبداللہ غرناطہ کے تخت پر قابض ہو کر سارے اندلس پر اپنی عظمت کے جھنڈے لہراتا ہے تو دنیا اس کے متعلق یہ کہے گی کہ وہ ایک بد نصیب باپ کا خوش نصیب بیٹا تھا ۔اس کو حق تھا کہ وہ اپنے باپ کا تخت و تاج چھین لیتا اور اگر ابو عبداللہ ساٹھ ستر سال کی زندگی میں تخت نشیں ہونے کا انتظار کرتے کرتے چل بستا ہے تو تاریخ کے صفحات میں شاید اس کا نام بھی نہ لکھا جائے گا ۔میں نے آپ کو ایک معمولی انسان سمجھ کر آپ کے ساتھ اپنی قسمت وابستہ نہیں کی لیکن اگر آپ تذبذب میں اپنی تمام زندگی گنوانا چاہتے ہیں تو آج سے ہمارے راستے مختلف ہیں“ ۔

ابو عبداللہ نے کہا ۔”خدا کے لیے یہ نہ کہیے“ ۔

”تو آج آپ کو فیصلہ کرنا ہے ۔یہ موقع شاید پھر نہ آئے“ ۔

”میں تیار ہوں لیکن کیا میں اس وقت اس قابل ہوں کہ باپ کے خلاف بغاوت کر سکوں“ ۔

آپ بیس سال کی عمر میں اس قابل تھے لیکن آپ نے اپنی زندگی کے کئی برس ضائع کر دیئے۔ پولیس ہمارے ہاتھ میں ہے۔ محل کے داروغہ کو آپ خرید چکے ہیں۔ بربری اور ہسپانوی امراء میں سے اکثر آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ خزانہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

''اور موسیٰ......؟''

''اسے قید کرنا مشکل نہیں''۔

''لیکن شہر کے عوام؟''

''ان میں پھوٹ ڈالی جا سکتی ہے۔ عربی، ہسپانوی اور بربری کے اختلاف کی آگ دب گئی ہے بجھی نہیں۔ مجھے عربوں کے تعاون کی توقع نہیں۔ ان میں سے صرف چند آدمی خریدے جا سکتے ہیں لیکن آپ عربی عہدہ داروں کو معزول کر کے ان کی جگہ ہسپانوی اور بربریوں کو مقرر کر دیں تو اس سے دو فائدے ہوں گے۔ ایک یہ کہ وہ آپ کا ساتھ دیں گے، دوسرا یہ کہ بربری اور ہسپانوی مسلمانوں اور عربی مسلمانوں میں نزاع شروع ہو جائے گی۔ اول الذکر اپنے سرداروں کی طرح آپ کا ساتھ دیں گے۔ انہیں زیادہ خوش کرنے کے لیے آپ ان کے قیدیوں کو رہا کر دیں۔ آپ کے پاس فیصلے کے لیے صرف دو دن ہیں۔ اس کے بعد شاید موقع ہاتھ نہ آئے۔ موسیٰ کو گرفتار کرنے کا طریقہ میں نے سوچ لیا ہے۔''

(۲)

رات کے وقت قصر الحمراء کا ایک کشادہ کمرہ چاندی اور سونے کی قندیلوں سے روشن تھا۔ غرناطہ کے بربری اور ہسپانوی مسلمان امراء کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ابو عبداللہ کے ساتھ باتیں کر رہے تھے، موسیٰ داخل ہوا اور مجلس پر ایک لمحہ کے لیے سناٹا

چھا گیا۔

موسیٰ نے اہل مجلس پر ایک سرسری نگاہ دوڑائی اور ابو عبداللہ کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ ’’میں آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں‘‘۔

ابو عبداللہ اس کے تیور دیکھ کر سہم گیا لیکن ایک ثانیہ کے بعد سنبھل کر بولا۔ ’’تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو یہیں کہہ سکتے ہو۔ یہ سب خدا کے فضل و کرم سے مسلمان ہیں‘‘۔

موسیٰ نے کہا ’’بعض باتیں ہر ایک کے سامنے نہیں کہی جا سکتیں‘‘۔

’’لیکن اس وقت ہم یہ مجلس برخاست کرنے کے لیے تیار نہیں۔ تم اگر کوئی کام کی بات کہنا چاہتے ہو تو یہیں کہو‘‘۔

موسیٰ مجلس کا جائزہ لے چکا تھا۔ ان میں سے اکثر وہ تھے جنہیں پہلی بار قصر الحمراء میں داخل ہونا نصیب ہوا تھا۔ آج تک سلطنت کے کسی امیر نے یہ جرأت نہ کی تھی کہ وہ موسیٰ کو دیکھ کر اپنی کرسی پر بیٹھا رہے۔ ابو عبداللہ کے الفاظ سن کر وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے کان اسے دھوکا دے رہے ہیں۔ اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا تاہم اس نے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔ ’’شہزادے! میں نے سنا ہے کہ آپ نے باغیوں کو رہا کر دیا ہے‘‘۔

’’تم درست سنا ہے‘‘۔

’’اور آپ نے سلطنت کے چند وفاداروں کو معزول کر دیا ہے‘‘۔

’’مجھے ان کی وفاداری پر شک تھا‘‘۔

’’اور آپ نے غرناطہ کے بدترین غداروں کو اہم ترین عہدوں پر فائز کر دیا ہے‘‘۔

ابو عبداللہ نے گرج کر کہا۔ ’’موسیٰ ہمارے ساتھ گستاخی کے ساتھ پیش آنا

تمہارے فرائض میں داخل نہیں“۔

”فرض کا احساس کبھی کبھی انسان کو بہت بے باک بنا دیتا ہے“۔

”ہم اس بے باکی کو پسند نہیں کرتے، تمہیں چور دروازے سے قصر میں داخل ہونے کی جرأت کیونکر ہوئی؟“

”جب اس قسم کے شیاطین کے لیے دار الحمراء کے دروازے کھل جائیں تو میرے لیے چور دروازے سے آپ تک پہنچنے کے سوا کیا چارہ تھا“۔

امراء یہ سن کر ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے اور ایک بربری سردار اٹھ کر بولا: ”کیا ابو عبداللہ کے جانثاروں کی عزت اس کے دربار میں بھی محفوظ نہیں“

۔

موسیٰ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”وہ کون ہے جو میرے مقابلہ میں ابو عبداللہ کا جانثار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے“۔

ایک اور سردار نے اٹھ کر کہا ”ولی عہد اگر حکم دیں تو گستاخ کا منہ بند کرنے کے لیے ہماری تلواریں حاضر ہیں“۔

موسیٰ نے غصے سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا ”تمہاری یہ جرأت؟ کیا تم وہی غدار نہیں جس نے بربری مسلمانوں کو عربوں کے خلاف اکسایا تھا؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم قید خانے سے قصر الحمراء تک پہنچ کر اپنے گذشتہ جرائم کی تلافی کر چکے ہو......

اور تم یہ خیال کرتے ہو کہ الحمراء میں چند غداروں کا اجتماع دیکھ کر موسیٰ کی تلوار کا لوہا نرم ہو جائے گا۔ میں ابو عبداللہ کے پاس آیا ہوں اور اگر تم میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اس کی تلوار مجھے ابو عبداللہ کے سامنے اپنے خیالات کے اظہار سے روک سکتی ہے تو میں اسے سامنے آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے جو

اس جگہ اپنی گردن سے سر کا بوجھ اتارنے کی خواہش لے کر آیا ہے۔ اور شہزادے! تم کو ان بزدلوں سے جاں نثاری کی توقع ہے جو میری بوٹیاں نوچنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن اپنے ہاتھ تلوار کے قبضہ تک لے جانے کی جرأت نہیں رکھتے۔ تم غرناطہ کے دشمنوں کو اپنا دوست سمجھتے ہو؟"

ابو عبداللہ کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور آگے بڑھ کر بولا۔ "موسیٰ مجھے قتل کرنے کا ارادہ لے کر آئے ہو؟"

"میں اور آپ کو قتل کرنے کا ارادہ؟ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ کہہ کر موسیٰ نے اپنی تلوار کھول کر ابو عبداللہ کو پیش کر دی"۔

ابو عبداللہ نے تلوار لے ایک طرف پھینکتے ہوئے تالی بجائی۔ آٹھ مسلح بربری اور حبشی کمرے میں داخل ہوئے اور عبداللہ کے اشارے کا انتظار کرنے لگے۔ ابو عبداللہ نے کہا۔ "مجھے یقین تھا کہ الحمراء کے دروازوں پر سخت سے سخت پہرا بھی تمہیں یہاں پہنچنے سے نہیں روک سکے گا لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم جس راستے سے آئے ہو اس راستے سے واپس نہیں جا سکو گے"۔

موسیٰ حیرت زدہ ہو کر ابو عبداللہ کی طرف دیکھ رہا تھا، اس ابو عبداللہ کی طرف جس کے ساتھ اس نے اپنا بچپن گزارا تھا جسے اس نے گھوڑے پر چڑھنا اور تلوار اور نیزے کے ساتھ کھیلنا سکھایا تھا۔ وہ حیران تھا کہ اس سے کیا غلطی ہوئی ہے۔ صبح ابو عبداللہ نے اسے خود بلا کر یہ حکم دیا تھا کہ تم آس پاس کی بستیوں اور شہروں میں جا کر رضا کار بھرتی کرو۔ شام کے وقت جب وہ واپس آیا تو پتہ چلا کہ ابو عبداللہ نے چند باغیوں کو رہا کر دیا ہے اور چند وفادار عہدہ داروں کو معزول کر دیا ہے۔ وہ اس خبر سے پریشان ہوا، تاہم اسے یہ یقین تھا کہ وہ چند باتیں کرنے کے بعد اسے اپنی غلطی کی

تلافی پر آمادہ کرے گا۔وہ کھانا کھائے بغیر گھر سے نکلا۔الحمراء کے دروازے اس کے لیے بند تھے اور ان پر نئے پہریدار متعین تھے۔وہ ایک خفیہ راستے سے محل میں داخل ہوا۔ابو عبداللہ کے ساتھ وہ اس سے قبل کئی موقعوں پر زیادہ سخت کلامی سے پیش آ چکا تھا لیکن آج اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی یہ محسوس کیا کہ اس کا بچپن کا دوست بدلا ہوا ہے جب اس نے اپنی تلوار اتار کر اسے پیش کی تھی تو اسے یقین تھا کہ ابو عبداللہ نادم ہو کر اسے بازو سے پکڑ کر دوسرے کمرے میں لے جائے اور کہے گا ''تم اتنی سی بات پر بگڑ گئے''۔

لیکن جب اس نے تلوار لے کر پھینک دی تو موسیٰ کے دل پر ایک چرکا لگا۔وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کے کانوں میں یہ الفاظ گونج رہے تھے ''میں یقین دلاتا ہوں کہ تم جس راستے آئے ہو اس راستے واپس نہیں جا سکو گے''۔اس نے مسلح سپاہیوں کی طرف دیکھا تو اسے یہ خیال آیا کہ یہ سب عبداللہ کی دل لگی ہے۔یہ صرف مذاق ہے۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا ''ابو عبداللہ! میں تمہارا مجرم ہوں۔میں لوشہ کی جنگ کے لیے رضا کار بھرتی کرنے کا مجرم ہوں، میں الحمراء میں خفیہ راستے سے داخل ہونے کا مجرم ہوں اور میں ان غداروں کو غدار کہنے کا مجرم ہوں۔میرا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ میں تمہارا دوست ہوں۔میری سزا تجویز کرو''۔

موسیٰ نے یہ کہہ کر اپنا سر جھکا دیا۔ابو عبداللہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔وہ اپنا ہاتھ اٹھا کر اس کے کندھے پر رکھنا چاہتا تھا لیکن ایک شخص نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔یہ ابو داؤد تھا۔

ابو عبداللہ نے اپنے اتالیق کی طرف دیکھا اور اس نے سر ہلا دیا۔

ابو عبداللہ نے سپاہیوں کی طرف دیکھا اور مغموم لہجے میں کہا "اسے لے جاؤ"

۔

موسیٰ نے گردن اوپر اٹھائی ۔وہ سپاہیوں کی ننگی تلواروں کے درمیان کھڑا تھا اور وہ سردار جنہیں اب تک ابو عبداللہ کی مستقل مزاجی پر شبہ تھا اپنی تلواریں نکال چکے تھے۔

موسیٰ جس کی گرجتی ہوئی آواز ہسپانیہ کی دیواروں پر لرزہ طاری کر دیا کرتی تھی سکتے کے عالم میں ابو عبداللہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔غرناطہ کے مجاہد کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔

ابو عبداللہ اس منظر کی تاب نہ لا سکا، اس نے منہ پھیر لیا اور بلند آواز میں چلایا "اسے لے جاؤ" لیکن اس کی آواز میں غصے کی بجائے کرب تھا۔

موسیٰ کوئی بات کہے بغیر سپاہیوں کے آگے آگے چل دیا اور ابو عبداللہ اپنے رومال سے آنکھیں پونچھتا ہوا دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ابو داؤد نے سرداروں سے کہا۔"آپ یہیں رہیں میں ابھی آتا ہوں"۔

دوسرے کمرے میں جا کر ابو داؤد نے اپنے شاگرد سے کہا "شہزادے! بڑے آدمیوں کا دل بڑا ہونا چاہیے"۔

عبداللہ نے درد بھری آواز میں کہا "لیکن میرا دوست تھا میرا بچپن کا دوست"

۔

ابو داؤد نے کہا "وہ تمہاری راہ کا ایک خوبصورت کانٹا تھا جسے تم پیار کرتے تھے لیکن اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے تمہیں اس قسم کے کئی کانٹے ہٹانے پڑیں گے ۔موسیٰ اگر چاہے تو اب بھی تمہارے تاج کا ہیرا بن سکتا ہے لیکن اس سے یہ توقع اسی صورت

میں ہو سکتی ہے۔ جب سلطنت غرناطہ کا دوسرا دعویدار نہ ہو۔ جب اسے یقین ہو جائے گا کہ تم ابو الحسن کی جگہ لے چکے ہو تو اسے قید سے نکل کر تمہاری خدمت کرنے پر اعتراض نہ ہو گا۔ اب اٹھو یہ وقت سوچنے کا نہیں، کام کرنے کا ہے۔"

(۳)

لوشہ کی فتح کے بعد جب اگلے دن بدر بن مغیرہ فرڈی نینڈ کے لشکر کا تعاقب کرنے کے بعد واپس آیا تو ابو الحسن نے فوج کے سرداروں کی مجلس شورائی بلائی۔ بعض سرداروں کی یہ رائے تھی کہ غرناطہ پہنچ کر زیادہ مکمل تیاری کے بعد فرڈی نینڈ کی مملکت پر چڑھائی کی جائے لیکن بدر بن مغیرہ نے اس رائے پر زور دیا کہ فرڈی نینڈ کو دم لینے کی مہلت نہ دی جائے۔

اس نے کہا۔"اس فتح کے بعد اگر ہم فوراً چڑھائی کر دیں تو دشمن کسی میدان میں بھی جم کر ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اس میں شک نہیں کہ ہم غرناطہ پہنچ کر چند ہزار مزید سپاہی بھرتی کر سکیں گے لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ دشمن کے ذرائع ہمارے مقابلے میں بہت وسیع ہیں۔ وہ اس وقفہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے گا۔ نہ صرف اندلس کے عیسائی بلکہ فرانس اور اطالیہ کے پرستاران صلیب اس کی مدد کے لیے دوڑیں گے اور سب سے زیادہ تشویش اس بات کی ہے کہ فرڈی نینڈ اس شکست کا بدلہ اپنی مسلمان رعایا سے لے گا جو اس وقت بھی تعداد میں غرناطہ کی آبادی سے کم نہیں۔ اس کے برعکس اگر ہم فوراً پیش قدمی کر دیں تو اندلس کی ہر بستی کے مسلمان ہمارا ساتھ دیں گے اور وہ تعداد میں ان سپاہیوں سے کہیں زیادہ ہوں گے جنہیں ہم غرناطہ جا کر بھرتی کر سکتے ہیں۔ ہمارے لیے سب سے بڑا مسئلہ رسد کی فراہمی ہے۔ اس کا ذمہ میں لیتا ہوں۔"

الزغل نے بدر بن مغیرہ کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا "اس فتح کے بعد قسطلہ کی دیواروں تک پہنچتے ہوئے بھی ہمیں کسی زبردست مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ہمیں گرتے ہوئے دشمن کو سنبھلنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ جہاں تک غرناطہ سے مزید سپاہی حاصل کرنے کا تعلق ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کام کے لیے موسیٰ سے زیادہ موزوں اور کوئی نہیں ہوسکتا"۔

ایک بوڑھے سردار نے کہا۔ "میں بھی اس بات کا حامی ہوں کہ ہمیں پیچھے لوٹنے کی بجائے آگے بڑھنا چاہیے۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ سلطان کو یہ مہم الزغل کے سپرد کر کے غرناطہ لوٹ جانا چاہیے۔ گذشتہ صدیوں میں ایسے مراحل پر ہمیں گھر کی پھوٹ بہت نقصان پہنچا چکی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ موسیٰ ایک سمجھدار نوجوان ہے لیکن غرناطہ کے متعلق ہمیں جو اطمینان سلطان کی موجودگی میں ہوسکتا ہے وہ کسی اور کی موجودگی میں نہیں ہوسکتا۔ شرپسند عناصر سلطان کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے لیکن سلطان کی موجودگی میں کسی کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوگی"۔

ابوالحسن نے جواب دیا۔ "غرناطہ کے متعلق مجھے اطمینان ہے۔ تاہم میں آپ کا مشورہ رد نہیں کرتا۔ میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں ایک اور شاندار فتح کے بعد واپس جاؤں گا۔"

مغرب کی نماز کے لیے اٹھنے سے قبل مجلس شوریٰ یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ کل صبح کوچ کیا جائے۔ اگلی صبح نماز کے بعد ابوالحسن نے اپنی فوج کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"مجاہدو! لوشہ کی شاندار فتح کو میں قدرت

کا ایک بہت بڑا انعام سمجھتا ہوں۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ اگر غرناطہ کے مسلمان ایک ہو جائیں تو وہ آج بھی کفر کی ہر طاقت کو پاش پاش کر سکتے ہیں اور اگر وہ جہاد کا جذبہ لے کر اٹھیں تو ان کا لوہا آج بھی ہر لوہے کو کاٹ سکتا ہے۔ اس فتح نے ہمارے لیے کامیابیوں کی شاہراہ کھول دی ہے اور اگر ہم نے ہمت نہ ہاری تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں جب قرطبہ اور اشبیلیہ کے ایوانوں پر ایک بار پھر ہمارا پرچم لہرائے گا۔

''تمہیں یاد ہو گا کہ اس ملک میں اسلام کا پہلا مجاہد طارق بن زیاد ایک مٹھی بھر جماعت لے کر آیا تھا۔ سپہ سالار کی طرف سے اسے یہ ہدایت تھی کہ وہ صرف اس ملک کے حالات دیکھ کر واپس آ جائے لیکن ہسپانیہ کے ساحل پر قدم رکھتے ہی اس مجاہد نے اپنا ارادہ بدل دیا اور اپنے سپہ سالار کو یہ پیغام بھیجا کہ میں اندلس کے ساحل پر اسلام کا پرچم لہرا چکا ہوں اور جب تک یہ جھنڈا اندلس کی آخری حدود تک نہیں پہنچ جاتا میں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھوں گا۔ تم نے مجھے راڈرک کی طاقت کا اندازہ کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اندلس میں میری رفتار سے تم اس کی

صحیح طاقت کا اندازہ لگا سکو گے۔ اپنے جانبازوں
سے طارق نے یہ کہا تھا کہ ہم راڈرک کی زمین پر
اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑنے نہیں آئے بلکہ خدا
کی زمین میں اس کی عظمت کے جھنڈے بلند
کرنے آئے ہیں۔ ہم تعداد میں تھوڑے ہیں لیکن
مسلمانوں کی قوت کا راز ان کی تعداد میں نہیں، ان
کے خلوص اور ایمان میں ہے۔"

میرے بہادر سپاہیو! ہم نے آج طارق کے
نقش قدم پر چلنے کا فیصلہ کیا ہے، کیا تم ہمارے فیصلے
کی تائید کرتے ہو؟"

سپاہیوں نے فلک شگاف نعروں سے ابوالحسن کے فیصلے کی تائید کی۔ انہیں ہاتھ
کے اشارے سے خاموش کرنے کے ابوالحسن نے دوبارہ تقریر شروع کی:

"تم نے لوشہ کی جنگ میں اپنے دشمنوں پر
یہ ثابت کر دیا ہے کہ آج بھی تمہاری ایک تلوار دشمن
کی دس تلواروں کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ اس فتح نے
ہمارے لیے کامیابی کے دروازے کھول دیئے ہیں
۔ قسطلہ اور اراغون میں ہمارے مظالم بھائیوں کی
دعائیں مستجاب ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ اس میں
شک نہیں کہ اگر ہم چند دن کے لیے غرناطہ واپس
چلے جائیں تو وہاں فتح کے جشن میں شریک ہو سکیں

گے۔لوگ ہم پر پھولوں کی بارش کریں گے۔لیکن اگر ہم قرطبہ اور اشبلیہ کا رخ کریں تو وہاں ہماری بہنیں اور بھائی برسوں سے صرف اس امید پر عیسائیوں کے مظالم برداشت کر رہے ہیں کہ کسی دن غرناطہ کے مجاہد ان کی مدد کو پہنچیں گے وہاں ہمارا استقبال پھولوں کی بجائے تشکر کے آنسوؤں کے ساتھ کیا جائے گا۔

آج سے چند برس قبل کسے یہ امید تھی کہ قدرت ہمیں اتنی بڑی فتح سے سرفراز کرے گی اور اس فتح کے بعد یہ کون کہہ سکتا ہے کہ چند دن کے بعد ہماری اذانیں قرطبہ اور اشبلیہ کی مساجد میں نہیں گونجیں گی اور ہمارا جھنڈا قسطلہ کے شاہی ایوان پر نہیں لہرائے گا''۔

ابوالحسن کی تقریر ہر سپاہی کے دل میں امید اور ولولے کے نئے چراغ روشن کر رہی تھی۔وہ تصور میں قرطبہ اور اشبلیہ کے ایوانوں کو دیکھ رہے تھے۔وہ قسطلہ کے ایوان شاہی پر اپنی فتح کا پرچم لہرا رہے تھے۔وہ برسوں کے غلام مسلمانوں کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو دیکھ رہے تھے۔وہ اپنی قوم کے مظلوم بھائیوں اور بہنوں سے یہ کہہ رہے تھے کہ اب تم آزاد ہو،اب ہمیں کوئی غلام نہیں بنا سکتا۔اندلس ہمارا ہے،ہم نادم ہیں کہ ہم اتنی دیر تمہاری حالت سے بے پروا رہے۔

لیکن ابوالحسن بولتے بولتے رک گیا۔اس کی توجہ تھوڑی دیر کے لیے ایک سوار

نے اپنی طرف مبذول کر لی جو پوری رفتار سے گھوڑا بھگاتا ہوا آ رہا تھا۔ سوار گھوڑے سے اترا اور کسی سے بات کیے بغیر لوگوں کو ادھر اُدھر ہٹاتا ہوا آگے بڑھا۔ ایک سپاہی نے اسے بازو سے پکڑ کر روکنے کی کوشش کی لیکن اس نے جھٹکا دے کر اپنا بازو چھڑا لیا اور بدستور آگے بڑھتا گیا۔ جب لوگوں کو یہ احساس ہوا کہ وہ ابوالحسن کے پاس جانا چاہتا ہے تو وہ ادھر اُدھر ہٹ کر اسے راستہ دینے لگے۔ ابوالحسن کے دل کی دھڑکنیں یہ گواہی دے رہی تھیں کہ یہ سوار کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا۔ تاہم اس نے ہاتھ کے اشارے سے نووارد کو روکا اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے دوبارہ تقریر شروع کی۔

الزغل جو ابوالحسن کے پاس کھڑا تھا نووارد کی طرف بڑھا اور اس کے قریب پہنچ کر بولا "تم غرناطہ سے آئے ہو"۔

نووارد نے جواب دیا "ہاں میں ایک بہت ضروری خبر لے کر آیا ہوں"۔

"تمہیں موسیٰ نے بھیجا ہے؟"

"نہیں، میں خود آیا ہوں"۔

"اگر تم موسیٰ کی طرف سے نہیں آئے تو تمہاری خبر اہم نہیں ہو سکتی اور تمہیں اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے تھا کہ اس اجتماع کے سامنے سلطان غرناطہ تقریر فرما رہے ہیں"۔

"لیکن جن حالات میں میں یہاں پہنچا ہوں ان سے واقف ہونے کے بعد آپ میری اس جسارت کو قابل معافی سمجھیں گے"۔

الزغل نے کہا۔ "کہو کیا کہتے ہو؟"

نووارد نے ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد کہا "یہاں نہیں"۔

الزغل نے پریشان ہو کر کہا ''میرے ساتھ آؤ''۔

اجتماع سے ایک طرف ہٹ کر الزغل نے نووارد کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''مجھے کوئی بری خبر سنانے سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو تا کہ میں اس کی اہمیت کا اندازہ کر لوں اور یہ بھی سوچ لوں کہ جنگ کے زمانے میں جھوٹی افواہیں پھیلانے والوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا ہے''۔

نووارد نے کہا'' اگر آپ غور سے دیکھتے تو مجھے پہچان لیتے ۔ میں الحمراء کے داروغہ کا بیٹا ہوں ۔ ہبیرہ بن سعید کا شاگرد ہوں ۔ چند دنوں سے میں موسیٰ کے ساتھ جہاد کی تبلیغ کر رہا ہوں ۔ یہاں فوج کے بہت سے آدمی مجھے پہچانتے ہیں لیکن جو افسوس ناک خبر میں لے کر آیا ہوں اگر وہ غلط ثابت ہو جائے اور میں اس کے عوض تختہ دار پر لٹکا دیا جاؤں تو بھی مجھے خوشی ہو گی ۔ خدا کرے میرا یہاں آنا ایک خواب ہو اور غرناطہ میں جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا ہے وہ بھی ایک خواب ہو''۔ نووارد کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے۔

اتنی دیر میں الزیغری ان کے پاس پہنچا۔ اس نے نوجوان کو دور سے پہچان کر کہا۔ ''سلیمان خیر تو ہے؟''

''سلیمان نے ایک لمحہ کے لیے الزیغری کی طرف دیکھا اور پھر الزغل کی طرف متوجہ ہوا۔''

میں بہت بری خبر لے کر آیا ہوں ۔ غرناطہ میں بغاوت ہو چکی ہے ۔

الزغل نے چلا کر کہا۔ ''نہیں! نہیں!! تم نے خواب دیکھا ہے ۔ موسیٰ کی موجودگی میں بغاوت ممکن نہیں ۔ تم نے خواب دیکھا ہے، تم دشمن کے جاسوس ہو اور ہماری توجہ محاذ جنگ سے ہٹانا چاہتے ہو ۔ کہو یہ جھوٹ ہے'' ۔ الزغل اضطراری

حالت میں سلیمان کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑ رہا تھا...... اور سلیمان بار بار یہ کہہ رہا تھا ''کاش! یہ جھوٹ ہوتا...... لیکن یہ جھوٹ نہیں...... کاش یہ جھوٹ ہوتا؟''

''لیکن موسیٰ اور بغاوت؟ یہ ناممکن ہے۔تم دیوانے ہو۔''

سلیمان نے کہا۔''موسیٰ ابو عبداللہ کی قید میں ہے''۔

الزغل نے سلیمان کو دھوکا دے کر زمین پر گرا دیا اور الزبغری سے کہا'' اسے لے جاؤ۔یہ دیوانہ ہے۔ابو عبداللہ مجھے قتل کر سکتا ہے، اپنے باپ کو قید کر سکتا ہے لیکن موسیٰ پر وہ جان دیتا ہے۔اس پاگل کو لے جاؤ''۔

سلیمان نے کہا'' آج شام تک میری خبر کی تصدیق کرنے کے لیے اور بہت سے لوگ آ جائیں گے ۔ابو عبداللہ نے اپنی امارت کا اعلان کر دیا ہے۔اس نے باغیوں کو رہا کر دیا ہے اور عرب عہدہ داروں کی جگہ انہیں مقرر کر دیا ہے۔جن امراء نے اس کی امارت تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا ان میں چند قتل کیے جا چکے ہیں اور باقی قید کر لیے گئے ہیں۔الحمراء پر بربری اور ہسپانوی امراء کا قبضہ ہے اور شہر میں وہ اپنے قبائل کے لوگوں کو عربوں کے ساتھ لڑا رہے ہیں۔میں یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ اب تک کتنے مکانات جل چکے ہیں اور کتنے آدمی مارے گئے ہیں۔مجھے ڈر ہے کہ اب تک یہ آگ غرناطہ کے آس پاس کی بستیوں میں بھی پہنچ چکی ہوگی''۔

(۴)

ابوالحسن زیادہ دیر تقریر جاری نہ رکھ سکا۔اس کی توجہ بار بار الزغل اور الزبغری کی طرف مبذول ہو رہی تھی اور جب وہ سلیمان سے باتیں کرنے کے بعد سر جھکائے اس کی طرف آ رہے تھے تو اس کا دل دھڑکنے لگا اور آواز بیٹھ گئی۔الزغل کا چہرہ دیکھ کر اس کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ ایلچی کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا

ہے۔اس نے تقریر ختم کر کے ہاتھ اٹھا کر فتح کے لیے دعا مانگی اور جواب طلب نگاہوں سے الزغل کی طرف دیکھنے لگا۔

الزغل نے آگے بڑھ کر کہا ''چلئے!''

ابوالحسن نے کہا۔''کہاں؟ خیر تو ہے؟''

''اپنے خیمے میں چلئے''۔

الزغل کے مغموم لہجے سے ابوالحسن کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔وہ اسٹیج سے اترا اور اس کے ساتھ اپنے خیمے کی طرف چل دیا۔چند سرداروں نے اس کا ساتھ دینا چاہا لیکن الزغل نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا۔''آپ میرے خیمے میں جمع ہوں۔ہم ابھی وہاں آتے ہیں''۔

کچھ دور جا کر ابوالحسن نے سوال کیا۔''کوئی بری خبر سنانے سے پہلے مجھے اتنا ضرور بتاؤ کہ ایلچی کہاں سے آیا ہے؟ اتنی بڑی فتح کے بعد ہمیں معمولی حالات سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔کہو کیا بات ہے، تمہاری خاموشی میرے لیے ناقابل برداشت ہو رہی ہے''۔

الزغل نے کوئی جواب نہ دیا۔سلیمان نے جو ابھی تک وہیں کھڑا تھا، الزغل کا اشارہ پا کر ان کے ساتھ ہو لیا۔

ابوالحسن سلیمان کی طرف متوجہ ہوا۔''تم کہاں سے آئے ہو؟ بتاؤ میری طرف کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا تم یہ خبر لے کر نہیں آئے کہ سرحد کو کوئی یا شہر ہمارے قبضہ سے نکل گیا ہے اور عیسائی وہاں کے مسلمانوں سے اپنی شکست کا بدلہ لے رہے ہیں''۔

سلیمان نے جواب دینے کی بجائے الزغل کی طرف دیکھا اور اس نے سر کے اشارے سے اسے خاموشی کی تلقین کی۔

ابوالحسن کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔اس نے چلا کر کہا"الزغل! کیا ہم نے ایک ماں کا دودھ نہیں پیا ہے۔کیا میں وہ خبر سننے کی ہمت نہیں رکھتا جسے تم سن چکے ہو؟ کیا یہ قاصد کسی زلزلے کی خبر لے آیا ہے، کیا الحمراء میں آگ لگ گئی؟ کیا ابو عبداللہ کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے؟ خدا کی قسم ایسی خبریں مجھے پریشان نہیں کر سکیں گی اور اگر یہ قاصد یہ پیغام لایا ہے کہ عیسائیوں کو کوئی دستہ ہماری سرحد کے کسی غیر محفوظ قلعے پر قابض ہو گیا ہے۔تو یہ خبر تم مجھے فوج کے سامنے سنا سکتے تھے۔ہم نئے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک دن پیش قدمی کا ارادہ ملتوی کر سکتے ہیں۔ الزغل! تمہاری زبان گنگ کیوں ہو گئی۔مجھے بتاؤ وہ کون سا نقصان ہے جس کی تلافی ان مجاہدوں کی تلوار نہیں کر سکتی، وہ کون سا محل گرا ہے جسے یہ مجاہد دوبارہ تعمیر نہیں کر سکتے؟ ایک سپہ سالار کی سب سے بڑی دولت اس کے سپاہی ہوا کرتے ہیں۔موسیٰ اور ابو عبداللہ کے سوا جن لوگوں کو میں سب سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں وہ میرے ساتھ ہیں۔کسی کی موت میرے لیے ناقابل برداشت نہیں ہو گی۔کیا تم نہیں دیکھا کہ نعیم بن رضوان کو جب لحد میں اتار رہا تھا میری آنکھوں میں آنسوؤں کا نشان تک نہ تھا حالانکہ وہ مجھے عبداللہ سے کم عزیز نہ تھا"۔

اتنی دیر میں ابوالحسن کا خیمہ قریب آ گیا تھا۔ابوالحسن مایوس ہو کر تیزی سے خیمے کی طرف بڑھ رہا تھا۔خیمے میں داخل ہو کر الزغل نے اسے کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا ۔"میرے بھائی! یہ قاصد ایک بہت بڑے حادثے کی خبر لایا ہے۔ابو عبداللہ نے اپنی امارت کا اعلان کر دیا ہے اور باغیوں کو قید سے رہا کر کے شہر میں خانہ جنگی کروا دی ہے۔ہمارے لیے غرناطہ کے دروازے بند ہو چکے ہیں ......موسیٰ عبداللہ کی قید میں ہے"۔

ابوالحسن پر یہ الفاظ بجلی بن کر گرے۔ وہ اچانک اٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا پھر کرسی پر آ گرا۔ اس نے بولنے کی کوشش کی لیکن اس کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے الزغل اور سلیمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ان کے مغموم چہروں پر اپنی تقدیر کا نوشتہ پڑھ رہا تھا۔

الزغل نے کہا۔ ”اب میں حیران ہوں کہ فوج کو یہ خبر کس طرح سنائی جائے۔ ہم اس خبر کو زیادہ دیر چھپا بھی نہیں سکتے۔ آج شام سے پہلے کئی اور آدمی آ جائیں گے۔ مجھے ڈر ہے کہ غرناطہ کی طرح یہاں بھی عرب اور غیر عرب سپاہیوں کی تلواریں آپس میں نہ ٹکرا جائیں۔ فوج کے سردار میرے خیمے میں جمع ہو رہے ہیں آپ پہلے ان سے وفاداری کا حلف لیں اور پھر ان پر یہ خبر ظاہر کریں۔ کاش آج موسیٰ یہاں ہوتا۔ آپ مایوس نہ ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ لوشہ کی فتح کی خبر پھر ایک بار غرناطہ کے عوام کی حرارت ایمانی زندہ کر دے گی۔ وہ ابوعبداللہ کے خلاف بغاوت کر کے ہمارے لیے شہر کے دروازے کھول دیں گے۔ اٹھئے ہمت سے کام لیجئے۔ اب سوچنے کا وقت نہیں۔“

ابوالحسن کے ہونٹ ہل رہے تھے لیکن اس کی آواز جواب دے چکی تھی۔ سلیمان نے آہستہ سے کہا ”طبیب کو بلایئے سلطان کی طبیعت ٹھیک نہیں“۔

الزغل نے جھک کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور جلدی سے باہر نکل کر پہریدار سے کہا۔ فوراً بشیر بن حسن کو بلاؤ۔ وہ زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہا ہوگا۔ اسے کہو کہ سلطان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ لیکن علیحدگی میں، کسی کے سامنے نہیں۔“

تھوڑی دیر کے بعد بشیر بن حسن خیمے میں داخل ہوا۔ اس نے سلطان کی حالت دیکھ کر الزغل سے کہا۔ ان پر فالج گرا ہے لیکن فالج کا حملہ شدید نہیں، انشاء

اللہ جلد آرام آجائے گا۔معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے۔

(۵)

تھوڑی دیر بعد الزغل نے سلیمان سے کہا۔''تم جا کر آرام کرو لیکن ابھی کسی پر یہ بات ظاہر نہ کرنا''۔پھر وہ بشیر بن حسن کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔''اگر میرا یہاں ٹھہرنا ضروری نہ ہو تو مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دیجیے''۔

بشیر بن حسن نے کہا۔''سلطان کی نگاہیں آپ پر جمی ہوئی ہیں۔میرے خیال میں آپ کا کچھ دیر یہاں سے غیر حاضر رہنا ان کے لیے بہتر ہو گا۔ان کی توجہ کسی اور طرف مبذول ہو سکے گی''۔

الزغل اپنے خیمے میں داخل ہوا تو فوج کے تمام بڑے بڑے عہدہ دار وہاں جمع تھے۔وہ الزبغری کے گرد گھیرا ڈال کر سوالات کی بوچھاڑ کر رہے تھے اور وہ چلا چلا کر یہ کہہ رہا تھا۔''مجھے پتہ نہیں۔سلیمان صرف سلطان سے کچھ کہنا چاہتا تھا''۔

الزغل کو دیکھ کر سب خاموش ہو گئے۔تھوڑی دیر بعد الزغل ان سے وفاداری کا وعدہ لینے اور انہیں غرناطہ کے المناک حادثہ کی خبر سنانے کے بعد خیمے سے باہر نکلا۔سرداروں نے بھی اپنے اپنے خیمے کا رخ کیا۔دوپہر تک یہ خبر تمام فوج میں مشہور ہو چکی تھی اور شام سے تھوڑی دیر قبل غرناطہ سے آنے والے چند اور آدمی اس خبر کی تصدیق کر چکے تھے۔وہ سپاہی جو تھوڑی دیر قبل قسطلہ کے شاہی محل پر اپنا جھنڈا لہرانے اور اشبیلیہ اور قرطبہ کی مساجد میں اذانیں دینے کے حسین سپنے دیکھ رہے تھے اب اپنے گھروں کو تباہی سے بچانے کی فکر میں سرگراں تھے۔وہ شاعر جنہوں نے لوشہ کے مجاہدین کی شان میں قصائد لکھے تھے۔اب ابو عبداللہ کی غداری پر مرثیے لکھ رہے تھے۔اندلس کے مقدر کا ستارہ ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے بعد نحوست

کے بادلوں میں چھپ چکا تھا۔

اگلے دن بشیر بن حسن کی مسیحائی سے ابوالحسن کی کھوئی ہوئی قوت گویائی واپس آ گئی۔ اس کے پہلے الفاظ یہ تھے۔ میرے بیٹے! تم نے یہ کیا کیا۔ یہ تخت جسے تم نے چھیننے کی کوشش کر تمہارا ہی تھا۔ لیکن تم نے بادشاہ بننے کے شوق میں اندلس کے مسلمانوں کا مستقبل تباہ کر دیا ہے۔ خدا نہ کرے تمہارا بویا اندلس کے مسلمانوں کو کاٹنا پڑے۔ میرے بیٹے! میرے عبداللہ! لیکن تم میرے نہیں۔" ابوالحسن نے کروٹ بدل کر تکیئے میں منہ چھپا لیا اور ہچکیاں لینے لگا۔

دو دن بعد اس کے اعصاب سے فالج کے اثرات دور ہو چکے تھے لیکن زندگی کی وہ حرارت جس کے باعث وہ ساٹھ سال کی عمر میں بھی نوجوانوں کے لیے قابل رشک تھا سرد پڑ چکی تھی۔ زندگی کے ایک ہی حادثے نے تلوار سے کھیلنے والے مجاہد کو لاٹھی کا سہارا لے کر چلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

فوج کے سرداروں کی اکثریت کا فیصلہ یہ تھا کہ اب غرناطہ کا رخ کیا جائے اور غرناطہ کے قریب کسی شہر میں قیام کر کے ابوعبداللہ کے پاس ایک وفد بھیجا جائے۔ اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو اس کی کج تلواروں سے درست کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اگر خدانخواستہ جنگ کی نوبت آئی تو شہر کے عوام یقیناً ابوعبداللہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ غرناطہ کی شورش کے باعث سپاہیوں میں جو بددلی پھیل رہی ہے اس کا علاج یہی ہے کہ فوراً دارالسلطنت پر قبضہ کر لیا جائے ورنہ ابوعبداللہ سے یہ بات بھی غیر متوقع نہیں کہ وہ عیسائیوں کا حلیف بن جائے اور ہم کہیں کے نہ رہیں۔

ابوالحسن نے اس فیصلے سے اتفاق کیا لیکن کوچ سے پہلے ایک ایسا واقعہ پیش آیا

جس نے اس کی کمر توڑ دی۔

جس دن ابوالحسن نے غرناطہ کی طرف کوچ کرنے کا فیصلہ کیا اس سے ایک دن قبل غرناطہ کے چند سواروں کا ایک گروہ ابوالحسن کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے ابوعبداللہ کو برا بھلا کہنے کے بعد ابوالحسن کو اس بات کا یقین دلایا کہ وہ اس کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کے لیے تیار ہیں اور غرناطہ میں ان کے زیر اثر لوگ بھی ابوالحسن کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ ابوالحسن ان لوگوں سے نہایت عزت و احترام کے ساتھ پیش آیا لیکن چار دن ابوالحسن کی فوج کے ساتھ رہ کر یہ لوگ اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کر چکے تھے۔ ابو داؤد نے انہیں ابوالحسن کی فوج میں پھوٹ ڈالنے کے لیے بھیجا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے عربوں کو یہ کہہ کر بھڑکایا کہ غرناطہ میں تمہاری بھائی بربریوں اور ملکی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے بربریوں اور ملکی مسلمانوں سے یہ کہا کہ ابوعبداللہ کی حکومت تمہارے لیے باعث رحمت ہوگی۔ اس نے بڑے بڑے عرب عہدہ داروں کو معذول کر کے ان کی جگہ تمہاری قوم کے آدمیوں کو مقرر کر دیا ہے۔ تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ غرناطہ جا کر ابوعبداللہ سے وفاداری کا اعلان کرو۔ بعض سرداروں کو انہوں نے عہدوں کا لالچ دے کر اور بعض کو جو کسی فریب میں نہ آنے والے تھے انہوں نے یہ کہا کہ فوج کے وہ عہدہ دار جو ابوالحسن کا ساتھ دیں گے ابوعبداللہ غرناطہ میں ان کے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بدترین سزائیں دے گا۔ کم حیثیت کے آدمیوں کے ضمیر انہوں نے سونے اور چاندی سے خرید لیے۔ یہ کام انہوں نے اس ہوشیاری سے انجام دیا کہ ابوالحسن کے جانثاروں کو تک خبر نہ ہو سکی۔ پہلے دن انہوں نے فوج میں وہ لوگ تلاش کیے جو پہلے ان کے زیر اثر تھے۔ پھر ان کی مدد سے دوسروں کو بہکانے کا

کام لیتے رہے۔

ایک شام ابوالحسن کی فوج نے غرناطہ سے بیس کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا اور رات کے تیسرے پہر اسے معلوم ہوا کہ اس کی فوج میں آٹھ ہزار بربری اور ہسپانوی اس کا ساتھ چھوڑ کر غرناطہ کا رخ کر رہے ہیں۔

الزغل اس واقعہ کی اطلاع ملتے ہیں ابوالحسن کے خیمے میں جا پہنچا۔ تھوڑی دیر میں فوج کے چند اور افسر وہاں جمع ہو گئے۔ الزغل نے مشورہ دیا کہ غداری کرنے والوں کا راستہ روک کر انہیں سمجھایا جائے اور اگر وہ کہا نہ مانیں تو ان کے ساتھ جنگ کی جائے بعض سرداروں نے اس مشورہ کی تائید کی اور بعض نے مخالفت کی۔ بالآخر ابوالحسن نے رنج والم میں ڈوبی ہوئی نحیف آواز میں کہا۔ ''انہیں جانے دو میں اپنی زندگی میں مسلمانوں کی تلواروں کو آپس میں ٹکرانے کی اجازت نہیں دوں گا''۔

ان المناک حوادث سے دوچار ہونے کے بعد سلطان ابوالحسن نے مالقہ کا رخ کیا۔ مالقہ کا حکم پہلے ہی ابوعبداللہ کے خلاف بغاوت کا اعلان کر چکا تھا۔ اس نے انتہائی گرم جوشی کے ساتھ سلطان کا استقبال کیا اور اپنا محل اس کے لیے خالی کر دیا۔

چند دنوں میں گردونواح کے تمام سردار اپنے سلطان کے پہنچ کر وفاداری کا اظہار کرنے لگے۔

غرناطہ کی وہ سلطنت جس کے عوام چند ماہ قبل سارے اندلس پر قبضہ کرنے کا ارادہ لے کر اٹھے تھے اب دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ غرناطہ اور اس کے مضافات پر ابوعبداللہ کا قبضہ تھا اور مالقہ پر ابوالحسن کی حکومت تھی۔

فرڈی نینڈ کو جس قدر اپنی گذشتہ ناکامیوں کا افسوس تھا اس سے کہیں زیادہ ابو عبداللہ کی بغاوت پر خوشی ہوئی اور وہ ابوالحسن پر آخری ضرب لگانے کی تیاری کرنے

لگا۔

(۶)

دشمن کے ہاتھوں بڑی سے بڑی شکست کے بعد بھی شاید ابوالحسن حوصلہ نہ ہارتا ۔لیکن وہ ناکامی جس کا باعث اس کا اپنا بیٹا تھا اس کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ اسے اپنے حال اور مستقبل سے کوئی دلچسپی نہ رہی ۔اس کا بھائی الزغل اور اس کے دوسرے جاں نثار اسے تسلی دینے کی کوشش کرتے ۔آہستہ آہستہ وہ ملاقات کی خواہش لے کر آنے والوں کو ٹالنے لگا۔تنہائی میں اس کا زیادہ وقت آنسو بہانے میں گزرتا ۔رفتہ رفتہ اس کی بینائی جواب دینے لگی۔

ایک دن الزغل اور بدر بن مغیرہ اس کے کمرے میں داخل ہوئے ۔جب الزغل نے اپنے مستقبل کے ارادوں کے متعلق گفتگو شروع کی تو سلطان نے آبدیدہ ہو کر کہا ''میرے بھائی! کوئی اور بات کرو ۔ہم دشمن کے خلاف لڑ سکتے ہیں اپنے مقدر کے خلاف نہیں لڑ سکتے''۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا'' مجاہد اپنی تلوار کی نوک کے سے اپنی تقدیر لکھتے ہیں''۔

ابوالحسن نے جواب دیا'' لیکن میری تلوار ٹوٹ چکی ہے''۔

بدر نے کہا'' آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔دنیا کے ہر بڑے انسان کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے''۔

''تم ایسے انسانوں کو بڑے آدمیوں کی صف میں گھسیٹو جس کا بیٹا عبداللہ ہو۔جاؤ مجھے تنہا چھوڑ دو میرے پاس آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں'' یہ کہہ کر سلطان نے منہ پھیر لیا۔بشیر بن حسن دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا اور اس نے آہستہ سے کہا۔''

سلطان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔آپ کی باتیں ان کی روحانی اور جسمانی تکالیف میں اضافہ کریں گی۔ان کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ عبداللہ کو راہ راست پر لایا جائے۔"

بدر بن مغیرہ نے الزغل کی طرف دیکھا اور کہا"عبداللہ کو راہ راست پر لایا جا سکتا ہے"۔

سلطان نے چونک کر بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں" کاش اسے کوئی سمجھا سکتا لیکن وہ سمجھنے والوں میں سے نہیں"۔

بدر بن مغیرہ نے کہا"وہ مجبور ہو جائے گا"۔

"لیکن میں مسلمانوں میں خانہ جنگی نہیں چاہتا"۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔"اگر چند دنوں کے بعد اس نے ہمارے مقابلے میں اپنی قوت کا صحیح اندازہ کرنے کی کوشش کی تو مسلمانوں میں خانہ جنگی کی نوبت نہیں آئے گی۔"

اس ملاقات کے بعد الزغل، بدر بن مغیرہ الزیغری اور فوج کے دوسرے افسروں نے ایک اجلاس میں یہ فیصلہ کیا کہ فوج کو از سر نو منظم کیا جائے۔

الزغل نے سلطنت کے تمام چیدہ چیدہ سرداروں کے پاس وفد بھیجے۔بدر بن مغیرہ کے جانباز چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم ہو کر جہاد کی تبلیغ کرنے لگے۔

بذات خود بدر بن مغیرہ اپنے پانچ سو جانبازوں کے ساتھ مالقہ سے نکلا اور غرناطہ کے مضافات میں پہنچ کر ابو عبداللہ کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کرنے کی مہم شروع کر دی۔

ابو عبداللہ کی فوج کے سپاہیوں نے اسے کے راستے میں مزاحم ہونے کی کوشش

کی لیکن ان کی پیش نہ گئی۔ چند مقامات پر ابوعبداللہ کے سپاہیوں اور بدر بن مغیرہ کے سواروں کے درمیان معمولی جھڑپیں ہوئی اور بدر بن مغیرہ کے سوار انہیں پسپا کر غرناطہ کی چاردیواری کے پاس چھوڑ گئے۔

چند ہفتوں کی بھاگ دوڑ کے بعد بدر بن مغیرہ نے غرناطہ کے آس پاس کی بستیوں کے عوام کے تعاون سے غرناطہ کی مکمل ناکہ بندی کر لی۔ کسانوں نے اس کے ساتھ تعاون کیا۔ اور اپنی پیداوار غرناطہ بھیجنے سے انکار کر دیا۔ شہر میں قحط کے آثار دیکھ کر ابوعبداللہ کے خلاف غرناطہ کے عوام کا دبا ہوا جذبہ آہستہ آہستہ ابھرنے لگا اور ان میں سے بعض غرناطہ سے فرار ہو کر مالقہ کا رخ کرنے لگے۔

ابوعبداللہ نے حالات کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے پانچ ہزار سپاہیوں کو سرحدی عقاب کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا لیکن ایک ہفتے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ ان میں سے دو ہزار بدر بن مغیرہ کے ساتھ جا چکے ہیں اور باقی شکست کھانے کے بعد کسانوں کی چند بستیاں جلا کر واپس آ رہے ہیں۔



تارِ عنکبوت

(۱)

بدر بن مغیرہ غرناطہ سے بیس کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ ایک شام اس کی فوج کے ایک افسر نے اسے اطلاع دی کہ غرناطہ سے ایک بربری سردار کوئی اہم پیغام لے کر آیا ہے۔ بدر بن مغیرہ نے اسے فوراً اپنے خیمہ میں بلا لیا۔ منصور بن احمد بدر بن مغیرہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

بربری سردار نے خیمے داخل ہو کر ان دونوں سے یکے بعد دیگرے مصافحہ کیا اور ان کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”میں غرناطہ سے آیا ہوں“۔

”کہیے!“ بدر بن مغیرہ نے کہا۔

بربری سردار نے قدرے تذبذب سے بعد کہا ”میں آپ سے تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔“

بدر بن مغیرہ نے منصور بن احمد کی طرف دیکھا اور وہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔

نووارد نے اپنی جیب سے ایک خط نکالا اور اٹھ کر بدر بن مغیرہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”مجھے ابوداؤد نے بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ آپ کی طرف سے اس خط کا جواب ہسپانیہ کو تباہی سے بچا سکتا ہے“۔

بدر بن مغیرہ نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا اور بربری سردار انتہائی دلچسپی سے اس کے چہرے پر تحریر کے اثرات کا مطالعہ کرنے لگا۔ خط پڑھنے کے بعد بدر بن مغیرہ نے ایک ثانیہ کے لیے بربری سردار کی طرف دیکھا اور پہلے سے زیادہ انہماک کے ساتھ دوبارہ پڑھنے لگا۔

خط کا مضمون یہ تھا:

"ایک ایسے شخص کی طرف سے جو اپنی
کوتاہی عمل کے باعث اپنی قوم کے لیے ایک عضو
معطل بن چکا ہے......ایک ایسے مجاہد کے نام جس
کی بلند ہمتی اور اولوالعزمی مسلمانان اندلس کا آخری
سہارا ہے۔"

آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کون ہوں۔

غرناطہ میں اتنے بڑے انقلاب کے باوجود میری
خاموشی کا باعث کسی مصلحت سے زیادہ میری
مجبوریاں تھیں۔اب بھی مجھے یقین نہیں کہ میرا خط
آپ تک پہنچ جائے گا۔لیکن اگر میں نے قاصد پر
اعتماد کرنے میں غلطی نہیں کی اور یہ خط آپ کو مل
جائے اور اس سے کوئی خوشگوار نتائج برآمد ہوں تو
میں اسے اپنی گزشتہ کوتاہیوں کا کفارہ سمجھوں گا۔اور
اگر میرے ایلچی کی غداری یا کسی اور وجہ سے میرا خط
غرناطہ کے ملت فروشوں کے ہاتھ لگ گیا تو میں ان
لوگوں میں سے ایک ہوں گا جن کی بہترین
خواہشیں اور امنگیں گمنامی کی موت کے پردوں
میں چھپ جاتی ہیں۔بہرحال میرے بعد اگر ربیعہ
ابوعبداللہ کی بری خواہشات کا شکار نہ ہوئی تو وہ آپ
کو تمام واقعات بتا سکے گی۔

ابو عبداللہ کی بغاوت کے بعد میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ کاش میں غرناطہ میں آتا۔ یہ میری بدقسمتی تھی کہ میں ایک عقاب کی صحبت میں رہ کر درس زندگی حاصل کرنے کی بجائے ایک ایسے طوطے کو پڑھانے کا بیڑا اٹھایا جو ایک سنہری پنجرے میں بند تھا۔ میں اسے نیلگوں فضاؤں میں پرواز کی لذت سے آشنا کرنا چاہتا تھا لیکن میں خود الحمراء کے پنجرے میں بند کر دیا گیا ہوں۔ کاش ابو عبداللہ کو انسانیت کی سطح پر لانا میرے بس میں ہوتا۔

میں حیران ہوں کہ میں صحیح حالات سے اس قدر بے خبر کیوں تھا اور صرف میں ہی نہیں، ابو موسیٰ، الزغل اور سلطان ابوالحسن بھی ان فتنوں سے بے خبر تھے۔ جو الحمراء کی چاردیواری کے اندر پل رہے تھے۔ غرناطہ کا حکمران ابو عبداللہ نہیں بلکہ وہ سردار اور اکابر ہیں جو ان واقعات سے پہلے فرڈی نینڈ سے غرناطہ کی قیمت وصول کر چکے تھے۔ جب ابو عبداللہ نے بغاوت کا اعلان کیا تو الحمراء میں صرف ابو موسیٰ ایک شخص تھا جو ابوالحسن کا وفادار تھا اور وہ اب کسی تاریک کوٹھڑی میں پڑا ہوا ہے۔

ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے،
منافقین کی ایک منظم طاقت جس کا طلسم ابو موسیٰ
جیسے جادو بیان سے بھی نہ ٹوٹ سکا میری طرف
سے معمولی مداخلت بھی برداشت کرنے کے لیے
تیار نہ ہوئی۔ میرے لیے دو ہی راستے تھے ایک یہ
کہ میں بھری محفل میں ابو عبداللہ کے سامنے
بغاوت کا نعرہ بلند کروں اور اس کے عوض زندگی
کے باقی لمحات قید خانے کی تاریک کوٹھڑی میں
گزار دوں۔ دوسرا یہ کہ ایک خاموش تماشائی کی
حیثیت میں کسی ایسے وقت کا منتظر رہوں جب
حالات ابو عبداللہ کو میری باتوں کی طرف متوجہ
ہونے پر مجبور کر دیں۔ میں نے دوسرا راستہ اختیار
کیا۔ آپ اسے میری مصلحت اندیشی سمجھ لیجئے یا
بزدلی کہہ لیجئے بہر حال میرے اس طرز عمل کے
باعث الحمراء کے دروازے میرے لیے اب تک
کھلے ہیں۔ میں ابھی تک ابو عبداللہ کو کوئی صحیح قدم
اٹھانے پر آمادہ نہیں کر سکا۔ لیکن بعض غلط اقدامات
سے روکنے میں میری تدبیریں کئی بار کامیاب ہوئی
ہیں۔ اب چند دن سے میں ابو عبداللہ کے طرز عمل
میں ایک تبدیلی محسوس کر رہا ہوں اور اس تبدیلی کا

باعث یہ نہیں کہ اس کے دل میں اندلس کے مستقبل
کے متعلق کوئی خدشہ پیدا ہوا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ
ہے کہ اسے اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا ہے۔ وہ
خطرات جنہیں وہ غرناطہ سے بہت دور سمجھتا تھا اب
اسے غرناطہ کی چار دیواری کے قریب نظر آ رہے
ہیں۔ شہر کی ناکہ بندی اور اہل شہر کی بے چینی سے
وہ سخت پریشان ہے۔ اگر فرڈی نینڈ سے فوری امداد
کی امید ہوتی تو وہ شاید اس قدر مضطرب نہ ہوتا۔
لیکن فرڈی نینڈ نے اسے کے پیغام کا یہ جواب دیا
ہے کہ اسے ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے
تیاری کی ضرورت ہے۔ اس کی پریشانی کا یہ عالم
ہے کہ پہلے میں بڑی کوشش کے بعد اسے ملا کرتا تھا
لیکن اب وہ اپنی تسکین کے لیے مجھے کبھی کبھی آدھی
رات کے وقت بھی بلا بھیجتا ہے اور کبھی میری قیام
گاہ پر خود بھی آ جاتا ہے۔ پرسوں ابو عبداللہ نے
آدھی رات کے وقت مجھے بلایا اور غرناطہ کے
حالات پر تشویش ظاہر کی۔ میں نے چند باتوں سے
اس کی پریشانی میں اضافہ کرنے کے بعد یہ کہہ دیا
کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ اور سلطان کے درمیان
مصالحت ہو جائے۔ ابو عبداللہ کے منہ سے بے

اختیار نکل گیا کہ "کاش یہ ممکن ہوتا۔ اگر میرا والد مجھے معاف بھی کر دے تو میرے چچا کا دل کبھی میری طرف سے صاف نہیں ہو گا۔" آپ کے متعلق بھی اس نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ آپ اس کے خون کے پیاسے ہیں۔ میں نے اسے کہا کہ اگر سلطان کی طرف سے صلح کے لیے سلسلہ جنبانی ہو تو آپ کیا جواب دیں گے؟ اس نے کہا" ان حالات میں یہ سوچنا حماقت ہے کہ سلطان میرے ساتھ مصالحت کی خواہش کرے گا۔ سرحدی عقاب کی کامیابیوں کے بعد وہ مجھے ایک بے ضرر دشمن خیال کرتے ہوں گے اور وہ میری طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھانے کی بجائے میرے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالنا زیادہ پسند کریں گے"۔

میں نے کہا" اگر میں نے سرحدی عقاب کو سمجھنے میں غلطی نہیں کی تو غرناطہ کے معاملات کے ساتھ اس کی دلچسپی سلطان کے ساتھ دوستی یا آپ کے ساتھ دشمنی کی وجہ سے نہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو نصرانیوں کے مقابلہ متحد اور منظم کرنا چاہتا ہے۔ اگر اسے آپ کی صلاحیتوں کا علم ہو جائے تو ممکن ہے کہ وہ سلطان کو آپ کے حق

میں دست بردار ہونے پر مجبور کر دے''۔

ابو عبداللہ دیر تک سوچتا رہا۔ بالآخر اس نے مضطرب ہو کر کہا۔ ''لیکن مجھے کیسے یقین آئے کہ سرحدی عقاب میرا ساتھ دے گا اور میرا والد الزغل یا میرے سوتیلے بھائی کو اپنا جانشین بنانے پر مصر نہیں ہو گا''۔

''میں نے اسے جواب دیا کہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد نصرانی حکومت کا تختہ الٹنا ہے اور اس مقصد کے لیے وہ غرناطہ میں خانہ جنگی روکنے کے لیے اپنا ہر فیصلہ بدلنے پر آمادہ ہو سکتا ہے''۔

میری ان باتوں سے ابو عبداللہ کو یہ امید ہو گئی ہے کہ آپ غرناطہ پر حملہ کرنے سے پہلے مصالحت کی کوشش کریں گے وہ اس بات پر آمادہ ہو گیا تھا کہ مصالحت کے لیے ایک وفد آپ کی خدمت میں بھیجا جائے لیکن مجھے یہ ڈر تھا کہ وہ تمام سرکردہ لوگ جنہیں مصالحت کی صورت میں اپنی جان کا خدشہ ہے ابو عبداللہ کے ارادوں کی مخالفت کریں گے اور وہ ابو عبداللہ کی جگہ کسی اور بے وقوف کو تخت پر بٹھا دیں گے اس کے علاوہ یہ بھی ہو

سکتا ہے کہ وہ فرڈی نینڈ کو باپ اور بیٹے کی صلح سے
پیدا ہونے والے خطرات سے آگاہ کر کے اسے
فوری مداخلت پر آمادہ کر لیں، اس لیے میں نے
انہیں بے خبر رکھنے کے لیے ابو عبداللہ کو یہ سمجھایا کہ
آپ نے صلح کے لیے وفد بھیجنے میں پہل کی تو ممکن
ہے کہ وہ اسے آپ کی کمزوری سے تعبیر کریں۔ یہ
بھی ممکن ہے کہ آپ کے ساتھیوں میں سے اکثر
سردار سزا سے بچنے کے لیے مصالحت سے پہلے ہی
آپ کا ساتھ چھوڑ کر ان کے ساتھ جا ملیں یا آپ کو
قید کر کے ان کے حوالے کر دیں۔ اس لیے یہ
ضروری ہے کہ سر دست کسی پر اپنا ارادہ ظاہر نہ کریں
اور ان کی طرف سے صلح کے ایلچی کا انتظار کریں۔

اور اب ابو عبداللہ صلح کے ایلچی کا انتظار کر رہا
ہے، اور میرا کام یہ ہے کہ میں اسے مایوس نہ ہونے
دوں لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ فرڈی نینڈ کے
زر خرید سردار آپ کی طرف سے صلح کے کسی ایلچی کو
الحمراء کے پاس نہیں پھٹکنے دیں گے اور ابو عبداللہ کا
کوئی قاصد بھی کھلے بندوں آپ تک نہیں پہنچ سکتا
اور مصالحت کی وہ گفتگو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی
جس کا ان ملت فروشوں کو علم ہو۔

اس لیے آپ کو ایک بہت بڑے امتحان میں ڈال رہا ہوں۔ میں نے یہ سوچا ہے کہ اگر آپ رات کے وقت ایک خفیہ راستے سے الحمراء میں داخل ہو جائیں تو میں تنہائی میں آپ کے ساتھ ابو عبداللہ کی ملاقات کا انتظام کر سکتا ہوں۔ اگر میری تجویز کارگر ہو اور آپ پہریداروں کی نظروں سے بچ کر الحمراء میں داخل ہو جائیں تو یہ سمجھ لیجیے کہ آپ نے غرناطہ فتح کر لیا۔ ابو عبداللہ کو صرف یہ یقین دلانے کی ضرورت ہو گی کہ اس کی جان کو کوئی خطرہ نہیں۔ اس کے بعد آپ کا ہر اشارہ اس کے لیے ایک حکم کا درجہ رکھے گا۔ یہ ملاقات میرے اپنے مکان کے ایک کمرے میں ہو گی۔ فرض کیجئے ابو عبداللہ آپ کی ان باتوں سے مطمئن نہیں ہوتا اور اس کی نیت میں فتور ہے تو بھی وہ سرحدی عقاب کے ساتھ ایک کمرے میں بند ہو گا۔ آپ اس سے ہر ایسے حکم پر دستخط کروا سکیں گے جو الحمراء پر قبضہ کرنے کے لیے ضروری ہو گا اور ایسے احکام کی تعمیل کے لئے محل کے چند ایسے مجاہد موجود ہوں گے جنہیں میں ابو الحسن کا وفادار سمجھتا ہوں۔ محل کے وہ ملازم جو ملت فروشوں کے جاسوس ہیں یکے بعد

دیگرے اس کمرے میں بلائے جا سکیں گے اور
میری طرف سے ان کے لیے چار قوی ہیکل حبشی
جلادوں کا بھی انتظام ہوگا۔

الحمراء پر قبضہ ہو جانے کے بعد غرناطہ آپ
کے ہاتھ میں ہوگا۔ ابو عبداللہ آپ کے اشاروں پر
ناچے گا۔ ملت فروش سرداروں کو چھوٹی چھوٹی
ٹولیوں میں محل کے اندر بلایا جائے گا اور ان میں
سے ناقابل اصلاح عنصر کو جلادوں کے سپرد کر دیا
جائے گا۔ اس کے بعد ابو عبداللہ کی طرف سے فوج
کو الحمراء کے دروازے کے سامنے جمع ہونے کی
دعوت دی جائے گی اور ابو موسیٰ کو قید سے نکال کر
ان کے سامنے تقریر کے لیے بلایا جائے گا۔ آپ یہ
اندازہ نہیں کر سکتے کہ سپاہیوں کے دلوں میں ابھی
تک موسیٰ کے لیے کس قدر محبت ہے۔

اس کے بعد ابو عبداللہ جسے میں ذاتی طور پر
قابل معافی نہیں سمجھتا آپ کے رحم و کرم پر ہوگا۔

اب آپ کو فقط یہ بتانا باقی ہے کہ میں نے
آپ کے الحمراء میں داخل ہونے کی کیا تجویز سوچی
ہے۔ میرا مکان دریا کی طرف الحمراء کے کونے میں
ہے۔ آپ اگر اچھے تیراک ہوں تو کشتی کے مدد

کے بغیر دریا عبور کر کے دیوار کے قریب پہنچ سکتے
ہیں۔ دیوار کے ساتھ آپ کو ایک بہت بڑا درخت
ملے گا جس کا تنا دریا اس قدر جھکا ہوا ہے کہ اس کی
شاخیں پانی کو چھوتی ہیں۔ اس درخت سے دائیں
طرف کوئی بیس قدم چلنے کے بعد تقریباً چالیس
بالشت کی بلندی پر آپ کو میری مکان کا دریچہ نظر
آئے گا۔ رات کے وقت یہ دریچہ روشن ہوگا۔ اس
دریچے کے نیچے کھڑے ہو کر اگر آپ دیوار کے
ساتھ ٹٹولیں تو آپ کو ایک باریک رسی ملے گی۔
آپ اس رسی کو کھینچیں گے تو مجھے آپ کی آمد کی
اطلاع ہو جائے گی اور میں رسی کی سیڑھی لٹکا دوں گا
۔ آپ بآسانی میرے کمرے میں پہنچ جائیں گے۔
اگر کوئی خطرہ کی بات ہوئی تو رسی کے نچلے سرے
کے ساتھ آپ کو کاغذ کا ایک پرزہ بندھا ہوا ملے گا۔
آپ یہ پرزہ اتار کر لوٹ جائیں اور ان ہدایات پر
عمل کریں جو اس میں درج ہوں گی۔

میں نے اس کے لیے چہار شنبہ کی رات
تجویز کی ہے۔ اگر اس چہار شنبہ کو آپ نہ آسکیں تو
اگلے چہار شنبہ کی رات آجائیں لیکن یہ چہار شنبہ
اس لیے بہتر ہے کہ رات اندھیری ہوگی اور قرائن

سے معلوم ہوتا ہے کہ بادلوں کا زور چند دن تک اور رہے گا۔

اگر میں دریچے کے سامنے آپ کے استقبال کے لیے موجود نہ ہوا تو یہ سمجھئے کہ میں عبداللہ کے ساتھ کسی دوسرے کمرے میں بیٹھا ہوں لیکن میری عدم موجودگی میں ربیعہ آپ کی رہنمائی کرے گی۔ چہار شنبہ کی رات ابو عبداللہ میرے ہاں مدعو ہوگا۔ آپ اس بات پر حیران نہ ہوں۔ جب سے ابو عبداللہ نے ربیعہ کو دیکھا ہے وہ مختلف بہانوں سے میرے ہاں چلا آتا ہے۔ کل اس نے در پردہ ربیعہ کو شادی کا پیغام بھیجنے کی حماقت کی تھی۔ ربیعہ پیغام لانے والی لونڈی کے بال نوچنے کے لیے تیار ہوگئی تھی لیکن انجلا کی مداخلت سے معاملہ رفع دفع ہوگیا۔ میرے سامنے ابو عبداللہ اپنی خواہشات کی ترجمانی کے لیے اشاروں پر اکتفا کرتا ہے۔ ان حالات میں میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں زیادہ دیر الحمراء میں نہیں ٹھہر سکوں گا۔

میں آپ کو ایک خطرناک مہم پر بلا رہا ہوں اور کامیابی کا پورا یقین بھی نہیں دلایا جاسکتا۔ الحمراء

کے قریب پہنچنے کے بعد آپ کا ہر قدم زندگی اور
موت کے درمیان ایک نہایت تنگ و تاریک
راستے پر ہوگا۔ اس لیے میری ہدایات پر عمل کرنے
سے پہلے اچھی طرح سوچ لیجیے۔ ممکن ہے کہ آپ
رات کے وقت الحمراء میں ایک چور دروازے سے
داخل ہوں اور صبح کے وقت آپ کے ساتھیوں کے
لیے غرناطہ کے تمام دروازے کھل جائیں اور یہ بھی
ہوسکتا ہے کہ آپ کے ساتھ میں بھی کسی ایسے
تاریک گوشے میں پھینک دیا جاؤں جہاں سے
دوبارہ نکلنا نصیب نہ ہو اور ہمارے ساتھ غرناطہ کا
مستقبل بھی دفن ہو جائے۔ میرا ایلچی اگر آپ کے
پاس یہ طویل مراسلہ پہنچا دے تو یہ ضروری ہے کہ
جب تک یہ کام پورا نہ ہو جائے آپ اسے غرناطہ نہ
بھیجیں اور آپ کے آدمی اسے ایک معزز مہمان کی
حیثیت میں اپنے پاس رکھیں۔ مجھے اس کی نیک
نیتی پر بھروسہ ہے لیکن احتیاط ضروری ہے۔ فرڈی
نینڈ کے جاسوس آپ کو پکڑوانے والے آدمی کو
سونے میں تولنے کے تیار ہوں گے"

"ابوداؤد"

دوبارہ خط پڑھنے کے بعد بدر بن مغیرہ کمرے میں ایلچی کی موجودگی کا احساس

کیے بغیر اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ خط کے الفاظ مختلف معانی کے ساتھ اس کے ذہن میں گھوم رہے تھے۔ وہ تصویر میں الحمراء کی چار دیواری دیکھ رہا تھا۔ اندھیری رات میں ایک دریچے سے داخل ہونے کے بعد وہ ربیعہ کے سامنے کھڑا تھا اور محبت کے آنسوؤں میں بھیگی ہوئی مسکراہٹیں اس کا خیر مقدم کر رہی تھیں۔ "ربیعہ! ربیعہ" اس نے اپنے دل میں لطیف اور خوشگوار دھڑکنیں محسوس کیں۔ "اسے ابوعبداللہ کے ناپاک ارادوں سے خدشہ ہے" اس کا خون کھولنے لگا اور "وہ عبداللہ کی طرف سے شادی کا پیغام لانے والی لونڈی کے بال نوچنے کے لیے تیار تھی!" وہ مسکرا رہا تھا۔

لیکن تھوڑی دیر بعد یہ لطیف جذبات بلند منصوبوں میں دب کر رہ گئے۔ وہ اپنی مہم کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے لگا۔ الحمراء میں ابو داؤد کی موجودگی کے باوجود ابوعبداللہ کی بغاوت سے اس کے دل میں ابو داؤد کے متعلق جو شکوک پیدا ہوئے تھے وہ اس خط پڑھنے کے بعد دور ہو چکے تھے...... "میں آپ کو ایک خطرناک مہم پر بلا رہا ہوں اور کامیابی کا پورا یقین بھی نہیں دلا سکتا۔ الحمراء کے قریب پہنچنے کے بعد آپ کا ہر قدم زندگی اور موت کے درمیان ایک تنگ و تاریک راستے پر ہوگا اس لیے میری ہدایات پر عمل کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لیجیے"۔ ابو داؤد کے یہ الفاظ اس کے کانوں کو گونجنے لگے۔

"میں ضرور جاؤں گا"۔ اس کا آخر فیصلہ تھا۔

(۲)

رات کے وقت موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ ابو داؤد اپنے مکان کے اس کمرے میں جس کا دریچہ دریا کی طرف کھلتا تھا۔ بے قراری کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔ ایک حبشی غلام کمرے میں ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ کمرے کی دیوار کے ایک گھنٹی

لٹک رہی تھی۔ابوداؤد مایوس سا ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔وہ شاید آج نہ آئے۔اس نے حبشی غلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

حبشی نے جواب دیا"ایسے طوفانوں میں دریا عبور کرنا آسان نہیں"۔

تھوڑی دیر دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔اچانک دیوار کی گھنٹی کے ساتھ بندھی ہوئی رسی کو جنبش ہوئی اور گھنٹی بجنے لگی۔

ابوداؤد نے کہا"وہ آگیا"۔

غلام نے جلدی سے اٹھ کر رسیوں کی سیڑھی نیچے لٹکا دی اور تھوڑی دیر بعد سیڑھی کے نچلے سر پر بوجھ محسوس کرتے ہوئے بولا۔"وہ اوپر چڑھ رہا ہے۔"چند لمحات اور گزر جانے کے بعد وہ بولا۔"میرا خیال ہے کہ اب وہ نصف سے زیادہ بلند پر آگیا ہوگا اگر اب رسی کاٹ دی جائے وہم سے کسی اور طریقہ سے قتل کرنے کی تکلیف سے بچ جائیں گے"۔

"آہستہ بولو۔وہ ہم سے زیادہ ہوشیار ہے۔اس نے خود اوپر آنے سے پہلے کسی اور کو اوپر بھیجا ہوگا"۔

حبشی نے دبی ہوئی آواز میں کہا"تاہم جب وہ قریب آجائے گا تو آپ اس کی آواز سے اسے پہچان سکیں گے اور میری تلوار آپ کے اشارے کی منتظر رہے گی"

۔

ابوداؤد نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کی ہدایت کی اور دریچے سے سر نکال کر باہر جھانکنے لگا۔بجلی چمکی اور اسے چند گز کے فاصلے پر ایک نقاب پوش سیڑھی چڑھتا ہوا دکھائی دیا۔

اس نے آہستہ سے کہا"خدا کا شکر ہے کہ آپ آگئے"۔

نقاب پوش نے اس کی بات کوئی جواب نہ دیا۔ ابوداؤد نے قدرے تامل کے بعد پھر "آپ تنہا ہیں نیچے کوئی اور بھی ہے؟"

نقاب پوش نے آخری دو تین قدم جلدی جلدی اٹھانے کے بعد دریچے میں اندر داخل ہو کر اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "تاریکی میں مجھے محل کا یہ کونا تلاش کرتے ہوئے دیر ہو گئی۔ دریا کا پانی بہت تیز تھا"۔

ابوداؤد نے کہا۔ "آپ سردی سے آئے ہیں۔ چلئے دوسرے کمرے میں کپڑے بدل لیجے"۔

بدر بن مغیرہ نے نقاب اتارتے ہوئے کہا۔ "میں ایسے موسم میں پھرنے کا عادی ہوں"۔

ابوداؤد نے کہا "مجھے یقین تھا کہ آپ ضرور آئیں گے"۔

"آپ نے مجھے فرض کی طرف بلایا تھا"۔

"آیئے یہاں کھڑا رہنا مناسب نہیں"۔

بدر بن مغیرہ ابوداؤد کے ساتھ ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوا جو نہایت قیمتی قالینوں اور کرسیوں سے مزین تھا۔ ابوداؤد نے بدر بن مغیرہ کو ایک کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا "ابوعبداللہ اوپر کے کمرے میرے نوکر کے ساتھ شطرنج کھیل رہا ہے۔ آپ بہت دیر سے پہنچے لیکن یہ خوش قسمتی ہے کہ شطرنج کے شوق نے اسے گھر جانے سے روک رکھا ہے۔ وہ نوکر قابل اعتماد نہیں لیکن اس میں یہ خوبی ہے کہ وہ ابوعبداللہ کو صبح تک شطرنج میں مصروف رکھ سکتا ہے۔ محل سرا والوں کو یہ اطلاع پہنچ چکی ہے کہ وہ شطرنج کھیلنے میں مصروف ہے اس لیے اگر وہ صبح تک بھی یہاں بیٹھا رہے تو کوئی اسے بلانے نہیں آئے گا۔ آپ یہاں بیٹھیں میں کسی بہانے اس نوکر سے نجات

حاصل کرنے کے بعد آپ کو اوپر بلا لوں گا۔ اور اس کے بعد آپ کو معلوم ہے کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔ آپ کے برابر والے کمرے میں وہ چار حبشی جلاد موجود ہیں جنہیں ہر وقت بلایا جا سکتا ہے۔ میں جاتا ہوں۔ آپ اطمینان سے بیٹھیں یہاں کوئی خطرہ نہیں"۔

(۳)

ابو داؤد کمرے سے باہر نکل گیا اور بدر بن مغیرہ کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ اچانک اسے ایک طرف سے کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ اس نے مڑ کر دیکھا اور اضطراری حالت میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ربیعہ اس کے سامنے کھڑی تھی اور مبہوت ہو کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

ربیعہ! اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

اور وہ سہمی ہوئی آواز میں بولی، "آپ...... آپ یہاں کیوں آئے؟"

بدر بن مغیرہ اس کی پریشانی کی وجہ نہ سمجھ سکا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔" کیا آپ کو میرا یہاں آنا ناگوار گزرا ہے؟"

وہ بے اختیار ہو کر آگے بڑھی اور بولی۔" میں ہر رات ایسے خواب کی تمنا کیا کرتی تھی لیکن کاش یہ ایک خواب ہوتا مگر یہ کسی ناخوشگوار خواب کی تعبیر ہے...... ایک ہولناک تعبیر...... آپ یہاں سے نکل جائیے، خدا کے لیے"۔

بدر بن مغیرہ نے پریشانی کے باوجود مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔" یہاں مجھے کوئی خطرہ نہیں۔ تمہیں شاید معلوم ہیں کہ میں تمہارے باپ کی دعوت پر یہاں آیا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں" انجیلا نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔ آپ ایک خطرناک

سازش کا شکار ہو چکے ہیں۔ ابھی وقت ہے خدا کے لیے جلدی کیجئے!

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ''کیا ابو عبداللہ اس وقت اوپر کے کمرے میں نہیں''۔

''یہ سب جھوٹ ہے۔ میں دوسرے کمرے میں دروازے کے ساتھ لگ کر ساری باتیں سن چکی ہوں۔ اگر اس کمرے کے دروازے اندر سے بند نہ ہوتے تو میں جان پر کھیل کر بھی آپ کو خطرے سے آگاہ کر دیتی''۔

''لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ تمہارا باپ......''

''آپ میرے باپ کو مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔ آپ کو یاد نہیں جب ہم آپ کے پاس سرحدی قلعے میں ٹھہرے ہوئے تھے تو میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ نصرانیوں نے آپ پر حملہ کر دیا ہے''۔

''مجھے یاد ہے''

''وہ میرا خواب نہیں تھا۔ مجھے اپنے باپ کی سازش کا علم ہو چکا تھا اور اب انجلا نے مجھے اس سازش سے باخبر کیا ہے''۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے چہرے پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ ''اگر یہ سازش ہے تو اس قدر مکمل ہوگی کہ اب بھاگنے کی کوشش بے سود ہے۔ وہاں سے رسیوں کی سیڑھی ہی غائب نہیں ہوگی بلکہ چار دیواری کے نیچے ان کے آدمی پہنچ چکے ہوں گے۔ لیکن ربیعہ! قدرت کو اگر مجھ سے کوئی کام لینا مقصود ہے تو کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا''۔

''وہ آپ کے خون کے پیاسے ہیں''۔ ربیعہ نے آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے کہا۔

''مردہ قومیں شہیدوں کے خون کے بغیر زندہ نہیں ہوا کرتیں۔ لیکن ربیعہ اب

شاید بہت تھوڑا وقت باقی ہو۔ میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔"

دور سے چند آدمیوں کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ ربیعہ نے بے اختیار آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور ہچکیاں لیتے ہوئے بولی۔ "بہت کچھ کہنے کا وقت نہیں۔ صرف اتنا کہہ دیجئے کہ "ربیعہ تم میری ہو اور میں تم سے نفرت نہیں کرتا۔ نہیں نہیں مجھے جدا نہ کیجئے انہیں دیکھ لینے دیجئے۔ وہ شاید ابو اعبداللہ کو ساتھ لے کر آ رہے ہیں۔ ابو عبداللہ کو دیکھ لینے دیجئے کہ وہ جس کے لیے میں نے غرناطہ کی ملکہ کا تاج ٹھکرایا ہے کون ہے۔ بدر! میرے بدر! میرے آقا اگر یہ وقت نہ آتا تو میں شاید عمر بھر تمہیں یہ بتانے کی جرأت نہ کرتی کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تمہارے ساتھ زندہ رہنے کی تمنا کرنا میرے تخیل سے بلند تھا لیکن موت میں تمہارا ساتھ دینے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا"۔

"ربیعہ! میں تمہیں اپنی زندگی سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں۔ خدا کے لیے جاؤ وہ آ رہے ہیں۔ تمہیں یہاں دیکھ کر وہ کیا کہیں گے"۔

"وہ یہ کہیں گے کہ مجھے آپ سے محبت ہے اور میں ان سے یہ کہوں گی کہ اندلس میں بدر بن مغیرہ کے سوا وہ کون ہے جس کی تلوار ہسپانیہ کی مظلوم اور بے کس لڑکیوں کی عصمت کی حفاظت کے لیے بلند ہوئی ہے...... وہ کون جس کی نگاہ میں فرشتوں کی سی پاکیزگی ہے"۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور ابو داؤد اور عبداللہ کے ساتھ آٹھ دس آدمی نیزے تانے اندر داخل ہوئے۔ ربیعہ کو وہاں دیکھ کر ابو داؤد نے پریشان سا ہو کر کہا۔ "ربیعہ! تم یہاں کیوں کھڑی ہو۔ جاؤ اپنے کمرے میں۔"

ربیعہ ایک قدم آگے بڑھی اور اپنے باپ کی طرف غصے سے کانپتی ہوئی آواز

میں بولی۔ ”کہیے آپ نے ان کے کیا سزا تجویز کی ہے۔ ہم دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں اگر یہ غرناطہ کے متعلق نیک خواہشات رکھنے کے مجرم ہیں تو میں بھی مجرم ہوں“۔

ابوداؤد نے کھسیانہ ہو کر کہا۔ ”ربیعہ کو کبھی کبھی دماغی بیماری کا دورہ پڑا کرتا ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد اسے یاد بھی نہیں ہوگا کہ یہ جنون کی حالت میں کیا کچھ کہہ چکی ہے“۔

ربیعہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ابوداؤد نے آگے بڑھ کر اسے بازو سے پکڑ لیا اور کھینچتا ہوا دوسرے کمرے میں لے گیا۔

ابوعبداللہ کچھ دیر پریشانی کی حالت میں بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے سپاہیوں کی طرف اشارہ کیا اور وہ نیزے تان کر نصف دائرے کی شکل میں اس کی طرف بڑھنے لگے۔ بدر بن مغیرہ نے جلدی سے اپنی تلوار نکالی اور اسے عبداللہ کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ ”ایک آدمی کو گرفتار کرنے کے لیے آپ کو اتنے آدمی لانے کی ضرورت نہ تھی“۔

ابوعبداللہ کے اشارے پر ایک سپاہی نے ایک تلوار اٹھالی اور وہ مطمئن ہو کر آگے بڑھا اور بولا۔ ”مجھے امید نہ تھی کہ تم الحمراء میں داخل ہونے کے لیے اس قدر احمقانہ جرأت کا مظاہرہ کرو گے“۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ”اگر قصر الحمراء میں عقل سے مراد فریب، دھوکا اور بزدلی ہے تو مجھے اپنی حماقت کا افسوس نہیں ہونا چاہیے“۔

ابوعبداللہ نے لاجواب سا ہو کر کہا۔ ”میرے خیال میں ایسی باتیں کرنے کے لیے یہ جگہ موزوں نہیں۔ محل کے ایک کمرہ میں جو تمہاری شان کے شایان ہے بہت

سے لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنی بھلائی کے لیے میرے سپاہیوں کے حکم کی تعمیل کرو گے"۔

ابوعبداللہ باہر نکل گیا اور سپاہیوں نے بدر بن مغیرہ کو ایک تنگ گھیرے میں لے لیا۔ ایک سپاہی ہتھکڑیاں لے کر آگے بڑھا اور بدر بن مغیرہ نے کسی تذبذب کے بغیر اپنے ہاتھ آگے کر دیئے۔

بدر بن مغیرہ سپاہیوں کی کڑی نگرانی اور قندیلوں کی روشنی میں مختلف برآمدوں میں سے گزرتا ہوا دارالاسود میں داخل ہوا۔ راستے میں ہر قدم پر چمکتی ہوئی تلواروں کا پہرہ دیکھ کر اس نے محسوس کیا کہ بھاگنے کی کوشش نہ کرنے کے متعلق اس کا فیصلہ صحیح تھا۔

(۴)

"مجھے چھوڑ دو، مجھے چھوڑ دو۔" ربیعہ نے ابوداؤد کی آہنی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

ابوداؤد نے اسے دھکا دے کر بستر پر پھینکتے ہوئے کہا۔ "پگلی لڑکی اگر تمہیں اپنی عزت کا خیال ہیں تو میرے سفید بالوں کا ہی لحاظ کرو۔ تم نے مجھے اس قابل نہیں چھوڑا کہ میں غرناطہ کے ذلیل ترین آدمی کے سامنے بھی آنکھ اٹھا سکوں"۔

ربیعہ نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور اٹھ کر بے اختیار اس کے پاؤں پر گرتے ہوئے چلائی۔ "خدا کے لیے اس کی جان بچائیے۔ اگر میرے لیے نہیں تو غرناطہ کے لیے۔ اپنی بیٹی کے لیے نہیں تو اندلس کی لاکھوں مظلوم بیٹیوں کے لیے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں کبھی اس کا نام نہ لوں گی ورنہ میں آگ میں جل جاؤں گی۔ الحمراء کے سب سے اونچے برج پر چڑھ کر چھلانگ لگا

دوں گی۔''

ابوداؤد اپنے سینے پر پتھر کا دل رکھتا تھا لیکن اس میں انسانیت کی ایک چنگاری روشن تھی۔ اور وہ ارادوں کے باوجود اس چنگاری کو مسل نہ سکا۔ اس کے دل میں انسانیت کے لطیف نغمے پیدا کرنے والے تمام تار ٹوٹ چکے تھے لیکن ایک تار ابھی تک باقی تھا۔ وہ تار جس میں ربیعہ کے آنسو ارتعاش پیدا کر سکتے تھے۔ دنیا کے لیے وہ سفاک انسان تھا۔ ایک ایسا بے رحم انسان تھا جو اپنی معمولی سی خواہش کی تکمیل کے لیے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر ہزاروں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا۔ لیکن ربیعہ کے لیے وہ ایک باپ تھا۔ اپنی تمام بری خصلتوں کے باوجود وہ اپنے دل میں انسانیت کی اس سلگتی ہوئی چنگاری کو مسل نہ سکا جسے ربیعہ کی معصوم مسکراہٹوں نے روشن کیا تھا۔

ابوداؤد نے ربیعہ کو دوبارہ دھکا دینے کے ہاتھ اٹھائے لیکن وہ شفقت پدری کے ان سنہری تاروں میں الجھ کر رہ گئے جنہیں توڑ ڈالنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ ربیعہ کے آنسو اس پاؤں پر گرے۔ اس نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی لیکن وہ اس کی ٹانگوں سے بری طرح چمٹی ہوئی تھی۔ اس نے نیچے جھک کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیئے۔ اور پھر اسے بازوؤں سے پکڑ کر اوپر اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔

باپ اور بیٹی ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ ایک لمحہ کے لیے ابوداؤد نے محسوس کیا کہ ربیعہ کی آنکھوں میں چھلکتے آنسوؤں کے سامنے اس کی زندگی کی ہر خواہش بے حقیقت ہے۔ اس نے مغموم لہجے میں کہا۔ ''ربیعہ! کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اس کے لیے تمہاری دیوانگی اس حد تک پہنچ چکی ہے۔ میں اسے بچانے کی کوشش کروں گا لیکن......''

ربیعہ نے سراپا التجا بن کر کہا۔ ''ابا جان! آپ سب کچھ کر سکتے ہیں ۔اس کی موت غرناطہ کی تباہی کا پیش خیمہ ہو گی''۔

''مجھے غرناطہ کی پروا نہیں ۔میں فقط تمہارے آنسوؤں کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہوں۔''

ابو داؤد یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ایک الماری کھول کر اس نے ایک شیشی نکالی اور دوا کے چند قطرے ایک پیالی میں ڈال کر ربیعہ کے پاس آ کھڑا ہوا اور بولا ''لو یہ پی لو لیٹ جاؤ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں''۔

ربیعہ نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے پیالی ہاتھ میں لے کر باپ کی طرف دیکھا اور کہا۔اگر اس کے لیے بھی آپ نے اسی قسم کا زہر تجویز کیا ہے تو میں اسے خوشی کے ساتھ قبول کرتی ہوں لیکن کاش آپ اپنے مجروح احساسات کی تسکین کے لیے میری موت کافی سمجھتے اور اندلس کے مسلمانوں سے ان کا آخری سہارا نہ چھینتے۔''

ربیعہ نے پیالی اپنے ہونٹوں کے قریب لے جا کر اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ اچانک ساتھ والے کمرے سے انجلا نمودار ہوئی اور اس نے چلا کر کہا۔''ربیعہ خدا کے لیے اسے مت پینا''۔اس نے بھاگ کر ربیعہ کے ہاتھ سے پیالی چھیننے کی کوشش کی لیکن ربیعہ نے فوراً ایک گھونٹ پینے کے بعد پیالی فرش پر پھینک دی۔ابو داؤد کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ تھی ۔انجلا مبہوت اپنی سوتیلی بہن کی طرف دیکھ رہی تھی اور ربیعہ ایک فاتحانہ انداز میں ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''ربیعہ! تم نے کیا کیا؟''انجلا یہ کہہ کر اس کے ساتھ لپٹ گئی اور اپنے باپ کی طرف دیکھ کر کانپتی ہوئی آواز میں بولی ۔اس زہر کی ایک پیالی مجھے بھی لا دیجیے۔ہم دونوں نے ایک ہی سانپ کے گھر میں جنم لیا ہے، ہمارا انجام بھی ایک ہی جیسا ہونا

چاہیے۔"

"تم دونوں پاگل ہوگئی ہو۔ میں نے ربیعہ کو خواب آور دوائی دی ہے جب تک میری کوششوں کا کوئی خوشگوار نتیجہ نہیں نکلتا ربیعہ کا ہوش میں رہنا اس کے لیے تکلیف دہ ہوگا۔" یہ کہتے ہوئے ابوداود نے ربیعہ کو بازو سے پکڑ کر بستر پر بٹھا دیا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ ابھی وہ دس قدم سے زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ انجلا نے بھاگ کر پیچھے سے اس کا دامن پکڑ لیا اور اور کہا "ابا جان! اسے ضرور بچائیے۔ ربیعہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہے گی"۔

ابوداود نے مغموم لہجے میں کہا۔ "انجلا میں اپنے ہاتھ سے بکھیرے ہوئے کانٹے سمیٹنے جا رہا ہوں۔ ڈر ہے کہ حصول مقصد کی بجائے میرے اپنے ہاتھ زخمی نہ ہو جائیں۔ جب تک ربیعہ کو نیند نہ آجائے تم سے تسلی دیتی رہو کہ وہ بچ جائے گا"۔

"لیکن میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ آپ اسے بچانے کے لیے اپنی تمام طاقت صرف کردیں گے"۔

ابوداود نے بگڑ کر کہا۔ "انجلا جاؤ، مجھے پریشان نہ کرو۔ تم ربیعہ کی بہن ہو لیکن میں اس کا باپ ہوں"۔

انجلا ربیعہ کے کمرے کی طرف لوٹ آئی۔ وہ بار بار اپنے دل میں کہہ رہی تھی ۔"کاش! تم ایک باپ ہوتے"۔

وہ ربیعہ کے بستر پر اس کے ساتھ لپٹ کی بیٹھی گئی۔ ربیعہ کی آنکھوں پر غنودگی طاری ہورہی تھی۔ اس نے اونگھتے اونگھتے اپنا سر انجلا کی گود میں رکھ دیا اور بولی۔" انجلا! اگر انہیں بچانے کی کوئی امید ہوتی تو مجھے بے ہوشی کی دوا نہ دی جاتی"۔

انجلا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔" مجھے یقین ہے کہ وہ سرحدی عقاب

کے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلے کئی مرتبہ سوچیں گے۔ابوعبداللہ کو یقیناً اس بات کا احساس ہوگا کہ اس کے سپاہی غرناطہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔"

"اگر ابوعبداللہ کو یہ احساس ہوتا تو وہ اپنے باپ کے خلاف بغاوت ہی کیوں کرتا۔اسے یہ معلوم ہے کہ وہ بدترین اذیتیں برداشت کرنے کے باوجود بھی غرناطہ کو تاخت وتاراج کرنا گوارا نہیں کریں گے"۔

"لیکن غرناطہ کے عوام سرحدی عقاب کے نام پر جان دیتے ہیں۔وہ معمولی سی سختی بھی برداشت نہیں کریں گے"۔

ربیعہ نے کہا۔"تم نادان ہو۔عوام کی نگاہوں کے سامنے الحمراء کی بلند دیواریں حائل ہیں۔الحمراء کے راز الحمراء میں ہی دفن رہیں گے۔"

"تاہم مجھے یقین ہے کہ امراء اپنی جان کے خوف سے سرحدی عقاب کے خلاف ابوعبداللہ کے برے ارادوں کی مخالفت کریں گے"۔

"نہیں بلکہ زیادہ احتمال اس بات کا ہے کہ ابوعبداللہ اپنی جان کے خوف سے ان ملت فروشوں کی خواہشات کی تکمیل کرے گا جو فرڈی نینڈ کے ساتھ غرناطہ کا سودا کر چکے ہیں۔فرڈی نینڈ کو غرناطہ پر حملہ آور ہونے سے اگر کوئی بات روکے ہوئے ہے تو وہ سرحدی عقاب کا خوف ہے۔اس کے قتل کے بعد غداروں کو اس بات کا اطمینان ہوگا کہ انہیں اس کے ساتھیوں کے انتقام سے بچانے کے لیے فرڈی نینڈ کی فوجیں پہنچ جائیں گی"۔

اینجلا نے مایوس ہوکر کہا۔"ربیعہ!ابا جان یقیناً اسے بچالیں گے لیکن فرض کرو ان کی کوشش بھی کامیاب نہیں ہوتی تو ہمیں کرنا چاہیے"۔

ربیعہ نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا اور اچانک اٹھ کر بیٹھ گئی۔"

انجلا میں مایوس نہیں، میں ایک ایسی ذات پر ایمان رکھتی ہوں جس نے ابراہیم کو آگ سے نکالا تھا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اس وقت حرم سرا تک پہنچ سکیں۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ملکہ ابوعبداللہ کی کی بیوی ہماری مدد کریں گی۔ میں جانتی ہوں کہ وہ ان کی قدر کرتی ہیں۔ میں حیران ہوں کہ میں نے پہلے یہ کیوں نہ سوچا“۔

انجلا نے کہا۔ ”محل سرا کا پھاٹک اس وقت بند ہو گا لیکن چونکہ ابوعبداللہ اس وقت اپنے دربار میں ہے اس لیے پہریدار اور خواجہ سرا اس کے انتظار میں جاگ رہے ہوں گے۔ میرا ہار بند دروازوں کو کھلوانے کے لیے کافی ہو گا اور الحمراء میں سرحدی عقاب کے داخل ہونے کی خبر ایسی نہیں کہ ملکہ اور چھوٹی بیگم بے وقت جگائے جانے پر برہم ہوں۔ چلو! یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ امی جان گہری نیند میں خراٹے لے رہی ہیں۔“

ربیعہ نے بستر سے اٹھ کر انجلا کے ساتھ دو تین قدم اٹھائے لیکن اس کی آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی۔ وہ ڈگمگا کر گرنے کو تھی کہ انجلا نے اسے سہارا دے کر بستر پر لٹا دیا اور بولی۔

”تم پر دوا کا اثر ہو چکا ہے۔ میں جاتی ہوں۔ تم میری کامیابی کے لیے دعا کرو۔“

ربیعہ نے نیم خوابی کی حالت میں اپنا ہار اتار کر انجلا کی بڑھاتے ہوئے کہا۔

”یہ بھی لے جاؤ“۔



مجاہد اور غدار

(۱)

ابوداؤد مختلف خیالات کی کش مکش میں الحمراء کے اس ایوان کی طرف جا رہا تھا جہاں اس کے خیال کے مطابق بدر بن مغیرہ اور اس ساتھ ہی غرناطہ کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔

وہ راستے میں چلتے چلتے رک جاتا اور کسی فیصلہ پر پہنچے بغیر آگے چل دیتا۔ زندگی میں پہلی بار وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی قوت برداشت جواب دے چکی ہے ۔ایک ساعت قبل وہ اپنے عروج کی آخری بلند تک پہنچنے کے لیے تمام راستے صاف کر چکا تھا۔ بدر بن مغیرہ کو دام فریب میں لانا اس کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ تھا۔ اس کے عوض میں وہ فرڈی نینڈ سے بڑے سے بڑا انعام مانگ سکتا تھا۔ وہ اس کی فوج کے لے غرناطہ کا راستہ صاف کر چکا تھا۔ جب چند دن قبل اس نے ابوعبداللہ کو یہ یقین دلایا تھا کہ میں عنقریب سرحدی عقاب کو پابہ زنجیر آپ کے سامنے پیش کر دوں گا تو اس نے یہ کہا تھا کہ مجھے اگر آپ ہوا میں اڑ کر بھی دکھائیں تو مجھے بھی اس وعدے پر یقین نہیں آئے گا لیکن آج اس نے ابوعبداللہ اور اس کے تمام ساتھیوں کو اپنی عظمت کے سامنے سر جھکانے پر مجبور کر دیا تھا۔ آج سے ایسے یقین تھا کہ ابو عبداللہ اور اس کے ساتھی اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلیاں ہوں گے اور غرناطہ کے تخت و تاج پر قبضہ کرنے کے متعلق اس کے خوابوں کی تعبیر کا وقت آ چکا ہے۔ ابوعبداللہ اس کی بساط سیاست کا ایک ایسا مہرہ تھا جسے وہ ضرورت کے وقت اپنی جگہ سے ہٹا سکتا تھا۔ اسے مالقہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دے کر وہ فرڈی نینڈ کو کھلے دروازوں غرناطہ میں داخل ہونے کا موقع دے سکتا تھا۔

لیکن ربیعہ کا خیال آتے ہی وہ خیالات کی ایک اور رو میں بہنے لگا۔ کیا میری تمام کوششیں ربیعہ اور انجلا کو دنیا بھر میں معزز ترین خواتین بنانے کے لیے نہیں؟ ربیعہ پگلی اس کے ساتھ محبت کرتی ہے۔ کیا وہ اس کی موت کا صدمہ برداشت کر سکے گی؟ کیا ربیعہ کو ہمیشہ کے لیے مغموم بنا کر میں غرناطہ کا سلطان بننے کے باوجود بھی خوش رہ سکوں گا......؟ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ سرحدی عقاب کی جان بچائی جا سکے؟ کوئی ایسی صورت جس سے میرا مستقبل خطرے میں پڑے؟''

اس کے دماغ میں ان سوالات کا جواب ''نہیں'' کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آج رات بدر بن مغیرہ کی قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا اور وہ اپنی امیدوں کے تمام قلعے مسمار کیے بغیر اس کی حمایت میں کچھ نہیں کہہ سکے گا۔ اس نے سوچا اگر میں اسے بچانے کی کوشش میں کامیاب بھی ہو جاؤں تو بھی میرے لیے اس کے دل میں جو نفرت پیدا ہو چکی ہے وہ دور نہیں ہو سکے گی۔ وہ ربیعہ کا خاوند بن کر بھی میری ہر خواہش کی مخالفت کرے گا۔ وہ میرے راستے میں ایک ایسی چٹان ہو گا جسے توڑے بغیر میں آگے نہیں بڑھ سکوں گا۔ ربیعہ اس کی رفیقہ حیات بن کر مجھ سے روز بروز دور ہوتی جائے گی اور ہمارے درمیان ایک ایسی خلیج حائل ہو جائے گی جسے پاٹنا ناممکن ہو گا۔ ربیعہ کو خوش کرنے کے لیے اس کی جان بچانے کے بعد میرے لیے ایک ہی راستہ ہو گا اور وہ یہ کہ میں اپنی زندگی کی تمام خواہشات سے دست بردار ہو کر کہیں روپوش ہو جاؤں۔ نہیں، نہیں مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا۔ آخر میں ربیعہ کے متعلق اس قدر پریشان کیوں ہوں؟ اسے چند دن کے لیے صدمہ ہو گا میں اسے سمجھا سکوں گا۔ جب ہسپانیہ میں فرڈی نینڈ کے سوا کوئی میرا مد مقابل نہ ہو گا، جب سلاطین اور بادشاہ میرے دستر خوان پر بیٹھنے میں فخر محسوس کریں گے اور جب ربیعہ کسی بادشاہ کی ملکہ کی

حیثیت میں تخت پر رونق افروز ہوگی تو وہ یقیناً محسوس کرے گی کہ اس کا باپ اس کا دشمن نہ تھا۔

(۲)

دربار کے تمام دروازوں پر پہرے دار کھڑے تھے۔ محل کے داروغہ نے ابو داؤد کا خیر مقدم کیا اور اس کے لیے دروازہ کھول دیا۔ ابو داؤد کو دیکھتے ہی حاضرین دربار تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ وہ ہاتھ کے اشارے سے ان کے خیر مقدم کا جواب دیتا ہوا آگے بڑھا اور تخت کے قریب پہنچ کر ابو عبداللہ کو جھک کر سلام کرنے کے بعد ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

امرا کی کرسیوں کی دو قطاروں کے درمیان تخت کے سامنے بدر بن مغیرہ کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں اور اس کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔

دبی زبان میں اپنے قریب بیٹھے ہوئے سردار سے سوال کرنے پر ابو داؤد کو معلوم ہوا کہ وہ اپنا بیان ختم کر چکا ہے۔ سردار نے اسے یہ بھی بتایا کہ اس کے الفاظ ہر شخص کے لیے ناقابل برداشت تھے۔ وہ ابو عبداللہ کے متعلق یہ کہہ چکا تھا کہ تم بد طینت بھی ہو اور بے وقوف بھی اور دونوں صورتوں میں میں تمہیں قابل رحم سمجھتا ہوں۔

کچھ دیر دربار میں امراء اور علماء ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے رہے اور ابو عبداللہ غصہ، حیرت، پریشانی اور تذبذب کی حالت میں بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر وہ بولا۔ ”ہم تمہیں ایک بار پھر موقع دیتے ہیں کہ گر تم ہماری حکمرانی تسلیم کر لو تو تمہیں کچھ عرصہ نظر بند رکھنے کے بعد رہا کر دیا جائے گا“۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ”میں اس کا جواب دے چکا ہوں۔ میں بزدلوں

سے زندگی کی بھیک نہیں مانگتا۔ میں اس شخص کی حکومت تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں جو اللہ کا باغی ہے، جو قوم کا غدار ہے، جو اپنے باپ کا دشمن ہے۔" بدر بن مغیرہ کی نگاہ ابوداؤد پر پڑی اور اس نے اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہا:

"ابو عبداللہ! تم نے اپنی آستین میں سانپ پال رکھے ہیں اور...... تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ صرف تمہارے دشمنوں کو ڈستے رہیں گے لیکن تم سانپوں کی فطرت سے واقف نہیں۔ وہ کسی کے دوست نہیں ہوتے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ جنگ کا مجرم ہوں لیکن مجھے قسم ہے اس تلوار کی جو بار ہا دشمنان اسلام کے خون میں نہا چکی ہے کہ اگر میرے دل میں تمہارے ساتھ لڑنے کی خواہش ہوتی تو الحمراء کی دیواریں میرے سپاہیوں کا راستہ نہ روک سکتی تھیں۔ میں تمہیں مختلف حیلوں سے راہ راست پر لانا چاہتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ میں تمہارے ایک ساتھی کی دعوت پر تمہارے محل میں اکیلا چلا آیا ہوں۔ تم میرے متعلق جو فیصلہ چاہو صادر کر سکتے ہو۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں کوئی مجرم ہوں اور تمہیں اپنا قاضی تسلیم کرتا ہوں۔ میں نے تمہارے باپ کو بھی اس لیے اپنا امیر تسلیم نہیں کیا تھا کہ وہ غرناطہ کا سلطان ہے اور وہ سنگ

مرمر کی عمارتوں میں زرنگار کرسیوں پر بیٹھتا ہے
بلکہ اس لیے کہ اس نے اسلام کے بدترین دشمنوں
کے خلاف اعلان جہاد کیا تھا اور تم تو فرڈی نینڈ کے
ہاتھ میں ایک کھلونا ہو۔ تمہارے ذہن میں یہ خیال
کیسے پیدا ہوا کہ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں
گا"۔

ابو داؤد نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے سردار کے کان میں کچھ کہا اور وہ اٹھ کر بولا۔ "سلطان معظم اب تک مجرم جو کچھ کہہ چکا ہے وہ اس سے اپنی ذات کو بدترین سزا کا مستحق ثابت کر چکا ہے، اس لیے ہماری درخواست ہے کہ اسے سزا کا حکم سنا کر دربار برخاست کیا جائے۔ آپ کے جانثاروں کے لیے مجرم کا یہ گستاخانہ طرز کلام نا قابل برداشت ہے۔"

باقی سردار اور علماء یکے بعد دیگرے اٹھ کر اس کی تائید کرنے لگے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ "بدنصیب ہے وہ شخص جو ایسے لوگوں کو اپنا جاں نثار سمجھتا ہو۔ ابو عبداللہ! یہ قوم کی لاش پر پلنے والے گدھ ہیں۔ تم ان کی اعانت پر بھروسہ کر کے اپنے ساتھ غرناطہ کو بھی تباہی کی طرف دھکیل رہے ہو"۔

ابو عبداللہ اٹھ کھڑا ہو گیا اور کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں بدر بن مغیرہ کو سلطنت غرناطہ کا بدترین دشمن ہونے کے جرم میں موت کی سزا دیتا ہوں۔ مجرم کو طلوع آفتاب سے پہلے قتل کیا جائے"۔

بدر بن مغیرہ ایک چٹان کی طرح کھڑا رہا۔ بیت الحمراء کے اس کمرے میں آج تک ایسا مجرم پیش نہیں ہوا تھا جس نے اس قدر دلفریب اور مرعوب کن تبسم کے

ساتھ اپنے قتل کا حکم سنا ہو۔اس کی خاموشی زبان حال سے کہہ رہی تھی۔ ”میں ہمیشہ موت کے ساتھ کھیلا ہوں۔تم مجھے موت کے منہ میں دھکیل سکتے ہو لیکن مجھ سے میری مسکراہٹیں نہیں چھین سکتے۔یہ تبسم جو میں نے تلواروں کی چھاؤں اور تیروں کی بارش میں سیکھا ہے آخری وقت تک تمہاری بزدلی، سفاکی اور مکاری کا تمسخر اڑاتا رہے گا“۔

(۳)

ابوداؤد نے عزم و استقلال کے اس پیکر مجسم کی طرف دیکھا اور غرناطہ کا تخت و تاج بے حقیقت نظر آنے لگا۔اس نے اپنے دل میں سوال کیا۔ ”کیا دنیا کی کوئی دولت ایک انسان کو موت سے اس قدر بے نیاز کرسکتی ہے۔آخر وہ کون سا جذبہ ہے جس سے سرشار ہو کر یہ لوگ زندگی اور موت میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتے۔یہ نوجوان جلاد کی تلوار کو اس قدر قریب دیکھ کر مسکرا رہا ہے اور ربیعہ دوا کی پیالی زہر سمجھ کر پی گئی تھی آخر کیوں؟ کیا اس لئے کہ یہ موت و حیات کا راز سمجھ گئے ہیں یا اس لیے کہ وہ زندگی کی صحیح راحتوں سے آشنا نہیں ہوئے اور کیا زندگی کی کسی ایسی لذت کو راحت کہا جاسکتا ہے جس پر آٹھوں پہر موت کا خوف سوار ہو۔میں اندلس کے تخت پر قابض ہوسکتا ہوں لیکن کیا یہ کامیابی موت کے بھیانک چہرے کے سامنے مسکرانا سکھادے گی؟ نہیں نہیں بلکہ ہر کامیابی کے بعد میرے لیے موت کا چہرہ بھیانک تر ہوتا چلا جائے گا“۔

اس نے اپنی زندگی میں پہلی بار یہ محسوس کیا کہ ”موت پر غالب آنا۔دنیا میں انسان کی سب سے بڑی کامیابی ہے، یہ اس کی سب سے بڑی فتح ہے اور یہ فتح صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ان کی موت و حیات صرف

خدا کے لیے ہے۔ بدر بن مغیرہ نے میری طرح اپنے لیے نہیں بلکہ صرف خدا کے لیے لڑنا سیکھا ہے۔ خدا اس کے لیے کسی موہوم طاقت کا نام نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ وہ حقیقت جس کا سہارا لے کر وہ موت کے سامنے ایک چٹان کی طرح کھڑا ہے۔ کاش! میں موت پر ایسی فتح حاصل کر سکتا"۔ ابو داؤد اپنی مسند سے اٹھ کر عقبی کمرے میں چلا گیا۔ پہریدار بدر بن مغیرہ کو باہر لے گئے اور سردار اور علما یکے بعد دیگرے آگے بڑھ کر ابو داؤد کو اس کی شاندار کامیابی پر مبارکباد پیش کرنے لگے لیکن وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ ایک غلام نے آ کر کہا کہ ابو عبداللہ دوسرے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ابو داؤد ایک خوبصورت کمرے میں ابو عبداللہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ بدر بن مغیرہ کے سامنے اسے اپنی کمتری کا جو احساس ہوا تھا وہ ابو عبداللہ کی صحبت میں آہستہ آہستہ دور ہو رہا تھا۔ غرناطہ کا نام نہاد سلطان اسے ایک مافوق الفطرت انسان تسلیم کرتا تھا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو اس نے آگے بڑھ کر ابو داؤد کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد جھک کر اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اس کے ساتھ باتیں کرتے وقت بھی ابو عبداللہ کا لہجہ غیر معمول سے کہیں زیادہ نیاز مندانہ تھا۔ جب ابو عبداللہ نے چند بار یہ کہا کہ آج سے آپ کر ہر اشارہ میرے لیے ایک حکم ہوگا تو ابو داؤد کا احساس برتری بیدار ہونے لگا۔ اور وہ یہ سوچنے لگا کہ وہ دنیا جس میں تھوڑی دیر قبل میرے خیالات بھٹک رہے تھے فقط ایک مفروضہ تھی۔ اس کرہ زمین پر بہت بڑی اکثریت ان لوگوں کی ہے جو ابو عبداللہ کی دنیا میں رہتے ہیں اور اس دنیا میں میں لاکھوں سے زیادہ ذہین اور عقل مند ہوں۔ میں ابو عبداللہ جیسے لاکھوں انسانوں کو اپنے اشاروں پر نچا سکتا ہوں۔ میں اس دنیا میں اپنی کامیابی کے

راستے صاف کر چکا ہوں۔ میں انہی راستوں پر چلتا رہوں گا اور ہر نئی کامیابی کے بعد میرا احترام کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جائے گا اور مرتے وقت بھی مجھے یہ تلخ احساس نہیں ہوگا کہ میری زندگی کی کوئی حسرت پوری ہونے سے رہ گئی۔ مجھے بدر بن مغیرہ کے متعلق نہیں سوچنا چاہیے اس کی دنیا میری دنیا سے مختلف ہے۔ مجھے اس کے متعلق سوچ کر پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ میری دنیا وہ ہے جہاں ابوعبداللہ جیسے احمق بستے ہیں۔ میں ان میں سے لاکھوں کا راہنما اور حکمران بننے کے لیے پیدا ہوا ہوں۔ میں انسانوں کے ریوڑ ہانکنے کے لیے پیدا ہوا ہوں۔ ان خیالات میں اسے ربیعہ کا خیال آیا اور اسے یہ پریشانی ہونے لگی کہ جب وہ ہوش میں آئے گی تو میں اسے کیا جواب دوں گا ممکن ہے کہ احساسات کی شدت نے اسے دوا کے اثر سے بے ہوش نہ ہونے دیا ہو۔ میں اسے کیا جواب دوں گا اور انجلا بھی اس کا ساتھ دینے پر بضد نظر آتی ہے۔ وہ دروازے پر میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ وہ مجھے اپنی بہن کے لیے ہمدردی کے آنسوؤں سے پریشان کرے گی۔

ابوداؤد کی طرح ابوعبداللہ کو بھی یہ پریشانی تھی کہ اگر یہ خبر حرم تک پہنچ گئی تو اس کی ماں اور بیوی جنہوں نے موسیٰ کے قید ہونے پر تین دن تک کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اسے آڑے ہاتھوں لیں گی۔

اس نے ابوداؤد سے کہا۔ ''میں نے داروغہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اسے قتل کرتے ہی مجھے اطلاع دے۔ میں اس کارروائی کے اختتام تک حرم میں داخل ہونا پسند نہیں کرتا''۔

ابوداؤد نے کہا'' آپ ربیعہ کے طرز عمل سے پریشان ہوں گے مجھے اس سے یہ توقع نہ تھی لیکن وہ بہت زیادہ ذکی الحس ہے۔ وہ دوسرے کمرے میں جا کر بے

ہوش ہوگئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس وقت بھی ہوش میں نہ تھی"۔

ابوعبداللہ نے کچھ سوچ کر کہا۔" آپ برا نہ مانیے۔ اگر اس نے عالم ہوش میں بھی یہ باتیں کی ہوں تو کم از کم مجھے کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ غرناطہ کی ہزاروں لڑکیاں اس کی شجاعت کے گن گاتی ہیں۔ آج میں اس کی صورت دیکھ کر یہ محسوس کر رہا تھا کہ اگر میں خود بھی ایک لڑکی ہوتا اس کی مردانہ اداؤں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ لیکن مجھے امید ہے کہ ربیعہ اسے بہت جلد بھول جائے گی"۔

ابوداؤد نے موضوع بدلنے کے کہا۔" داروغہ اس کی لاش کو ٹھکانے لگانے سے پہلے نہیں آئے گا۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم اتنی دیر شطرنج سے دل بہلائیں"۔

ابوعبداللہ بولا۔" آپ نے میرے دل کی بات کہی۔ لیکن ایک شرط ہے کہ رات کا باقی حصہ یہیں گزارا جائے"۔

ابوداؤد نے جواب دیا" میں دوپہر تک آپ کے ساتھ بیٹھنے کے لیے تیار ہوں"۔

(۴)

بدر بن مغیرہ کو نہایت پیچیدہ اور زمین دوز راستوں سے گزار کر ایک ایسی کوٹھڑی میں پہنچایا گیا جس کا دروازہ صرف ایسے ہی موقعوں پر کھلتا تھا۔ ان آٹھ سپاہیوں کے علاوہ جو بدر بن مغیرہ کے ساتھ آرہے تھے راستے میں جگہ جگہ پہرے دار کھڑے تھے۔ کوٹھڑی کے اندر مشعل جل رہی تھی اور جلاد اس کا منتظر کھڑا تھا۔ بدر بن مغیرہ کی طرف سے کسی مزاحمت کا سامنا کیے بغیر سپاہیوں نے اس کی کلائیاں ایک آہنی شکنجے میں کس دیں۔

سپاہی داروغہ کے اشارے سے باہر نکل گئے اور وہ دروازہ بند کر کے بدر بن

مغیرہ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا" یہ ایک رسمی بات ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے آپ کی موت سے زیادہ کسی کی موت کا افسوس نہیں ہو گا۔ اس لیے میں الحمراء کے داروغہ کی حیثت سے نہیں بلکہ آپ کے ایک ہمدرد کی حیثیت سے آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ موت سے پہلے آپ کسی ایسی خواہش کا اظہار کرنا چاہیے جسے پورا کرنا میرے بس میں ہو"۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔" میں جانتا ہوں کہ تم بے بس ہو۔ میری ایک خواہش پوری کرنا شاید تمہارے بس میں ہو اور وہ یہ کہ اگر تمہیں کسی دن ابو عبداللہ کو ابو داؤد یا اس کے کسی اور دوست کے حکم سے موت کے گھاٹ اتارنا پڑے تو اس مقصد کے لیے یہ کوٹھڑی استعمال نہ کرنا میں یہ نہیں چاہتا کہ اس کا خون میرے خون کے ساتھ شامل ہو۔"

داروغہ نے کہا۔" آپ ربیعہ کو کوئی پیغام دینے چاہتے ہیں؟"

"نہیں۔ ربیعہ کو کوئی پیغام دینے کے لیے مجھے کسی شخص کے توسط کی ضرورت نہیں وہ میرے بعد میری روح کا پیغام سن سکے گی تم اپنا کام ختم کرو"۔

داروغہ نے جلاد کی طرف دیکھا۔ جلاد نے گزشتہ دس برس میں پہلی بار اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے۔ اس نے داروغہ کے ہاتھ کا اشارہ پا کر برچھا اٹھایا اور داروغہ دوسری طرف منہ پھیر کر اپنے آنسو پونچھنے لگا۔

کسی نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا اور داروغہ نے جلدی سے مڑ کر جلاد کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔" ٹھہرو! اور پھر اس نے دروازے کے قریب جا کر زور سے آواز دی" کون ہے؟"

اس کے جواب میں پہریداروں کی سہمی ہوئی آوازیں آئیں ......" دروازہ

کھولو"۔

اس نے جلدی سے کنڈی کھول دی اور دروازے پر الحمراء کے ناظم اعلیٰ، ابو عبداللہ کی عمر رسیدہ ماں، اس کی بیوی اور انجلا کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ان کے پیچھے چند خواجہ سرا کھڑے تھے

الحمراء کے ناظم اعلیٰ نے اندر جھانکنے کے بعد اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا ۔" ہم وقت پر پہنچ گئے ۔ بیگمات سلطان کے سب سے بڑے دشمن کو اپنی آنکھوں سے قتل ہوتا دیکھنا چاہتی ہیں۔"

داروغہ نے پریشان ہو کر کہا۔" بیگمات کی خواہش کی تعمیل میرا فرض ہے لیکن انہیں ہم لوگوں کو سلطان کے عتاب سے بچانے کا ذمہ لینا پڑے گا۔"

ابو عبداللہ کی ماں نے کمرے میں پاؤں رکھتے ہوئے کہا" تمہیں انعام کی توقع رکھنی چاہیے۔ آج ہمارے بیٹے نے ایک بہت بڑے دشمن پر فتح پائی ہے ۔ خواجہ سرا ان تمام سپاہیوں کو جن کی ہوشیاری سے ہمیں اپنے دشمن پر فتح حاصل کرنے کا موقع ملا ہے ہماری طرف سے انعام دو اور ہماری طرف سے یہ درخواست کرو کہ ابو عبداللہ یا کسی اور کو اس جگہ ہماری آمد کا علم نہ ہو وہ بات بات پر بگڑنے کا عادی ہے ۔"

ناظم، بیگمات اور انجلا کے اندر داخل ہونے کے بعد دروازہ بند کرلیا اور کہا۔" آپ مجرم سے کوئی بات کرنا چاہتی ہیں"۔

ابو عبداللہ کی ماں نے آہستہ سے کہا۔" کیا تم بھی بدر بن مغیرہ کو مجرم سمجھتے ہو؟"

داروغہ حیران ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ابو عبداللہ کی ماں نے اپنا ہار اتار کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور کہا" یہ تمہارا انعام ہے"۔

ابوعبداللہ کی بیوی نے اس کی تقلید کی اور اپنے جواہرات سے مرصع کنگن اتار کر حبشی جلاد کو پیش کر دیئے۔ جلاد تذبذب کی حالت میں داروغہ کی طرف دیکھنے لگا اور داروغہ ناظم کی آنکھ کا اشارہ پا کر بولا۔ "ملکہ عالم! آپ حکم دیجئے ہم کسی انعام کے لالچ کے بغیر اس کی تعمیل کریں گے۔ یہ ہار اور کنگن اپنے پاس رکھئے"۔

ابوعبداللہ کی ماں نے کہا۔ "اس میں شک نہیں کہ الحمراء کی امارت اور سطوت ایک فسانہ بن چکی ہے لیکن سلطان کی ماں اور اس کی بیگم اس قدر تہی دست نہیں کہ اپنے وفاداروں کو معمولی انعامات بھی نہ دے سکیں۔ ہمیں یہ احساس نہ دلاؤ کہ ہم غریب ہیں۔ ہم پتھر کے یہ چند ٹکڑے سرحدی عقاب پر نچھاور کرنا چاہتی ہیں"۔

ناظم نے داروغہ سے کہا۔ "اب کیا سوچ رہے ہو۔ میں نے تمام انتظامات مکمل کر لیے ہیں۔ انہیں چھوڑ دو"۔

داروغہ نے حبشی کی طرف اشارہ کیا اور اس نے فوراً ابوعبداللہ کی بیوی کے ہاتھ سے کنگن لے لیے۔

بدر بن مغیرہ کا منہ دوسری طرف تھا۔ وہ ان کی باتیں سن چکا تھا اور اس کی آنکھوں میں اس ذات کبریا کے لیے تشکر کے آنسو جمع ہو رہے تھے جو اپنے بندوں کو کسی حالت میں بھی فراموش نہیں کرتی۔

جلاد نے شکنجہ کھول دیا۔

بدر بن مغیرہ اٹھا اور مڑ کر اپنے محسنوں کی طرف دیکھنے لگا۔ ملکہ نے آگے بڑھ کر کہا۔ "بیٹا! مجھے اپنی ماں سمجھو۔ ہم نے اپنا فرض ادا کیا ہے لیکن تم اگر اسے ایک نیکی سمجھو تو وقت آنے پر ابوعبداللہ سے انتقام لینے کی بجائے اسے رحم کا حقدار سمجھنا"

۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ''میں اب بھی اسے قابل رحم سمجھتا ہوں۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ وہ ملت فروشوں کے ہاتھ میں کس قدر بے بس ہے''۔

ابو عبداللہ کی بیوی نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ ''میں آپ سے وعدہ لینا چاہتی ہوں کہ دل برداشتہ ہو کر اہل غرناطہ سے کنارہ کش نہیں ہو جائیں گے۔ صرف غرناطہ ہی نہیں بلکہ اندلس کی ہر مسلمان عورت آپ کو اپنا محسن سمجھتی ہے''۔

بدر بن مغیرہ نے متاثر ہو کر کہا۔ ''میری بہن! غرناطہ اسلامیان اندلس کا آخری حصار ہے میں اور میرے ساتھی آخری دم تک اس کی حفاظت کریں گے''۔

ملکہ نے کہا۔ ''یہ باتوں کا وقت نہیں مجھے ڈر ہے کہ ابو عبداللہ کا کوئی ساتھی اس طرف نہ آ جائے۔ ہم تمہیں اپنی ذمہ داری پر رہا کر رہے ہیں اور ہمیں یہ اطمینان ہے کہ ہم ابو عبداللہ کے باخبر ہونے پر بھی اس کی نظر عتاب سے محفوظ رہیں گی تاہم محل کے ان ملازموں کے لیے جنہوں نے تمہارے ساتھ وفا کی ہے تمہیں اس وقت تک روپوش رہنا پڑے گا جب تک ابو عبداللہ اپنے کئے پر نادم نہیں ہوتا ورنہ تمہارے بجائے ان لوگوں کو روپوش ہونا پڑے گا اور الحمراء پر سلطنت کے غداروں کا پورا تسلط ہو جائے گا''۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ''اطمینان رکھیے صرف چند قابل اعتماد لوگوں کے سوا کسی کو میری زندگی کا علم نہیں ہو گا۔ ایک بہت بڑے مقصد کے لیے میرا روپوش رہنا ضروری ہے''۔

ملکہ نے کہا ''خدا تمہارا حامی اور مددگار ہو''۔

(۵)

اینجلا اب تک خاموشی سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بدر بن مغیرہ

اس کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ اضطراری حالت میں ایک قدم آگے بڑھی اور جھجکتے ہوئے بولی۔ ”آپ ربیعہ کے متعلق پریشان نہ ہو اس کا یہاں آنا مشکل تھا“۔

ابوعبداللہ کی بیوی نے کہا۔ ”ہم انجلا کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں بر وقت خبردار کیا“۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے ہونٹوں ایک احسان مندانہ مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔

”انجلا تمہارا طبیب یقیناً مجھ سے تمہارے متعلق پوچھے گا۔ اگر اسے کوئی پیغام دینا چاہو تو میں قاصد کا فرض ادا کرنے کے تیار ہوں“۔

ایک ثانیہ کے لیے انجلا کی رگوں کا تمام خون سمٹ کر کر اس کے گالوں میں آ گیا۔ اس کوٹھڑی میں داخل ہونے کے بعد اس کی سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ کاش وہ بشیر بن حسن کے متعلق کچھ کہہ سکتی۔ اسے اس کا تذکرہ چھیڑنے کا موقع ملنے کی امید نہ تھی۔ اور اسے یہ بھی احساس تھا کہ موقع ملنے پر بھی اس کی زبان اس کی دل کی ترجمانی سے قاصر رہے گی لیکن بدر بن مغیرہ نے جیسے اس کے لیے جنت کے بند دروازے کھول دیئے وہ بولی۔ ”وہ میرے محسن ہیں...... میری طرف سے انہیں یہ رومال پیش کر دیجیے“۔

انجلا نے جھجکتے ہوئے آگے بڑھ کر سرخ رنگ کا ایک چھوٹا سا رومال بدر بن مغیرہ کے ہاتھ میں دے دیا۔

بیگمات اپنی نسوانی ذکاوت حس سے بہت کچھ سمجھ چکی تھیں اس لیے وہ خاموش رہیں۔

ناظم کی تجویز پر بدر بن مغیرہ کو ایک تختے پر جو لاش اٹھانے کے لیے کوٹھڑی میں رکھا گیا تھا لٹا دیا گیا اور اس کے اوپر چادر ڈال دی گئی۔

داروغہ نے کوٹھڑی کا دروازہ کھول دیا۔ تینوں خواتین باہر نکل گئیں۔ پہریدار دروازے سے چند قدم دور خواجہ سرا کے گرد گھیرا باندھے کھڑے تھے اور وہ انہیں اپنی طرف متوجہ رکھنے کے لیے اشرفیاں بانٹنے میں بخل سے کام لے رہا تھا لیکن بیگمات کو آتے دیکھ کر اس نے جلدی جلدی تھیلی خالی کر دی۔

ایک ثانیہ کے لیے داروغہ دروازے میں کھڑا رہا۔ جب بیگمات کچھ دور چلی گئی تو اس نے باہر نکل کر پہریداروں سے کہا۔ "سلطان کا حکم تھا کہ اس قتل کی خبر ہم تک محدود رکھیں۔ ملکہ اور چھوٹی بیگم سلطان کی اجازت کے بغیر یہاں آ گئی تھیں۔ اب اگر یہ بات سلطان تک پہنچ گئی تو وہ بیگمات کو شاید کچھ نہ کہیں لیکن ہماری شامت آ جائے گی"۔

داروغہ نے چار آدمیوں کو لاش اٹھانے کے لیے اندر بلا لیا اور دوسروں کو جانے کی اجازت دے دی۔

تھوڑی دیر بعد یہ چار آدمی اس تختہ کو جس پر بدر بن مغیرہ لیٹا ہوا تھا اپنے کندھوں پر اٹھا کر کوٹھڑی سے باہر نکلے اور ناظم اور داروغہ کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ کئی پیچ در پیچ راستوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک دیوار کے سامنے رک گئے۔ یہاں سے آگے بڑھنے کا کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا۔ داروغہ نے ناظم کے ہاتھ میں مشعل دیتے ہوئے دیوار کے ساتھ لگی ہوئی لوہے کی کل گھمائی۔ ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ دیوار میں ایک دراڑ نمودار ہوئی اور یہ دراڑ بڑھتے بڑھتے ایک اچھی خاصی گزرگاہ بن گئی اور اس کے ساتھ ہی بہتے ہوئے پانی کا شور سنائی دینے لگا۔ داروغہ کے اشارے پر ناظم نے مشعل کو ایک طرف رکھ دیا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ سپاہیوں نے ان کی تقلید کی۔ اس دیوار سے باہر کوئی آٹھ دس گز چوڑے اور پانچ گز

اونچے چبوترے کے نیچے دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ داروغہ کے اشارے پر سپاہیوں نے تختہ نیچے رکھ دیا۔ ناظم نے داروغہ کے کان میں کچھ کہا اور وہ سپاہیوں سے مخاطب ہو کر بولا "تم برسوں سے میرے ساتھی ہو اس لیے تم سے کوئی بات چھپانا میں تمہاری وفاداری کی توہین سمجھتا ہوں۔ میں تم پر ایک اہم راز ظاہر کرنا چاہتا ہوں"

۔

داروغہ کو متذبذب دیکھ کر ایک سپاہی نے کہا۔ "آپ پریشان نہ ہوں وہ راز ہم پر ظاہر ہو چکا ہے اور مرتے دم تک ہمارے سینوں میں محفوظ رہے گا۔ آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہم لاش کی بجائے ایک زندہ انسان کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لائے ہیں"۔

داروغہ خاموش رہا اور ناظم نے اپنی بغل سے اشرفیوں کی ایک تھیلی نکال کر اس سپاہی کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ یہ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا انعام ہے۔

اس نے کہا۔ نہیں نہیں اہل غرناطہ کے لیے سرحدی عقاب زندہ رہنا ہمارا سب سے بڑا انعام ہے۔

کچھ دیر پس و پیش کے بعد ناظم اور داروغہ کے اصرار پر اپنے ساتھیوں کی رضا مندی دیکھ کر اس سپاہی نے تھیلی لے لی۔

داروغہ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا دوسرے پہریداروں کو بھی شک تھا کہ ہم ان کی جان بچانا چاہتے ہیں۔"

"نہیں، تاہم ان میں سے اکثر کی یہ خواہش تھی کہ کاش ملکہ کو رحم آ جائے۔ مجھے خود بھی ملکہ سے یہ توقع نہ تھی لیکن مقتل کا جائزہ لینے کے بعد میری تسلی ہو گئی۔ وہاں خون کا چھینٹا تک نہ تھا۔"

ناظم نے کہا ”اب تک جلادیہ کمی پوری کر چکا ہوگا“۔

تختے پر سے بدر بن مغیرہ نے چادر اتار کر ایک طرف پھینک دی اور اٹھ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔”میرے خیال میں اب مجھے زندوں کی دنیا میں پاؤں رکھنے کے لیے آپ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں“۔

داروغہ، ناظم اور سپاہیوں نے آگے بڑھ کر یکے بعد دیگرے اس کے ساتھ مصافحہ کیا۔

ناظم نے کہا۔دریا کے اس کنارے سے آگے ہمارا دائرہ عمل ختم ہو جاتا ہے۔ پانی سرد بھی ہے اور تیز بھی ۔اگر آپ کو اپنے بازوؤں پر بھروسہ نہ ہو تو ہم کوئی اور انتظام کرسکتے ہیں ۔لیکن وقت بہت تھوڑا ہے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔” آپ فکر نہ کریں ۔وہ ذات اقدس جس نے میری گردن سے جلاد کا ہاتھ روک لیا تھا مجھے ان سرکش موجوں سے بھی بچا لے گی“۔

ناظم نے کہا۔بہت اچھا، خدا حافظ! آج آپ الحمراء کے چور دروازے سے داخل ہوئے تھے اور چور دروازے سے نکل رہے ہیں ہم اس دن کا انتظار کریں گے جب آپ کے لیے الحمراء کا بڑا دروازہ کھلا ہوگا۔

بدر بن مغیرہ خدا حافظ کہہ کر کنارے کی طرف بڑھا اور ایک لحظہ تامل کے بعد دریا میں کود پڑا۔

(۶)

دریا کے دوسرے کنارے تھوڑی دیر ستانے کے لیے بدر بن مغیرہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔آسمان پر بادل چھٹ چکے تھے اور ستارے جگمگا رہے تھے۔بدر بن مغیرہ اٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔وہ جلدی سے اٹھ کر دبے

پاؤں چلتا ہوا ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد اسے دو آدمی تاریکی میں دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے دکھائی دیئے۔ وہ سوچ کر درخت کی آڑ سے نکلا اور دبے پاؤں ان کے پیچھے چلنے لگا۔

ان میں سے ایک نے آہستہ سے کہا۔ اس نے بہت دیر لگائی۔ اب صبح ہونے والی ہے۔

دوسرے نے کہا لیکن اس نے یہ بھی تو کہا تھا کہ ہم اس کا انتظار نہ کریں۔ کامیابی کی صورت میں اسے کافی وہاں رکنا پڑے گا۔

مگر اس نے یہ بھی تو کہا تھا کہ اگر ممکن ہوا تو سیڑھی کے راستے آدمی اتار کر ہمیں صحیح حالات سے باخبر کرے گا۔

ممکن ہے کہ اسے اس بات کا موقع نہ ملا ہو اگر آپ اور انتظار کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اسی جگہ کھڑے رہنا چاہیے۔

بدر بن مغیرہ نے آواز دی۔ ''منصور''۔

وہ دونوں رکے اور مڑ کے بھاگتے ہوئے اس کے ساتھ لپٹ گئے۔ دوسرا آدمی بشیر بن حسن تھا۔

اپنے ساتھیوں کی طرف سے سوالات کی بوچھاڑ پر تنگ آ کر بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ''چلو یہاں سے نکلیں''۔ چلتے چلتے بدر بن مغیرہ بشیر بن حسن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کے کان میں کچھ کہا اور اس کے ساتھ ہی ایک بھیگا ہوا رومال اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

منصور نے ان کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا ''معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی مرضی سے واپس نہیں آئے''۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا "تمہارا اندازہ صحیح ہے"۔

بشیر بن حسن نے کہا۔ "میرے خیال میں اب ہم خطرے کی حدود سے باہر آ گئے ہیں۔ آپ اپنی داستان شروع کر دیں۔"

بدر بن مغیرہ نے چلتے چلتے اختصار کے ساتھ اپنی تمام سرگزشت بیان کر دی۔ کوئی ایک کوس چلنے کے بعد یہ تینوں ایک گھنے باغ میں سے گزرتے ہوئے ایک اجڑے ہوئے مکان میں داخل ہوئے وہاں ان کے پانچ اور ساتھی گھوڑوں کی حفاظت کر رہے تھے۔

جب یہ سب گھوڑوں پر سوار ہو گئے تو بشیر بن حسن نے سوال کیا۔ "اب کس طرف کا ارادہ ہے؟"

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ میں تھوڑی دور جا کر تم سے جدا ہو جاؤں گا۔ یہ پانچ سپاہی میں اپنے ساتھ جنگل میں لے جاؤں گا۔ منصور! تم آج صبح ہوتے ہی سلطان کے سپاہیوں کو مالقہ بھیج دو اور اپنے ساتھیوں کو لے کر میرے پاس پہنچ جاؤ اور بشیر! تم مالقہ جاؤ، وہاں الزغل اور الزبغری کو تمام واقعات سے آگاہ کرنے کے بعد یہ بتاؤ کہ کچھ عرصہ میرے روپوش ہونے میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔ ابو عبداللہ اور اس کے ساتھی فوراً فرڈی نینڈ کے پاس میری موت کی اطلاع پہنچائیں گے اور وہ فوراً حملہ کے لیے تیار ہو جائے گا۔ الزغل کو مشورہ دو کہ میدان میں مقابلہ کرنے کی بجائے پیچھے ہٹتا ہوا ہمارے علاقے میں داخل ہو جائے۔ اگر فرڈی نینڈ نے تعاقب کیا تو ہم اسے ایک فیصلہ کن شکست دے سکیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے یہ کہ وہ ابو عبداللہ کی رضامندی سے غرناطہ کو مستقر بنا کر مالقہ کی طرف بڑھنا چاہے۔ اس صورت میں سلطان کی افواج آگے بڑھ کر اسے سرحد پر روکنے کی کوشش کریں اور معمولی لڑائی

کے بعد پیچھے ہٹتی ہوئی جنگل میں پہنچ جائیں۔ میں وقت آنے پر ان کی راہنمائی کے لیے تمہیں بھیج دوں گا۔ انہیں یہ بھی تاکید کرنا کہ وہ دونوں صورتوں میں مالقہ کی حفاظت کے لیے کم از کم نصف فوج ضرور چھوڑیں۔





سیاہ پوش

(۱)

بدر بن مغیرہ کے قتل کی افواہ اندلس کے طول و عرض میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی ابو عبداللہ کی خواہش تھی کہ یہ خبر غرناطہ کے عوام تک نہ پہنچے لیکن ابو داؤد نے مشورہ دیا کہ یہ خبر مشہور ہونے کے بعد ابوالحسن مایوس ہو جائیں گے۔ چنانچہ غرناطہ کے بعض زر خرید خطیبوں کو یہ اجازت مل گئی کہ وہ عوام میں سرحدی عقاب کے قتل کی خبر نشر کریں۔

فرڈی نینڈ کے پاس ابو داؤد نے اپنے ایلچی کو یہ پیغام دے کر بھیج دیا کہ ابو الحسن پر آخری ضرب لگانے کے لیے یہ بہترین موقع ہے۔

ابو عبداللہ اپنے خیال کے مطابق ایک بہت بڑے دشمن سے نجات حاصل کر چکا تھا تاہم غرناطہ کے قرب و جوار میں سرحدی عقاب کے جانبازوں کی موجودگی اس کے لیے کم پریشانی کا باعث نہ تھی لیکن جب اس نے یہ سنا کہ سرحدی عقاب کے ساتھی غرناطہ کے محاصرے کا ارادہ ترک کر کے جا رہے ہیں تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ دو تین دن کے بعد اسے یہ خبر ملی کہ وہ مالقہ سے بھی ابوالحسن کا ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہیں تو اس نے محل میں جشن منایا اور ملت فروشوں میں انعامات تقسیم کیے۔

چند دنوں کے بعد اس کے پاس فرڈی نینڈ کا ایلچی پہنچا اور اس نے اطلاع دی کہ چند ہفتوں تک ہماری فوج اندلس کے جنوبی ساحل تک پہنچ جائے گی۔ فوج کا بیشتر حصہ سرحدی قبائل کی طاقت کچلنے کے لیے شمال اور مشرق کی طرف سے جبل شلیر کی طرف بڑھے گا اور دوسرا لشکر قادس اور شریش سے مشرق کا رخ کرے گا۔ یہ دونوں افواج سیرانویدا کے پہاڑوں میں مل جائیں گی اور اس کے بعد ساحلی علاقے

کے تمام شہروں پر قبضہ کر لیں گی۔اتنی دیر میں تم فوراً غرناطہ سے نکل کر مالقہ پر حملہ کر دو۔ہمیں توقع ہے کہ تم اتنی دیر میں مالقہ کو فتح کر لو گے۔لیکن اگر دشمن کی شدید مدافعت کے باعث جس کی مجھے توقع نہیں تم مالقہ پر فوراً قبضہ نہ کر سکے تو قاؤس کا حاکم تمہاری مدد کے لیے پہنچ جائے گا۔

ابوعبداللہ اپنے خیال کے مطابق بدر بن مغیرہ کو قتل کر کے فرڈی نینڈ کے راستے کے تمام کانٹے صاف کر چکا تھا۔اسے یقین تھا کہ اس کا حلیف اور سرپرست اس کے کندھوں پر کسی اور جنگ کا بوجھ نہیں ڈالے گا۔وہ مالقہ پر آندھی کی طرح نازل ہو گا اور اس کے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے اور اسے اندلس کا واحد حکمران تسلیم کرانے کے بعد واپس چلا جائے گا۔اس نے فرڈی نینڈ کا پیغام سن کر پریشانی کی حالت میں ابوداؤد سے سوال کیا۔کیا فرڈی نینڈ کو یہ علم نہیں کہ موجودہ حالات میں میرے لیے محفوظ ترین جگہ الحمراء کی چاردیواری ہے؟سرحدی عقاب کے قتل کے بعد غرناطہ کے عوام میرے خلاف سخت مشتعل ہیں اور فوج کی طرف سے مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر میں نے اپنے باپ پر چڑھائی کی تو ان میں سے بعض میرا ساتھ چھوڑ کر اس کے ساتھ جا ملیں گے۔

ابوداؤد فرڈی نینڈ کی مصلحتوں کو سمجھتا تھا۔اسے معلوم تھا کہ فرڈی نینڈ کو ابوعبداللہ پر پورا اعتبار نہیں کیا اور وہ اس سے مالقہ پر اس لیے حملہ کروانا چاہتا تھا کہ باپ اور بیٹے کے درمیان نفرت کی خلیج اس قدر وسیع ہو جائے کہ ان کے درمیان مصالحت کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔چنانچہ اس نے جواب دیا"شاید فرڈی نینڈ کی یہ خواہش ہے کہ دشمن کی توجہ تین محاذوں پر تقسیم ہو جائے۔اگر آپ نے جنگ سے پہلوتہی کی تو ممکن ہے کہ وہ آپ کی اعانت کا ارادہ ہی ترک کر دے۔اس لیے آپ کو

کسی تاخیر کے بغیر مالقہ پر حملہ کر دینا چاہیے۔ سرحدی عقاب اور اس کے ساتھی دشمن کا سب سے بڑا سہارا تھے۔ سرحدی عقاب مارا جا چکا ہے اور اس کے ساتھی اپنے گھروں گھروں کو جا چکے ہیں اس لیے ممکن ہے کہ آپ فرڈی نینڈ کی آمد سے پہلے ہی مالقہ فتح کر لیں۔ مالقہ کی فتح کے بعد جنوب کے تمام باغی سردار اور قبائل آپ کی اطاعت قبول کر لیں گے اور آپ کو فرڈی نینڈ کا احسان نہیں اٹھانا پڑے گا"۔

ابو عبداللہ نے کہا "میں مالقہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن صرف اسی صورت میں جبکہ فرڈی نینڈ کی افواج سرحدی علاقے میں داخل ہو چکی ہوں"۔

ابو داؤد نے کہا۔ "اگر حکم ہو تو میں یہ جواب لکھ بھیجوں"۔

ہاں! لیکن اس طرح لکھئے کہ بادشاہ یہ خیال نہ کرے کہ میں بزدل ہوں۔ میں صرف محتاط رہنا چاہتا ہوں۔

(۲)

ابو الحسن مفلوج اور نابینا ہو چکا تھا۔ امراء کے اصرار پر اس نے اپنے بھائی الزغل کو اپنا جانشین بنا دیا۔ فرڈی نینڈ اپنی لاتعداد فوج کے ساتھ قسطلہ سے نکلا اور قرطبہ کے پاس پڑاؤ ڈال کر اندلس میں مسلمانوں کے آخری دفاعی قلعے پر فیصلہ کن ضرب لگانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس نے شریش، اشبیلیہ اور رقاوس کے عیسائی امراء کو حکم دیا کہ وہ غرناطہ کے جنوب مشرق کے شہروں کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے کوہ سیرا نویدا کا رخ کریں۔ اور باقی فوج کو ایک تجربہ کار جرنیل کی قیادت میں شمال مشرق کے راستے سرحدی قبائل کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا۔

جب فرڈی نینڈ کی افواج بدر بن مغیرہ کے آزاد علاقے میں داخل ہوئیں تو انہیں عقب اور بازوؤں سے اکا دکا حملوں کے سوا کسی زبردست مزاحمت کا سامنا نہ

کرنا پڑا۔ عیسائیوں نے اپنے راستے کی بہت سی بستیاں تباہ و برباد کر ڈالیں اور وہ بڑھتے ہوئے حوصلوں کے ساتھ سرحدی عقاب کی زمین پر پیش قدمی کرتے رہے۔ ایک دن ان کے سپہ سالار نے ایک ویران قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے سپاہیوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا:

''بہادرو! یہ وہ علاقہ ہے جہاں سرحدی عقاب کی اجازت کے بغیر کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ اب ان باغیوں کا راہنما مارا جا چکا ہے اور ان کے حوصلے پست ہو چکے ہیں۔ ہمارے بادشاہ کا خیال تھا کہ ہمیں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن یہ لوگ ہمارے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر بھاگ جاتے ہیں۔ ہماری تلواریں دشمن کے خون کی پیاسی ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جب تک ہم مالقہ نہیں پہنچتے ان کی پیاس نہ بجھ سکے گی۔ اس لیے ہمیں راستے میں آرام کیے بغیر آگے بڑھنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو ہمارے وہ بھائی جو قادس کی طرف سے مالقہ کا رخ کر رہے ہیں ہم سے سبقت لے جائیں''۔

اگلے دن جب وہ ایک جنگل سے گزر رہے تھے انہیں غیر متوقع حالات کا سامنا کرنا پڑا عقب کی فوج پر اچانک ایک ہزار سواروں نے حملہ کیا اور آن کی آن میں کوئی تین ہزار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر جنگل میں غائب ہو گئے۔

بدر بن مغیرہ کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ وہ اکا دکا حملے کرتا ہوا دشمن کی فوج کو ان خطرناک گھاٹیوں اور دروں میں لے آیا جن کی ہر چٹان حملہ آور کے خلاف ایک ناقابل تسخیر قلعہ بن سکتی تھی۔ عیسائی فوج کے بعض جہاندیدہ افسروں نے اپنے سپہ سالار کو راستہ بدلنے کا مشورہ دیا لیکن وہ طاقت کے نشہ میں چور تھا اور اس کے سپاہی جو عام حالات میں ایسی گزرگاہوں پر پھونک پھونک کر قدم رکھتے، اپنے سپہ سالار کی طرح یہ سمجھ چکے تھے کہ سرحدی عقاب کی موت کے بعد سرکش قبائلیوں کی ہمت جواب دے چکی ہے۔ سیاہ پوش کی قیادت میں ایک ہزار سوار انہیں کافی نقصان پہنچا سکتے تھے اور انہیں یہ گوارا نہ تھا کہ وہ ان سے نپٹے بغیر آگے نکل جائیں۔

ایک شام عیسائی فوج سرحدی شہسواروں کے تعاقب میں دشوار گزار درّے اور تنگ گھاٹیاں عبور کرنے کے بعد ایک وادی میں داخل ہوئی۔ سامنے بلند پہاڑ تھے۔ اس لیے سپہ سالار نے فوج کو وادی میں پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا اور کسی غیر متوقع حملے پیش نظر اس نے فوج کی چند ٹولیاں اردگرد کی پہاڑیوں پر پہرا دینے کے لیے روانہ کر دیں۔ سارا دن یلغار کرنے کے بعد تھکی ماندی فوج پیٹ بھر کر کھانے اور جی بھر کر شراب پینے کے بعد سو گئی۔ فوج کا سپہ سالار اور دوسرے افسر بھی اردگرد کی پہاڑیوں پر پہرہ دینے والوں کو رات کے وقت کسی غیر متوقع حملہ کی روک تھام کے لیے کافی سمجھ کر بے خبری کی نیند سو گئے۔ رات کے تیسرے پہر اچانک ان پہریداروں کی چیخیں سنائی دیں۔ سپہ سالار گھبرا کر اٹھا اور آنکھیں ملتا ہوا خیمے سے باہر نکلا۔ چاروں طرف کہرام مچا ہوا تھا اور اردگرد بہت سے خیمے جل رہے تھے۔ عیسائی فوج تلواریں سنبھال رہی تھی کہ اچانک تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ آگ

کی روشنی میں سینکڑوں سپاہی حملہ آوروں کے تیروں کا شکار ہو گئے۔

سپہ سالار نے فوج کو تاریکی میں پناہ لینے کا حکم دیا۔سپاہی جلتے ہوئے خیموں سے ایک طرف ہٹنے لگے۔اچانک چاروں طرف سے اللہ اکبر کے نعرے سنائی دیئے اور آن کی آن میں حملہ آور نیچے اتر کر عیسائیوں کے حواس باختہ لشکر پر ٹوٹ پڑے۔تاریکی میں عیسائیوں کے کئی سپاہیوں کی تلواریں آپس میں ٹکرا گئیں۔

سپہ سالار نے اس امید پر کہ حملہ آوروں کی تعداد زیادہ نہیں ہو گی فوج کو چاروں طرف بکھر کر پہاڑیوں پر قبضہ کرنے کا حکم دیا لیکن پتھروں اور تیروں کی سخت بارش میں ان کی پیش نہ گئی۔صبح آثار نمودار ہونے تک نصرانیوں کی یہ حالت تھی کہ افسر کو اپنے سپاہیوں اور سپاہیوں کو افسر کی خبر نہ تھی۔وہ درختوں اور پتھروں کی آڑ میں چھپ کر اپنی جانیں بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔حملہ آور عیسائیوں کے بہت سے گھوڑے چھین کر ان پر سوار ہو چکے تھے اور باقی گھوڑے جن کی رسیاں کاٹ دی گئی تھیں بے تحاشا وادی میں ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔بہت سے سپاہی ان کے پاؤں تلے روندے گئے۔صبح کی روشنی میں عیسائیوں نے دیکھا کہ حملہ ان کے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر ان پر نیزوں سے حملے کر رہے ہیں۔نصرانی سپہ سالار کو یہ امید تھی کہ حملہ آور صبح کے آثار دیکھتے ہی فرار ہو جائیں گے لیکن ان کا جوش وخروش دیکھ کر اس نے یہ محسوس کیا کہ وہ ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے اس وادی کو منتخب کر چکے ہیں۔میدان میں عیسائیوں کی لاشوں کی تعداد حوصلہ شکن تھی۔حملہ آوروں کی نسبت ان کی فوج کی تعداد اب بھی پانچ گنا زیادہ تھی لیکن وادی میں سواروں کے پے در پے حملوں سے ان کے پاؤں اکھڑ چکے تھے۔سپہ سالار نے مدافعانہ جنگ لڑتے ہوئے پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا۔وادی سے نکل کر اس نے ایک تنگ گھاٹی میں پہنچ کر یہ

محسوس کیا کہ اب اس کی فوج نیزہ بازوں کی زد سے محفوظ ہو چکی ہے لیکن یہاں بھی اسے اطمینان کا سانس لینا نصیب نہ ہوا۔ ایک بار پھر مہیب چٹانوں میں چھپے ہوئے مجاہدین کے نعرے سنائی دیئے اور تیروں اور پتھروں کی بارش ہونے لگی۔

ایک پتھر سپہ سالار کے سر پر لگا اور وہ گر پڑا۔ اس کی موت کے ساتھ ہی سپاہیوں کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ نائب سالار نے فوج کو تیزی کے ساتھ اس گھاٹی سے نکلنے کا حکم دیا۔ تیروں اور پتھروں کی بارش سے نکل کر ایک ہموار وادی میں پہنچ کر بچی کھچی فوج کا جائزہ لیا تو پچیس ہزار میں سے صرف آٹھ ہزار اس کے ساتھ تھے۔ پیچھے سے تعاقب کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے اس نے فوج کو دم لینے کی بھی مہلت نہ دی۔

وادی میں دو کوس چلنے کے بعد یہ فوج ایک گنجان جنگل میں داخل ہو رہی تھی کہ اچانک درختوں کی آڑ سے قریباً ایک ہزار سوار نمودار ہوئے اور انہوں نے پہلے حملے میں ہی عیسائی فوج کو تتر بتر کر دیا۔ ان حملہ آوروں کے آگے آگے وہی سیاہ پوش سوار تھا جس کو زندہ پکڑنے کا شوق عیسائی سپہ سالار کو ان خطرناک مقامات تک لے آیا تھا۔ قریباً دو ہزار عیسائی بھاگ کر جنگل میں جا چھپے اور باقی فوج نے تھوڑی دیر مقابلہ کرنے کے بعد ہتھیار ڈال دیئے۔

(۳)

مالقہ کی حفاظت پر الزبغری کو متعین کرنے کے بعد الزغل پانچ ہزار جانبازوں کے ساتھ قرطبہ، اشبیلیہ، قادس اور شمال مغرب کے دوسرے شہر کی ٹڈی دل فوج کے ساتھ مدافعانہ جنگ لڑتا ہوا پیچھے ہٹتا گیا اور سیرا نویدا کے دامن میں پہنچ کر سرحدی عقاب کا انتظار کرنے لگا۔

فرڈی نینڈ کو عقاب کی وادی میں اپنے سپہ سالار کی کامیابیوں کے متعلق نہایت حوصلہ افزا خبریں پہنچ رہی تھیں۔ اس نے الزغل کے پسپا ہو کر سیرا نویدا کی طرف ہٹنے کی خبر سنی تو دونوں افواج کے سپہ سالاروں کا حکم بھیج دیا کہ وہ ساحل کے شہروں کا رخ کرنے کی بجائے الزغل کو دونوں اطراف سے گھیر لیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے غرناطہ میں ابو عبداللہ کو پیغام بھیجا کہ وہ فوراً مالقہ پر حملہ کر دے۔

ابو عبداللہ یہ اطلاع مل چکی تھی کہ مالقہ کی فوج کا بیشتر حصہ الزغل کے ساتھ ہے اور الزبغری بہت تھوڑی فوج کے ساتھ شہر کی حفاظت کر رہا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی فتح کو یقینی سمجھ کر مالقہ پر چڑھائی کر دی۔ فرڈی نینڈ کے زرخرید سرداروں کے علاوہ غرناطہ کے بعض ایسے لوگ بھی اس فوج میں شریک تھے جو اندلس میں مسلمانوں کے مستقبل سے مایوس ہو چکے تھے اور صرف زندہ رہنے کے لیے فرڈی نینڈ کو خوش کرنا چاہتے تھے۔

جس روز ابو عبداللہ اپنی فوج کے ساتھ غرناطہ سے نکلا اس سے ایک دن قبل عقاب کی وادی میں فرڈی نینڈ کی فوج کا صفایا ہو چکا تھا اور اس سے تین دن بعد سرحدی عقاب کے جانباز الزغل کے جھنڈے تلے جمع ہو چکے تھے۔ الزغل کی فوج دشمن کی تعداد سے خائف تھی۔ لیکن شاندار فتح کی خبر سن کر ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ الزغل نے بدر بن مغیرہ اور منصور بن احمد کے ساتھ اپنی قیام گاہ کے ارد گرد تمام چوکیوں کا معائنہ کیا۔ بدر بن مغیرہ کے اپنے آدمیوں کے سوا کسی اور کو یہ علم نہ تھا کہ وہ زندہ ہے۔ سپاہی الزغل کے ساتھ ایک نقاب پوش کو دیکھتے اور یہ سمجھتے کہ بدر بن مغیرہ کے چھن جانے کے بعد قدرت نے انہیں ایک نیا مددگار عطا کیا ہے۔ اس کی قیام گاہ فوج کے پڑاؤ سے کچھ دور تھی اور الزغل کے چند چیدہ چیدہ افسروں کے سوا جو اس

راز سے واقف تھے کسی اور کو وہاں جانے کی اجازت نہ تھی۔

البکورا کے جنگجو قبائل جوق در جوق الزغل کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے تھے۔ مدت کے بعد انہیں عقاب کی وادی کے مجاہدین کے دوش بدوش لڑنے کا موقع ملا تھا۔ چونکہ منصور بن احمد کو بدر بن مغیرہ کا جانشین سمجھا جاتا تھا اس لیے انہوں نے الزغل سے درخواست کی کہ ان کی قیادت منصور بن احمد کے سپرد کی جائے۔ منصور نے بدر بن مغیرہ کی ہدایات کے مطابق جنگ کا نقشہ تیار کیا اور قبائلی مجاہدین کو تمام راستوں پر پھیلا دیا اور انہیں ہدایت کی جوں جوں عیسائیوں کی فوج آگے بڑھتی آئے وہ عقب سے اس سے پیچھے ہٹنے کے راستوں کی ناکہ بندی کرتے آئیں۔

یہ لشکر عقاب کی وادی پر حملہ کرنے والی فوج کے انجام سے بے خبر تھا۔ پانچ دن سیرا نویدا کے دامن میں پڑاؤ ڈال کر اس کے سپہ سالار کے پیغام کا انتظار کرتا رہا لیکن قبائلی مجاہدن نے چند بار شب خون مار کر انہیں آگے بڑھنے پر مجبور کر دیا۔

تین دن کی پیش قدمی کے دوران میں چند بستیاں جلانے اور چند مردوں اور عورتوں کو قید کرنے کے بعد فرڈی نینڈ کا لشکر اس خطرناک علاقے میں داخل ہو چکا تھا جہاں سرحد کے عقاب بے قراری سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے چنے ہوئے ایک ہزار جانبازوں کے ساتھ دشمن کے ہراول دستے پر حملہ کیا اور آن کی آن میں انہیں تتر بتر کر کے پہاڑوں میں روپوش ہو گیا۔ عیسائی سپہ سالار صورت حال کا اندازہ کر رہا تھا کہ عقب سے قبائلیوں کے حملہ کی خبر ملی۔ یہ جگہ باقاعدہ لڑائی لڑنے کے تنگ تھی۔ عیسائی سپہ سالار نے فوج کو تیزی سے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ گھاٹی سے آگے ایک ڈھلوان تھی اور اس کے آگے ایک وادی تھی۔ عقب سے حملہ کی شدت محسوس کرتے ہوئے سپہ سالار نے اس وادی میں

اترنے کا فیصلہ کیا۔ اس وادی کا نشیب کوئی دو کوس کے بعد ایک کشادہ جنگل سے جا ملتا تھا اور اوپر کی طرف اس کا دوسرا سرا دو پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ درّہ دکھائی دیتا تھا۔

جنگل میں سپہ سالار قبائلی حملہ آوروں کو بہت خطرناک سمجھتا تھا اور دوسری طرف اسے کسی تنگ درّے میں گھر جانے کا خطرہ تھا۔ اس نے فوج کو رکنے کا حکم دے کر ہراول دستے راستہ دیکھنے کے لیے دونوں طرف روانہ کر دیئے اور خود حملہ آوروں کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں اس کی فوج کے عقبی دستے بھی پہنچ گئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ حملہ آور ان کے جوابی حملوں سے پسپا ہو گئے ہیں۔

ہراول دستے کو جو سپاہی وادی کے نشیب کی طرف گئے تھے جنگل میں داخل ہوتے ہی نیزوں کی بوچھاڑ کا سامنا کرنے کے بعد لوٹ آئے اور انہوں نے واپس آ کر اطلاع دی کہ یہ جنگل تیر اندازوں سے پٹا پڑا ہے۔

جو سپاہی وادی کے دوسرے کونے کی طرف گئے تھے انہوں نے ایک پہر کے بعد واپس آ کر اطلاع دی کہ وہ قریباً دس کوس تک دیکھ آئے ہیں۔ وادی کا یہ سرا کہیں تنگ اور کہیں کشادہ ہے۔ دونوں طرف پہاڑیاں کافی بلند ہیں۔ راستے میں ہمیں دشمن کا کوئی سپاہی نہیں ملا۔ چند چرواہوں نے بتایا ہے کہ یہ وادی دو دن کی مسافت کے بعد اس زرخیز علاقے سے جا ملتی ہے جہاں سے الکورا کے قبائل کی بستیاں شروع ہوتی ہیں۔

عیسائی سپہ سالار کو یہ راستہ بھی خطرناک دکھائی دیا لیکن اس وادی میں پڑاؤ ڈالنے کے بعد بھی اسے چاروں طرف سے گھر جانے کا خطرہ تھا۔ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر حملہ آوروں نے جنگل اور پہاڑ سے نکل اس سے ساتھ باقاعدہ جنگ نہ کی تو

بھی وہ شب خون مار کر اسے کافی نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ اس کے سامنے سیرا نویدا کے بلند پہاڑ تھے۔ بائیں طرف جنگل تھا جس کو دشمن کو صاف کر کے آگے بڑھنا ناممکن تھا۔ عقب میں ڈھلوان تھی جس کی طرف اسے لوٹ کر اسے پھر ایک بار ان تنگ گھاٹیوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ جنہیں عبور کرتے ہوئے وہ کافی نقصان اٹھا چکا تھا۔ اسے یہ بھی احساس تھا کہ جنگل میں چھپی ہوئی فوج اس کے واپس مڑتے ہی پہاڑیوں پر پہنچ کر اس کا راستہ روک لے گی۔ ناچار اس نے دائیں ہاتھ مڑنے کا فیصلہ کیا۔ جب یہ وادی تنگ ہو جاتی پیادہ فوج کے سپاہی دشمن کے پتھروں اور تیروں سے محفوظ رکھنے کے لیے دونوں کناروں کی پہاڑیوں پر چڑھ جاتے اور جب یہ وادی کشادہ ہو جاتی تو وہ بلندی کے دشوار گزار راستے چھوڑ کر سواروں کے ساتھ آ ملتے۔ وہ شام تک اسی طرح چلتے رہے اور راستے میں کوئی حادثہ پیش نہ آیا۔

رات ہو گئی لیکن فوج کے سپہ سالار کو پڑاؤ ڈالنے کے لیے کوئی موزوں جگہ نظر نہ آئی۔ رات کی تاریکی میں تھوڑی دیر چلنے کے بعد یہ تنگ وادی اور دونوں طرف کی پہاڑیاں بلند نظر آنے لگیں۔ تاریکی اس قدر زیادہ تھیں کہ پتھروں میں گھوڑے لڑکھڑانے لگے۔ بعض افسروں نے سپہ سالار کو مشورہ دیا کہ یہ وادی خدا جانے کہاں ختم ہو۔ ممکن ہے کہ ہم کسی ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں آگے بڑھنے کے لیے کوئی راستہ نہ ہو اور وہاں دشمن ہمارا انتظار کر رہا ہو۔ اس لیے بہتر ہے کہ یا تو ہم واپس مڑ جائیں یا گھوڑوں کو وادی میں چھوڑ کر پہاڑیوں پر چڑھ جائیں۔ رات اگر ہم پر کوئی غیر متوقع حملہ ہوا تو بھی ہماری حالت اس قدر مخدوش نہیں ہو گی۔ صبح کی روشنی میں اگر ہمیں واپس جانا پڑا تو بھی ہمارے پیادہ سپاہی پر چڑھ کر ہمارے راستے کی حفاظت کر سکیں گے۔

وہ ابھی یہ بحث کر ہی رہے تھے کہ اوپر سے ایک پتھر گرا۔ وہ بدحواس ہو کر تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد چند اور پتھر گرے اور زخمی ہونے والوں کی چیخیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی پتھروں کی بے محابا بارش ہونے لگی۔ سپہ سالار نے فوج کو پیچھے لوٹنے کا حکم دیا لیکن پتھروں کی بارش کا زور کم نہ ہوا۔ پتھروں کے شور اور زخمیوں کی چیخوں کے ساتھ گھوڑوں کی ہنہناہٹ نے ایک قیامت برپا کر دی۔ پہاڑیوں کے اوپر حملہ آور اللہ اکبر کے نعرے بلند کر رہے تھے۔

سپہ سالار نے فوج کو تباہی سے بچانے کے لیے حکم دیا کہ وہ گھوڑوں کو چھوڑ کر پہاڑوں پر چڑھ جائیں۔ لیکن اس ہنگامے میں بہت کم سوار ان کا حکم سن سکے اور جنہوں نے اس کی حکم کی تعمیل کرنے کی کوشش کی انہوں نے فوراً ہی یہ محسوس کر لیا کہ چٹانوں پر چڑھنا آسان نہیں۔ اکثر سوار وادی کے کسی کشادہ حصے میں پہنچنے کی نیت سے گھوڑوں کی باگیں موڑ چکے تھے۔

صبح تک یہ فوج اس وادی میں بھٹکتی اور قیامت خیز تباہی کا سامنا کرتی رہی۔ تیس ہزار سپاہیوں میں سے بارہ ہزار پتھروں کا شکار ہو گئے۔ پانچ ہزار پہاڑوں پر چڑھ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے، باقی فوج واپس اس مقام پر پہنچ چکی تھی جہاں سے اس نے اپنا سفر شروع کیا تھا لیکن انہیں سنبھلنے کا موقع نہ ملا۔ جنگل سے تازہ دم سوار نمودار ہوئے۔ ان کے سپہ سالار کے ہاتھ میں غرناطہ کا جھنڈا تھا۔ وہ آن کی آن میں گھوڑے اڑاتے ہوئے ان کے سر پر آ پہنچے۔ نصرانیوں کی تعداد اب بھی ان سے کم نہ تھی۔ انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک نقاب پوش کی قیادت میں پانچ ہزار مزید سوار ایک پہاڑی سے اترے۔ ان کے جھنڈے

پر عقاب کی تصویر تھی۔انہوں نے ایک ہی ریلے میں دشمن کی صفیں توڑ چھوڑ کر رکھ دیں۔میدان میں "اسلام زندہ باد،غرناطہ زندہ باد،الزغل زندہ باد اور مجاہدین زندہ باد" کے نعرے بلند ہونے لگے۔

فرڈی نینڈ کی فوج کے تین ہزار سواروں نے میدان چھوڑ کر جنگل کا رخ کیا۔ اور باقی فوج نے ہتھیار پھینک دیئے۔

قیدیوں میں دو ہزار کے قریب فرڈی نینڈ کے نائٹ اور فوج کے اعلیٰ افسر تھے

۔

(۴)

ابو عبداللہ اتمام حجت کے لئے مالقہ کی طرف روانہ ہوا۔اسے معلوم ہو چکا تھا کہ الزغل مالقہ چھوڑ کر پہاڑوں کی جا چکا ہے اور مالقہ کی حفاظت کے لیے بہت تھوڑی فوج ہے۔اس کے علاوہ اسے یہ بھی تسلی تھی اگر وہ بہت جلد شہر پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہ ہوا تو بھی چند دن میں فرڈی نینڈ کی افواج پہاڑی قبائل کی سرکوبی کی مہم سے فارغ ہو کر اس کی مدد کے لیے پہنچ جائیں گی۔لیکن الزیغری نے شہر سے باہر نکل کر اس کا مقابلہ کیا۔الزیغری کی فوج کی تعداد تھوڑی تھی لیکن اس کے سپاہیوں میں ابو عبداللہ کے کرائے کے سپاہیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ جوش و خروش تھا۔ جب افواج آمنے سامنے ہوئیں تو الزیغری نے اپنی فوج کے سامنے ایک پر جوش تقریر کرتے ہوئے کہا:

"دشمن کی تعداد تم سے زیادہ ہے لیکن یاد رکھو
کہ غدار کبھی بہادر نہیں ہوتے۔آج تمہاری جنگ
اپنی بقا کے لیے ہے۔اگر میدان میں تمہارے

پاؤں اکھڑ گئے تو مالقہ پر ابو عبداللہ کے ہاتھوں سے
فرڈی نینڈ کا جھنڈا نصب ہو گا۔خدا کی اعانت پر
بھروسہ کرو۔ یہ ملت فروش اور کرائے کے سپاہی
تمہارے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے۔ ابو عبداللہ کا
سب سے بڑا سہارا فرڈی نینڈ ہے لیکن تم یہ خوش
خبری سن چکے ہو کہ عقاب کی وادی میں اس کی آدھی
فوج مجاہدین کی مٹھی بھر جماعت کے ہاتھوں تباہ و
برباد ہو چکی ہے۔انشاءاللہ آج کل میں تم یہ بھی سن
لو گے کہ سیرانویدا میں اس کی باقی فوج کا بھی یہی
حشر ہوا ہے۔مجاہدو! آگے بڑھو۔آج کے دن خدا
نے فتح کے لئے جس گروہ کو منتخب کیا ہے وہ تمہارے
سوا کوئی نہیں''۔

ابو عبداللہ اور اس کے بیشتر ساتھی شہر کے محاصرہ کا خیال لے کر آئے تھے۔
الزیغری جیسے سرفروش کے ساتھ کھلے میدان میں نبرد آزما ہونا ان کی خواہش کے عین
خلاف تھا۔ابھی وہ شش و پنج میں تھے کہ الزیغری کی فوج کا ایک سالار گھوڑا بھگاتا
ہوا میدان میں آیا اور اس نے بلند آواز میں کہا:

''مسلمان صرف حق کے لیے لڑتا ہے۔اگر
تم میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے تو میں
اسے مقابلہ کی دعوت دیتا ہوں۔اگر تمہارے دل یہ
گواہی دیتے ہیں کہ تم حق پر نہیں ہو تو یقین کرو کہ تم

ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکو گے ۔تم فرڈی نینڈ کی مدد
کے بھروسے پر آئے ہو لیکن یقین جانو اس کا ایک
سپاہی بھی تمہاری مدد کے لیے نہیں آئے گا۔عقاب
کی وادی میں وادی میں اس کی آدھی فوج تباہ ہو چکی
ہے اور سیرا نویدا میں اس کی باقی فوج ہمارے
سالار اعظم کے گھیرے میں آ چکی ہے لیکن ابو
عبداللہ! اس کے باوجود اگر تم لڑنا چاہتے ہو تو خود
میدان میں ۔شاید تمہارا انجام ان گمراہ لوگوں کو راہ
راست پر لا سکے"۔

ابو عبداللہ نے اپنے سپاہیوں کی طرف دیکھا اور ان کے چہروں پر مایوسی دیکھ کر کہا یہ جھوٹ ہے ۔تم ان کی باتوں میں نہ آؤ۔فرڈی نینڈ کو کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔"

ابو عبداللہ کے اشارے پر ایک بربری سردار گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا۔ مالقہ کے مجاہد نے نیزہ بلند کیا اور گھوڑے کو ایک چکر دے کر حملہ کر دیا۔آن کی آن میں ابو عبداللہ کی فوج بربری سردار کو زمین پر تڑپتا دیکھ رہی تھی۔

الزبغری کی فوج س کے اشارے کی منتظر تھی ۔الزبغری نے نیزہ بلند کرتے ہوئے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور مالقہ کے مجاہدین آندھی کی طرح ابو عبداللہ کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔

ایک ساعت کے بعد ملت فروشوں کا لشکر میدان میں چار سو لاشیں چھوڑ کر غرناطہ کا رخ کر رہا تھا۔الزبغری نے تھوڑی دور ان کا تعاقب کیا لیکن مالقہ کو غیر محفوظ

سمجھ کر لوٹ آیا۔

ابوعبداللہ کے غرناطہ پہنچنے سے پہلے اہل شہر کو سیرانویدا اور عقاب کی وادی میں مسلمانوں کی شاندار فتح کی خبر مل چکی تھی۔ بازاروں اور گلیوں میں جشن فتح منایا جا رہا تھا۔ بعض لوگ مساجد میں جمع ہو کر الزغل کی درازی عمر کی دعائیں مانگ رہے تھے اور بعض چوراہوں میں جمع ہو کر غرناطہ کے شعراء سے سرحدی جانبازوں اور قبائلی مجاہدین کی شان میں قصائد سن رہے تھے۔

ابوعبداللہ کے الحمراء میں داخل ہونے کے تھوڑی دیر بعد سارے شہر میں اس کی شکست کہ خبر مشہور ہوگئی اور لوگ محل کے دروازے کے سامنے جمع ہونے لگے۔ پہریداروں نے دروازہ بند کر دیا۔

محل میں داخل ہوتے ہی ابوعبداللہ کو اس کے نائب السلطنت نے بتایا کہ میں دونوں محاذوں پر عیسائی فوج کی شکست کی تصدیق کر چکا ہوں۔ فرڈی ننڈ کی شکست خوردہ افواج کے چند سپاہی بھٹکتے ہوئے غرناطہ کے پاس ایک بستی میں پہنچ گئے تھے۔ بستی کا سردار انہیں میرے پاس لے آیا۔ ان میں سے ایک وہ تھا جس کی فوج عقاب کی وادی میں تباہ ہو چکی تھی۔ اور باقی وہ تھے جو سیرانویدا میں الزغل کے حملے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ غرناطہ کی بہت سی چوکیوں کے محافظوں کی طرف سے بھی میرے پاس اس قسم کی اطلاعات پہنچی ہیں کہ انہوں نے میدان سے بھاگے ہوئے عیسائیوں کی کئی ٹولیاں دیکھی ہیں۔ اہل شہر میں ان خبروں سے کافی جوش و خروش پیدا ہو گیا ہے اور طلبا نے مفتی اعظم کے علاوہ آپ کے وفادار سرداروں کو قتل کر دیا ہے اور آپ کے ساتھ مہم پر جانے والے کئی سپاہیوں کے گھروں کو آگ لگا دی ہے۔

ابوعبداللہ نے تازہ صورت حالات پر غور کرنے کے لئے امراء کو دارالاسود میں جمع ہونے کا حکم دیا اور خود دوسرے کمرے میں بیٹھ کر ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ ابو دواؤد کو بلا لائے۔غلام ابو داؤد کو بلانے چلا گیا تو عبداللہ اُٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد غلام نے واپس آ کر یہ اطلاع کہ ابو داؤد کہیں جا چکا ہے۔

ابوعبداللہ نے پریشان ہو کر پوچھا" کہاں "؟

غلام نے جواب دیا"اس بات کا صرف داروغہ کو علم ہے اور شرف باریابی کی بغاوت چاہتا ہے"

ابوعبداللہ نے کہا" اُسے جلدی بلاؤ"

تھوڑی دیر کے بعد الحمرا کا داروغہ کمرے میں داخل ہوا اور ابوعبداللہ کے سامنے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا

ابوعبداللہ نے سوال کیا"تمہیں معلوم ہے ابو داؤد کہاں گیا ہے"؟

داروغہ نے جواب دیا" اُس نے مجھے صرف اتنا بتایا تھا کہ وہ آپ کے حکم کی تعمیل میں کہیں جا رہا ہے"

"وہ غرناطہ سے کہیں باہر گیا ہے"

"وہ یہاں سے بگھی پر روانہ ہوا تھا۔اپنا ضروری ساز و سامان بھی ساتھ لے گیا ہے"

"جاؤ اس کے گھر سے پتہ کرو نہیں میں خود جاتا ہوں"ابوعبداللہ دروازے کی طرف بڑھا لیکن داروغہ نے کہا"اس کا مکان خالی ہے"

"کیا کہا؟

وہ سب جا چکے ہیں

”ابوعبداللہ نے انتہائی بدحواسی میں داروغہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا”وہ کب گئے“؟

”آج دوپہر کے وقت“

”تم نے اُنہیں روکا نہیں“؟

”آپ کے حکم کے بغیر میں یہ جرات کیسے کرسکتا تھا“

”اُن کے پاس کوئی ایلچی آیا تھا؟“

”نہیں لیکن معلوم ہوتا تھا کہ وہ عیسائیوں کی شکست کی خبر سُن کر پریشان تھے“

”کیا میرے لئے کوئی پیغام چھوڑ گئے ہیں؟“

”نہیں وہ یہ کہتے تھے کہ وہ آپ کے حکم کی تعمیل میں کہیں جا رہے ہیں۔الحمرا کے دروازے پر چونکہ لوگوں کا ہجوم تھا اس لئے اُنہیں عقبی دروازے سے باہر نکلنا پڑا ۔وہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ باہر کوئی انہیں دیکھ کر پہچان سکے اس لئے انہوں نے ایک مراکشی تاجر کا لباس پہن رکھا تھا“

ابوعبداللہ نے داروغہ کو رخصت کیا اور تھوڑی دیر تنہائی میں سوچنے کے بعد امراء کے کمرے میں داخل ہوا۔

ابوعبداللہ کے ساتھی شکست خوردہ ذہنیت کے وہ لوگ تھے جنہوں نے آنے والی جنگوں میں مسلمانوں کی شکست یقینی سمجھ کر اپنا مستقبل عیسائیوں کے ساتھ وابستہ کردیا تھا۔ابوداؤد انہیں یقین دلا چکا تھا کہ فرڈنیڈ وقت آنے پر انہیں اُن کی غداری کا صلہ ضرور دے گا لیکن فرڈنیڈ کی شکست اور ابوداؤد کے اچانک غائب ہوجانے سے اُن کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی

جب ابوعبداللہ دارالاسود میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہاں بہت سی

کرسیاں خالی ہیں۔ پوچھنے پر اُسے پتہ چلا کہ بعض امراءعیسائیوں کی شکست کی خبر سُن کر روپوش ہوگئے ہیں۔ ممکن ہے کہ الزغل کے ساتھ جا ملے ہوں اور چند غرناطہ کے مظاہرین کے ساتھ مل گئے ہوں"

ابو عبداللہ نے حاضرین سے پوچھا "اب آپ کی کیا رائے ہے"؟

وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ بالآخر ایک سردار نے اُٹھ کر کہا

"سلطان معظم! الزغل کی افواج عنقریب غرناطہ کے دروازے پر کھڑی ہوں گی۔ عوام کے جوش و خروش کی یہ حالت ہے کہ اگر الحمراء کی حفاظت کے لئے ناقابل تسخیر فصیل اور آہنی دروازے نہ ہوں تو آج وہ ہم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں۔ جن لوگوں پر ہمیں بہت زیادہ بھروسہ تھا وہ ان کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ ہماری فوج مالقہ کی شکست کے بعد الزغل سے جنگ کرنے کی ہمت نہیں رکھتی۔ اگر وہ غرناطہ پر قابض ہو گیا تو صرف سرحدی عقاب کے بدلے میں وہ ہم سب کو پھانسی پر لٹکا دے گا۔ ہمارے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ہم غرناطہ چھوڑ کر فرڈنیڈ نے اس مہم پر بہت تھوڑی فوج بھیجی تھی اور وہ اس شکست پر خاموش نہیں بیٹھے گا۔ سرِ دست غرناطہ ہمارے لئے غیر محفوظ ہے۔ اگر یہ محفوظ ہوتا تو ابو داؤد اچانک

اس طرح غائب نہ ہو جاتا۔ اب ہمارے سامنے
سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم الزغل کے انتقام
سے کس طرح بچ سکتے ہیں"۔

دوسرے امراء نے یکے بعد دیگرے اس تجویز کی حمایت کی۔ ابو عبداللہ سر جھکا کر دیر تک سوچتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "اگر آپ سب کی رائے یہی ہے تو میں اس کی مخالفت نہیں کروں گا"۔

سردار نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا "تو بہتر ہے کہ ہم بہت جلد یہاں سے نکل جائیں۔ میرے خیال میں رات کا وقت بہتر رہے گا لیکن آج مشتعل ہجوم الحمراء کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہے۔ اس لئے ہمیں کل رات کے لئے تیار رہنا چاہیئے"۔

ابو عبداللہ نے مجلس برخاست کی اور وزیر اعظم کو تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ کچھ دیر دونوں اپنے مستقبل کے متعلق مختلف تجاویز پر غور و خوض کرتے رہے
۔

ابو عبداللہ نے کہا "کیا آپ کو یقین ہے کہ فرڈنیڈ اس قدر نقصان اُٹھانے کے باوجود میرا کھویا ہوا تخت و تاج واپس دلانے کے لئے ایک اور جنگ کے لئے تیار ہو جائے گا۔ کیا وہ ایک شکست خوردہ اور کمزور دوست کے لئے جنگ کرنے کے بجائے میرے چچا کو ایک طاقتور دشمن سمجھ کر اس کی طرف مصالحت کا ہاتھ نہیں بڑھائے گا؟ فرض کیجئے اگر والد اور چچا کے ساتھ مصالحت کی خواہش میں اُس نے مجھے اور میرے ساتھ آپ کو اُن کے حوالے کر دیا تو؟

وزیر نے سوچنے کے بعد کہا۔ "اس بات کا فیصلہ مستقبل کے واقعات کریں

گے کہ ہمارا قدم صحیح تھا یا غلط، بہر حال ہم اپنا مستقبل فرڈنیڈ کے ساتھ وابستہ کر چکے ہیں۔ اب ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ ہم اس کے پاس پہنچ جائیں۔ ابو داؤد وہاں پہنچ چکا ہے اور اس کی موجودگی میں اگر فرڈنیڈ، الزغل یا آپ کے والد کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے تو یہ ایک معجزہ ہوگا۔ آپ پریشان نہ ہوں جب تک فرڈنیڈ اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام نہیں لیتا اسے ہماری ضرورت رہے گی"۔

الحمراء کا داروغہ کمرے میں داخل ہوا اور اس نے آگے بڑھ کر ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا۔ "شمالی سرحد کا ناظمِ اعلیٰ شرف بازیابی کی اجازت چاہتا ہے"۔

ابو عبداللہ نے داروغہ کی طرف دیکھا اور جھنجھلا کر کہا "تمہیں معلوم نہیں کہ ہم اس وزیرِ اعظم کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں"۔

داروغہ نے کہا "سلطان معظم! میں نے اُسے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ ملاقات کے لئے مصر ہے۔ وہ کوئی اہم خبر لے کر آیا ہے"۔

وزیر نے کہا۔ "لیکن وہ اس وقت الحمراء میں کیونکر داخل ہوا؟

داروغہ نے جواب دیا۔ "آج شام سلطانِ معظم کی آمد سے تھوڑی دیر قبل شہر کی ایک معزز خاتون جنہیں ملکہ عالیہ نے ہر وقت الحمراء میں آنے کی اجازت دے رکھی ہے ملکہ عالیہ کے پاس اس کا کوئی پیغام لے کر آتی تھیں اور ملکہ عالیہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اُسے محل میں بلا لاؤں"۔

ابو عبداللہ نے پوچھا۔ "ملکہ اس سے مل چکی ہیں؟"

"ہاں۔ اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے لئے ملاقات کی اجازت حاصل کر لوں"۔

ابو عبداللہ نے پوچھا۔ "وہ اس وقت کہاں ہے"

"وہ باہر دروازے پر کھڑا ہے۔ وہ اس بات پر مصر تھا کہ میں اسے امراء کی مجلس میں ہی حضور کی خدمت میں پیش کر دوں لیکن میں نے اُسے بڑی مشکل سے روکا۔ وہ سخت پریشان ہے"۔

ابو عبداللہ نے کہا "اگر وہ یہ خبر لے کر آیا ہے کہ فرڈنیڈ کی افواج کو شکست ہو چکی ہے تو کہہ دو کہ ہم اس سے نہیں مل سکتے"۔

"سلطانِ معظم! وہ زخمی ہے اور ملکہ عالیہ کا ارشاد ہے کہ اس کا آپ سے ملنا اشد ضروری ہے"

ابو عبداللہ نے کہا "اچھا بلاؤ اُسے"

داروغہ سلام کر کے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک قوی ہیکل نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی پیشانی پر سفید پٹی بندھی ہوئی تھی اور گلے میں بندھے ہوئے رومال کے ساتھ وہ اپنے بائیں بازو کو سہارا دیے ہوئے تھا۔

"سلطان معظم!" اس نے ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا "میں اس وقت آپ کے آرام میں مخل ہونے کی گستاخی پر معذرت چاہتا ہوں لیکن میرے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا

ابو عبداللہ نے کہا تم زخمی ہو

اس نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "یہ زخم معمولی ہیں میں آپ کی خدمت میں ایک افسوس ناک خبر لے کر آیا ہوں۔

ابو عبداللہ نے کہا "اگر تم یہ خبر لے کر آئے ہو کہ میرا چچا غرناطہ پر حملہ کرنے والا ہے یا فرڈی نیڈ کی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ گئی ہے تو تم ہماری معلومات میں اضافہ نہیں کر سکو گے"۔

”سلطان معظم! میں صرف اپنے علاقے کے متعلق کچھ کہنے آیا ہوں“۔

”وہاں لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کر دی ہو گی۔ ہمیں ایسی خبروں سے بھی کوئی دلچسپی نہیں۔ تمہارے علاقہ کے باغی ہمارے خلاف غرناطہ کے باغیوں سے زیادہ پُرجوش نعرے نہیں لگاتے ہوں گے“۔

”نہیں میں باغیوں کی نمائندگی کرنے کے لئے نہیں آیا حضور کے کانوں تک مظلوموں کی آواز پہنچانے آیا ہوں۔ شکست کھا کر بھاگنے والی عیسائی فوج نے انتقامی جذبہ کے تحت سرحد پر تباہی مچا دی ہے۔ انہوں نے ہماری پندرہ بستیاں جلا ڈالی ہیں۔ لوگوں کے مال و متاع کے علاوہ چالیس کے قریب نوجوان لڑکیاں چھین کر لے گئے ہیں۔ سرحد پار کی بہت سی چوکیوں کے عیسائی سپاہی بھی ہمارے علاقہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ میرے پاس کل پانچ سو سپاہی تھے۔ جن میں سے تین سو کے قریب مارے جا چکے ہیں۔ حملہ آوروں کی تعداد میں ہر گھڑی اضافہ ہو رہا ہے اور وہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں میں سے ہر ایک کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں۔ انہوں اعلان کئے بغیر ہمارے خلاف جنگ شروع کر دی ہے۔ سرحد کا علاقہ خالی ہو رہا ہے۔ اگر ہم نے اس وحشت اور

بربریت کے طوفان کو فوراً نہ روکا تو دو تین دن میں
کئی ہزار پناہ گزین اپنے گھر بار چھوڑ کر غرناطہ پہنچ
جائیں گے۔

ابو عبداللہ نے کہا ان حالات میں تم مجھ سے کیا توقع رکھ سکتے ہو؟

نوجوان نے قدرے ہوش کے ساتھ کہا۔ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہوں گا ۔میں سلطانِ معظم کے کانوں تک اپنی قوم کی ان بیٹیوں کی آواز پہنچا چکا ہوں جن کی عصمت لٹ رہی ہے، جن کے کم سن بچے اُن کے سامنے قتل کیے جا رہے ہیں اگر سلطان معظم مجھ سے یہ پوچھتے ہیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں تو میں یہ جواب دوں گا کہ ہمیں ان ڈاکوؤں اور لٹیروں کے خلاف فوراً اعلان جنگ کر دینا چاہیے۔

ابو عبداللہ نے کہا" ہمارے لئے اس وقت سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ مشتعل لوگوں کو الحمراء سے کیونکر دور رکھا جائے ۔اگر تمہیں ہماری مشکلات کا اندازہ نہیں تو خود جا کر دروازے کے سامنے جمع ہونے والے لوگوں کو دیکھ لو"۔

میں انہیں دیکھ چکا ہوں اور یہاں بھی ان کی آواز میرے کانوں تک پہنچ رہی ہے ۔وہ سب یہ کہہ رہے ہیں کہ نصرانی ہمارے دشمن ہیں ۔انہوں نے ہسپانیہ میں اپنی مسلم رعایا پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے اور اب وہ مملکتِ غرناطہ میں بھی یہ کھیل کھیلنا چاہتے ہیں ۔ابو عبداللہ نے کہا" تمہارے کان اس قدر تیز ہیں لیکن تم یہ نہیں سن سکتے کہ ابو عبداللہ غدار ہے ۔الحمراء کی اینٹ سے اینٹ بجا دو"۔

ناظم نے کہا" میں سب کچھ سن چکا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ ہمارے ہیں ۔وہ آپ کو اپنا محافظ اور نگران سمجھتے ہیں ۔وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کا سلطان، ان کا محافظ اور نگران آنے والے خطرات کا مقابلہ کے لئے ان کی راہنمائی کرے گا ۔اگر

وہ آپ کو غیر سمجھتے تو قلعہ کے دروازے پر اسطرح جمع نہ ہوتے۔وہ مشتعل ہیں لیکن آپ کے چند الفاظ اُن کا جوش وخروش ٹھنڈا کر سکتے ہیں نہیں بلکہ اُن کے جوش کا رُخ دوسری طرف پھیر سکتے ہیں مجھے یقین ہے کہ اگر انہیں "اپنے سرحدی بھائیوں کی مصیبت کا علم ہو جائے اور ان کے سامنے یہ اعلان کر دیں کہ نصرانیوں کو اس ظلم کی سزا دی جائے گی تو ان میں سے ہر شخص آپ کے جھنڈے تلے لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو گا ورنہ۔۔۔؟

ابوعبداللہ نے ناظم کو مذبذب دیکھ کر سوال کیا "ورنہ کیا"۔

ناظم نے جواب دیا "ورنہ آپ جانتے ہیں کہ وہ اپنی تمام توقعات الزغل سے وابستہ کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔"

ابوعبداللہ نے کہا "وہ اپنی توقعات الزغل سے وابستہ کر چکے ہیں"

لیکن سرحد پر نصرانیوں کے طرزِ عمل نے یہ واضح کر دیا ہے کہ مسلمانوں کے متعلق ان کے کیا ارادے ہیں۔اس کے بعد یہ ضروری ہے کہ ہم ایک ہو جائیں۔ اگر اسی وقت آپ فوج کو سرحد کے حملہ آوروں کی سرکوبی کا حکم دیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہر سپاہی کے بدلے میں غرناطہ کے عوام سے دس رضا کار مل جائیں گے۔یہ ہماری تمام گذشتہ غلطیوں کا کفارہ ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے چچا بھی پچھلی تمام رنجشوں کو بھول جائیں گے"۔

وزیر نے ابوعبداللہ کو متاثر ہوتا دیکھ کر کہا "سلطان معظم کے کسی فعل کو غلطی کہنا جرم ہے اور تم فوج کے ذمہ دار افسر ہو"۔

"اگر مجھے اپنی ذمہ داری کا احساس نہ ہوتا تو شاید یہ باتیں میرے منہ سے نہ نکلتیں"۔

ابو عبداللہ نے کہا ''اس وقت ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ تم جا کر آرام کرو کل دیکھا جائے گا۔ ناظم نے کہا ''سلطان معظم! میں فوراً سرحد پہنچنا چاہتا ہوں۔ اس وقت ہماری کئی بستیاں تباہ ہو چکی ہوں گی۔ اگر صبح تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے تو مجھے کم از کم فوج کے پانچ سو سوار دے دیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ میں طلوع آفتاب سے پہلے کم از کم دو ہزار رضا کار تیار کر لوں گا۔ لوگوں کو صرف یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آپ عیسائیوں کے مظالم برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں''۔

وزیر نے کہا ''ہم فرڈی نینڈ کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کر چکے ہیں''۔

''اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں سلطان معظم سے پوچھے بغیر رضا کاروں کی ایک فوج لے کر چلا جاتا''۔

وزیر نے کہا ''ہم علی الصباح فرڈی نیڈ کے پاس اپنا ایلچی بھیج کر احتجاج کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری سرحد پر عیسائیوں کا یہ حملہ اسی کی مرضی اور علم کے بغیر ہے''۔

ناظم نے جواب دیا ''بکری کا احتجاج بھیڑیے کی خصلت نہیں بدل سکتا''۔

ابو عبداللہ نے بگڑ کر کہا ''تم جا سکتے ہو۔ اگر ہمیں کسی وقت تمہارے مشوروں کی ضرورت ہوئی تو ہم تمہیں بلا لیں گے۔ اس وقت ہمیں آرام کی ضرورت ہے''۔

''تو کیا سلطان معظم کا یہ حکم ہے کہ ان بے کس لوگوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیں؟

ابو عبداللہ نے زچ ہو کر کہا ''ہم نے ابھی تک تمہیں کوئی حکم نہیں دیا تم صبح تک انتظار کرو۔ کل تک تم ہمارے مہمان ہو۔'' ابو عبداللہ نے تالی بجائی۔ الحمراء کا داروغہ کمرے میں داخل ہوا ابو عبداللہ نے کہا انہیں مہمان خانے میں لے جاؤ۔

ناظم سرحد نے پریشانی اور اضطراب کی حالت میں وزیر اور سلطان کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر باہر نکل گیا۔

---------- اختتام ------ حصہ اول ----------



شاہین

حصہ دوم

نسیم حجازی

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

www.Nayaab.Net 2006 انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال

ترتیب



ہسپانیہ، تو خون مسلماں کا امیں ہے

مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں

پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں

خاموش اذانیں ہیں تری باد سحر میں

اقبالؔ

ایک کروٹ

(۱)

وزیراعظم کو رخصت کرنے کے بعد ابو عبداللہ انتہائی پریشانی کی حالت میں حرم سرا میں داخل ہوا جب وہ اپنی بیگم کے کمرے کی طرف بڑھا تو ایک کنیز نے ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا "ملکہ عالیہ اور حضور کی والدہ الحمراء کے بڑے دروازے کے بُرج میں تشریف فرما ہیں۔

ابو عبداللہ تذبذب کی حالت میں تھوڑی دیر کھڑا رہا اور پھر بولا۔وہ مظاہرین کی آوازیں یہاں بیٹھ کر بھی سُن سکتی تھیں۔ابو عبداللہ کے الفاظ میں تلخی سے زیادہ بے بسی تھی۔

کنیز نے کہا "اگر حضور کا حکم ہو تو انہیں حضور کی آمد کی اطلاع دی جائے"

ابو عبداللہ نے جواب دیا "نہیں ہم خود وہاں جاتے ہیں"۔

ابو عبداللہ سر جھکائے گہری سوچ میں حرم سرا سے باہر نکلا دروازے کے پہرے دار حسب معمول اس کے پیچھے پیچھے چل دیئے لیکن اُس نے مڑ کر ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ہم تخلیہ چاہتے ہیں پہرے دار لوٹ گئے۔ابو عبداللہ سنگ مرمر کی روش پر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا بڑے دروازے کی طرف بڑھا۔

باہر مظاہرین کے نعرے اُسے صاف سنائی دینے لگے۔برج کی سیڑھیوں کے قریب پہنچ کر وہ رُکا اور تذبذب کی حالت میں دیر تک وہاں کھڑا رہا۔وہ اپنی بیوی کو اپنی زندگی کے ایک تلخ اور اہم فیصلے سے آگاہ کرنے جا رہا تھا اور ابھی تک اُسے خود بھی یہ یقین نہ تھا کہ وہ اپنے فیصلے پر کہاں تک عمل کر سکے گا۔اس کی زندگی کے بہت تھوڑے لمحات ایسے تھے جو اس نے الحمراء کی چاردیواری سے باہر گزارے تھے

۔یہی اس کی دنیا اور یہی اس کی جنت تھی اور اب حالات اُسے اس جنت کو خیر باد کہنے پر مجبور کر رہے تھیاس نے دل میں کہا کیا یہ ممکن ہے کہ میں جیتے جی الحمراء کو چھوڑ دوں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ میرے لیے الحمراء کے دروازے ایک بار بند ہونے کے بعد پھر کھل جائیں۔ مجھے اس مقصد کے لیے فرڈی نیڈ کی مدد لینا پڑے گی۔اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور وہ خوشی سے میری مدد کرے گا۔لیکن اب مجھے صرف اپنے چچا اور باپ کے خلاف ہی نہیں بلکہ اپنی رعایا کے خلاف بھی فرڈی نیڈ کی تلوار کا سہارا لینا پڑے گا۔لیکن کیا ان شکستوں کے بعد فرڈی نیڈ صرف میرے لئے ایک ایسی جنگ کے لئے آمادہ ہو جائے گا جس کے نتائج اس کے لئے بھی خطرناک ہو سکتے ہیں۔کیا اس کی آخری شکست میری اور میرے ساتھیوں کی عبرتناک تباہی کا باعث نہ ہوگی؟ اور اگر اُسے فتح حاصل ہوئی تو کیا وہ مجھے اپنی فتح کے تمام انعامات کا حقدار تسلیم کرلے گا؟

وہ خود ہی ان سوالات کا جواب دے رہا تھا۔''ابو عبداللہ! تم غرناطہ کے آسمان پر ایک منحوس ستارہ ہو۔فرڈی نیڈ کے ہاتھوں سے اپنے لئے غرناطہ کے بند دروازے کھلوانے کا یہ مطلب ہوگا کہ غرناطہ کے مسلمانوں کی تمام قوت مدافعت کچل دی جائے۔الحمراء کے دروازے پر مسلمانوں کی لاشوں کے انبار لگادئے جائیں۔یہ لوگ جو اس وقت نعرے لگا رہے ہیں تمہارے اس تخت کا احترام نہیں کریں گے جو تمہیں فرڈی نیڈ کی مدد سے حاصل ہوگا۔وہ تخت جس کے نیچے مسلمانوں کی لاشیں تڑپ رہی ہوں گی وہ تمہیں غدار کہیں گے۔لیکن اب میرے سامنے صرف اپنی جان بچانے کا مسئلہ ہے۔میں یہاں ایک یا دو سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔میرا چچا یقیناً غرناطہ پر حملہ کرے گا۔یہ مشتعل لوگ اس کا ساتھ دیں گے اور پھر وہ میرے مفلوج باپ کو

کٹھ پتلی بنا کر غرناطہ پر حکومت کرے گا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اس مقصد کے حصول کے بعد وہ فرڈنیڈ سے صلح کر لے۔ کیا فرڈنیڈ صرف میرے لئے اس کی دوستی کا ہاتھ ٹھکرا دے گا۔ کیا وہ اپنے مفاد کی خاطر مجھے الزغل کے سپرد نہیں کر دے گا؟ کیا میں نے اپنی خواہشات پر اپنے باپ تک کو قربان نہیں کیا؟ مالقہ کی معمولی فوج سے شکست کھانے کے بعد فرڈنیڈ کے دل میں میری کیا وقعت ہو گی؟

اس کے قسم کے پریشان خیالات کا رُخ بدلنے کے لئے وہ ابوداود کی جادو بیانی کا سہارا لیا کرتا تھا۔ ابوداؤد کی موجودگی میں اس نے کبھی زیادہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔ اب تک اُس نے جو غلطیاں کی تھیں وہ زیادہ تر اس لئے تھیں کہ ابوداؤد نے اسے ان غلطیوں کے بھیانک پہلوؤں پر غور کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ وہ اسے سنجیدہ دیکھتا تو فوراً کہہ دیتا تاجدار اندلس کو اپنے دماغ میں ایسے خیالات کو جگہ نہیں دینی چاہیے۔ بادشاہوں کو ایسے مراحل سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ ایک حکمران کا دل بہت مضبوط ہونا چاہیے۔ وہ ابوداؤد ہی تھا جس نے اس کی زندگی کی پُرسکون کشتی کے ساتھ بادبان باندھ کر اسے حوادث کے سمندر کی طرف دھکیلا تھا۔ اور وہ ابوداؤد ہی تھا جو ہر نئے بھنور میں اسے تسلی دیا کرتا تھا اور اب یہ کشتی اس خطرناک چٹان کے قریب پہنچ چکی تھی جسے ابوداؤد نے آج تک اپنے شاگرد کی آنکھوں سے اوجھل کر رکھا تھا۔

ابوعبداللہ آہستہ آہستہ پیچ در پیچ سیڑھیوں میں سے گزرتا ہوا اوپر پہنچا۔ برج کی گیلری میں اس کی والدہ اور بیوی کے علاوہ چند اور خواتین کھڑی نیچے جھانک رہی تھیں۔ مظاہرین کی چیخ و پکار کے باعث کسی کو ابوعبداللہ کے پاؤں کی آہٹ سنائی نہ دی۔ وہ کچھ دیر گنبد کے نیچے خاموش کھڑا رہا۔ نیچے دروازے کے سامنے وسیع

میدان میں عوام کا بے پناہ ہجوم یہ نعرے لگا رہا تھا۔ "ابوعبداللہ غدار ہے" "ابوعبداللہ قوم فروش ہے" "ابوعبداللہ کو پھانسی پر لٹکا دو۔ الحمرا کو جلا دو۔

بعض لوگوں کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں اور بعض اپنے نیزے اور تلواریں بلند کر رہے تھے۔ ابوعبداللہ نے اپنے دل سے سوال کیا۔ "کیا فرڈی نیڈ کی مدد سے میں ان لوگوں پر حکومت کر سکوں گا" "نہیں نہیں" اُس نے خود ہی جواب دیا "یہ ممکن ہے کہ فرڈی نیڈ میرے لئے غرناطہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دے اور غرناطہ کے ہر چوراہے پر ان لوگوں کی لاشوں کے انبار لگا دے لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ انہیں میری اطاعت پر مجبور کر دے۔ کیا میرے ہاتھوں غرناطہ کی تباہی مقدر ہو چکی ہے"۔ وہ اس خیال سے کپکپا اُٹھا۔ وہ اپنے آپ سے کہہ رہا تھا "ابوعبداللہ! تمہارے لئے اب ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ تم اس تخت و تاج سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہو جاؤ۔ تم اُندلس کی سرزمین سے روپوش ہو جاؤ لیکن تم کہاں جاؤ گے؟ فرڈی نیڈ کے پاس؟ نہیں وہاں جانے کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اس کے ہاتھوں غرناطہ کو تباہ کروانے کا عزم کر چکے ہو۔ وہ تمہیں ہمیشہ اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتا رہے گا۔ تم اس کی خواہشات کی تکمیل سے انکار نہیں کر سکو گے اور اس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ اُندلس کو مسلمانوں کے وجود سے پاک کیا جائے۔ تم بھیڑوں کی گلہ بانی کے لئے ایک بھیڑیے کی مدد چاہتے ہو تم فرڈی نیڈ کے پاس نہیں جاؤ گے۔ آج تک تم اُس کے آلہ کار تھے اور وہ ابوداؤد بھی شاید اس کا آلہ کار تھا اور تم نے شاید اس شخص کے اشاروں پر ناچنے کی حماقت کی جو فرڈی نیڈ کا معمولی نوکر تھا۔ تمہیں اس پر بھروسا تھا لیکن جب وقت آیا وہ تمہارا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گیا تم اس کے ہاتھ میں ایک کھلونا تھے۔ اُس نے تمہیں ابوموسیٰ کو گرفتار کرنے کا مشورہ دیا اور تم نے اپنے بہترین

دوست کو قید میں ڈال دیا۔ اُس نے تمہیں سرحدی عقاب کے قتل کا مشورہ دیا اور تم اندلس کے مسلمانوں کے ان کے بہترین دوست سے محروم کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس نے تمہارے ہاتھ میں مشعل دی اور تم اپنے خرمن میں آگ لگانے پر تیار ہو گئے ۔اُس نے تم سے وہ جرم کروائے جو تمہارے وہم وگمان میں بھی نہ تھے اور جب سزا کا وقت آیا تو وہ تمہیں غرناطہ کے عوام کی عدالت کے سامنے چھوڑ کر بھاگ گیا۔

ابو عبداللہ کے دل میں پہلی بار ابوداؤد کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہوا۔وہ تصور میں دیکھ رہا تھا کہ اس کا اتالیق فرڈی نیڈ کے قریب بیٹھا ہوا اُس کی ہنسی اُڑا رہا ہے۔وہ کہہ رہا ہے کہ ابوالحسن کا بیٹا میری اور آپ کی توقع سے زیادہ بیوقوف تھا۔میں اس لئے چلا آیا کہ اب اس سے کوئی اور کام نہیں لیا جا سکتا تھا"۔

"کمینہ، دغا باز، ملعون ۔۔۔ کاش میرے ہاتھ میں اس کی گردن تک پہنچ سکتے" ابو عبداللہ نے محویت کے عالم میں یہ الفاظ اس قدر بلند آواز میں کہے کہ وہ خواتین جو گیلری میں اُس کی آمد سے بے خبر کھڑی تھیں چونک پڑیں"

کچھ دیر تذبذب کے بعد ابو عبداللہ کی والدہ آگے بڑھی اور اُس سے دو تین قدم کے فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔ کچھ دیر ماں اور بیٹا چاند کی دھندلی روشنی میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔

ابو عبداللہ نے نحیف آواز میں کہا" اگر اجازت ہو تو یہ مجلس برخاست کر دوں مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے"

ابو عبداللہ کی ماں نے مڑ کر خواتین کی طرف دیکھا اور وہ اس کا مقصد سمجھ کر نیچے اُتر گئیں۔ابو عبداللہ کی بیوی بھی اُن کے پیچھے چل پڑی لیکن ابو عبداللہ نے کہا" بیگم ٹھہرو تم بھی"

وہ رک گئی اور گنبد کے ایک سرے پر کھڑی ہوگئی۔ چاند کی دھندلی روشنی میں ماں اور بیوی تینوں خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے اور نیچے ہجوم کے نعرے بتدریج بلند ہو رہے تھے۔ ابو عبداللہ غدار، ابو عبداللہ اسلام کا دشمن ہے۔ لیکن الفاظ کی نسبت ابو عبداللہ کے لئے اپنی بیوی اور ماں کی خاموش نگاہیں کہیں زیادہ نا قابل برداشت تھیں۔

ابو عبداللہ نے اس خاموشی کو نا قابلِ برداشت محسوس کرتے ہوئے کہا" غرناطہ کا غدار اپنی والدہ اور اپنی بیگم کے سامنے کھڑا ہے اور یہ پوچھتا ہے کہ کیا انہوں نے بھی غرناطہ کے عوام کی طرح اس کے لئے کوئی سزا تجویز کی ہے"

ابو عبداللہ کی ماں نے جواب دیا" غرناطہ کے غدار کی ماں صرف یہ سوچ رہی تھی کہ اس نے اپنے بیٹے کو ہمیشہ اپنی چھاتی سے دودھ پلایا تھا اور وہ یہ بھی سوچ رہی تھی کہ کاش وہ عوام کے ہجوم کے سامنے جا کر انہیں یہ بتا سکتی کہ وہ ایک ایسی ماں کا بیٹا ہے جس کے بھائی اور جس کا شوہر اس کی عصمت کی قسم کھا سکتے ہیں"۔

اگر بُرج کا گنبد ٹوٹ کر اس کے سر پر آ گرتا تو بھی شاید عبداللہ اس قدر بوجھ محسوس نہ کرتا۔ اس نے انتہائی بے بسی کی حالت میں اپنی ماں کی طرف دیکھا اور کہا" امی! آج میں اپنا مقدمہ آپ کی عدالت میں پیش کرتا ہوں میرے لئے سزا تجویز کیجئے مجھے کہئے کہ میں اس برج سے چھلانگ لگا دوں۔ مجھے کہئے کہ میں اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹ ڈالوں"۔

اولوالعزم ماں کو بیٹے کے یہ الفاظ متاثر نہ کر سکے۔ اس نے کہا" یہ تم صرف اس لئے کہہ رہے ہو کہ مائیں صرف رحم کی التجائیں سن سکتی ہیں انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکتیں۔ ابو عبداللہ تم نے جس درخت کی آبیاری کی تھی وہ خاردار تھا۔

کاش! تمہاری ماں اس کے کانٹوں سے تمہارا دامن چھڑا سکتی۔ تم اپنی غلطیوں سے نادم نہیں ان کے نتائج سے بدحواس ہو۔ تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں تسلی دوں لیکن آج تمہاری ماں کو تمہیں تسلی دینے کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ یہاں تک کہہ کر ابو عبداللہ کی ماں کی آواز بیٹھ گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔

ابو عبداللہ نے آبدیدہ ہو کر کہا ''امی اب میرے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں۔ میں کل تک یہاں سے چلا جاؤں گا اور پھر کوئی میری صورت نہیں دیکھے گا! اس نے بیگم سے پوچھنا چاہتا ہوں عائشہ! کیا تم میرا ساتھ دینا چاہتی ہو؟''

عائشہ ایک لمحے کے لئے خاموش رہی اور پھر ایک قدم آگے بڑھ کر بولی ''آپ ہماری قوم کے دشمن کے پاس پناہ لینا چاہتے ہیں لیکن میں فرڈی نیڈ کے محل میں رہنے کی بجائے غرناطہ کے قبرستان میں دفن ہونے کو ترجیح دوں گی۔''

ابو عبداللہ کے ہونٹوں پر ایک دردناک مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اُس نے اپنے آنسو چھپانے کے لئے منہ پھیر لیا۔ نیچے سے اب نعروں کی بجائے کسی کی تقریر سُنائی دے رہی تھی۔ ابو عبداللہ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا گیلری کی طرف بڑھا اور جھک کر نیچے دیکھنے لگا چند مشعل برداروں کے درمیان ایک قدآور نوجوان کھڑا تقریر کر رہا تھا اور لوگ اس کے ہاتھ کے اشاروں پر اپنی اپنی جگہ بیٹھ رہے تھے اُس کی آواز میں رعب اور کشش تھی۔ ابو عبداللہ نے غور سے دیکھنے پر اسے پہچان لیا۔ یہ وہ ناظم سرحد تھا جو تھوڑی دیر قبل اس کے دربار سے مایوس ہو کر نکلا تھا۔

(۲)

سرحد کا ناظم بلند آواز میں تقریر کر رہا تھا:۔

''تم جس عبداللہ کے خلاف نعرے لگا رہے

ہو وہ مرچکا ہے۔ وہ اس دن مرچکا تھا جب اس
نے اپنے باپ سے غداری کر کے غرناطہ کے تخت
وتاج پر قبضہ کیا تھا۔ میں اس کی لاش دیکھ آیا ہوں۔
تمہارے نعرے اُس کی زندگی میں حرارت پیدا
نہیں کر سکتے۔ ایک مردہ لاش کو چابک رسید کرنے
سے کوئی فائدہ نہیں۔ کاش تم اُس وقت آنکھیں
کھولتے جب تمہارے بعض سرداروں نے اس
لاش کو غرناطہ کے تخت پر بٹھا دیا تھا۔ آج وہ نصرانی
جنہیں خوش کرنے کے لئے ابو عبداللہ نے مالقہ پر
حملہ کیا تھا ہماری سرحدی بستیوں کو تباہ و برباد
کر رہے ہیں اور تم یہ محسوس کر رہے ہو کہ ابو عبداللہ
بے حس ہے لیکن تمہیں اس وقت اس کی بے حسی کا
احساس نہ ہوا جب اُس نے اپنے باپ کے خلاف
بغاوت کی تھی۔ تم نے ایک نااہل کو غرناطہ کے تخت
پر قابض ہوتے دیکھا اور خاموش رہے۔ ابو عبداللہ
نے اپنا مستقبل ہماری قوم کے دشمنوں کے ساتھ
وابستہ کر دیا تھا لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اس قومی گناہ
میں تم بھی اس کے ساتھ شریک ہو۔ تمہاری بے حسی
اور تمہاری مجرمانہ غفلت کے باعث غرناطہ کی
حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں آگئی جو فرڈی نینڈ

کے ہاتھوں میں ایک کھلونا ہے۔ اگر تم ابوعبداللہ کو
یہ احساس دلا سکتے کہ تم زندہ ہو اور تم اپنے مستقبل
کے متعلق آنکھیں بند نہیں کرو گے تو وہ یقیناً ایسی
غلطیاں کرنے کی جرات نہ کرتا۔ لیکن مجھے افسوس
ہے کہ تم اس جگہ جمع ہو کر ابوعبداللہ کی بے حسی کا ماتم
کر رہے ہو اور تمہاری اپنی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ
اس وقت سرحد پر عیسائی حملہ آور ہیں ہماری بستیاں
تباہ کر رہے ہیں وہاں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا
قتلِ عام جاری ہے۔ ہزاروں گھر جلائے گئے ہیں
اور سینکڑوں عورتوں کی عصمت لوٹی گئی ہے۔ میں
تمہارے پاس اُن کی فریاد لے کر آیا ہوں اور تم
سے پوچھتا ہوں کہ میں تمہاری طرف سے اُن کے
پاس کیا جواب لے کر جاؤں؟ کیا میں واپس جا کر
تمہاری بے کس بہنوں کو تمہاری طرف سے یہ
جواب دوں کہ تمہاری عصمت کے رکھوالے اس
وقت الحمراء کے دروازے پر کھڑے ابوعبداللہ کو
گالیاں دینے کا مقدس فریضہ ادا کر رہے ہیں؟
میں تمہیں ابوعبداللہ کو برا بھلا کہنے سے منع نہیں کرتا
شاید فرصت کے وقت میں اس کے خلاف تم سے
زیادہ بلند آواز میں نعرے لگاؤں لیکن اب نعروں کا

وقت نہیں عمل کا وقت ہے۔" میرے دوستو! قوم کا راہنما قوم کے کردار کا آئینہ ہوا کرتا ہے۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ ابو عبداللہ بے حس ہے تو اس قوم کے متعلق کیا کہو گا جس نے اُسے اپنا حکمران تسلیم کر لیا تھا۔ ابو عبداللہ بزدل ہے اور اس پر نصرانیوں کے خوف کا بھوت سوار ہے لیکن یہ درست نہیں کہ جب تک سرحد کے جانبازوں اور الزغل کے مجاہدین نے تم پر یہ ثابت نہیں کیا کہ مسلمان کا لوہا آج بھی ہر لوہے کو کاٹ سکتا ہے۔ تم بھی ابو عبداللہ کی طرح نصرانیوں سے خائف تھے اور اس سے قبل جب تک ابو الحسن نے زبردستی تمہیں میدانِ جنگ کی طرف نہیں گھسیٹا تھا تم نصرانیوں کے باجگزار رہ کر ذلت کی زندگی گزارنے پر مطمئن تھے؟

یاد رکھو جب مستقبل کا مورخ یہ لکھے گا کہ ابو عبداللہ ایک غلط اندیش اور پست ہمت انسان تھا تو اُسے یہ بھی لکھنا پڑے گا کہ ابو عبداللہ کی قوم میں ذلیل انسانوں کا ایک بہت بڑا گروہ ایسا تھا جس نے اپنے مخلص، بہادر اور دانشمند حکمران سے غداری کر کے اس کے نالائق اور بزدل بیٹے کو اپنا راہنما تسلیم کر لیا ہے۔ میرے دوستو! ابو عبداللہ

سزا ہے تمہاری بداعمالیوں کی۔ ابوعبداللہ تمہارے
ان اکابرین کے ہاتھوں میں کھلونا ہے جو فرڈنیڈ کی
غلامی کے طوق لعنت کو اپنا زیور سمجھتے ہیں۔

ابوعبداللہ تمہارے جسم میں ایک ناسور ہے
اور ناسور ہمیشہ اس جسم میں پیدا ہوتا ہے جس کا
خون گندہ ہو چکا ہو جس درخت میں قوت نمو باقی نہ
ہو اس جنگل کی بیلیں قبضہ جما لیتی ہیں۔ جب تک تم
اپنے جسم میں صالح خون پیدا نہیں کرتے تمہارے
جسم پر ایسے ناسور ظاہر ہوتے رہیں گے۔

یاد رکھو! اگر تمہارے دلوں میں زندہ رہنے
کی خواہش ہے اور تم اپنی عزت اور آزادی کی
قیمت ادا کرنا جانتے ہو تو ابوعبداللہ کی زندگی کی
سرگزشت ایک انفرادی حادثہ بن جائے گی۔
مورخ لکھیں گے کہ ایک آوارہ مزاج اور بدطینت
شہزادے نے ایک قوم کو اس کے دشمن کے ہاتھ
فروخت کرنے کی کوشش کی لیکن اُسے ذلت کے سوا
کچھ نصیب نہ ہوا لیکن اگر تم اپنی آزادی کی قیمت
ادا کرنا نہیں جانتے تو مستقبل کے مورخ لکھیں
گے کہ وہ قوم ہی ذلیل تھی اور اس کا انجام وہی ہو جو
کسی ذلیل قوم کا ہونا چاہیے تھا۔ مٹنے والی قوموں

کی سب سے بڑی افسوسناک خصوصیت یہ ہوا کرتی
ہے کہ وہ حقائق کی تلخیوں کو کھوکھلے نعروں میں چھپایا
کرتی ہیں۔ اپنی اجتماعی ذمہ داریوں کا سارا بوجھ
کسی نا اہل فرد پر ڈال دیتی ہیں۔ ذرا غور کرو تم یہ
سمجھتے ہو کہ دشمن کے قلعوں کے دروازے توڑنے
کی بجائے الحمراء کا دروازہ توڑنا آسان ہے تم
یہاں اس لئے جمع نہیں ہوئے کہ تمہارا اس جگہ جمع
ہونا ضروری تھا۔نہیں بلکہ تم یہاں اس لئے جمع ہو
کہ دشمن کے مقابلہ میں جنگ کی کلفتیں اُٹھانے کی
بجائے یہاں کھڑے ہو کر شور مچانا آسان ہے اور
یہ بات ابو عبداللہ کو بھی معلوم ہے کہ یہاں چند
نعرے لگانے کے بعد تمہارا جوش و خروش ٹھنڈا ہو
جائے گا اور تم اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ گے۔
وہ جانتا ہے کہ تم وہ سیلاب نہیں جو اپنے سامنے
آنے والی رکاوٹوں کو خس و خاشاک کر طرح بہا
لے جاتا ہے۔وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ تمہاری مثال
جوہڑ کے پانی کی سی ہے جس میں پتھر پھینکنے سے
ایک ہلکا سا موج پیدا ہوتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد
وہی موت کا سکوت طاری ہو جاتا ہے۔
میں یہ نہیں کہتا کہ ابو عبداللہ کے خلاف

نعرے نہ لگاؤ لیکن یہ بھی تو دیکھو اس وقت تمہارے
گھر جل رہے ہیں۔ تمہاری بہنوں اور بیٹیوں کی
عصمتیں لٹ رہی ہیں اور وہ یہ پوچھ رہی ہیں کیا تم
اسی قوم کے بیٹے ہو جو انسانیت کے محافظ بن کر
اُٹھتی تھی۔ کیا تم ہی وہ غیرت مند ہو جن کی تلواریں
ظلم کے ہاتھ کاٹنے کے لیے بلند ہوتی تھیں؟
تمہاری مائیں یہ سوال کرتی ہیں کہ جوانمرد بیٹے
کہاں ہیں؟ تمہاری بہنیں یہ سوال کرتی ہیں کہ اس
وقت جب ظلم کے ہاتھ ہماری عصمت کی طرف
بڑھ رہے ہیں ہمارے غیور بھائی کہاں ہیں؟ اور
تمہارے بوڑھے یہ پوچھتے ہیں کہ ہماری سفید
داڑھیوں کی لاج رکھنے والوں کو کیا ہو گیا؟

کیا میں ان کے پاس تمہاری طرف طرف
سے یہ جواب لے جاؤں کہ تمہاری عزت، آزادی
اور عصمت کے نگہبان اس وقت تمہارے نالائق
حکمران کے خلاف نعرے لگانے میں مصروف ہیں
اور انہیں تمہاری طرف توجہ دینے کی فرصت نہیں؟
خاموش کیوں ہو گئے؟ بولو" جواب دو"۔

ایک نوجوان جذبات سے مغلوب ہو کر آگے بڑھا اور اس نے مقرر کے قریب پہنچ کر بلند آواز میں کہا " آپ میدان کی طرف راہنمائی کریں ہم میں سے کوئی ایسا

بے غیرت نہیں جو آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ ہو" دوسروں نے اس کی تقلید کی ۔تھوڑی دیر میں چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں ۔ "ہم سب تیار ہیں" ! ہم دشمن سے انتقام لیں گے !

سرحد کے ناظم کا نام ابومحسن تھا۔اس سے قبل اُسے کبھی اس بات کا احساس نہ ہوا تھا کہ اُس کی زبان میں اس قدر تاثیر ہے۔لوگوں کا جوش وخروش دیکھ کر اُس نے ہاتھ اُٹھائے اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔لوگوں کو اپنے الفاظ سے مسحور کرنے والا مقرر تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہا۔اس کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو جمع ہو رہے تھے۔ اُس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔وہ انتہائی کوشش کے بعد فقط یہ کہہ سکا "میرے اللہ میری قوم کو فتح دے"۔

تھوڑی دیر بعد ابومحسن پھر سنبھل چکا تھا۔اس نے عوام سے مخاطب ہو کر کہا "تم میں سے جو مسلح ہیں وہ قطاریں باندھ کر کھڑے ہو جائیں۔جو مسلح نہیں وہ فوراً اپنے ہتھیار لے کر یہاں پہنچ جائیں۔سرِ دست میں صرف نوجوانوں کو ترجیح دوں گا۔جو بڑی عمر کے ہیں انہیں ضرورت کے وقت بُلا لیا جائے گا۔آپ وقت ضائع نہ کریں ہمیں بہت جلد کوچ کرنا ہے۔

(۳)

تیسرے پہلے الحمراء کے دروازے کے سامنے پانچ ہزار مسلح رضا کار قطاریں باندھے کھڑے تھے اور ابومحسن گھوڑے پر سوار ان کی صفوں کا معائنہ کر رہا تھا۔ دروازے کے اوپر ابوعبداللہ اس کی بیوی اور والدہ بُرج میں کھڑے یہ تمام واقعات دیکھ رہے تھے ابوعبداللہ کی نگاہیں ایک تکلیف دہ احساس کی ترجمانی کر رہی تھیں۔ جب ابومحسن کی تقریر کے اختتام پر اس کی ماں نے یہ کہا "بیٹا! تم تھکے ہوئے ہو جاؤ

آرام کرو“۔ تو ابو عبداللہ ضبط نہ کر سکا۔ اس نے سراپا التجا بن کر کہا ”امی! مجھے معاف کر دیجئے اور اب بتائیے مجھے کیا کرنا چاہیے۔

بہادر ماں نے بیٹے کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے اپنی بہو کی طرف دیکھا اور ”عائشہ اپنے کنگن اُتار کر اپنے شوہر کو پیش کر دو۔ تم غرناطہ کی ملکہ ہو جب سلطان غیر حاضر ہو تو ملکہ سلطنت کا بوجھ اُٹھایا کرتی ہے۔ الحمراء کا دروازہ کھول دو اور اپنی رعایا سے کہو کہ میرے شوہر کی ماں نے اُسے دودھ پلانے میں بخل سے کام لیا ہے اور اس کے باپ نے بھی اُسے مردوں کے کھیل نہیں سکھائے لیکن غرناطہ کی ملکہ تیروں کی بارش میں تمہارا ساتھ دے گی۔

عائشہ نے اپنے شوہر کی طرف دیکھا اور پھر اپنی ساس سے مخاطب ہو کر کہا میں اپنے شوہر کو کنگن پیش نہیں کر سکتی لیکن اگر یہ مجھے اپنی تلوار پیش کرنا چاہیں تو میں حاضر ہوں۔

ابو عبداللہ کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ اُس نے بلند آواز میں کہا ”عائشہ! خدا کے لئے خاموش رہو“۔

ابو عبداللہ کی والدہ نے کہا ”ہاں عائشہ! میرا بیٹا بہت حساس ہے اسے پریشان نہ کرو“۔

ابو عبداللہ نے انتہائی کرب کی حالت میں اپنی ماں اور عائشہ کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر تیزی سے قدم اُٹھاتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھا جب تک سیڑھیوں سے اُترنے کی آہٹ سنائی دیتی رہی ساس اور بہو خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتی رہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد عائشہ نے کہا ”امی! اگر واقعی آپ کی اجازت ہو تو میں ان مجاہدوں کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں“۔

ابوعبداللہ کی ماں نے کہا "بیٹی! ان باتوں کے بعد میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ابو عبداللہ ہمیں مایوس نہیں کرے گا لیکن قدرت نے ہماری قسمت میں ذلت کے سوا کچھ نہیں لکھا تو میں عزت میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ دعا کرو کہ خدا! ابوعبداللہ کے بھٹکے ہوئے پاؤں کو صحیح راستے پر ڈال دے"۔

ساس اور بہو کچھ دیر باتیں کرنے بعد گیلری میں کھڑی ہو کر دروازے کے سامنے قطار در قطار کھڑے ہونے والے مجاہدین کی طرف دیکھنے لگیں۔ ابومحسن نے رضا کاروں کی صفوں کا معائنہ کرنے بعد محل کے دروازے کے سامنے گھوڑا روکا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد بلند آواز میں کہا۔

"مجاہدو! کچھ دن قبل میں یہ خیال کر رہا تھا کہ ہم اپنے زوال کی اس منزل تک پہنچ چکے ہیں جہاں سے کوئی قوم دوبارہ نہیں اُٹھا کرتی لیکن الزغل اور سرحد کے مجاہدین کی شاندار فتوحات نے میری مایوسی کو اُمید میں بدل دیا ہے۔ تھوڑی دیر قبل جب میں آپ کے سامنے کھڑا تھا تو مجھے معلوم نہ تھا کہ مجھے کیا کہنا چاہیے۔ تاہم میں نے آپ سے کچھ کہنا ضروری سمجھا اور خدا معلوم میں کیا کچھ کہہ چکا ہوں۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں تقریر کے فن سے نا آشنا ہوں لیکن آپ کا یہ جذبہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ زندہ ہیں اور کوچ کرنے سے پہلے میں الحمراء کے آہنی دروازوں کے پیچھے آرام کی نیند سونے والے ابوعبداللہ تک یہ پیغام پہنچانا چاہتا ہو کہ اے ابوعبداللہ میری قوم زندہ ہے تم اسے فرڈی نینڈ کا غلام نہیں بنا سکتے۔ تم وہ بدنصیب ہو جس نے اپنی غیور قوم کا ساتھ چھوڑ کر اپنا مستقبل ایک ذلیل دشمن کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ ابوعبداللہ! تمہاری قوم بہت فیاض ہے۔ اگر اب بھی تم راہ راست پر آ جاؤ تو وہ تمہاری گزشتہ خطائیں معاف کر دے گی۔! آؤ اور بیشتر اس کے

کہ تمہارے لئے بخشائش کے تمام دروازے بند ہو جائیں اپنی قوم سے معافی مانگ لو ورنہ یاد رکھو تم زیادہ دیر اس محل میں آرام کی نیند نہیں سو سکو گے جس کی تعمیر میں قوم کے نوجوانوں کا خون اور ہڈیاں صرف ہوئی ہیں۔ تم اپنے جھوٹے وقار کی خاطر قوم کی عزت اور آزادی فروخت نہ کرو۔ خدا کی قسم جو عزت قوم دے سکتی ہے وہ کوئی اور نہیں دے سکتا اور جسے قوم گرا دے گی اُسے کوئی نہیں اُٹھا سکتا۔ غرناطہ کے لوگو! تم گواہ رہنا کہ ہم ابو عبداللہ کے محل کے آہنی دروازوں پر دستک دے کر جا رہے ہیں۔

ابو محسن کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ اچانک الحمراء کا دروازہ کھلا اور چند سپاہی ہاتھوں میں مشعلیں اُٹھائے نمودار ہوئے۔ اُن کے پیچھے پیادہ سپاہیوں کا ایک دستہ تھا اور ان کے پیچھے بیس سوار تھے۔ سب سے آخر میں سفید گھوڑے پر ایک سوار نمودار ہوا۔ اس کے سر پر سفید عمامہ تھا اور اس کے ہاتھ میں غرناطہ کا شاہی جھنڈا تھا۔ قلعہ سے باہر نکلنے والے باقی سوار اور سپاہی اس کے دائیں اور بائیں دو قطاریں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ اس نے دروازے سے باہر نکل کر گھوڑا روکا۔ تھوڑی دیر کے لئے جھجکا اور بالآخر ایک فیصلہ کن انداز میں اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ابو محسن کی طرف بڑھا۔ یہ ابو عبداللہ تھا! اس نے کہا ”ابو محسن! میرے متعلق تم نے جو کچھ کہا سب درست تھا لیکن ایک بات غلط تھی۔ اپنے محل کے آہنی دروازے بند کر کے کوئی حکمران آرام کی نیند نہیں سو سکتا۔ میں قوم کی عدالت کے سامنے حاضر ہوں۔ میں قوم سے رحم کی درخواست نہیں کرتا صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے اپنی غلطیوں کی تلافی کا موقع دیا جائے۔ تم اس فوج کے سالار ہو۔ اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں بھی ان رضا کاروں کی جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ میں آج سے غرناطہ کے تخت کا دعویدار نہیں میرا چچا اور میرا والد غرناطہ پہنچ کر میرے لئے جو سزا تجویز کریں گے میں خوشی کے

ساتھ قبول کروں گا۔ایک لمحہ کے لئے مجمع پر سکوت طاری ہو گیا اور پھر حاضرین دبی آوازوں میں ایک دوسرے سے کچھ کہہ رہے تھے۔ ابو محسن سکتے کے عالم میں ابو عبداللہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ابو عبداللہ نے نحیف آواز میں کہا ابو محسن میں جانتا ہوں میرا جرم نا قابل تلافی ہے۔میں قوم کی عدالت کے سامنے کھڑا ہوں۔قوم سے کہو کہ میری بوٹیاں نوچ ڈالے۔میں قوم سے رحم کی التجا نہیں کرتا لیکن تم مجھے اگر ساتھ لے چلو تو ممکن ہے کہ میرے خون کے چند قطرے میرے دامن کی سیاہی دھو سکیں۔

ابو محسن نے حاضرین کی طرف دیکھا اور ابو عبداللہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا آپ کی قوم تشکر کے آنسوؤں سے آپ کے دامن کی سیاہی دھو رہی ہے۔

تھوڑی دیر بعد پانچ ہزار سپاہی شہر کے مغربی دروازے سے باہر نکل رہے تھے۔ابو عبداللہ اور ابو محسن سب سے آگے تھے۔شہر سے تھوڑی دور باہر اس فوج نے صبح کی نماز ادا کی۔دوبارہ کوچ کرنے سے پہلے ابو محسن نے ابو عبداللہ کو ایک طرف لے جا کر کہا۔میں نے سنا ہے کہ ابو موسیٰ آپ کی قید میں ہے۔اگر یہ درست ہے تو اس فوج کی قیادت کے لئے اس سے زیادہ موزوں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔اگر آپ کو ابھی تک خیال نہیں آیا تو اب بھی ہم زیادہ دور نہیں آئے۔

ابو عبداللہ نے انتہائی پریشانی کی حالت میں ابو محسن کی طرف دیکھا اور کہا۔ابو موسیٰ الحمراء میں نہیں۔۔۔اور میں جنگ سے واپس آنے سے قبل اس کے متعلق شاید کسی سوال کا جواب نہ دے سکوں۔۔۔۔بہر حال تم تسلی رکھو کہ ابو موسیٰ زندہ ہے اور میں وقت آنے پر اس کے سامنے پیش ہو کر کہوں گا کہ ابو موسیٰ! تمہارا مجرم تمہارے سامنے کھڑا ہے۔میرے لیے سزا تجویز کرو اور مجھے یقین ہے کہ اس وقت میرا نامہ اعمال اس قدر سیاہ نہیں ہو گا۔اس وقت اگر وہ مجھ سے دور نہ بھی ہوتا تو بھی

مجھے اُس کے سامنے جانے کی ہمت نہ پڑتی۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میں اُس کے سامنے جاؤں تو میرا دامن میرے خون سے تر اور میرا چہرہ زخموں سے داغدار ہو اور مجھ میں فقط یہ آخری الفاظ کہنے کی ہمت ہو۔ ابو موسیٰ! تمہارا مجرم اب ایک بڑی عدالت کے سامنے جا رہا ہے کیا تم اس کا گناہ معاف نہیں کرو گے؟۔

ابو محسن! ابو عبداللہ کے الفاظ سے زیادہ اُس کی آواز سے متاثر ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد ابو عبداللہ نے ابو محسن کی طرف دیکھا اور کہا تم میرے دل کا حال سمجھ سکتے ہو لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر ان لوگوں نے مجھ سے ابو موسیٰ کے متعلق پوچھا تو شاید میرا کوئی بیان ان کو تسلی نہ کر سکے۔

ابو محسن نے کہا آپ تسلی رکھیں۔ اس وقت یہ لوگ فقط اتنا جانتے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ ہیں۔ وہ اس سے زیادہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے"۔

(۴)

الزغل نے اپنی شاندار فتوحات کے بعد مالقہ میں پڑاؤ ڈال کر اپنی فوج کو ازسرِ نو منظم کیا۔ اور غرناطہ کا رُخ کرنے سے پہلے اپنے بھتیجے ابو عبداللہ کو پیغام بھیجا کہ ابھی تک تمہارے لئے توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے۔ اب تمہیں یقین ہو گیا ہو گا کہ تم نے عیسائیوں کے ساتھ جو امیدیں وابستہ کی تھیں وہ پوری نہیں ہو سکتیں۔ ہم کھلے دروازوں غرناطہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر تم نے مزاحمت کی تو یقین رکھو کہ الحمراء کے آہنی دروازے ہمارے راستے میں حائل نہیں ہو سکتے۔"

الزغل کے ایلچی نے واپس آ کر بتایا کہ غرناطہ میں اُن کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور ابو عبداللہ سرحد پر حملہ آوروں کے مقابلے کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔ ایلچی نے الزغل کو ابوالحسن کی بیوی کا خط پیش کیا اور کہا۔" ملکہ عالیہ نے یہ خط سلطان

معظم کی خدمت میں بھیجا ہے۔ الزغل ایلچی سے چند سوالات پوچھنے کے بعد اٹھا اور ابوالحسن کے پاس پہنچا۔ بوڑھا سلطان بسترِ علالت پر زندگی کی آخری گھڑیاں گزار رہا تھا۔ اس کی بینائی جواب دے چکی تھی۔ اپنے بیٹے کے متعلق غیر متوقع خبر سُن کر وہ بستر سے اٹھ بیٹھا۔ کیا یہ درست ہے؟ کیا یہ ممکن ہے؟ وہ اپنے بھائی سے بار بار پوچھ رہا تھا۔ ''نہیں۔ نہیں۔ تم ایلچی کو بلاؤ مجھے یقین نہیں آتا۔''

الزغل نے کہا ملکہ نے یہ خط بھیجا ہے۔''

ابوالحسن نے بیقرار ہو کر کہا کیا لکھا ہے ملکہ نے مجھے پڑھ کر سناؤ۔ الزغل نے خط کھول کر پڑھا۔ مختصر سی تحریر کا مفہوم یہ تھا۔

میرے آقا! میری ممتا نے مجھے ابوعبداللہ سے مایوس نہ ہونے دیا اور میں نے الحمراء میں ٹھہرنا ضروری سمجھا قدرت نے میری دعاؤں کو اس وقت شرف قبولیت بخشا جب میں چاروں طرف سے مایوس ہو چکی تھی۔ ابوعبداللہ دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔ اور میری ممتا مجھے دھوکا نہیں دیتی تو اس کا مقصد اپنی غلطیوں کی تلافی کے سوا اور کچھ نہیں۔ غرناطہ آپ کے لئے چشم براہ ہے۔ اگر آپ فوراً پہنچ سکیں تو الزغل کو بھیج دیں۔ مجھے ڈر ہے کہ سرفروشوں کے علاوہ ابوعبداللہ کے ساتھ وہ لوگ بھی جا چکے ہیں جن کی غداریوں کے باعث ہمیں یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے۔ منافقین کا یہ گروہ آخری وقت تک ابوعبداللہ کو بہکانے کی کوشش کرے گا اس لئے ابو عبداللہ کی آمد سے قبل غرناطہ پر قبضہ کر لینا ضروری ہے۔

اگلی صبح الزغل نے فوج کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔ بدر بن مغیرہ اور اس کے جانباز سپاہی عیسائیوں کو شکست دینے کے بعد انہیں شمال اور مشرق کی سرحدوں سے دور رکھنے کے لئے عقابوں کے مسکن میں پہنچ چکے تھے۔ بشیر بن حسن کو ابوالحسن کے

علاج کے لئے مالقہ ٹھہرنا پڑا۔

اپنی علالت کے باوجود ابوالحسن غرناطہ پہنچنے پر مُصر تھا۔الزغل کو مجبوراً بگھی پر اس کے سفر کا انتظام کرنا پڑا۔مالقہ کی حفاظت الزیغری کے سپرد کی گئی۔

الزغل کی فوج فتح اور کامرانی کے پرچم لہراتی ہوئی غرناطہ میں داخل ہوئی۔شہر کے دروازے سے لے کر الحمراء کے دروازے تک الزغل کے گھوڑے کے سامنے پھولوں کی سیج بچھی ہوئی تھی۔ابوالحسن کی علالت کے باعث معمولی رفتار سے ایک بگھی پر سفر کرنے کی وجہ سے ابھی غرناطہ سے کئی منزل دور تھا تاہم لوگ ''الزغل زندہ باد'' کے ساتھ ساتھ سلطان ابوالحسن زندہ باد کے نعرے بھی لگا رہے تھے۔

لوگوں کے جوش وخروش کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ شمال مغربی سرحد سے ابو عبداللہ کی شاندار فتوحات کی خبریں سُن چکے تھے۔محاذ جنگ سے غرناطہ میں خبریں لانے والے لوگ انہیں یہ بتا چکے تھے کہ ابو عبداللہ سرحد کو حملہ آوروں سے پاک کرنے کے بعد دشمن کے علاقے میں داخل ہو چکا ہے اور چند قلعوں پر قبضہ کر چکا ہے۔

الزغل کو یقین تھا کہ تازہ شکست کے بعد فرڈی نیڈ کی فوج ایک لمبی تیاری کے بغیر کسی وسیع پیمانہ پر نقل وحرکت نہیں کر سکتی اس لئے اُس نے ابو عبداللہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں چند دنوں تک فوج کو ازسرِ نو منظم کر کے تمہاری مدد کے لئے پہنچ جاؤں گا۔فی الحال تم دشمن کے علاقہ میں پیش قدمی کرنے کی بجائے سرحد کے کسی محفوظ مقام پر پڑاؤ ڈال کر دشمن کے ساتھ معمولی چھیڑ چھاڑ جاری رکھو۔فیاض چچا نے اپنے بھتیجے کو یہ لکھا کہ تم اپنی گزشتہ خطاؤں کا کفارہ ادا کر چکے ہو اور جب تم واپس آؤ گے تو اپنے والد اور چچا کو غرناطہ کے عوام سے کم فیاض نہیں پاؤ گے۔ابوموسیٰ لاپتہ

ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ تمہارے ساتھ ہو گا لیکن محاذ سے آنے والے لوگوں نے ہمارے اس خیال کی تصدیق نہیں کی۔ وہ کہاں ہے؟ غرناطہ کے لوگ اُس کے متعلق بہت بے چین ہیں۔

(۵)

چار دن کے بعد غرناطہ میں کہرام مچا ہوا تھا۔ طلوع آفتاب کے ساتھ ہی غرناطہ کے لوگوں کو یہ الم ناک خبر ملی کہ ابوعبداللہ دشمن کے ہاتھوں شکست کھا کر گرفتار ہو چکا ہے اور غروبِ آفتاب تک غرناطہ کے لوگوں کو اس خبر کی بہت سی تفصیلات معلوم ہو چکی تھیں۔

غرناطہ میں الزغل کی آمد سے خوفزدہ ہو کر چند غدار سردار اور ان کے ساتھی ابوعبداللہ کے ساتھ روانہ ہو چکے تھے۔ باقی غداروں نے بھی جب یہ دیکھا کہ غرناطہ کے لوگوں پر اُن کی اس تبدیلی کا ایک خوشگوار ردِ عمل ہوا ہے تو وہ بھی غرناطہ چھوڑ کر ابو عبداللہ کو ساتھ لے کر فرڈی نیڈ کی پناہ میں چلے جائیں۔ لیکن انہوں نے جب یہ دیکھا کہ تازہ فتوحات نے ابوعبداللہ کی ذہنیت میں ایک غیر متوقع تبدیلی پیدا کر دی ہے تو انہوں ایک سازش کی۔ ایک شام ابوعبداللہ فرڈی نیڈ کے ایک قلعے پر قبضہ کر چکا تھا۔ اس کے فوج کے دو جاسوس جو اُن غداروں کے آلہ کار تھے یکے بعد دیگرے اس کے پاس پہنچے۔ ایک نے اُسے اطلاع دی کہ کوئی ہزار نصرانیوں کی ایک فوج مغرب کی طرف سے اس قلعے کا رُخ کر رہی ہے۔ دوسرے نے یہ خبر دی کہ اس نے شمال کی طرف نصرانیوں کے دو ہزار سپاہیوں کو دیکھا اور ان کا رخ بھی اس قلعے کی جانب ہے۔ یہ اطلاعات سننے کے بعد جب ابوعبداللہ نے مجلس شوریٰ بلائی تو منافقین نے یک زبان ہو کر یہ کہا کہ ہمیں ان لوگوں کو قلعے کا محاصرہ کرنے کا موقع

دینا چاہیے۔ ممکن ہے کہ فوج آگے بڑھ کر ہمارے رسد و کمک کے راستے کاٹ دے اور ایک دو دن کے بعد ایک بڑی فوج آ کر قلعے پر حملہ کر دے۔

ابو محسن نے رات کے وقت قلعے سے نکل کر دشمن پر حملہ کرنے کی مخالفت کی۔ اُس نے کہا۔ اگر بفرضِ محال دشمن ہمیں نرغے میں لے بھی لے تو بھی ہم کم از کم تین ہفتے قلعہ بند ہو کر دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس دوران میں غرناطہ سے ہمیں کمک پہنچ جائے گی۔ لیکن غداروں نے عبداللہ کے جذبات کو اُکسایا اور اُس نے رات ہوتے ہی فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصہ ابو محسن کی قیادت میں مغرب کی طرف روانہ ہوا۔ اور دوسرا ابو عبداللہ کی قیادت میں شمال کی طرف چل پڑا۔ غداروں کی بہت بڑی اکثریت ابو عبداللہ کے ہمراہ تھی۔

ابو محسن نے اپنے جاسوس کی راہنمائی میں رات کے وقت مغرب کی طرف کوئی بیس کوس علاقہ چھان مارا لیکن دشمن کا کوئی سراغ نہ ملا۔ تنگ آ کر اُس نے جاسوس کو کوسنا شروع کر دیا۔ تیسرے پہر اُس نے تھکے ہوئے گھوڑے کی باگ موڑ لی۔ اور واپس قلعے کا رُخ کیا۔ صبح کے وقت جب ابو محسن قلعے سے چار کوس دور تھا اُسے سپاہیوں کا ایک گروہ دکھائی دیا جو ابو عبداللہ کے ساتھ رات کے وقت گئے تھے۔

ابو محسن کا ماتھا ٹھنکا وہ فوج کو رُکنے کا حکم دے کر اپنا گھوڑا بھگاتا ہوا آگے بڑھا۔ جب وہ اس گروہ کے قریب پہنچا تو ایک نوجوان نے جس کی قبا پر خون کے نشان تھے، اس کے سوالات کا انتظار کیے بغیر کہا "ہمیں شکست ہوئی۔ یہ ایک سازش تھی۔ ہماری فوج میں غدار ہم سے زیادہ تھے۔ جاسوس نے ہمیں ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا جو چاروں طرف سے دشمن کے تیروں کی زد میں تھا اور منافقین نے دشمن کا نعرہ سنتے ہی ابو عبداللہ سے کہا ہم نرغے میں آ چکے ہیں۔ اب لڑائی بے سود ہے۔ جب ہم نے

ہتھیار ڈالنے سے انکار کیا تو وہ ایک طرف ہو گئے جب دشمن نے گھات سے نکل کر ہم پر حملہ کیا تو کچھ دیر وہ خاموش کھڑے رہے اور پھر دشمن کے ساتھ شامل ہو کر ہم پر ٹوٹ پڑے۔ آن کی آن میں ہمارے آٹھ سو نوجوان قتل ہو گئے اور ہمارے لئے بھاگنے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔

ابو محسن نے کہا۔ اور ابو عبداللہ ۔۔۔۔۔۔۔۔؟

نوجوان نے جواب دیا۔ لڑائی کے وقت وہ ہمارے ساتھ تھا۔ چند آدمیوں نے اُسے گھوڑے سے گرتا ہوا دیکھا تھا۔ میرے خیال میں اُسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ ایک سازش تھی۔ کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ ہمارے ساتھ منافقین کی اتنی بڑی تعداد شامل ہو چکی ہے۔

ابو محسن نے کہا۔ ہمیں بھی دھوکا دیا گیا۔ ٹھہرو میں اس جاسوس سے پوچھتا ہوں۔

ابو محسن نے فوج کے قریب واپس پہنچ کر ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد پوچھا۔ وہ جاسوس کہاں گیا؟

سپاہیوں نے ادھر اُدھر دیکھنے اور ایک دوسرے سے سوال کرنے کے بعد جواب دیا اُسے صبح کی نماز کے بعد کسی نے نہیں دیکھا۔

ابو محسن نے مایوس ہو کر کہا۔ اب ہمارے لئے اپنی سرحد کا رُخ کرنے کا سوا کوئی چارہ نہیں۔

فوج کی شکست اور ابو عبداللہ کے لاپتہ ہو جانے کی خبر ابوالحسن کی زندگی کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے لئے ہوا کا جھونکا ثابت ہوئی۔ غرناطہ پر ایک بار ادبار کے بادل چھا گئے۔ اگلے دن ایک دردمند نے ابوالحسن کا جنازہ دیکھ کر کہا۔ غرناطہ کے

آسمان نے کئی بادشاہوں اور کئی شہنشاہوں کے جنازے دیکھے ہیں لیکن اس مجاہد کی لحد میں غرناطہ کے مستقبل کی ہزاروں امیدیں بھی سو جائیں گی۔

ان واقعات کے بعد اندلس میں ہلال و صلیب کی جنگ کچھ عرصہ کے لئے سرد پڑ گئی۔ ربیع الثانی ۸۹۰ھ میں فرڈی نیڈ نے ایک لشکر جرار کے ساتھ صوبہ مالقہ پر یورش کر دی۔ اس کی پیش قدمی اس قدر اچانک تھی الزغل اپنی پوری قوت مدافعت بروئے کار نہ لا سکا۔ تاہم بقوان اور رُندہ کے قلعوں پر قبضہ کرنے کی کوشش میں عیسائیوں کو بھاری نقصانات اُٹھانا پڑے اور انہیں آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ فرڈی نیڈ کی فوج پسپا ہوتے ہوئے سرحد کے اہم قلعہ مثیل پر حملہ کیا لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔ الزغل نے دشمن کو شکست دینے کے بعد جوابی حملہ کیا اور ان کے بہت سے ساز و سامان پر قبضہ کر لیا۔

الزغل کو اس بات کا احساس تھا کہ جب تک وہ خود فرڈی نیڈ کی مملکت میں داخل ہو کر اُسے ایک فیصلہ کن شکست نہیں دیتا عیسائیوں کے حملے جاری رہیں گے۔ لیکن ایک بڑی جنگ کی تیاری کے لئے وقت کی ضرورت تھی۔ جنوب مشرق اور شمال مشرق کی سرحدوں پر سرحدی عقاب کا پہرا تھا اور اس طرف سے اُسے پوری تسلی تھی۔ جنوب میں مالقہ کی حفاظت کے لئے الزیغری جیسا تجربہ کار جرنیل موجود تھا۔ ایک بڑی مہم کے لئے تمام وسائل بروئے کار لانے کے لئے الزغل کا مرکز میں رہنا ضروری تھا۔ اس لئے شمال مغربی سرحد کی حفاظت کے لئے ابو محسن کو منتخب کیا اور خود غرناطہ پہنچ کر تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

(۲)

ابو عبداللہ دشمن کے قیدی کی حیثیت میں قسطلہ پہنچا۔ اُسے یقین تھا کہ فرڈ نیڈ

اس کے لئے بدترین سزا تجویز کرے گا لیکن جب پہریدار اسے محل کے سامنے لائے تو فرڈنیڈ، اس کا ولی عہد اور امرائے سلطنت محل کے دروازے پر کھڑے تھے۔ فرڈی نیڈ نے چند قدم آگے بڑھ کر ابو عبداللہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ ابو عبداللہ نے اضطراری حالت میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔

فرڈی ینڈ نے اپنے اُمراء کی طرف دیکھا اور کہا۔ ”تم کیا دیکھ رہے ہو غرناطہ کے بادشاہ کی تعظیم کرو۔ یہ ہمارے مہمان ہیں“۔ اور امراء نے ابو عبداللہ کی تعظیم میں سر جھکا دئے۔

فرڈی ینڈ ابو عبداللہ کی بغل میں اپنا ہاتھ دئے محل کے اندر داخل ہوا۔ ملاقات کے کمرے کے دروازے کے سامنے چند خواتین کے درمیان ملکہ ازابیلا کھڑی تھی۔ فرڈی نیڈ نے اُس کے قریب پہنچ کر کہا۔ ”ملکہ! یہ میرا وہ بیٹا ہے جسے دیکھنے کے لئے تم مدت سے بے قرار تھیں۔ ابو عبداللہ کا چہرہ ابھی تک یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ اپنے آپ کو ہمارا قیدی سمجھتا ہے۔ تم اسے یقین دلاؤ کہ یہ ہمارا مہمان ہے جس کا راستہ ہم ایک مدت سے دیکھ رہے تھے۔“

ملکہ ازابیلا نے کہا ہمارے سپاہیوں نے انہیں راستے میں تکلیف تو نہیں۔ فرڈی نیڈ نے جواب دیا۔ ہماری طرف سے انہیں ہدایت تھی کہ ہمارے دوست کا بال بیکا نہ ہو۔ لیکن اگر ہمیں پتہ چلا کہ راستے میں انہیں کوئی تکلف ہوئی ہے تو ہم انہیں بدترین سزا دیں گے۔

امراء دروازے سے کچھ دور کھڑے رہے۔ اور فرڈی نیڈ، ازابیلا اور ولی عہد، ابو عبداللہ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔ جب وہ چاروں ایک نصف دائرے میں کرسیوں پر بیٹھ گئے تو فرڈی نیڈ نے کہا۔ آپ کے تمام ساتھیوں کو شاہی مہمان

خانے میں جگہ دی گئی ہے۔اور آپ کے لئے ہم نے اپنے محل کے بہترین کمرے منتخب کئے ہیں

ابو عبداللہ نے بیتاب سا ہو کر کہا۔ایسی دل لگی شاید فرڈی نیڈ کی شان کے شایان نہ ہو۔میں اپنی سزا کا حکم سننے کے لئے تیار ہوں۔

فرڈی نیڈ نے کہا۔ہم ایک بار دوستی کا ہاتھ بڑھا کر واپس نہیں کھینچا کرتے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ نے جو کچھ کیا مجبوری کی حالت میں کیا۔ہماری بات پر یقین کیجئے کہ آپ کے علاقے پر ہمارے سپاہیوں کا حملہ ہمارے احکام کی خلاف ورزی تھی۔وہ اپنی شکست سے بوکھلائے ہوئے تھیا اور آپ یہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم نے آپ کے ساتھ بدعہدی کی ہے۔اس صورت میں آپ ان کے ساتھ لڑنے بلکہ ایک انتقامی جذبے کے ماتحت ہمارے علاقہ پر حملہ کرنے میں حق بجانب تھے۔ ہمیں اگر کوئی افسوس ہے تو اس بات کا ہے کہ ہمارے چند بے وقوف آدمیوں کی افسوس ناک حرکت نے ہمارے اس حلیف کو ہم سے بدظن کر دیا ہے جسے ہم اپنا بیٹا سمجھتے تھے۔ہم ان لوگوں کے لئے بدترین سزائیں تجویز کر چکے ہیں

ابو عبداللہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے میزبانوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

فرڈی نیڈ نے کہا۔آپ کو ابھی تک ہماری باتوں پر یقین نہیں آیا۔شاید ایک شخص آپکی تسلی کر سکے۔

فرڈی نیڈ ولی عہد کی طرف متوجہ ہو۔شہزادے! کسی کو حکم دو کہ ابو داؤد کو بلا لائے۔

ابو داؤد! ابو عبداللہ نے چونک کر کہا۔

فرڈی نیڈ نے جواب دیا۔ہاں وہ ہمارے پاس پہنچ چکا ہے اور اُس کا یہ مطالبہ

ہے کہ ہم آپ کو آپ کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس دلانے کے لئے فوراً کوئی قدم اُٹھائیں لیکن اب اس مقصد کے لئے ایک لمبی تیاری کی ضرورت ہے۔

ابوعبداللہ کے دل میں ابوداؤد کے متعلق بہت سے شکوک پیدا ہو چکے تھے لیکن ایک کمزور انسان ہر طاقت ور انسان کو اپنا آخری سہارا فرض کر لیتا ہے۔ ابوعبداللہ نے ابوداؤد کو اپنی کشتی کا ملاح منتخب کیا تھا۔ اُس کے روپوش ہو جانے کے بعد وہ ابو محسن کی تقریر سے مرعوب ہوا اور اب پھر وہ زندگی کے نئے موڑ پر کھڑا تھا۔ اس احساس کے باوجود کہ اُس کی زندگی کی تمام تلخیاں ابو داؤد کی پیدا کردہ تھیں۔ ابوعبداللہ کو یہ یقین تھا کہ ابوداؤد سے ہم کلام ہوتے ہی اُسے ذہنی کوفت سے نجات مل جائے گی۔ فرڈی نیڈ کی مسکراہٹوں نے اُس کے دل میں وہ خطرناک عزائم جنہیں وہ غرناطہ سے نکلتے وقت ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ چکا تھا پھر ایک بار بیدار کر دیئے تھے۔ وہ فرڈی نیڈ کا آلہ کار بننے سے گھبراتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی اُسے یہ بھی احساس تھا کہ فرڈی نیڈ کی مسکراہٹیں کسی نہ کسی دن اُسے پھر ان ٹھکراتی ہوئی راہوں پر دھکیل دیں گی۔ ابوداؤد کے الفاظ اس کے ضمیر کی آواز کو دبا لیں گے۔ الغرض ایک کمزور آدمی میں منافقت کے سوئے ہوئے جذبات پھر بیدار ہو رہے تھے اور وہ اپنے ضمیر کو لوریاں دینے کے لئے ایک بڑے منافق کے سہارے کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ ابوعبداللہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ میں اس بے ایمان سے کہوں گا کہ تم نے مجھے رسوا کیا تم نے مجھے اپنی ہی قوم کا غدار بنایا۔ میں بیوقوف تھا لیکن اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اب مجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔ تم مجھے تباہی کے راستے کی طرف مت دھکیلو۔ مجھے غرناطہ کے تخت کی ضرورت نہیں۔ لیکن نہیں شاید میں اپنے مقدر کے خلاف جنگ نہ کرسکو۔ شاید میری تقدیر کے ستارے میری مرضی

کے خلاف مجھے غرناطہ لے جائیں اور میں فرڈی نیڈ کا آلہ کار بننے پر مجبور ہو جاؤں۔ نہیں نہیں میں ابو داؤد سے کہوں گا کہ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو۔ مجھے غلط راستہ نہ بتاؤ۔ میں قوم فروشوں کی جماعت میں نام نہیں لکھوانا چاہتا۔ لیکن فرڈی نیڈ نے یہ کہا کہ وہ مجھے اپنی قوم کا آزاد حکمران دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ جھوٹ ہے میں ابو داؤد سے کہوں گا کہ وہ میرے سامنے فرڈی نیڈ کے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش نہ کرے لیکن یہ ضروری نہیں کہ میں ان لوگوں کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کروں۔ میں انہیں غلط فہمیوں میں مبتلا رکھوں گا اور یہاں سے موقع ملتے ہی فرار ہو جاؤں گا۔ ابو داؤد کمرے میں داخل ہوا اور ابو عبداللہ نے محسوس کیا کہ وہ کسی بھیانک خواب سے بیدار ہوا ہے۔ ابو عبداللہ غیر ارادی طور پر اُٹھ کھڑا ہو گیا۔ ابو داؤد نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اُس کے چہرے کی مسکراہٹ اپنے شاگرد سے یہ کہہ تھی۔ مجھ سے چُھپ کر کہاں جاؤ گے بیٹا! میں تمہارے دل کا حال جانتا ہوں۔

الزغل کی مایوسی

(۱)

بدر بن مغیرہ ایک پہاڑی قلعہ میں مقیم تھا۔ایک شام وہ قلعے کے صحن میں کھڑا اپنے گرد جمع ہونے والے سپاہیوں اور افسروں کو رات کے لئے ہدایات دے رہا تھا کہ ایک سرپٹ سوار قلعے کے اندر داخل ہوا۔بدر بن مغیرہ سے چند قدم کے فاصلے پر اس نے باگیں کھینچ کر گھوڑا روکا۔بدر بن مغیرہ نے دو تین قدم آگے بڑھ کر کہا۔بشیر! معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی اچھی خبر نہیں لائے۔

بشیر بن حسن نے گھوڑے سے اُتر کر بدر بن مغیرہ سے مصافحہ کیا اور بولا میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جسے غرناطہ کے لوگ اچھی سمجھتے ہیں لیکن میں اس کے متعلق بہت پریشان ہوں۔منصور کہاں ہے؟

وہ ابھی نماز پڑھ کر اپنے کمرے میں گیا ہے۔آج اُس کی باری ہے۔وہ تیاری کر رہا ہوگا۔چلو اُس کے پاس چلتے ہیں۔یہ کہہ کر بدر بن مغیرہ سپاہیوں کی طرف متوجہ ہوا۔تمہیں عشاء کی نماز کے بعد ہدایات مل جائیں گی۔

بدر اور بشیر سیڑھیوں پر چڑھنے کے بعد دوسری منزل کے ایک کمرے میں داخل ہوئے کمرے میں شمع جل رہی تھی اور منصور زرہ بکتر پہنے ایک کرسی پر پاؤں رکھ کر موزے کے تسمے باندھ رہا تھا۔بشیر بن حسن کو دیکھ کر آگے بڑھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔بشیر یہ بہت اچھا ہوا کہ تم آگئے۔میں ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ اگر آج رات میں زخمی ہو جاؤں تو میرا علاج کون کرے گا؟

بشیر بن حسن نے کہا۔قسطلہ کے اسلحہ خانہ میں ابھی تک وہ تلوار نہیں بنی جو منصور کو زخمی کر سکے۔

تینوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ منصور نے بشیر بن حسن سے سوال کیا۔ اہل غرناطہ ہمارے نقاب پوش کے متعلق بہت پریشان ہوں گے۔

ہاں اب غرناطہ کی ہر محفل میں سرحدی عقاب کی جگہ سرحدی نقاب پوش نے لے لی ہے۔

تو انہیں ابھی تک بدر کی موت کا یقین ہے۔

فوج کے بعض افسروں کو شک ہے کہ یہ زندہ ہیں۔ اور بھی بہت سے لوگ مجھ سے کرید کرید کر پوچھتے تھے اور میں یہ جواب دے کر خاموش ہو جاتا تھا کہ مجاہد ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

بدر نے کہا اچھا اب وہ خبر سناؤ جس کے متعلق غرناطہ کے لوگ خوش تھے اور تم پریشان ہو۔

بشیر نے کہا۔ ابو عبداللہ فرڈی نیڈ کی قید سے فرار ہو کر غرناطہ پہنچ چکا ہے اور الزغل نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ بیرونی خطرات سے نجات حاصل کرتے ہی غرناطہ کا تخت اپنے بھتیجے کے حوالے کر دے گا۔ سر دست اسے لوشہ کا حاکم مقرر کیا گیا ہے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ کیا یہ صحیح ہے؟ الزغل ایسی غلطی نہیں کر سکتا۔

بشیر نے جواب دیا۔ اگر یہ غلطی ہے تو الزغل اس کا ارتکاب کر چکا ہے۔ میں ابو محسن سے ملا تھا وہ یہ کہتا تھا کہ سرحد پر حملہ کرنے سے پہلے وہ فرڈی نیڈ کی پناہ لینے کے لئے تیاریاں کر رہا تھا۔ حالات کی مجبوری نے اُسے رضا کاروں کی صف میں لا کھڑا کیا تھا۔ اُس کی نیت پر میں شک نہیں کرتا لیکن وہ ایک متلون مزاج نوجوان ہے۔ موجودہ حالات میں اُسے کوئی ذمہ داری سونپنا خطرے سے خالی نہیں۔ اس کے علاوہ ابو داؤد کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ فرڈی نیڈ کے پاس پہنچ چکا ہے

اور وہ ایک ایسا آدمی ہے جو ابو عبداللہ کو ہر بُرے سے بُرے کام پر آمادہ کر سکتا ہے۔

بدر بن مغیرہ نے پوچھا۔ اور غرناطہ کے لوگ اس پر خوش ہیں؟

ہاں! اُن کی نگاہوں میں ابو عبداللہ کے دامن کی سیاہی دُھل چکی ہے بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو بے چین ہیں لیکن وہ بھی کسی عملی مخالفت کے لئے تیار نہیں

۔

کیا موسیٰ کے متعلق ان کی بے چینی دور ہو چکی ہے؟

ابو عبداللہ نے اس کے متعلق یہ مشہور کر دیا ہے کہ وہ اس کی قید سے فرار ہو گیا

تھا۔

الزغل کے سامنے اُس نے چند گواہ پیش کر دیے تھے۔

اور الزغل نے اس بات پر یقین کر لیا۔

میں نے انہیں کہا تھا کہ اگر وہ فرار ہوتا تو یقیناً آپ کے پاس آتا لیکن الزغل نے کہا۔ ابو موسیٰ بے حد غیور تھا اور ابو عبداللہ اس کا بچپن کا دوست تھا۔ یہ ممکن ہے کہ ابو عبداللہ کی بد سلوکی کے بعد اس نے غرناطہ میں کسی کو منہ دکھانا گوارا نہ کیا ہو۔ شاید وہ مراکش چلا گیا ہو قرطبہ سے اس کے خاندان کے بہت سے افراد مراکش ہجرت کر چکے ہیں۔ میں اُس کی تلاش کر رہا ہوں اور اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ ابو عبداللہ نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے تو میں اُسے نیک سلوک کا مستحق نہیں سمجھوں گا۔

بدر بن مغیرہ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ منصور! تم غرناطہ جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

منصور نے جواب دیا۔ لیکن میں تو حملے کی تیاری کر چکا ہوں اور سرحد پر سپاہی میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔

تمہاری جگہ میں چلا جاؤں گا۔

لیکن آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ آپ کل ساری رات گھوڑے پر تھے۔

تمہارا فوراً غرناطہ پہنچنا ضروری ہے۔ الزغل کے پاس میرا خط لے جاؤ۔ اسے ہماری طرف سے غیر مبہم الفاظ میں کہہ دو کہ ہماری جنگ کسی سلطان، امیر یا بادشاہ کے لئے نہ تھی۔ ہماری قربانیوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ ہم غرناطہ کو اپنا دفاعی مورچہ بنا کر اپنے منتشر شیرازے کو اکٹھا کریں اور باقی اندلس کے مظلوم اور بے کس مسلمانوں کو نصرانیوں کی غلامی سے نجات دلائیں۔ ابوالحسن اور اس کے بعد ہم نے الزغل کو اپنا امیر اسی مقصد کے لئے تسلیم کیا تھا۔ لیکن ابو عبداللہ کو آزمایا جا چکا ہے۔ ایک چچا کی حیثیت میں الزغل کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے نالائق بھتیجے کی ہر خطا معاف کر دے لیکن اُسے یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ قوم سے یہ کہے کہ یہ ملت فروش توبہ کر چکا ہے اس لئے تم اسے اپنا حاکم تسلیم کر لو۔ الزغل سے کہو اگر ابو عبداللہ خلوص دل سے تائب ہو چکا ہے تو بھی وہ ایک بے جان لاشہ ہے اور وہ اس لاشے کو اس قوم کے کندھوں پر نہ لادے جو موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا ہے۔ وہ اپنی زندگی میں اپنا فرض پورا کرے اور اپنے بعد امیر کا انتخاب ان لوگوں پر چھوڑ دے جو غرناطہ کی آزادی اور مسلمانوں کے ناموس کے لئے اپنی جانیں پیش کر چکے ہیں۔ مجھے ابو عبداللہ سے پرخاش نہیں۔ اس نے مجھے دھوکا دے کر قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں اُسے معاف کر سکتا ہوں لیکن میں قوم کی امانت اس شخص کے سپرد کرنے کے خلاف ہوں اُسے ایک بار دھوکا دے چکا ہوں۔ اگر ابو عبداللہ نے سرحد سے چند حملہ آوروں کو نکال کر تبدیلی قلب کا ثبوت دیا ہے تو اس کا زیادہ سے زیادہ صلہ یہ ہو سکتا تھا کہ اسے اس کی گزشتہ خطاؤں کی سزا نہ دی جائے لیکن اسے لوشہ کا حاکم اور غرناطہ

کے تخت کا وارث تسلیم کر لینا ایک ایسا انعام ہے جس کا وہ کسی صورت مستحق نہیں۔

منصور نے کہا۔ میں جانتا ہوں الزغل کیا جواب دے گا۔ وہ یہ کہے گا اگر میں ابو عبداللہ کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ نہ کرتا تو لوگ یہ کہتے کہ میری جدو جہد ذاتی اقتدار کے لئے تھی۔ اس کے علاوہ میں انتشار سے ڈرتا ہوں۔ ابو عبداللہ کے حامی غرناطہ میں خانہ جنگی شروع کروا دیں گے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ابو عبداللہ کے ساتھ اس سے زیادہ فیاضانہ برتاؤ کیا ہو سکتا تھا کہ اُس کے گلے میں پھندا ڈال کر اُسے غرناطہ کے بازاروں میں نہیں گھسیٹا گیا۔ الزغل سے کہو کہ وہ ایسے لوگوں کی رائے کو کوئی وقعت نہ دے جن کی خود فریبی کا یہ عالم ہے کہ وہ ایک آزمائے ہوئے غدار سے تعمیر ملت کا کام لینا چاہتے ہیں۔ اور اتحاد کا یہ مطلب نہیں کہ گھوڑے اور گدھے کو ایک ہی بگھی میں جوت دیا جائے۔ اگر پچاس سپاہی اپنے کندھوں پر پچاس لاشیں اُٹھا لیں تو وہ سو سپاہی نہیں بن جاتے۔ خانہ جنگی کو روکنے کا یہ طریقہ نہیں کہ نا اہل آدمیوں کے ہاتھوں میں اقتدار سونپ دیا جائے بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ ایسی رائے عامہ پیدا کی جائے کہ نا اہل لوگ اقتدار کی کرسیوں کی طرف دیکھنے کی جرات نہ کریں۔ وہ قوم جو زندہ رہنا چاہتی ہو، غداروں کی سرکوبی کرتی ہے۔ انہیں رشوتیں دے کر خوش نہیں کرتی۔

منصور نے کہا۔ آپ خط لکھیں میں غرناطہ جانے کے لئے تیار ہوں۔

(۲)

چند دن منصور الزغل کی طرف سے بدر بن مغیرہ کے خط کا یہ جواب لایا

میرے عزیز! تمہارا خط مجھے اُس وقت ملا۔

جب ابو عبداللہ ہم پر آخری ضرب لگا چکا تھا۔ ابو

عبداللہ نے لوشہ دشمن کے حوالے کر دیا ہے۔ فرڈی
نیڈ کے آٹھ ہزار سپاہی اس شہر میں داخل ہو چکے
ہیں۔ میری نیت بری نہ تھی لیکن شاید قدرت سیاسی
غلطیاں معاف نہیں کرتی۔ تمہارے سامنے اور قوم
کے سامنے میرے پاس ندامت کے آنسوؤں کے
سوا کچھ نہیں۔

لوشہ پر نصرانیوں کا قبضہ ہمارے سینے پر خنجر
سے کم نہیں۔ شاید غرناطہ کے دن گنے جا چکے ہیں۔
اگر تم میرے پاس ہوتے تو میں شاید اتنی بڑی غلطی
نہ کرتا اور اب ایک دل شکستہ بوڑھا تمہاری اعانت
کا محتاج ہے۔ اپنے لئے نہیں غرناطہ کے لئے غرناطہ
کے تخت و تاج کی حفاظت کے لئے نہیں مسلمانوں
کی عزت اور ناموس کی حفاظت کے لئے۔

اپنی اعانت کے لئے میں تمہیں ابھی غرناطہ
نہیں بلاتا۔ تم غرناطہ کی آخری امید ہو۔ تم اس ڈوبتی
کشتی کا آخری سہارا ہو اور میں تمہیں شر سے محفوظ
دیکھنا چاہتا ہوں۔ عقاب کی وادی ہمارا آخری
حصار ہے۔ تم اگر سرحد پر اپنے حملے تیز کر دو تو دشمن
کی توجہ دو محاذوں پر مبذول ہو جائے گی اور میں
لوشہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کرونگا۔

میرے خیال میں فرڈی نینڈ کے نزدیک عقاب کی وادی کی اہمیت غرناطہ سے کم نہیں بہت ممکن ہے کہ وہ غرناطہ پر حملہ کرنے سے پہلے تمہارے علاقے پر حملہ کرے۔اس لئے اپنی تیاریوں کو تیز کردو میرے بیٹے! ہماری کوتاہیوں سے بددل ہوکر کہیں ہمت نہ ہار بیٹھنا۔اگر تم مایوس ہوگئے تو مجھے ڈر ہے کہ اندلس میں مسلمانوں کی امید کے چراغ طلوع سحر سے پہلے گل ہوجائیں گے۔

بدر بن مغیرہ، بشیر اور منصور ایک انتہائی مغموم فضاء میں کچھ دیر الزغل کے مکتوب کی روشنی میں غرناطہ اور اُندلس کے مسلمانوں کے مستقبل پر تبصرہ کرتے رہے۔اس کے بعد منصور بن احمد نے اپنی جیب سے ایک اور خط نکال کر بدر بن مغیرہ کو پیش کرتے ہوئے کہا یہ خط مجھے ابو عبداللہ کی بیوی نے دیا تھا اور اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ جب تک آپ کے دل سے لوشہ کے نکل جانے کا اضطراب دور نہ ہوجائے میں خط پیش نہ کروں۔انہوں نے خدشہ بھی ظاہر کیا تھا کہ آپ اس غلط فہمی میں آکر میں نے اپنے شوہر کی وکالت کی ہوگی اس خط کو پڑھنے سے پہلے نہ پھاڑ ڈالیں۔

بدر بن مغیرہ نے منصور کے ہاتھ سے خط لے کر بشیر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔تم پڑھو۔

بشیر نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا:

میرے قابل فخر بھائی! میں نے چچا کی اجازت سے آپ کا مکتوب پڑھ لیا تھا اور چچا آپ کے مکتوب کا جواب بھی دکھا چکے ہیں۔اُنہوں نے سارا گناہ اپنے سر لے لیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ

اس قومی گناہ میں زیادہ حصہ میرا ہے اگر میں چچا کو
یہ یقین نہ دلاتی کہ میرا شوہر خلوص دل سے تائب
ہو چکا ہے تو وہ یقیناً اس پر اعتماد کرنے سے قبل اُسے
اچھی طرح آزما کر دیکھتے۔ ملکہ نے اپنے کی
سفارش کی اور میں نے اُن کی تائید کی اور اب آپ
کی خدمت میں میں یہ مکتوب اس لئے لکھ رہی ہوں
کہ کہیں آپ کو چچا کی نیت پر شبہ نہ ہو جائے۔

میں اُندلس میں آپ کی ان لاکھوں بہنوں
میں سے ایک ہوں جن کے ناموس کی حفاظت کے
لئے آپ نے تلوار اٹھائی ہے اور یقین کیجئے کہ مجھے
الحمراء کی چاردیواری کی نسبت آپ کی تلوار پر زیادہ
بھروسہ ہے۔ کیا آپ کی ایک بہن ندامت کے
آنسو بہانے کے بعد آپ سے یہ توقع رکھ سکتی ہے
کہ آپ اس کی پہلی اور آخری غلطی معاف کر دیں
گے اور خدا شاہد ہے کہ جب میں آپ کو بھائی کہتی
ہوں تو میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ میرا اور آپ کا
رشتہ خون کے رشتے سے مضبوط ہے۔

آپ کی بہن عائشہ

بدر بن مغیرہ نے منصور کی طرف متوجہ ہو کر سوال کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ
ابوعبداللہ کی بیوی ابھی تک غرناطہ میں ہے۔

ہاں ابو عبداللہ اسے اپنے ساتھ لے جانے پر مصر تھا لیکن اُس نے ماں سے کہا کہ جب تک جنگ کا خطرہ باقی ہے میری بہو کو الحمراء سے باہر نہیں جانا چاہیے۔

(۳)

لوشہ میں عیسائیوں کی پندرہ ہزار فوج جمع ہو چکی تھی۔ ابو عبداللہ نے غرناطہ کے مختلف شہروں میں اپنے جاسوس بھیج دیئے اور فرڈی نیڈ کی عطا کردہ دولت سے منافقین کے ضمیر خریدنے کی مہم شروع کر دی۔ وہ لوگ جو پہلے ہی اپنی توقعات فرڈی نیڈ کے ساتھ وابستہ کر چکے تھے اب زیادہ پر امید ہو گئے اور ابو عبداللہ کی قوت میں آئے دن اضافہ ہونے لگا۔

اس کے علاوہ عافیت پسندوں کی وہ جماعت جو ہر قیمت پر امن چاہتی تھی عوام میں یہ تبلیغ کرنے لگی کہ اگر غرناطہ کے مسلمانوں نے عیسائیوں کے ساتھ جنگ جاری رکھی تو اس کی سزا وہ اندلس کے باقی مسلمانوں کو دیتے رہیں گے۔ اندلس عیسائیوں اور مسلمانوں کا مشترکہ وطن ہے اور عیسائی چونکہ قوت اور تعداد میں زیادہ ہیں اس لئے ہمیں اُن کی سرپرستی تسلیم کر لینی چاہیے۔ وہ یقیناً اپنے ہم وطنوں پر ظلم نہیں کریں گے۔ یہ مسلمانوں کا وہم ہے کہ انہوں نے عیسائیوں کی حکومت تسلیم کر لی تو انہیں نگل جائیں گے۔ اگر مسلمان کے دل میں ایمان ہے تو اُسے کسی سے خطرہ نہیں۔

ابو عبداللہ کے متعلق یہ لوگ عوام کو یہ سمجھاتے تھے کہ وہ فرڈ نیڈ کے ساتھ مصالحت کر کے اندلس کے باقی مسلمانوں کو تباہی سے بچانا چاہتا ہے۔ فرڈی نیڈ نے ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے اور ابو عبداللہ جانتا ہے کہ اگر ہم نے اس وقت اس کی دوستی کا ہاتھ ٹھکرا دیا تو کل وہ ایک فاتح کی حیثیت میں ہمارے ساتھ

نیک سلوک نہیں کرے گا۔

عیسائیوں کی فوج کے ساتھ ابو داؤد بھی لوشہ پہنچ چکا تھا۔ اس نے چند دن حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد فرڈنیڈ کو لکھا کہ اب غرناطہ پر فیصلہ کن ضرب لگانے کا موقع ہے۔ فرڈی نیڈ نے بذات خود لوشہ پہنچ کر فوج کی قیادت سنبھال لی اور اچانک البیرہ اور مثینل کے قلعے فتح کرنے کے بعد صحرہ کا محاصرہ کرلیا۔ الزغل اپنی ایک تہائی فوج غرناطہ میں چھوڑ کر صحرہ کی طرف بڑھا اور شہر سے چند میل دور پڑاؤ ڈال دیا۔ چند دن فریقین میں معمولی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ اہل شہر قلعہ بند ہو کر لڑتے رہے اور الزغل دشمن کے عقب سے معمولی حملوں پر اکتفا کرتا رہا۔ شمال مشرق میں بدر بن مغیرہ نے اچانک ایک وسیع پیش قدمی شروع کر دی ہے۔ فرڈی نیڈ نے مجبوراً صحرہ کا محاصرہ اُٹھالیا اور اس کے ساتھ ہی فرڈی نیڈ کو اطلاع ملی کہ شاہِ فرانس نے زبردست لشکر کے ساتھ پیرینیز کی طرف پیش قدمی شروع کر دی ہے۔ فرڈی نیڈ نے مجبوراً صحرہ کا محاصرہ اٹھالیا اور دس ہزار فوج کو شمال کی طرف پیش قدمی کرنے والے مجاہدین روکنے کے لیے بھیج دیا۔ لوشہ البیرہ اور ثینل کی حفاظت کے لئے جس قدر فوج کی ضرورت تھی وہ اس نے ابو عبداللہ کے پاس چھوڑ دی اور خود شاہ فرانس کے حملے کے خطرے کی روک تھام کے لئے واپس چلا گیا۔

(۴)

شاہ فرانس کے ساتھ صلح کرنے کے لئے فرڈی نیڈ نے پادریوں کا ایک وفد اس کے پاس بھیجا اور اُسے اس بات کا احساس دلایا کہ غرناطہ اور ہسپانیہ کی جنگ ہلال وصلیب کی جنگ ہے اور اس نازک موقع پر صلیب کے دو علم برداروں کی لڑائی سے مسلمان فائدہ اٹھائیں گے۔ قسطلہ اور فرانس کے بشپ نے ایک دوسرے کی

بغل گیر ہو کر دو بادشاہوں کو مصافحہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ فرانس کے بادشاہ نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کے ثواب میں حصہ دار بننے کے لیے دو ہزار سوار اور بیس بحری جہاز فرڈی نیڈ کے سپرد کر دئے۔

فرڈی نیڈ کو مدت سے اس بات کا احساس تھا کہ جت تک وہ مالقہ پر قبضہ نہیں کر لیتا غرناطہ کی قوت نہیں ٹوٹے گی۔ مالقہ غرناطہ کی اہم ترین بندرگاہ تھی اور اس پر قبضہ کرنے کے بعد وہ غرناطہ کے تمام ساحلی علاقہ پر قابض ہو سکتا تھا۔ اس صورت میں المیریہ کی بندرگاہ کے سوا وہ اندلس اور مراکش کے درمیان تمام راستے کاٹ سکتا تھا اور مسلمانوں کی اس اُمید کو خاک میں ملا سکتا تھا کہ اسلامی دنیا اُن کی پشت پر ہے۔ اُسے یقین تھا کہ مالقہ چھن جانے کے بعد غرناطہ کے مسلمان یہ محسوس کریں گے کہ وہ عیسائیوں کے رحم و کرم پر ہیں۔ مالقہ سے وہ سیرا نویدا کے سرکش قبائل کی سرکوبی کر سکتا تھا۔ فرانس سے بیس جہاز مل جانے کے باعث اس کا بحری بیڑہ مضبوط ہو چکا تھا۔ اس نے ابوعبداللہ کو لکھا کہ میری فوج اچانک مالقہ پر حملہ کرے گی اور مالقہ کی اہمیت کے پیش نظر الزغل فوراً غرناطہ چھوڑ کر وہاں پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ تم کسی مزاحمت کے بغیر غرناطہ پر قبضہ کر سکو گے۔

چند دنوں کے فرڈی نیڈ کا بحری بیڑہ مالقہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا اور وہ خود بھی فوج کے ساتھ جنوب مغرب سے ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد مالقہ کا رُخ کر رہا تھا۔ مالقہ پر بحری حملہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ نصرانی فوج نے معمولی مزاحمت کے بغیر ساحل پر اُتر کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔

الزغل کی ساری توجہ لوشہ کی طرف تھی۔ اُسے اچانک مالقہ کے محاصرے کی خبر ملی تو اس نے غرناطہ کو مٹھی بھر سپاہیوں کی حفاظت میں چھوڑ کر مالقہ کا رُخ کیا لیکن وہ

ابھی مالقہ سے ایک منزل دور ہی تھا کہ اُسے یہ اطلاع ملی کہ ابو عبداللہ آٹھ ہزار فوج کے ساتھ غرناطہ کا رُخ کر رہا ہے۔ وہ مایوسی کی حالت میں اپنی فوج کا بیشتر حصہ مالقہ کی طرف روانہ کر کے غرناطہ لوٹ آیا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے غداروں کی جماعت ابو عبداللہ کے لئے شہر کے دروازے کھول چکی تھی اور الحمرا پر ابو عبداللہ کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ الزغل نے شکستہ دل ہو کر پھر مالقہ کا رخ کیا لیکن دغا باز بھتیجے نے اُس کی فوج کی معمولی تعداد سے باخبر ہوتے ہی اس پر عقب سے حملہ کر دیا۔ الزغل کے سپاہی بہادری سے لڑے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی تلواریں فقط نصرانیوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اپنے بھائیوں کی تلواروں کے ساتھ بھی ٹکرا رہی ہیں تو وہ دیر تک ثابت قدم نہ رہ سکے۔ الزغل نے شکست کھا کر البشرا کے علاقہ میں پناہ لی۔ اگلے دن اُسے خبر ملی کہ مالقہ کے راستے میں اس کی باقی فوج فرڈنیڈ کے ہاتھوں شکست کھا چکی ہے اور مالقہ اور اس کے درمیان خشکی اور سمندر کے تمام راستے بند ہو چکے ہیں۔ البشرا کے جنگجو قبائل کی ایک مختصر سی فوج منظم کرنے کے بعد الزغل نے بسط کو اپنا مستقر بنا لیا۔ مالقہ میں الزبغری نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن ایک ماہ تک رسد اور کمک نہ ملنے کے باعث لوگ بے بس ہو گئے۔ الزغل نے چند بار پہاڑوں سے نکل کر مالقہ کی طرف پیش قدمی کی لیکن میدان میں فرڈنیڈ کے لشکر جرار کے سامنے اس کی پیش نہ گئی۔

بدر بن مغیرہ نے بھی اپنے حملوں کا رُخ شمال مشرق کی بجائے جنوب مشرق کی طرف پھیر دیا لیکن فرڈنیڈ کی ٹڈی دل فوج کو معمولی نقصانات بدحواس نہ کر سکے اور فرڈنیڈ نے اپنے گزشتہ تلخ تجربات کے پیش نظر اپنی فوج کو آگے بڑھ کر اس کے حملوں کا جواب دینے کی اجازت نہ دی۔

(۵)

اہل مالقہ کی حالت نازک ہو چکی تھی۔ بھوک سے مرتے ہوئے لوگ ہتھیار ڈالے کے حق میں ہو رہے تھے لیکن الزیغری نے ہمت نہ ہاری۔ صلح پسندوں کے سامنے اس کا ایک ہی جواب تھا۔ دشمن میری لاش کو روندے بغیر شہر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جب سپاہی حوصلہ ہار دیتے تو اُس کی تقریریں اُن کی روح تازہ کر دیتیں۔ لیکن جب مالقہ کے ہر اُفق پر تاریکی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا تو شہری آبادی کی طرح فوج میں بھی پھوٹ پڑ گئی۔ چند غداروں نے فرڈنیڈ سے ساز باز کر کے شہر کے دروازے کھول دیئے اور الزیغری کو گرفتار کر کے دشمن کے حوالے کر دیا۔

فرڈنیڈ کے حکم سے الزیغری کو بدترین اذیتیں دے کر قتل کیا گیا۔ اس کے بعد اہل مالقہ نے وحشت اور بربریت وہ دور دورہ دیکھا جو اُن کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ فرڈنیڈ کی فوج کے سپاہیوں نے فتح کے نشہ کے بعد شراب کے نشے میں مدہوش ہو کر مالقہ میں قیامت برپا کر دی۔ عورتوں کو گھروں سے گھسیٹ کر بازار میں لایا گیا ۔اُنہیں سور کا گوشت کھانے اور شراب پینے پر مجبور کیا اور بنوک شمشیر یہ سمجھایا گیا کہ فاتح کے ہر حکم کی تعمیل مفتوح پر فرض ہے۔ جن مردوں نے اپنی غیرت کا مظاہرہ کیا اُنہیں زندہ جلانے کی سزا دی گئی اور جب وہ لوگ جنہوں نے الزیغری سے غداری کر کے دشمن کے لئے شہر کے دروازے کھولے تھے۔ فرڈی نیڈ کے پاس شکایت لے کر گئے تو اس نے جواب دیا۔ مالقہ اندلس کا دروازہ ہے۔ میں اُسے دشمن کے وجود سے پاک دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تمہارے لئے میری فوج کا سلوک ناقابل برداشت ہے تو تم شہر کو چھوڑ کر جا سکتے ہو۔ اگر تم سے کوئی مراکش جانا چاہے تو میرے جہاز موجود ہیں۔

مالقہ چھن جانے کے بعد غرناطہ کی سلطنت کا تمام حصہ عیسائیوں کے قبضہ میں آ گیا اور جنوب میں مالقہ کے آس پاس ساحلی علاقوں کے شہر بھی ان کے قبضے میں چلے گئے۔

الزغل کی مختصر سی سلطنت شمال میں جیان سے لے کر جنوب میں المیریہ تک تھی۔ مالقہ کی بندرگاہ چھن جانے کے بعد المیریہ کی بندرگاہ مسلمانوں کے لئے شاہ رگ کی حیثیت رکھتی تھی اس کے علاوہ گاؤزا اور بیغہ الزغل کے قبضہ میں تھے۔ اپنے وسائل کے لحاظ سے یہ مختصر سی سلطنت کافی خوشحال تھی۔ البشرا کی وادیاں کو سیرا نویدا کی برفانی چوٹیوں کی ندیوں سے سیراب ہوتی تھیں۔ اس علاقہ میں میوہ جات کی پیداوار سارے اندلس سے زیادہ تھی۔ اور باقی علاقے میں جو زیادہ تر پہاڑی تھا۔ لوگ اپنی ضرورت سے زیادہ مویشی پالتے تھے اور دفاعی اعتبار سے اس علاقے کے جنگل اور پہاڑ کافی محفوظ تھے۔

فرڈی نیڈ نے چند دنوں کی تیاری کے بعد بیغہ پر حملہ کیا اور شہر کو محاصرے میں لے لیا۔ لیکن پہاڑی قبائل نے نیچے اُتر کر چاروں اطراف سے جنگ چاول شروع کر دی۔ بیغہ کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے بدر بن مغیرہ اپنی سرحد کی حفاظت منصور بن احمد کے سپرد کر کے دو ہزار جانبازوں کے ساتھ یلغار کرتا ہوا بیغہ پہنچا اور پہلے شب خون میں اُس نے فرڈی نیڈ کے پانچ ہزار سپاہیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اگلی رات اس نے دوبارہ عقب سے حملہ کیا اور الزغل نے شہر سے نکل کر دشمن پر دھاوا بول دیا۔ صبح کے وقت فرڈی نیڈ نے محاصرہ اُٹھا لیا اور مالقہ واپس چلا آیا۔

مالقہ میں ایک سال کی تیاری کے بعد فرڈی نیڈ نے پھر بیغہ پر چڑھائی کی لیکن اس دفعہ نے شہر پر حملہ کرنے کی بجائے اردگرد کے تمام علاقے میں تباہی مچا دی،

کسانوں کے مویشی چھین لئے اور اُن کی فصلیں اور باغات برباد کردئے۔ قبائلیوں کے غیر متوقع حملے کی روک تھام کے لئے اس نے بیغہ کے ہر راستے پر مورچے بنا دئے۔ بدر بن مغیرہ کے جانبازوں اور قبائلیوں کے اچانک حملے فرڈی نیڈ کو کافی نقصان پہنچاتے رہے لیکن وہ اہل بیغہ کی کوئی مدد نہ کرسکے۔ چھ ماہ کے طویل محاصرہ کے بعد اہل بیغہ نے سخت قحط میں مبتلا ہوکر اطاعت قبول کرلی۔

فرڈی نیڈ نے بیغہ کو اپنا مستقر بنا کر البکسر ا کے تمام قلعے ایک ایک کرکے الزغل سے چھین لئے۔

(۶)

بشیر بن حسن، بدر بن مغیرہ کے زخمی بازو پر پٹی باندھ رہا تھا۔ منصور کمرے میں داخل ہوا۔

بدر بن مغیرہ نے سوال کیا۔ منصور تم ابھی تک گئے نہیں؟۔

منصور نے جواب دیا۔ میں قلعے سے نکلا ہی تھا کہ وہ مل گئے۔

الزغل خود یہاں آگیا ہے۔

ہاں میں انہیں نیچے ملاقات کے کمرے میں بٹھا آیا ہوں۔

ان کے ساتھ اور کون ہے؟

ان کے ساتھ ابو محسن ہے وہ اپنے ساتھ چند سپاہی بھی لائے تھے لیکن ہمارے آدمیوں نے انہیں پل کے پار روک لیا ہے۔

انہوں نے شکایت تو نہیں کی

وہ اس بات پر پریشان تھے لیکن میں نے یہ کہہ کر اُن کو تسلی کردی ہے کہ یہ ایک عام حکم تھا اور چونکہ آپ کی آمد غیر متوقع تھی اس لئے سپاہیوں کو اس بارے میں کوئی

خاص ہدایت نہیں دی گئی تھی۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔تم نے انہیں بتایا کہ تم میرا خط لے کر اُن کے پاس جا رہے تھے۔ہاں میں نے خط پیش بھی کر دیا تھا لیکن انہوں نے پڑھے بغیر مجھے واپس دے دیا۔وہ یہ کہتے تھے کہ اتنی دور آنے کے بعد میں زبانی بات کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

تم نے انہیں بتایا نہیں کہ ملاقات کی صورت میں میرا جواب وہی ہوگا جو میں نے خط میں لکھ دیا ہے۔

وہ اس قدر مغموم اور پریشان ہیں کہ میں نے ایسی بات کرنا مناسب نہیں سمجھا ۔بدر نے کہا۔میں اس ملاقات سے بچنا چاہتا تھا۔بہر حال اب یہ ایک مجبوری ہے۔ لیکن تم دونوں میرے ساتھ رہو۔اگر میں اپنے فرض سے کوتاہی کروں تو میری اصلاح کر دینا۔تھوڑی دیر بعد بدر بن مغیرہ بشیر اور منصور اس پہاڑی قلعے کے ایک کشادہ کمرے میں گئے تو الزغل نے تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد کہا۔آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں کیوں آیا ہوں۔میں آپ کے جواب کا انتظار نہ کر سکا۔آپ کی صورتیں بتا رہی ہیں کہ آپ مجھ سے خفا ہیں میں اپنی صفائی پیش کرنے کی نیت سے یہاں نہیں آیا۔مجھے افسوس ہے کہ حالات نے مجھے آپ سے مشورہ لینے کا موقع نہ دیا۔آپ سمجھتے ہوں گے کہ میں نے بزدلی کی لیکن خدا شاہد ہے مجھے اپنی جان بچانے کی فکر نہ تھی۔میں اس وقت بھی اپنے آپ کو زندوں میں شمار نہیں کرتا۔میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ میں تلوار اس وقت پھینکی ہے جب کہ میرے بازو کٹ چکے تھے۔کاش! مجھے چند برس پہلے یہ احساس ہوتا کہ دریا کا پانی روکنے کے لئے ریت کا بند کام نہیں دیتے۔میرے اندازے غلط تھے اور مجھ جیسے غلط اندیش آدمی کو

قوم کی قیادت کا حق نہ تھا اور تمہارے سامنے میرے پاس ندامت کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں ۔ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے معاف نہ کرو گے ۔ ابوعبداللہ پر اعتماد کرنا ایک ایسا گناہ تھا جس کے لئے میں خود اپنے آپ کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ۔ میرا ضمیر ہمیشہ مجھے ملامت کرتا رہے گا میں نے فرڈی نیڈ کی اطاعت اس وقت قبول کی ہے جب مجھے اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ اب مزید قربانیاں بے سود ہیں ۔ ہماری ہوا اکھڑ چکی ہے اور دشمن ہمیں چاروں طرف سے گھیر چکا ہے ۔ قوم کا ایک حصہ دشمن کی غلامی پر قانع ہو چکا ہے اور جو حریت پسند تھے وہ بھی محسوس کر رہے ہیں کہ اب اُن کی قوتِ مدافعت جواب دے چکی ہے ۔ میرے لئے دو ہی راستے تھے ایک یہ کہ فرڈنیڈ کی غلامی قبول کر کے رہے سہے مسلمانوں کو تباہی سے بچاؤں دوسرا یہ کہ میں ایک ایسی جنگ جاری رکھوں جس کا انجام شکست کے سوا کچھ نہیں ہو گا ۔ اس صورت میں مر کر بھی اپنے نام کو داغدار ہونے سے بچالیتا ۔ لیکن میں نے یہ محسوس کیا کہ میرا یہ فعل اندلس اور غرناطہ کے مفتوحہ علاقوں کے مسلمانوں کے حال اور مستقبل سے آنکھیں بند کرنے کے مترادف ہو گا ۔ میرا ساتھ دینے والے مسلمانوں کی ایک مٹھی بھر جماعت فقط چند برس آزاد رہ سکے گی لیکن باقی لاکھوں مسلمان جن کی آزادی چھن چکی ہے دشمن کے انتقام کی آگ میں بھسم ہو جائیں گے ممکن ہے کہ امن قائم ہو جانے کے بعد وہ پھر کبھی اُٹھ کھڑے ہوں اور قدرت ان کی راہنمائی کے لئے کسی بہتر انسان کو بھیج دے ۔ بہر حال اپنے متعلق مجھے یقین ہو چکا تھا کہ میں اگر اس انتشار کی حالت میں انہیں لڑاتا رہا تو اُن کی تباہی کے دن قریب تر آتے جائیں گے تو اُن کے پاس بھی میری طرح ندامت کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں ہو گا ۔

یہاں تک کہ الزغل نے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا ۔ وہ خاموش تھا ۔ تھوڑی

دیر سوچنے کے بعد الزغل نے کہا لیکن کہیں یہ نہ سمجھئے کہ میں آپ سے اور آپ کے جانبازوں سے مایوس ہو چکا ہوں ۔ آپ غرناطہ اور اندلس کے مسلمانوں کی آخری امید ہیں ۔ مجھے یقین ہے کہ کسی دن یہ وادی ہماری قوم کا آخری قلعہ ہو گی لیکن اس وقت یہ ضروری ہے کہ آپ کو تیاری کو موقع دینے کے لئے نصرانیوں کے سیلاب کو اس وادی سے دور رکھا جائے اور اس مقصد کے لئے میں ------

الزغل یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

بدر نے کہا ہاں کہئے آپ خاموش کیوں ہو گئے؟

الزغل نے جھجکتے ہوئے کہا۔ میں فرڈی نیڈ کو یقین دلا چکا ہوں کہ آپ کو صرف میں نے میدان میں گھسیٹا تھا۔ اب اگر وہ آپ کے اس علاقے کی آزادی تسلیم کرلے تو آپ غرناطہ کے لوگوں کے ساتھ کوئی سروکار نہیں رکھیں گے ۔

بدر نے پوچھا آپ نے اُسے یہ تو نہیں بتایا کہ میں زندہ ہوں ۔

نہیں میں نے اُسے یقین دلا دیا تھا کہ آپ کا جانشین میری ہدایات پر عمل کرے گا۔

تو آپ ہمارے پاس فرڈی نیڈ کی دوستی کا پیغام لے کر آئے ہیں ۔

خدا کے لئے اس بارے میں آپ میری نیت کے متعلق کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں ۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ کو تیاری کا موقع دیا جائے ۔ میں آپ کے پاس فرڈی نیڈ کا خط لے کر آیا ہوں ۔

الزغل نے یہ کہتے ہوئے اپنی قبا کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک کاغذ نکال کر بدر بن مغیرہ کو پیش کیا۔

بدر بن مغیرہ نے کاغذ بشیر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا تم پڑھو۔ بشیر نے گھٹی

ہوئی آواز میں فرڈی نیڈ کا مکتوب پڑھنا شروع کیا۔

سلطان الزغل کی سفارش پر ہم منصور بن احمد اور اس کے ساتھیوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں ایک طویل جنگ کے بعد ہم اندلس کے عوام کی فلاح کے لئے عیسائیوں اور مسلمانوں میں صلح اور امن کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور ہم یہ امید کرتے ہیں کہ ہمارا ایک بہادر دشمن ہماری طرف سے ایک فیاضانہ پیش کش کے بعد قیام امن کے لئے ہمارا ساتھ دے گا۔ سمجھوتہ کے لئے ہماری پیش کش یہ ہے۔

(۱) کوہ تدمیر اور جبل الشلیر کے درمیان وہ علاقہ جسے عقاب کی وادی کے نام سے پکارا جاتا ہے آزاد اور خودمختار ہوگا اور اس علاقے کے باشندوں کو یہ حق ہوگا کہ وہ منصور بن احمد یا جسے وہ چاہیں اپنا حکمران بنالیں۔

(۲) بیرونی حملے کی مدافعت کے لئے ہم اس علاقے کے حکمران کی مدد کریں گے۔

اس انتہائی فیاضانہ پیش کش کے بعد ہم صرف یہ مطالبہ کرتے ہیں۔

ہماری شمالی اور مشرقی سرحدات کے وہ قلعے

جن پر اب تک منصور بن احمد کا قبضہ ہے ہمیں واپس
کردئے جائیں اور آئندہ کے لئے ہمیں اس بات
کا یقین دلایا جائے کہ منصور بن احمد یا اس کے
جانشین ہماری سلطنت کی سرحدوں پر حملے نہیں
کریں گے۔ اس کے علاوہ وہ غرناطہ اور اندلس کی
سلطنتوں کے معاملات میں جن کے حکمران اب
ہمارے حلیف بن چکے ہیں مداخلت نہیں کریں
گے اور ہمارے خلاف کسی باغی کو مدد نہیں دیں گے
خواہ وہ عیسائی ہو یا مسلمان۔

فرڈی نینڈ کا مکتوب ختم کرنے کے بعد بشیر نے بدر کی طرف دیکھا اور باقی تمام کی نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز ہوگئیں۔ بدر بن مغیرہ نے گردن اٹھا کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور کہا منصور! تم اس کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

منصور نے بشیر کی طرف دیکھا اور پھر بدر کی طرف متوجہ ہو کر جواب دیا۔ اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ میں مسلمانان اندلس کی امیدوں کے جنازے کو کندھا دینے کے لئے تیار ہوں یا نہیں تو میرا جواب نفی میں ہے۔

بدر نے کہا اور بشیر تم؟

بشیر نے جواب دیا۔ اگر مجھے اس بات کا یقین بھی ہو جائے کہ میری قوم کا سفینہ ڈوب رہا ہے تو بھی اُسے چھوڑ کر تنکوں کا سہارا لینا گوارا نہیں کروں گا۔

بدر بن مغیرہ نے الزغل کی طرف دیکھا اور کہا فرڈی نینڈ کو یقین ہے کہ ہم تھک چکے ہیں اور ہم پر نیند کا غلبہ ہو رہا ہے۔ ہمارا گلا گھونٹنے سے پہلے وہ ہمیں سُلانا

ضروری سمجھتا ہے اور ہمیں لوریاں دینے کے لئے اُس نے اُس شخص کو منتخب کیا ہے جس نے غرناطہ کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر خواب غفلت سے جگایا تھا۔ اُس کی فیاضانہ پیش کش ایک خواب آور دوا ہے اور اس دوا کو ہماری حلق میں اتارنے کے لئے اس نے اس شخص کے ہاتھ منتخب کئے ہیں جو کل تک غرناطہ کا بازوئے شمشیر زن تھا۔ آج غرناطہ کی آخری امید ہمیں مایوسی کے گڑھے کی طرف دھکیل رہی ہے۔ ہمارے بزرگ، ہمارے محسن اور ہمارے راہنما کی نگاہ میں ہماری جانیں بہت قیمتی ہیں۔ اس لئے آپ ہمیں یہ مشورہ دینے کے لئے آئے ہیں کہ ہمیں ذلیل رہ کر بھی زندگی کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیے۔

سلطان الزغل! آپ کہتے ہیں کہ دشمن کے ساتھ مصالحت کر کے ہمیں تیاری کا موقع مل جائے گا۔ لیکن آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ دشمن ہم پر آخری ضرب لگانے کی خود تیاری کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ عمل کی دنیا میں طاقتور اور کمزور کے معاہدوں کے کوئی معنی نہیں۔ ایسے معاہدے کمزور کو پابند سلاسل بنا دیتے ہیں اور طاقتور کو اپنی تلوار تیز کرنے کا موقع دیتے ہیں۔

اگر ہم طاقتور ہیں تو دشمن کی بری خواہشات کے باوجود بھی زندہ رہ سکتے ہیں اور اگر ہم کمزور ہیں تو دشمن کی طرف سے نیک خواہشات کا اظہار ہماری بقا کے لئے کافی نہیں۔ ہماری عزت، ہماری آزادی اور ہماری بقا کی ضامن فقط ہماری تلوار ہے اور ہماری تلوار ہماری فتح یا موت سے پہلے نیام میں نہیں جائے گی۔ کیا ہم اس دشمن کا اعتبار کریں جس نے مالقہ کی فتح کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ساحل کا علاقہ خالی کر دیں۔ کیا آپ ہمیں اس شخص کی تحریر پر اعتبار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں جس کے ہاتھ ہماری قوم کے بچوں اور عورتوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ میں

پوچھتا ہوں کہ جب مالقہ کی گلیوں مسلمان لڑکیوں کی عصمت دری ہورہی تھی تو وہ فیاض اور رحم دل حکمران کہاں سو رہا تھا؟ اگر آپ خود فریبی میں مبتلا ہو چکے ہیں تو خدا کے لئے ہمیں خود فریبی میں مبتلا نہ کیجئے۔ آپ کو اس بات کی پریشانی ہے کہ ہماری قربانیاں بے مقصد ثابت ہونگی لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ قربانی بذاتِ خود ایک مقصد ہے۔ اگر ہمارے مقصد میں عزت کی زندگی نہیں تو عزت کی موت کا راستہ بند نہیں ہوا۔

بدر بن مغیرہ جوش کی حالت میں کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ کسی قوم کی رگوں کا خون بہنے سے ختم نہیں ہوتا۔ یہ صرف اس صورت میں خشک ہوتا ہے جب وہ ذلت کی زندگی قبول کر لیتی ہے۔ فرڈی نیڈ سے کہہ دیجئے کہ ہم اپنی آزادی کی قیمت ادا کرنا جانتے ہیں۔ اب تک فرڈی نیڈ کی فتوحات کے سیلاب نے فقط ریت کے بند توڑے ہیں لیکن اس وادی کا رُخ کرنے کے بعد اسے چٹانوں سے واسطہ پڑے گا جو گذشتہ صدیوں میں کئی طوفانوں کا مقابلہ کر چکی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو ہماری ہمدردی کا جذبہ یہاں تک کھینچ لایا ہے۔ آپ یہ نہیں چاہتے کہ ہم اس راستے پر بڑھتے چلے جائیں جس میں کانٹوں کے سوا کچھ نہیں لیکن یہ پاؤں ان کانٹوں کے عادی ہو چکے ہیں۔ یہ جسم پھولوں کی سیجوں سے آشنا نہیں۔ اگر آپ کو اس بات کا افسوس ہے کہ آپ کی راہنمائی میں ہماری قربانیاں رائیگاں گئیں تو ہمیں بھی اس بات کا افسوس ہے کہ وہ شخص جو الحمراء میں سنگ مرمر کے مکانوں میں اور مخملیں بستروں پر سونے کا عادی تھا۔ بڑھاپے کے ایام میں ہمارے ساتھ جنگ کی صعوبتیں جھیلتا رہا۔ ابو عبداللہ کو غرناطہ کا تخت اور آپ کو اندلس کی سلطنت مبارک ہو۔ آپ ہماری فکر نہ کریں۔ ہم نے تلواروں کے سائے میں آنکھ کھولی ہے اور تیروں

کی بارش میں سو جائیں گے۔

وہ آنسو جنہیں الزغل روکنے کی کوشش کر رہا تھا بے اختیار اُبل پڑے۔ اس کے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔ بدر! بدر!! اپنے گرے ہوئے رفیق کو غیر ضروری ٹھوکریں نہ لگاؤ تم مجھے اس شرم و خجالت کی زمین میں دوبارہ نہیں دیکھو گے۔ میں افریقا جا رہا ہوں۔ آپ کو مجھ جیسے کمزور انسان کی ضرورت نہیں اور باقی قوم عبداللہ پر قناعت کر چکی ہے۔ اندلس میں اگر مسلمانوں کا کوئی مستقبل ہے تو اس کے امین آپ ہیں۔ اندلس کے وہ لوگ جو آپ کے نقش قدم چلنا چاہتے ہیں آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ میرے پاس کچھ سونا اور جواہرات ہیں۔ میں قوم کی امانت آپ کے پاس بھیج دوں گا۔ رخصت ہونے سے پہلے میں یہ کہوں گا کہ آپ کو میرے آنسوؤں سے غلط فہمی نہ ہو۔ یہ ندامت کے آنسو تھے اور ابو محسن تمہارا مقام بھی یہ وادی ہے۔

الزغل یہاں تک کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اب میں جانا چاہتا ہوں۔

بدر نے کہا۔ آپ تھکے ہوئے ہیں کل تک آرام کیجئے۔

نہیں میں آج ہی جانا چاہتا ہوں

شام کے وقت بدر اور اس کے چند ساتھی ایک ندی کے پل پر الزغل کو "خدا حافظ کہہ رہے تھے"۔

طریف بن مالک

(۱)

ابو عبداللہ کو جب اپنے چچا کے متعلق یہ اطلاع ملی کہ وہ انڈرکس چھوڑ کر افریقا چلا گیا ہے تو اس نے فرڈی نیڈ کو مالقہ میں مبارکباد کا پیغام بھیجا اور غرناطہ میں جشن منانے کا حکم دیا۔

رات کے وقت الحمراء کے درودیوار ریلیوں کی روشنی میں جگمگا رہے تھے۔ محل کے ایک کشادہ کمرے میں ابو عبداللہ کی طرف سے اپنے وفادار سرداروں اور ارکان سلطنت کی دعوت کا اہتمام تھا۔ طعام کے بعد ناچ اور راگ شروع ہوا۔ شراب کے دور چلے اور جب یہ محفل اپنے شباب پر تھی تو ابو عبداللہ شراب کے نشے میں جھومتا ہوا اٹھا اور بولا تم میں سے بعض یہ کہا کرتے تھے کہ میں بدنصیب ہوں۔ آج سے مجھے کوئی بدنصیب نہ کہے۔ میں غرناطہ کا بادشاہ ہوں۔ فرڈی نیڈ کے وعدے سچے ہیں۔ مجھے غرناطہ کے تمام علاقے واپس مل جائیں گے۔ تم خاموش کیوں ہو گئے؟ ہنسو، گاؤ اور شراب جی بھر کر پیو۔ میں تمہارے لئے الحمراء کے محل میں شراب کی ایک نہر بنواؤں گا۔ البکسر اکے باغات کے تمام انگوروں سے شراب بنائی جائے گی۔ ہم نے اہل شہر کو بھی جشن منانے کا حکم دیا تھا۔ لیکن ہم نے سنا ہے کہ بعض شرپسندوں نے گلیوں اور بازاروں کے چراغ بجھا دیے ہیں۔ یہ اُن لوگوں کی وجہ سے ہو رہا ہے جو باہر سے آکر غرناطہ میں یہ مشہور کر رہے ہیں کہ عیسائیوں نے اُن پر بہت مظالم کئے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ جھوٹ ہے۔ آئندہ ایسے لوگوں کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ فرڈی نیڈ اعظم کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کیا جائے گا۔ وہ ہمارا محسن ہے۔ آج الحمراء میں جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وہ سب اُسی کی بدولت

ہے"۔

لیکن شہر کی حالت الحمراء سے بہت مختلف تھی۔شام کے وقت سرکاری حکم سے شہر کے کوچوں اور گلیوں میں جو چراغ جلائے گئے تھے وہ ابو عبداللہ کے خلاف مظاہرہ کرنے والوں نے زبردستی بجھا دیئے تھے۔مظاہرین رات بھر گلیوں، کوچوں اور چوراہوں میں جمع ہو کر غدارانِ قوم کے خلاف نعرے لگاتے رہے۔شہر میں ابو عبداللہ کے جن حامیوں نے اپنے گھروں میں چراغاں کیا اُن کے مکانوں پر خشت باری کی گئی۔علماء کا ایک بااثر گروہ مظاہرین کے ساتھ تھا اور جن نام نہاد علماء نے اپنی مسجدوں میں جلسے کر کے ابو عبداللہ کی درازی عمر کے لئے دعائیں مانگیں انہیں نوجوان طلباء نے مساجد کے باہر گھسیٹ کر بھی زدوکوب کرنے سے دریغ نہ کیا۔ مردوں کی طرح خواتین کا ایک جلوس بھی رات بھر شہر میں چکر لگاتا رہا اور اس جلوس میں غرناطہ کی خواتین کے علاوہ پناہ گزین عورتیں بھی شریک تھیں جن کے آنسو اہل غرناطہ کے مالقہ اور ریغہ میں عیسائیوں کے مظالم کی داستانیں سُنا چکے تھے۔

ابو عبداللہ نے تین دن جشن منایا۔تین دن الحمراء کی دیواریں حکومت کے عشرت پسند اہل کاروں کے قہقہوں اور رعایا کی آہوں کے درمیان حدِ فاصل کا کام دیتی رہیں۔تین دن الحمراء میں ارغوانی شراب کے جام چھلکتے اور غرناطہ کے عوام کے آنکھوں سے خون کے آنسو بہتے رہے اور چوتھے دن ابو عبداللہ فرڈی نیڈ کا یہ مکتوب پڑھ رہا تھا۔

"ہمیں معلوم ہوا کہ غرناطہ میں ہماری رعایا تم سے خوش نہیں اور شہر میں ہمارے باغی جمع ہو رہے ہیں۔ہم مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان آئندہ کسی جنگ کے امکانات ختم کرنے کے لئے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ تم غرناطہ ہمارے

حوالے کر دو۔ اس خط کے جواب میں ہم صرف یہ سننا چاہتے ہیں کہ ہماری فوج کے لئے غرناطہ کے دروازے بند نہیں کئے جائیں گے۔ بصورت دیگر ہم قوت کے استعمال پر مجبور ہوں گے۔ غرناطہ پہنچ کر ہم تمہارے مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ کریں گے۔ اگر تمہیں ہماری طرف سے فیاضانہ برتاؤ کی خواہش ہے تو غیر مشروط اطاعت ضروری ہے"

ابو عبداللہ کی طرح ارکان سلطنت کی آنکھوں سے شراب کا خمار اُتر چکا تھا۔ سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ الحمراء کے در و دیوار پر مایوسی کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔

ابو عبداللہ نے فرڈی نیڈ کے ایلچی کی طرف دیکھا اور نحیف آواز میں کہا۔ دو دن تک شہنشاہ فرڈنیڈ کو ہماری طرف سے جواب مل جائے گا۔

ابو عبداللہ کا نیا وزیر طریف بن مالک بربری قبائل کا سب سے بڑا سردار تھا۔ اُس نے اٹھ کر جواب دیا۔ فرڈی نیڈ کو یقیناً ہمارے متعلق کوئی غلط فہمی ہوئی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ غلط فہمی دور ہو جائے گی۔ اگر آپ کا مشورہ ہو تو میں خود اُس کے پاس جانے کے لئے تیار ہوں۔

دوسرے سردار نے اٹھ کر کہا۔ فرڈی نیڈ نے ہمارے لئے صرف دو ہی راستے چھوڑے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم اس کے حکم کی تعمیل کریں اور اپنے گھروں میں ان وحشیوں کا استقبال کرنے کے لئے تیار ہو جائیں جن کا اولین مقصد ہماری بہو بیٹیوں کے بے حرمتی کرنا ہے۔ دوسرا یہ کہ ہم ایک باعزت موت کے لئے تیار ہو جائیں۔

ایک اور سردار نے اُٹھ کر کہا۔ جنگ ہمارے لئے موت کے مترادف ہے۔

ابوعبداللہ کو اچانک خیال آیا اور اس نے قدرے پرامید ہو کر کہا۔ "طریف! تم ابوداؤد کے پاس جاؤ۔ اس وقت اس کے سوا ہمیں کوئی صحیح راستہ نہیں بتا سکتا۔ اگر فرڈی نیڈ کو ہمارے متعلق کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے تو وہ یقیناً دور کر سکے گا۔ فرڈی نیڈ اُسے لوشہ کا حاکم بنا چکا ہے۔ تم فوراً اُس کے پاس پہنچ جاؤ۔

تھوڑی دیر بعد طریف لوشہ کا رُخ کر چکا تھا۔

(۲)

ابوداؤد نے طریف بن مالک کو دیکھتے ہی پہچان لیا لیکن طریف کی توقع کے خلاف اس نے کسی گرم جوشی سے خیر مقدم کرنے کی بجائے اُسے اپنی کرسی سے اُٹھ کر مصافحہ تک بھی نہ کیا فقط اپنے سامنے خالی کرسی کی طرف اشارہ کر دیا۔

طریف نے کرسی پر بیٹھ کر جھجکتے ہوئے کہا۔ مجھے ابوعبداللہ نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔

ابوداؤد نے جواب دیا۔ مجھے معلوم ہے آپ مجھ سے مشورہ لینے آئے ہیں۔

تو۔۔۔ تو آپ کو معلوم ہے کہ فرڈی نیڈ نے ہمارے ساتھ عہد شکنی کی ہے۔

ابوداؤد نے جواب دیا۔ میں ایک گورنر کی حیثیت میں اپنے بادشاہ کے خلاف کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں اور میں ابوعبداللہ کو بھی یہ مشورہ نہیں دے سکتا کہ وہ اپنے شہنشاہ کے حکم سے سرتابی کرے۔

لیکن میں یہ سمجھ کر آیا ہوں کہ آپ ایک مسلمان ہیں۔ آپ غرناطہ کے خیرخواہ ہیں اور لوشہ کے گورنر ہونے کی حیثیت میں بھی آپ کو غرناطہ کی حکومت کے ایک رُکن ہیں۔ یہ شہر ہمارا ہے میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

ابوداؤد نے جواب دیا۔ طاقتور کے سامنے کمزور کی اطاعت ہمیشہ غیر مشروط

ہوتی ہے ابو عبداللہ کو میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو فرڈی نیڈ کے رحم و کرم پر چھوڑ دے"۔

لیکن آپ نے میرے سامنے ابو عبداللہ کو کئی بار یقین دلایا تھا کہ فرڈی نیڈ ہمارے ساتھ دھوکا نہیں کرے گا۔ وہ ہمارا خیر خواہ ہے۔ اُسے اپنی سلطنت وسیع کرنے کا لالچ نہیں۔ وہ الزغل کو شکست دینے کے بعد غرناطہ کی تمام سلطنت ابو عبداللہ کے حوالے کردے گا۔ اب وہ وعدے کیا ہوئے۔ افسوس آپ لوشہ کی گورنری کے شوق میں یہ بھول گئے کہ آپ مسلمان قوم کے ایک فرد ہیں اور اگر غرناطہ میں عیسائی فوجیں داخل ہوگئیں تو ہمارا انجام مالقہ کے لوگوں سے بھی بُرا ہوگا۔

ابو داؤد نے پھر اُسی لاپروائی سے جواب دیا۔ میں نے ابو عبداللہ اور فرڈی نیڈ کے درمیان ایک ایلچی کے فرائض انجام دئے تھے۔

نہیں۔ آپ نے ابو عبداللہ کو فرڈی نیڈ کے جھوٹے وعدوں پر اعتماد کرنے کی ترغیب دی تھی۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ کیا ابو عبداللہ کی طرح میں بھی غلطی نہیں کرسکتا۔ کیا اس وقت آپ سب میرے ہمنوا نہ تھے۔؟ اگر آپ تباہی سے بچنا چاہتے ہیں تو کیا ضروری نہیں کہ ابو عبداللہ کی جگہ کوئی زیادہ دور اندیش آدمی اہل غرناطہ کی قیادت سنبھال لے؟ نصرانیوں کے انتقام سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ آپ کا کوئی راہنما اُنہیں غرناطہ کے لوگوں کی طرف سے کامل وفاداری کا یقین دلائے۔

طریف نے کہا۔ اگر آپ غرناطہ کے لوگ راہنمائی کے لئے بلائیں تو آپ اس خدمت کے لئے تیار ہوں گے؟

جب میں یہ محسوس کروں گا کہ میں اُن کی کوئی خدمت کرسکتا ہوں تو میں بن

بلائے بھی چلا آؤں گا۔

لیکن میں نے سنا ہے کہ آپ کے زیر سایہ لوشہ کے مسلمان بھی اپنے آپ کو زندگی کی بجائے موت سے زیادہ قریب محسوس کرتے ہیں۔

اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ انہوں نے ابھی تک خلوص دل سے مجھے اپنا راہنما تسلیم نہیں کیا اور میں پوری تسلی کے ساتھ اُن کی طرف سے فرڈی نیڈ کے ساتھ کوئی بات نہیں کرسکتا۔

طریف نے اٹھ کر کہا۔تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک غرناطہ کے تمام شہروں کے مسلمان متفق ہر کر فرڈی نیڈ کے کسی ادنیٰ جاسوس کو اپنا قائد نہیں بنا لیتے اس وقت تک اُن کی نجات ممکن نہیں۔

طریف کی توقع کے خلاف ابوداؤد نے اطمینان سے جواب دیا۔ایسے موقعوں پر جذباتی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ میں فرڈی نیڈ کا جاسوس سہی لیکن تم نے بھی اس کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھو۔کیا تم یہ محسوس نہیں کرتے کہ تم ابوعبداللہ کی جگہ ہوتے تو اہل غرناطہ کے لئے بہتر ہوتا۔

نہیں میں ابوعبداللہ کے ساتھ غداری نہیں کرسکتا۔

بہت اچھا یونہی سہی لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ ابوعبداللہ کو غرناطہ کا بہترین راہنما سمجھتے ہیں۔بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ وزیراعظم کے منصب تک پہنچے کے لئے ایسے آدمی کو سلطان بنانا ضروری سمجھتے تھے۔اگر آپ کو یہ اطمینان ہوتا کہ آپ ابوالحسن اور الزغل جیسے حکمرانوں کی موجودگی میں بھی اس منصب تک پہنچ سکتے ہیں تو آپ ان کے ساتھ غداری نہ کرتے اور اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے میں صرف یہ کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ موسیٰ جیسے آدمی کو آپ نے صرف اس لئے قتل کروایا کہ اس کی

موجودگی میں آپ کسی معمولی عہدے تک پہنچنا بھی محال تھا ورنہ یہ کون نہیں جانتا کہ وہ غرناطہ کا بہترین راہنما بن سکتا تھا۔میرے دوست ہم دونوں کے سامنے اپنے اپنے مقاصد تھے۔تم اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیئے ابو عبداللہ کے آلہ کار بنے اور میں اپنے مقصد کے لئے فرڈی نیڈ کا آلہ کار رہنا اور اب بھی آپ کو اہل غرناطہ کی تباہی کا خطرہ نہیں، آپ کو صرف اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر ابو عبداللہ کا تخت چھن گیا تو آپ کی وزارت کی کرسی بھی چھن جائے گی۔

طریف نے کھسیانا ہو کر کہا۔تم شیطان ہو۔

ابو داؤد کے چہرے پر پہلی بار مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ایک چھوٹا شیطان بڑے شیطان کی عظمت کی اعتراف کر رہا ہے۔اور پھر اُسے سنجیدہ ہو کر کہا۔طریف تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔تمہاری منزل مقصود غرناطہ کی وزارت ہے لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کے لئے ابو عبداللہ کا بادشاہ رہنا ضروری ہے تو یہ تمہاری غلطی ہے ۔ابھی مجھے یہ معلوم نہیں کہ فرڈی نیڈ نے غرناطہ کی مسند کے لئے کس کو منتخب کیا ہے لیکن وقت آنے پر میں اُسے بتا سکوں گا کہ وزارت کے عہدے کے لئے تم سے زیادہ موزوں کوئی نہیں۔تم ڈوبتی ہوئی کشتی کا سہارا لینے کی بجائے اس ملاح کا سہارا کیوں نہیں لیتے جس کے اشاروں پر ایسی کشتیاں ڈوبتی اور تیرتی رہیں گی۔تم جانتے ہو کہ اب کسی شخص کے لئے غرناطہ کا بادشاہ یا وزیر بننے کے لئے فرڈی نیڈ کی رضامندی کی ضرورت ہے ۔اگر تم چاہو تو وزارت کے لئے اس کی رضامندی حاصل کرنا مشکل نہیں۔میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ جو شخص موسیٰ کے قتل پر نادم نہیں ابو عبداللہ جیسے احمق کو فرڈی نیڈ کے حوالے کر دینے پر کیوں پشیمان ہو گا۔

طریف نے کہا جب میں غدار تھا تو مجھے اس بات کا احساس نہ تھا کہ نصرانی

اس قدر بدعہد اور سفاک ہیں۔ اب اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مالقہ میں انہوں نے میری قوم کے ساتھ جو سلوک کیا ہے میں اسے فراموش نہیں کرسکتا ہوں تو یہ غلط ہے۔

تم پھر جذبات میں آ گئے۔ مالقہ میں الغریزی اگر فوراً ہتھیار ڈال دیتا تو عیسائی مسلمانوں کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتے۔

طریف نے کہا۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔

ابوداؤد نے اُٹھ کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ خدا حافظ۔ لیکن اچانک طریف کے دل میں کوئی خیال آیا اور اس کا ہاتھ ابوداؤد کے ہاتھ کی طرف بڑھتے بڑھتے رک گیا۔ اس نے کہا۔ نہیں آج سے شاید ہمارے راستے مختلف ہوں۔

ابوداؤد نے اطمینان کے ساتھ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ تمہاری مرضی۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد مجھ سے آملو گے۔ اگر تم اپنے آپ کو دھوکا نہیں دینا چاہتے تو تمہارے لئے ابوعبداللہ کے پاس جانے کی بجائے فرڈی نیڈ کے پاس جانا بہتر ہوگا۔

طریف دروازے کے قریب پہنچ کر رکا اور مڑ کا ایک ثانیہ کے لئے ابوداؤد کی طرف دیکھنے کے بعد باہر نکل گیا۔

ابوداؤد نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد تالی بجائی۔ ایک نوکر کمرے میں داخل ہوا اور ادب سے سر جھکا کر اس کے حکم کا انتظار کرنے لگا۔ ابوداؤد نے کہا۔ تم کوتوال کے پاس جاؤ اور اُسے کہا کہ مجھے فوراً چار مستعد، سمجھ دار اور دلیر آدمیوں کی ضرورت ہے۔

نوکر چلا گیا اور ابوداؤد قلم اٹھا کر لکھنے میں مصروف ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد چار

نصرانی جو لباس سے فوجی افسر معلوم ہوتے تھے۔اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔ ابو داؤد اپنی تحریر پر نظرِ ثانی کرنے کے بعد اُن کی طرف متوجہ ہوا۔غرناطہ کا ایلچی ہمارے مہمان خانے میں ٹھہرا ہوا ہے اور اب کوچ کی تیاری کررہا ہوگا۔تم اُس کا اُس وقت تک پیچھا کرنا جب تک تمہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اُس کا رُخ غرناطہ کی طرف ہے۔یا مالقہ کی طرف۔اگر وہ مالقہ کا رُخ کرے تو یہ سمجھ لو کہ ہمارے شہنشاہ کا دوست ہے۔اس صورت میں تم میں سے صرف ایک آدمی کو شہنشاہِ معظم کی خدمت میں میرا مکتوب پہنچانے کے لئے مالقہ جانا پڑے گا اور اگر وہ غرناطہ کا رخ کرے تو یہ سمجھ لینا کہ ہماری سلطنت کے لئے اس کا وجود خطرناک ہے۔اس صورت میں تمہارا فرض ہوگا کہ تم اپنی جان پر کھیل کر بھی اسے غرناطہ جانے سے روکو۔اُس کے ساتھ صرف پانچ آدمی ہیں۔تم دو تین اچھے تیر انداز اپنے ساتھ لیتے جاؤ۔میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کے ساتھی اس وقت باخبر ہوں جب تیر اُس کے سینے میں پیوست ہو چکا ہو۔اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو اس کے باقی ساتھیوں پر حملہ نہ کیا جائے۔اس کے بعد تم میں سے ایک آدمی مالقہ پہنچ جائے اور شہنشاہ کی خدمت میں میرا خط پیش کرنے کے علاوہ باقی واقعات زبانی عرض کردے۔اب جاؤ اگر طریف روانہ ہو چکا ہے تو بھی وہ زیادہ دور نہیں گیا ہوگا۔

(۳)

لوشہ سے نکلنے کے بعد طریف نے کئی کوس تک اپنے ساتھیوں میں سے کسی کے ساتھ بات نہ کی۔رات کے وقت اس نے راستے کی ایک چھوٹی سی سرائے میں قیام کیا۔سرائے کا مالک ایک مراکشی مسلمان تھا۔طریف نے گھوڑے سے اُترتے ہی کہا۔ہم سے زیادہ ہمارے گھوڑوں کی خوراک اور آرام کی ضرورت ہے۔ہم پچھلے

پھر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔

سرائے کے مالک نے کہا۔آپ معزز آدمی معلوم ہوتے ہیں۔سرائے کے بہترین کمرے میں نصرانی فوج کے دو افسر ٹھہرے ہوئے ہیں۔اگر آپ کو اعتراض نہ تو آپ کے لئے میں اپنے گھر کا ایک کمرہ خالی کر سکتا ہوں۔آپ کے نوکروں کو سرائے میں جگہ مل جائے گی۔

طریف نے جواب دیا۔میں صرف سونا چاہتا ہوں۔

سرائے کے مالک نے کہا۔مجھے یہ ڈر ہے کہ سرائے میں آپ آرام کی نیند نہیں سو سکیں گے۔وہ فوجی تھوڑی دیر میں بستی کے ایک عیسائی کے گھر سے شراب پی کر آجائیں گے۔اور رات بھر نہ خود سوئیں گے اور نہ کسی کو سونے دیں گے۔میرے گھر اور اس سرائے کے درمیان صرف ایک دیوار حائل ہے۔شور تو آپ کو وہاں بھی سنائی دے گا لیکن وہ رات کے وقت شراب کے نشے میں آپ کا دروازہ نہیں توڑیں گے۔

طریف نے کہا۔بہت اچھا میں تمہارا مہمان ہوں۔

کھانا کھانے کے بعد طریف بستر پر لیٹنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اُسے سرائے کی طرف سے شور سنائی دیا۔غور سے سننے کے بعد اُسے کسی عورت کی چیخیں سنائی دیں۔ اس نے سرائے کے مالک کو آواز دی۔سرائے کا مالک برابر کے کمرے سے نکل کر اس کمرے میں داخل ہوا اور اس نے طریف کے سوال کا انتظار کئے بغیر کہا۔معلوم ہوتا ہے کہ آج وہ پھر کوئی شکار پکڑ لائے ہیں

تمہارا مطلب ہے کہ وہ زبردستی لوگوں کی لڑکیاں اُٹھا لاتے ہیں۔

سرائے کے مالک نے جواب دیا۔ہاں ایک فاتح قوم اپنے غلاموں سے اس قسم کے حقوق منوالیا کرتی ہے۔

اور وہ لوگ مزاحمت نہیں کرتے۔

اس بستی میں مسلمانوں کی آبادی بہت تھوڑی ہے اور ہر ایک اپنا گھر بچانے کی فکر میں دوسرے کا گھر جلتا دیکھ کر خاموش رہتا ہے۔

کیا ان کی غیرت جواب دے چکی ہے؟

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی اور ملک سے آئے ہیں۔ جس قوم کا سلطان بزدل ہو اور امراء غدار ہوں اس کے لئے غیرت کے الفاظ کوئی معنی نہیں رکھتے۔

طریف نے اپنی تلوار اٹھاتے ہوئے کہا۔ میرے دوست! میں ایک مدت سے بھٹک رہا تھا۔ آج تم نے مجھے راستہ دکھایا ہے۔

طریف بھاگتا ہوا مکان سے باہر نکل کر سرائے میں داخل ہوا۔ عورت کی چیخیں اُوپر کی منزل کے کمرے سے آرہی تھیں۔ طریف کے ساتھ شش و پنج کی حالت میں برآمدے میں کھڑے تھے۔

بُزدلو! کیا سوچتے ہو! طریف یہ کہہ کر بھاگتا ہوا سیڑھیوں پر چڑھا۔ گیلری کے آخری سرے پر کمرے کا دروازہ تھا لیکن ایک دریچہ کھلا تھا جس سے روشنی باہر آرہی تھی۔ مجھ پر رحم کرو۔۔۔ مجھے چھوڑو۔۔۔ مجھے جانے دو۔

طریف نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اور وہ ایک دلخراش منظر کی تاب نہ لا سکا۔ اس نے پوری قوت کے ساتھ دھکا دے کر دروازہ توڑ دیا۔ شراب کے نشے میں مدہوش سپاہی عورت کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ لیکن پلک جھپکنے کی دیر میں طریف کی تلوار ایک کی گردن اُڑانے کے بعد دوسرے کے پیٹ سے آر پار ہو چکی تھی۔ دہشت زدہ لڑکی ایک لمحہ کے لئے بے حس و حرکت زمین پر پڑی رہی۔ پھر اُس نے اپنے عریاں جسم کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر چیخیں مارتی ہوئی کمرے سے

باہر نکل گئی۔اتنی دیر میں طریف کے ساتھی تلواریں لے کر اُوپر چڑھ رہے تھے۔لڑکی نے اُنہیں دیکھتے ہی ایک جگر دوز چیخ کے ساتھ گیلری سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ طریف بھاگتا ہوا نیچے اُترا۔سرائے کا مالک نیچے کھڑا تھا۔طریف نے قباء اُتار کر لڑکی کے عریاں جسم پر ڈال دی۔سرائے کے مالک نے جھک کر اس کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔یہ زندگی کی قید سے آزاد ہو چکی ہے۔

طریف نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔گھوڑوں پر زینیں ڈالو۔ہم ابھی کوچ کریں گے۔اور پھر وہ سرائے کے مالک کی طرف متوجہ ہوا۔اگر تم میں سے کوئی پوچھے کہ ان بدمعاشوں کا قاتل کون تھا تو کہہ دینا کہ غرناطہ کے غدار وزیر کو اپنی قوم کی ایک لڑکی کی مظلومیت نے پھر ایک بار مسلمان بنا دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب یہ لوگ باہر نکل رہے تھے آٹھ سوار سرائے کے سامنے رُکے۔ان میں سے ایک نے گھوڑا آگے بڑھا کر غور سے طریف کی طرف دیکھا اور کہا۔اس وقت آپ کہاں جا رہے ہیں۔؟

طریف نے ترش لہجے میں جواب دیا۔تم کون ہو؟

ہم سپاہی ہیں۔خیال تھا کہ رات یہاں قیام کریں گے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آپ کو جگہ نہیں ملی۔

بہت جگہ ہے اور ایک کمرہ تو ہم نے ابھی خالی کیا ہے۔

یہ کہہ کر طریف نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔تھوڑی دور جا کر طریف کے ایک ساتھی نے جو دوسروں کی نسبت اس سے زیادہ بے تکلف تھا اپنا گھوڑا اس کے قریب کرتے ہوئے کہا۔

کیا آپ اس واقعہ کے بعد مالقہ جانا مناسب سمجھتے ہیں؟

تمہیں مالقہ جانے کے لئے کس نے کہا؟

آپ نے کہا تھا شاید ہمیں مالقہ جانا پڑے

نہیں ہم غرناطہ جا رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد طریف نے اپنے ساتھ سے کہا۔حسن!تم نے اکثر یہ سوچا ہوگا کہ میں غرناطہ کا سب سے بڑا غدار ہوں۔

حسن نے پریشان ہو کر کہا آپ میرے آقا ہیں۔

نہیں حسن میں جانتا ہوں۔تمہاری مجبوریاں تمہیں اپنے دل کی بات کہنے کی اجازت نہیں دیتیں۔تم زندگی کی تلخ راہوں میں بھی میرا ساتھ دینے پر مجبور تھے لیکن فرض کرو میں آج سے صحیح راستہ اختیار کرتا ہوں تو تم اپنے لئے کیا فرق محسوس کرو گے؟

حسن نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔میرے آقا!ضمیر کے بوجھ تلے دب کر اور اس کے بوجھ سے آزاد ہو کر چلنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

طریف نے کہا حسن!نصرانی ہمارے بدترین دشمن ہیں۔

میرے آقا!اگر گستاخی نہ ہو تو میں یہ کہوں گا ہم نے خود اپنے ساتھ دشمنی کی ہے۔ایک شخص کو اپنا قاتل تسلیم کر لینے کے بعد اُس سے یہ مطالبہ نہیں کیا جا سکتا کہ تم مجھے اس طریقہ سے قتل نہ کرو اور ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہم اپنے ہاتھ پاؤں باندھ کر دشمن کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور ہم نے اپنا خنجر بھی اُس کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔اب یہ اُس کی مرضی ہے کہ وہ ہمیں آہستہ آہستہ ذبح کرتا ہے یا ہماری شہ رگ فوراً کاٹ ڈالتا ہے۔

طریف نے جوش میں آ کر کہا۔نہیں ہمارے خنجر ابھی تک ہمارے ہاتھوں

میں ہیں۔ ہم لڑیں گے اگر عزت کی زندگی نہیں تو عزت کی موت کا راستہ ہمارے لئے بند نہیں ہوا۔

خدا آپ کو ہمت دے لیکن مجھے ڈر ہے کہ ابو عبداللہ آپ کا ساتھ نہیں دے گا۔

وہ ہمارا ساتھ دینے پر مجبور ہے۔

تھوڑی دیر بعد حسن نے چونک کر کہا۔ ہمارے پیچھے کوئی آ رہا ہے۔

طریف کے اشارے پر اس کے ساتھیوں نے گھوڑے روک لئے۔ پیچھے کچھ فاصلے پر سرپٹ گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دے رہی تھی۔

حسن نے کہا۔ یہ وہی سپاہی ہوں گے جو ہمیں سرائے کے دروازے پر ملے تھے۔ سرائے کے مالک نے اپنی جان بچانے کے لئے انہیں بتا دیا ہوگا کہ نصرانی فوج کے دو افسروں کا قاتل کون ہے اور آپ نے بھی سرائے کے مالک سے اپنا راز پوشیدہ نہیں رکھا۔ وہ یقیناً تعاقب میں آ رہے ہیں

طریف نے کہا۔ یہ دیر سے ہمارا پیچھا کر رہے ہیں۔ لوشہ سے نکلتے ہی ہم نے انہیں دیکھا تھا۔ راستے میں بھی میں نے انہیں دو تین بار دیکھا ہے۔ تم سب ایک طرف ہٹ کر درختوں کی آڑ میں کھڑے ہو جاؤ۔

طریف کی قیادت میں اس کے ساتھی راستہ چھوڑ کر گھنے درختوں کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔

سوار گزر گئے اور طریف اور اس کے ساتھی درختوں کی آڑ سے نکل کر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

(۴)

پچھلے پہر چاند کی دھندلی روشنی میں یہ لوگ کشادہ سڑک چھوڑ کر ایک پگڈنڈی

پر سے گزر رہے تھے۔ طریف اپنے گھوڑے پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ جوں جوں منزل مقصود قریب آ رہی تھی، اس کا ذہنی اضطراب بڑھ رہا تھا۔ وہ اس منزل سے گزر چکا تھا جب ایک انسان یہ سوچتا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ جب ابو داؤد سے ملاقات کے بعد وہ لوشہ سے نکلا تھا تو اُس کے پاؤں ڈگمگا رہے تھے۔ وہ کبھی سوچتا کہ میں غرناطہ جاؤں گا اور ابو عبداللہ سے کہوں گا کہ ہم نے اپنے آپ کو دھوکا دیا ہے۔ اب ہمارے لئے جنگ کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ وہ سیلاب جس کے بند ہم نے خود توڑے تھے اب ہمارے گھروں کا رخ کر رہا ہے۔ جب فرڈی نیڈ کی افواج غرناطہ میں داخل ہو جائیں گی تو نہ تم بادشاہ رہو گے اور نہ میں وزیر رہوں گا۔ وہ شاید ہمیں عام انسانوں کی طرح زندہ رہنے کا بھی حق نہ دے لیکن کیا ہم اس قابل ہیں کہ دشمن کے ساتھ لڑ سکیں۔ اس دشمن کے ساتھ جس کے لئے ہم نے اپنے مضبوط ترین قلعوں کے دروازے کھول دئے۔ وہ ہماری تمام کمزوریوں سے واقف ہے۔ اب ہم اسے دھمکی بھی نہیں دے سکتے۔

پھر وہ یہ سوچتا۔۔۔۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ فرڈی نیڈ اس قدر ذلیل ثابت ہو۔ اگر میں اس کے پاس جاؤں اور اُسے یہ کہوں کہ ہم تمہارے لئے قوم کی نظروں میں ذلیل ہوئے۔ ہم نے تم پر اعتبار کیا اور تمہارے لئے ابو حسن اور الزغل سے لڑائی کی۔ ہمیں یقین تھا کہ تمہارے سائے میں ہم امن کی زندگی بسر کر سکیں گے۔ ہم نے اندلس میں امن کے لئے اپنی سلطنت کا بیشتر حصہ تمہارے حوالے کر دیا اور اب تم غرناطہ بھی ہم سے چھین لینا چاہتے ہو۔ تم اندلس کے شہنشاہ ہو۔ یہ عہد شکنی تمہاری شان شایان نہیں دنیا کیا کہے گی۔ مورخ کیا لکھیں گے۔ کیا تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو کہ اگر ہم تمہارا ساتھ نہ دیتے تو اندلس میں کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو ابو

الحسن کی فتوحات کے سیلاب کو روک سکتی۔ اگر کسی نے تمہارے خلاف آواز اٹھائی تو ہم نے اُس کا گلا گھونٹنے سے دریغ نہ کیا۔ اگر کسی نے تم سے سرکشی کی تو ہم نے اُسے ذبح کر کے تمہارے قدموں میں ڈال دیا۔ کیا ہماری خدمت کا یہی صلہ ہے کہ غرناطہ کے دروازے ان بھیڑیوں کے لئے کھول دئے جائیں جو مالقہ میں انسانیت کا دامن تار تار کر چکے ہیں؟ آخر ہم نے کیا جرم کیا ہے۔ نہیں۔۔ نہیں اب ان باتوں سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اب فرڈی نیڈ کو ہماری ضرورت نہیں۔ اب اُسے ابوالحسن اور الزغل سے کوئی خطرہ نہیں۔ اب اس کے لئے وہ قوم بے ضرر بن چکی ہے جس نے صدیوں تک اندلس کے میدانوں میں اپنے اقبال کے پرچم لہرائے ہیں۔ فرڈی نیڈ نے تیروں کی بارش میں پتھروں کی آڑ لی تھی۔ اب اس کے خلاف لڑنے والوں کی کمانیں ٹوٹ چکی ہیں اور وہ ان پتھروں کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ابوعبداللہ میں اور میرے تمام ساتھی وہ پتھر ہیں جن کے مورچے بنا کر فرڈی نیڈ نے جنگ جیتی ہے۔ اب وہ ہماری ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ پھر اس کے دل میں خیال آیا۔ لیکن ابوداؤد بھی تو ہماری طرح اُس کے مورچے کا پتھر تھا اور اُس نے اُسے لوشہ کا گورنر بنا دیا۔ طریف نے خود ہی اس سوال کا جواب دیا نہیں وہ اُسے ابھی تک کارآمد سمجھتا ہے۔ فرڈی نیڈ اپنے ہار ماننے والے دشمن کو موت کے گھاٹ اُتارنا چاہتا ہے اور ابوداؤد پتھر کی حیثیت میں بھی اس کی تلوار تیز کرنے کے کام آسکتا ہے۔ فرڈی نینڈ چاہتا ہے کہ اس کے دشمن کی رگوں میں زندگی کے خون کے ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے اور ابوداؤد اُسے بتا سکتا ہے کہ اُسے کون سی رگ کاٹنی چاہیے۔ شاید وہ دن بھی آجائے جب فرڈی نیڈ یہ محسوس کرے کہ اب ہماری طرح اُسے اس کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن ابھی اُسے اس کی ضرورت ہے۔ ابوداؤد نے مجھے یقین دلایا ہے کہ میں

ابوعبداللہ کے ساتھ غداری کرکے فرڈی نیڈ کو خوش کر سکتا ہوں۔لیکن یہ دھوکا ہے۔کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ فرڈی نیڈ نے ابوعبداللہ کے خلاف جو فیصلہ کیا ہے اس میں ابوداؤد کا مشورہ شامل ہو۔۔۔۔اور اگر ابوداؤد ابوعبداللہ کو فریب دے سکتا ہے تو کیا وہ مجھے فریب نہیں دے گا۔میں مالقہ نہیں جاؤں گا۔میں غرناطہ جاؤں گا لیکن غرناطہ پہنچ کر میں کیا کرسکتا ہوں۔موسیٰ میری قید میں ہے میں اُسے رہا کرنے کا خطرہ مول لے سکتا ہوں۔میں اس کے پاؤں پر گر کر کہوں گا۔موسیٰ! قوم کو تمہاری ضرورت ہے لیکن اب موسیٰ بھی کیا کرسکتا ہے۔

اور جب طریف کے لئے یہ ذہنی کش مکش ناقابلِ برداشت ہو جاتی وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کوئی بات چھیڑ دیتا۔بستی کی سرائے میں پہنچنے سے قبل اسے معلوم نہ تھا کہ اس کی منزل مقصود کیا ہے۔اس کا ایک قدم غرناطہ اور دوسرا مالقہ کی طرف اُٹھ رہا تھا۔لیکن جب وہ سرائے سے نکلا تو اُس کے سامنے صرف ایک منزل تھی۔ایک مظلوم لڑکی کی المناک موت کا حادثہ اس کے اونگھتے ہوئے ضمیر کے لئے آخری جھٹکا تھا۔اس کے ڈگمگاتے ہوئے پاؤں سنبھل چکے تھے۔قوم کی ایک بیکس لڑکی کی جگر دوز چیخوں نے غرناطہ کے وزیرِ اعظم کو ان لوگوں کی صف میں لا کھڑا کیا تھا جنہیں حالات فتح وشکست سے بے نیاز ہو کر لڑنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔طریف کے سامنے اب صرف ایک ہی راستہ تھا۔

جب صبح کے آثار نمودار ہو رہے تھے اُس نے ایک ندی کے کنارے گھوڑا روکا اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔اب نماز کا وقت ہے۔

ندی سے وضو کرنے کے بعد طریف اور اس کے ساتھ قبلہ رو کھڑے ہو گئے اور جب نماز کے بعد طریف نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے تو الفاظ کی بجائے اُس

کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔طریف نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا انتہائی کوشش کے بعد اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔

میرے مولی! ہم عزت کی زندگی کے راستے سے بہت دور آ چکے ہیں۔اب شاید ہمارے آنسو ہمارے دامن کی سیاہی نہ دھو سکیں۔ہم نے تیرے احکام سے بغاوت کی اور تیری رحمت سے انکار کیا اور اب جب کہ ہمارے سامنے ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہم تجھ سے عزت کی موت مانگتے ہیں نہیں عزت کا لفظ ہم جیسے انسانوں کے لئے نہیں ہم اس قابل بھی نہیں کہ عزت کی موت کا تصور کر سکیں۔ہم فقط اپنے ضمیر کے عذاب سے چھٹکارا چاہتے ہیں۔ہمارے لئے زندگی کا ہر لمحہ موت سے کہیں زیادہ تلخ ہے۔اب تیری زمین کے لئے ہمارا بوجھ ناقابل برداشت ہو چکا ہے۔

یہ دعا جو آنسوؤں کے ساتھ شروع ہوئی تھی آنسوؤں کے ساتھ ختم ہوئی۔طریف اور اُس کے ساتھ اُٹھ کر پھر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

ندی عبور کرنے اور گنجان درختوں میں سے گزرنے کے بعد طریف کو غرناطہ کی مساجد کے مینار اور الحمراء کے گنبد دکھائی دے رہے تھے۔اُس نے افق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔وہ دیکھو! غرناطہ! ہمارا غرناطہ۔حسن! یہ اندلس میں ہمارا آخری قلعہ ہے۔ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ہمیں خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔اگر غرناطہ کی دس لاکھ کی آبادی میں سے ایک لاکھ نوجوان زندہ رہنے کا عہد کر لیں تو اُنہیں کون مٹا سکتا ہے۔کیا سرحدی عقابوں کی مٹھی بھر جماعت نے بارہا فرڈی نیڈ کی ٹڈی دل فوج کے دانت کھٹے نہیں کئے؟ کیا طارق کے ایک ہزار جانبازوں نے راڈرک کی سطوت کے ایوانوں کی اینٹ سے اینٹ نہیں بجادی تھی۔

جب ہم ہزاروں کی تعداد میں تھے تو ہم نے دشمن کی بڑی سے بڑی طاقت کو شکست دی اور آج ہماری تعداد لاکھوں میں ہے۔ کیا ہم ہمیشہ کے لئے فرڈی نیڈ کی غلامی کی ذلت قبول کرلیں گے۔ کیا ہمارے پاس وہ تلواریں نہیں جو ہمارے اسلاف ۔۔۔

طریف اپنا فقرہ پورا نہ کر سکا۔ درختوں کی آڑ سے ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور طریف کی پسلی میں پیوست ہوگیا۔ وہ اُف کہہ کر جھکا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور تیر اس کی پیٹھ میں لگا۔ طریف کے ساتھیوں نے گھوڑوں کی باگیں موڑلیں لیکن اتنی دیر میں چند تیر آئے اور طریف کا ایک ساتھ زخمی ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی درختوں کے عقب میں گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔

طریف نے بلند آواز میں کہا۔ حسن! اُن کے تعاقب کے لئے مت جاؤ میرا بہت سا کام باقی ہے۔

طریف نے اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور اُس کے ساتھی جو غصے کی حالت میں ہونٹ کاٹ رہے تھے اس کے پیچھے ہو لئے۔ تھوڑی دور آگے جا کر حسن نے اپنا گھوڑ اطریف کے قریب لاتے ہوئے کہا۔ ذرا گھوڑا روکئے میں یہ تیر نکال دوں۔

نہیں میرے لمحات بہت قیمتی ہیں۔ اب وقت ضائع نہ کرو۔

آپ اس حالت میں زیادہ دور نہیں جاسکتے۔ کم از کم مجھے اپنے زخم دیکھنے دیجئے۔ یہ کہتے ہوئے حسن نے ہاتھ بڑھا کر طریف کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور دوسرے ہاتھ سے اپنے گھوڑے کی باگ کھینچ لی۔

طریف نے گھوڑے سے اُترتے ہوئے کہا۔ تم بہت ضدی ہو حسن! وہ گھوڑے کے ساتھ اپنا سینہ لگا کر کھڑا ہوگیا اور زین کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بولا۔ جلدی کرو۔

حسن نے جلدی سے اپنا عمامہ اُتار کر اپنے ایک ساتھی سے کہا۔ اسے دو حصوں میں پھاڑ ڈالو۔

دو آدمیوں نے گھوڑوں سے اُتر کر طریف کو سہارا دینے کی کوشش کی لیکن اُس نے جھنجھلا کر کہا۔ میں ٹھیک ہوں حسن جلدی کرو۔

حسن نے اچانک ایک تیر نکال کر پھینک دیا لیکن دوسرا تیر نکالتے وقت طریف بیہوش ہو چکا تھا۔ دونوں زخموں پر پٹیاں باندھنے کے بعد طریف کو اس کے ساتھیوں نے زمین پر لٹا دیا۔ تھوڑی دیر بعد طریف نے ہوش میں آکر آنکھیں کھولیں اور پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد اُٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن حسن نے کہا۔ اس حالت میں گھوڑے پر سفر کرنا ٹھیک نہ ہوگا۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم آپ کو پاس کی بستی میں چھوڑ کر غرناطہ سے کوئی جراح لے آئیں

طریف نے اُٹھ کر فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔ نہیں میں فقط اپنا آخری فرض پورا کرنے کے لئے زندہ ہوں۔

طریف گھوڑے پر سوار ہوا لیکن کوئی آدھ میل جانے کے بعد حسن نے محسوس کیا کہ اس کا گھوڑے کی زین پر جم کر بیٹھنا مشکل ہے۔ وہ کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف جاتا تھا۔ گھوڑی کی باگ دوڑ پر اُسکی گرفت ڈھیلی ہو رہی تھی۔ حسن اپنا گھوڑا قریب لے گیا اور اُس نے طریف کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے اپنے گھوڑے پر ڈال لیا۔

طریف نے کراہتے ہوئے کہا۔ مجھے موسیٰ کے پاس لے چلو!

(۵)

سرسبز باغات میں سے گزرنے کے بعد حسن نے ایک پرانے مکان کی چار

دیواری کے آہنی پھاٹک کے سامنے گھوڑا روکا۔ ایک حبشی غلام نے پھاٹک کی سلاخوں سے جھانک کر باہر دیکھا۔

حسن نے کہا۔ دروازہ کھولو۔ جلدی کرو۔

حبشی نے حسن اور اس کے ساتھیوں کو پہچانتے ہی دروازہ کھول دیا۔ مکان کی ڈیوڑھی عبور کرنے کے بعد حسن کشادہ صحن میں داخل ہو۔ اتنی دیر میں چند غلام اور نوکر جمع ہو گئے اور وہ حسن کے اشارے پر طریف کو گھوڑے سے اُتار کر ایک کمرے میں لے گئے۔ طریف بے ہوش تھا۔ حسن نے نوکروں سے کہا۔ یعقوب کو ذرا بلاؤ۔

ایک حبشی بھاگ کر باہر نکلا اور جلد ہی واپس آ کر بولا وہ آ رہا ہے۔

ایک اُدھیر عمر لیکن قوی ہیکل آدمی اندر داخل ہوا۔ طریف کو بے ہوشی کی حالت میں بستر پر دیکھ کر اُس نے جواب طلب نگاہوں سے حسن کی طرف دیکھا۔

حسن نے کہا یعقوب آقا کا حکم ہے کہ موسیٰ کو فوراً قید سے نکال کر یہاں لے آؤ۔

یعقوب نے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں پہلے حسن اور پھر اُس کے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ اس کی خاموش نگاہیں اس غیر متوقع حکم کے خلاف احتجاج کر رہی تھیں

حسن نے کہا۔ یعقوب! وقت ضائع نہ کرو جلدی کرو۔

یعقوب نے قدرے جرات سے کام لیتے ہوئے کہا۔ لیکن آقا بے ہوش ہیں اور جب تک وہ خود مجھے حکم نہ دیں۔۔۔۔

حسن نے گرج کر کہا۔ آقا کی طرف سے میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ جلدی کرو۔

لیکن وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

شیر لومڑیوں پر ہاتھ نہیں اُٹھایا کرتے۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔

تھوڑی دیر بعد حسن، یعقوب اور ایک غلام اس مکان کے دوسرے سرے پر ایک تنگ برآمدے سے گزرتے ہوئے ایک کوٹھڑی کے آہنی دروازے کے سامنے رُکے۔ بربری نے دروازے کا تالہ کھولا۔ کوٹھڑی کے ایک سرے پر پتھر کی تنگ سیڑھی نیچے کی طرف اُترتی تھی۔ کوئی بیس سیڑھیاں اُترنے کے بعد یہ لوگ ایک آہنی سلاخوں والے دروازے کے سامنے رُکے۔ یعقوب نے دروازہ کھولا۔ اندر سخت اندھیرا تھا۔ یعقوب نے دروازے کے قریب دیوار کے ساتھ ایک لوہے کی چرخی کو گھمایا تو سامنے کی دیوار میں چھت کے قریب ایک چھوٹا سا روزن کھل گیا اور کمرے میں دھندلی سی روشنی آگئی۔ یہ کمرہ خالی تھا اور ایک آدمی دائیں ہاتھ دوسری کوٹھڑی کے تنگ دروازے کی آہنی سلاخوں کے پیچھے کھڑا اپنی تنہائی میں مخل ہونے والوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ یہ موسیٰ ابن ابی غسان تھا۔ سطوت و جبروت کا پیکرِ مجسم جس کا مرجھایا ہوا چہرہ بھی دیکھنے والوں کے دل دہلا دینے کے لئے کافی تھا۔

حسن نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔ ہم طریف بن مالک کے حکم سے آپ کو قید سے نکالنے آئے ہیں۔

موسیٰ خاموشی سے حسن کی طرف دیکھتا رہا۔ حسن نے پھر کہا۔ وہ زخمی ہے اور اس کی آخری خواہش یہ ہے کہ آپ اسے پاؤں پر گرنے کا موقع دیں۔ ہم اُسے بے ہوشی کی حالت میں یہاں لائے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ اُسے معاف نہیں کریں گے۔ لیکن وہ توبہ کر چکا ہے۔ اور اب تھوڑی دیر میں شاید اُس کا معاملہ خدا کے سامنے ہوگا۔ ہم سب آپ کے مجرم ہیں اور اگر آپ سزا دینا چاہیں تو ہماری طرف سے سرتابی نہیں ہوگی۔

حسن کے اشارے پر یعقوب نے ڈرتے ڈرتے دروازہ کھول دیا۔ موسیٰ کوٹھڑی سے باہر نکل ایک لمحہ کے لئے خاموش کھڑا رہا۔ اور پھر بولا میری سمجھ میں نہیں آتا طریف ابوعبداللہ کے لئے ہر گناہ کر سکتا تھا اس پر یہ عتاب کیسے نازل ہوا۔

حسن نے جواب دیا۔ طریف کو فرڈی نیڈ کے آدمیوں نے زخمی کیا ہے۔ آپ تمام معاملات سے باخبر ہونے کے بعد اُسے شاید قابلِ معافی سمجھیں لیکن اب اس کی زندگی کا چراغ ٹمٹمارہا ہے۔ وہ آپ کا منتظر ہے وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔

موسیٰ نے کہا چلو!

(٦)

طریف نے درد سے کراہتے ہوئے کہا، جلدی کرو مجھے موسیٰ کے پاس لے چلو اس کے ایک ساتھی نے کہا حسن موسیٰ کو لینے گیا ہے۔ وہ آہی رہے ہوں گے

۔

طریف نے آنکھیں کھول کر ادھر اُدھر دیکھا اور اُٹھ کر بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ میں اس حالت میں اُسے دیکھنا نہیں چاہتا۔ مجھے اس کی کوٹھڑی کے سامنے لے چلو۔ میں اس قابل نہیں کہ وہ میرے پاس آئے جلدی کرو۔

طریف نے اپنے پاؤں بستر سے نیچے لٹکا دئے۔ دو آدمیوں نے اُسے سہارا دیا جب اسے دروازے سے باہر نکالا گیا تو ایک حبشی غلام نے کہا۔ وہ آرہے ہیں۔

طریف نے کہا مجھے چھوڑ دو۔ مجھے سہارے کی ضرورت نہیں۔ نوکروں نے اپنی مرضی کے خلاف اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ طریف نے چند قدم اُٹھائے۔ برآمدے کے دوسرے سرے پر اُسے موسیٰ دکھائی دیا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا اور برآمدے کے ستون کے ساتھ لپٹ کر

کھڑا ہو گیا۔ موسیٰ اس کے قریب پہنچ کر رکا اور تذبذب کی حالت میں اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ طریف کے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔ موسیٰ تمہارا مجرم موت کے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ لیکن اس سے پہلے ۔۔۔۔۔ اس سے پہلے

طریف ستون کا سہارا چھوڑ کر ایک قدم آگے بڑھا اور بے اختیار موسیٰ کے پاؤں پر گر پڑا۔ موسیٰ ایک ثانیہ کے لئے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر اس نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی لیکن اس کے پاؤں طریف کے بازوؤں کی گرفت میں تھے۔ بے ہوشی کی حالت میں یہ گرفت کافی مضبوط تھی۔ اچانک موسیٰ نے محسوس کیا کہ اس کے پاؤں بھیگ رہے ہیں۔ طریف اس کے پاؤں پر آنسوؤں کی پونجی لٹا رہا تھا نہیں یہ آنسو نہ تھے۔ موسیٰ کا دل پر چرکا لگا۔ وہ ماضی کی تمام تلخیوں کو بھول چکا تھا۔ اُس نے جھک کر طریف کو اُٹھایا۔ آنسوؤں کی بجائے اس کے منہ سے خون کی دھار بہہ رہی تھی۔ موسیٰ اُسے اٹھا کر اندر لے گیا۔ اُسے بستر پر لٹا کر ہوش میں لانے کی کوشش کی لیکن تھکا ہوا مسافر اپنی آخری منزل پر پہنچ کر دم توڑ چکا تھا۔

موسیٰ نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور ضبط کی کوشش کے باوجود اس کے آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ یہ آنسو طریف کے چہرے پر گرے۔ ابو موسیٰ نے اُس کا سر اپنی گود سے اُٹھا کر تکیے پر رکھ دیا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ طریف! تم ہمارے تھے۔

نئے ولولے

(۱)

موسیٰ مدت کے بعد پھر ایک بار ندی کے اس پل کے قریب کھڑا تھا جس کے دوسرے کنارے سے سرحدی عقاب کی آزاد مملکت شروع ہوتی تھی۔ پل کے پاس اسی درخت کے ساتھ اسی طرح لکڑی کا ایک تختہ لٹک رہا تھا۔ لیکن اُس پر لکھی تحریر اس تحریر سے مختلف تھی جسے موسیٰ نے شاہین کی وادی میں پہلی بار داخل ہوتے وقت پڑھا تھا۔ اس تحریر کے الفاظ یہ تھے۔

اس ندی کے پار سرحدی عقاب کی مملکت ہے۔ کسی ایسے شخص کو جو غدار ابو عبداللہ کی بادشاہت تسلیم کر چکا ہو اس وادی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ نصرانیوں کے مظالم سے پناہ لینے والے مسلمانوں کو اس وادی میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔ لیکن دشمن کے جاسوس کی سزا موت ہے۔

عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ موسیٰ نے گھوڑے سے اُتر کر اُسے ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا اور ندی کے پانی سے وضو کرنے کے بعد سر سبز گھاس پر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ کوئی پچیس کے لگ بھگ مسلح نوجوان درختوں کی آڑ سے نمودار ہوئے اور موسیٰ کے قریب جمع ہو گئے۔ موسیٰ نماز سے فارغ ہو کر اُٹھا اور اُن کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ میں تمہارے امیر سے ملنا چاہتا ہوں۔ میرا نام موسیٰ ہے۔

موسیٰ! آپ؟ ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر اُسے غور کے ساتھ دیکھتے ہوئے کہا آپ زندہ تھے! لیکن اتنی دیر آپ کہاں رہے؟ نوجوان کی پریشانی مسرت میں تبدیل ہو رہی تھی۔

موسیٰ نے کہا اپنے امیر سے کہو کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی

اجازت چاہتا ہوں۔ میں یہاں ٹھہر کر اُن کے حکم کا انتظار کروں گا۔

نوجوان نے جواب دیا۔ غرناطہ کے شیر کو عقاب کی وادی میں داخل ہونے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں۔

یہ نوجوان مجاہدین کے اس گروہ کا سالار تھا۔ اُس کے اشارے پر ایک سپاہی موسیٰ کا ساتھ ہو لئے اور باقی پھر درختوں کی آڑ میں روپوش ہو گئے۔ جنگل اور پہاڑ کے تنگ و تاریک راستوں سے گزرنے کے بعد آدھی رات کے قریب وہ ایک قلعے کے دروازے کے سامنے پہنچے۔ موسیٰ کی توقع کے خلاف قلعے کا دروازہ کھلا تھا اور باہر چند آدمی کھڑے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ اُن میں سے ایک کے ہاتھ میں مشعل تھی۔ موسیٰ دروازے کے قریب پہنچا تو ایک شخص نے آگے بڑھ کر اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ موسیٰ گھوڑے سے اُترا اور مشعل کی دھندلی روشنی میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ کون بشیر! بشیر بے اختیار اس کے ساتھ لپٹ گیا۔ جذبات کے ہیجان میں بشیر بار بار یہ الفاظ دہرا رہا تھا۔ آپ کہاں تھے؟

آپ نے اپنے متعلق ہمیں اتنی دیر بے خبر کیوں رکھا؟ یہ ایک خواب تو نہیں۔

بشیر کی گرفت سے علیحدہ ہونے کے بعد موسیٰ دوسرے آدمیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک سیاہ پوش نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ موسیٰ نے اُس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے بشیر کی طرف دیکھا اور بشیر نے کہا۔ یہ منصور بن احمد ہیں۔

منصور کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد موسیٰ کی نظر ابو محسن پر جا پڑی۔ ابو محسن بے حس و حرکت کھڑا اپنے سالار کی طرف دیکھ رہا تھا۔ موسیٰ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ابو محسن! تم مجھے نہیں پہچانتے؟

ابو محسن نے فرطِ عقیدت سے موسیٰ کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔

وہ قلعے کے اندر داخل ہوئے۔ایک وسیع کمرے میں دستر خوان بچھا ہوا تھا۔

موسیٰ نے کہا۔

آپ نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔

بشیر نے جواب دیا۔ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔

تو دروازے پر بھی میرا ہی انتظار ہو رہا تھا لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں آرہا ہوں۔منصور نے جواب دیا۔جب آپ ہماری سرحد سے چار کوس کے فاصلے پر تھے تو ہمیں معلوم ہو چکا تھا کہ ایک مہمان آرہا ہے اور مغرب کی نماز سے تھوڑی دیر بعد ہمیں یہ اطلاع مل گئی کہ ہمارا مہمان کون ہے؟

دستر خوان پر بیٹھنے کے بعد موسیٰ کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر آگیا جب وہ الزغل کے ساتھ پہلی بار عقاب کی وادی میں داخل ہوا تھا۔وہ جنگل کی اس دعوت کا تصور کر رہا تھا جس میں ان کا میزبان بدر بن مغیرہ تھا۔آج جب بدر بن مغیرہ کی بجائے منصور بن احمد نے اس کے ہاتھ دھلائے تو اُسے اچانک اس محفل میں اجنبیت کا احساس ہوا۔بشیر کی بے تکلفی اور منصور کے خلوص کے باوجود وہ اس محفل میں ایک تنہائی محسوس کر رہا تھا۔اس نے بدر بن مغیرہ کا ذکر چھیڑنا چاہا لیکن وہ بول نہ سکا۔میزبان اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ ان کا مہمان کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے۔

بشیر نے کہا۔شروع کیجئے۔

موسیٰ نے غیر ارادی طور پر ایک لقمہ اٹھایا لیکن اس کی بھوک مر چکی تھی۔اس کا ہاتھ منہ تک پہنچتے پہنچتے رک گیا۔اس کی آنکھوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہونے لگے۔اس کے منہ سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔بدر!بدر!!اور اُس

نے اٹھایا ہوا نوالہ پھر دستر خوان پر رکھ دیا۔

میزبان انتہائی پریشانی کی حالت میں اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ موسیٰ نے اپنا چہرہ آستین میں چھپالیا۔ وہ مجاہد جس کے سامنے شیروں کے دل دہل جاتے تھے ۔جس نے ساری عمر طوفانوں سے لڑنا اور بجلیوں سے کھیلنا سیکھا تھا، جو موت کے بھیانک چہرے کے سامنے قہقہہ لگانے کی جرات رکھتا تھا اس بھری محفل میں رو رہا تھا۔ اس معصوم بچے کی طرح جس کا عزیز ترین کھلونا ٹوٹ چکا ہو۔ معاف کیجئے مجھے بھوک نہ تھی۔ موسیٰ بھرائی ہوئی آواز میں یہ کہہ کر اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

میزبانوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ منصور نے کہا۔ تھوڑی دیر انتظار کرو میں ابھی آتا ہوں۔ بشیر! تم میرے ساتھ آسکتے ہو۔

موسیٰ صحن میں کھڑا آسمان کے جگمگاتے ہوئے ستاروں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

بدر! بدر!! اس نے ہچکی لیتے ہوئے کہا۔

منصور نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ یہ مایوسی غرناطہ کے مجاہد اعظم کی شان کے شایاں نہیں۔ غرناطہ کا انجام بہت الم ناک ہے۔ لیکن ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔

ابو موسیٰ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں اس وقت غرناطہ کے متعلق نہیں سوچتا منصور! تم نہیں جانتے ٹوٹی ہوئی دیواریں پھر کھڑی کی جاسکتی ہیں ۔ قلعے دوبارہ تعمیر کیے جاسکتے ہیں۔ اور قوم کی مردم شماری میں بھی اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن وہ مسیحا جو مردہ اقوام کی رگوں میں ایمان کی حرارت پیدا کرتے ہیں۔ بار بار پیدا نہیں ہوتے۔ بدر ہماری قوم کا مسیحا تھا۔ لیکن ہم نے اُسے تختہ دار پر لٹکا دیا۔ وہ اس مردہ قوم کی رگوں میں زندگی کے خون کا آخری قطرہ تھا۔ وہ ہماری تلوار تھا جو

ٹوٹ گئی، وہ ہمارا بازو تھا جو کٹ گیا، وہ ایک آفتاب تھا جو غروب ہو چکا ہے اور ہم تاریکی میں بھٹک چکے ہیں۔

(۲)

قلعے سے باہر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ منصور نے بشیر کی طرف دیکھا اور بشیر اس کا اشارہ سمجھ کر قلعے کے دروازہ کی طرف چل دیا۔

منصور نے موسیٰ سے کہا۔ آپ تھکے ہوئے ہیں چلئے اندر بیٹھیں۔

ابو موسیٰ کچھ کہے بغیر منصور کے ساتھ چل دیا۔ پتھر کی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ بالائی منزل کے ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ اندر شمعیں جل رہی تھیں۔ منصور کے اشارے پر ابو موسیٰ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ منصور اس کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اگر قدرت ایک معجزہ کر سکتی ہے تو وہ دوسرا معجزہ بھی کر سکتی ہے۔ ہم آپ کے متعلق نا اُمید ہو چکے تھے۔ آج ہمیں آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے آدمیوں کا دھوکا ہوا ہے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ جس طرح ہمیں موسیٰ مل گیا ہے اُسی طرح آپ کو بدر مل جائے؟ کیا آپ کی طرح وہ بھی روپوش نہیں ہو سکتا۔

موسیٰ نے قدرے پُر امید ہو کر منصور کی طرف دیکھا لیکن پھر مایوس ہو کر کہنے لگا۔ حالات نے تمہیں بھی میری طرح شاعر بنا دیا ہے۔ مایوسی ہر شخص کو شاعر بنا دیتی ہے۔ میں سارا راستہ دل کو یہ جھوٹی تسلی دیتا آیا تھا کہ بدر بن مغیرہ زندہ ہے ممکن ہے کہ وہ شخص جسے ابو عبداللہ نے قتل کیا ہو کوئی اور ہو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ قتل ہونے کی بجائے میری طرح قید میں ہو اور تمہارے دستر خوان پر بیٹھتے وقت بھی میری نگاہیں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ میں قدرت کے معجزے کا انتظار کر رہا تھا اور جب تم نے

مجھے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے کے لئے کہا تو امید کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بجھ گیا۔ یہ حقیقت میرے لئے ناقابل برداشت تھی کہ اس محفل میں بدر بن مغیرہ کی جگہ خالی ہو چکی ہے۔ اگر میں آتے ہی اس کا ذکر چھیڑ دیتا تو مجھ سے دسترخوان پر بچوں کی سی حرکت سرزد نہ ہوتی۔ لیکن میں اُسے مردہ نہیں بلکہ زندہ سمجھ کر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اپنے منہ سے کچھ کہنے کی بجائے میں آپ کی زبان سے سُننا چاہتا تھا۔ منصور! میں زندگی اور موت کے مفہوم سے ناآشنا نہیں۔ مرنے والوں کی یاد نے مجھے کبھی نہیں ستایا۔ خواب میں بھی میں انہیں اس دنیا کی بجائے ہمیشہ کسی اور دنیا میں دیکھا ہے۔ ہماری دوستی کا زمانہ بہت مختصر تھا لیکن اس کے باوجود میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس دنیا میں وہ مجھ سے بہت زیادہ قریب تھا بلکہ وہ میرے وجود کا ایک حصہ تھا۔

دروازے سے باہر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ منصور نے اپنے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ آپ بدر بن مغیرہ سے ابھی ملنا چاہتے ہیں ۔

ایک لمحہ کے لئے موسیٰ مبہوت سا ہو کر منصور کی طرف دیکھتا رہا۔ باہر سے پاؤں کی آہٹ پا کر دروازے کی طرف متوجہ ہوا اور اچانک اس کی تمام حسیات سمٹ کر آنکھوں میں آ گئیں۔ بدر بن مغیرہ سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق اس کے سامنے تھا۔

ایک ثانیہ کے لئے موسیٰ بے حس و حرکت کرسی پر بیٹھا رہا۔ آہستہ آہستہ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ اس کے ہونٹ کپکپائے۔ وہ چلایا۔ بدر! بدر!!

بدر نے ایک قدم آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلائے۔ موسیٰ اُٹھا اور اس کے ساتھ لپٹ گیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ بدر! تم زندہ ہو میرے دل نے مجھے دھوکا نہیں دیا۔ میرے

دوست! میرے رفیق!! میرے بازو!!

بدر کی آنکھوں میں آنسو آچکے تھے لیکن وہ خاموش تھا اور جب وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے تو موسیٰ منصور کی طرف متوجہ ہوا۔تم دونوں بہت ظالم ہو ۔تم نے مجھے یہاں آتے ہوئے کیوں نہ بتایا۔

منصور نے جواب دیا۔کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اتنی دیر روپوش رہنے کے بعد آپ کسی سزا کے مستحق نہ تھے۔بدر سے پوچھئے وہ آپ کے لئے کس قدر بے قرار تھا۔ تاہم ہماری نیت یہ نہ تھی کہ آپ کو پریشان کیا جائے۔بدر ابھی باہر سے آیا ہے اگر ہم آپ کو پہلے بتا دیتے تو آپ کے لئے انتظار کے چند لمحات بھی ناقابل برداشت ہوتے۔

بشیر نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔دستر خوان پر آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ آیئے!

بدر نے موسیٰ کی طرف دیکھا اور کہا۔آپ چلیں میں لباس تبدیل کر کے آتا ہوں۔

کھانا کھانے کے بعد بدر بن مغیرہ، موسیٰ، بشیر اور منصور اور ابو محسن پھر اُسی کمرے میں آگئے۔اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔موسیٰ طویل سفر کے بعد یہاں پہنچا تھا۔اور بدر بھی اپنی ایک دور افتادہ چوکی سے اس قلعے تک پہنچنے میں تین گھوڑے تبدیل کر چکا تھا لیکن اس غیر متوقع ملاقات کے بعد کسی کو نیند یا تھکاوٹ کا احساس نہ تھا۔دونوں نے اپنی اپنی سرگزشت سنائی۔اس کے بعد حال اور مستقبل کے متعلق بحث شروع ہوئی۔

موسیٰ نے ابو محسن سے چند سوالات پوچھنے کے بعد کہا۔میں قید سے رہا ہونے

کے بعد ایک تاجر کا بھیس بدل کر غرناطہ گیا تھا۔ وہاں میں نے صرف دو دن قیام کیا اور ان دو دنوں میں اپنے عوام کے متعلق میں نے جو رائے قائم کی ہے وہ یہ ہے کہ اب وہ ذلت کی موت سے بچنے کے لئے ہمارا ساتھ دیں گے۔ فرڈی نیڈ کے متعلق اب کسی کو غلط فہمی نہیں۔ دوسرے شہروں سے قریباً چار لاکھ مہاجر غرناطہ میں داخل ہو چکے ہیں اور اُن کی مظلومیت کی داستانیں سُن کر غرناطہ کے ہر باشندے کو یہ یقین ہو چکا ہے کہ اگر ابو عبداللہ نے فرڈی نیڈ کی افواج کے لئے غرناطہ کے دروازے کھول دے تو ان کا انجام مالقہ اور دوسرے شہروں کے مسلمانوں سے مختلف نہ ہوگا۔ رضا کاروں کے دستے شہر کے دروازوں پر پہرہ دے رہے ہیں۔ الحمراء کے دروازے پر ابو عبداللہ کے خلاف شب و روز مظاہرے ہوتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ابو عبداللہ نے عوام کے جذبات کا احترام نہ کیا تو فوج عوام کا ساتھ دے گی اور غداروں کی جماعت بھی اب یہ محسوس کر رہی ہے کہ انہیں اپنے محل فرڈی نیڈ کے سپاہیوں کے لیے خالی کرنے پڑیں گے۔ پہلے اُنہیں یہ یقین تھا کہ وہ ابو عبداللہ کی حکومت اور فرڈی نیڈ کی سرپرستی سے فائدہ اُٹھا کر عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹیں گے۔ لیکن اب اُن پر یہ خوف طاری ہو رہا ہے کہ اگر غرناطہ فرڈی نیڈ کے قبضے میں چلا گیا تو انہیں اپنے سے زیادہ خطرناک اور بے رحم ڈاکوؤں سے واسطہ پڑے گا۔ طریف کے ایک ساتھی نے ابو عبداللہ کو اس کا آخری پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور ابو عبداللہ اور اس کے ساتھی محسوس کر رہے ہیں کہ اگر فرڈی نیڈ کے آدمی طریف جیسے آدمی کو قتل کر سکتے ہیں تو اُن میں سے کسی کو بھی اپنے متعلق خوش فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ فرڈی نیڈ غرناطہ پر حملہ کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا۔ وقت تھوڑا ہے اور ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔

بدر نے کہا۔فرڈی نیڈ کی افواج مالقہ سے روانہ ہو چکی ہیں۔مجھے آج دوپہر یہ اطلاع مل گئی تھی۔

موسیٰ نے چونک کر کہا۔اگر یہ صحیح ہے تو میرا غرناطہ فوراً پہنچنا ضروری ہے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔میرا خیال ہے کہ آپ ابھی تک غرناطہ کے لوگوں کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں

موسیٰ نے کہا۔جب میں یہ سمجھتا تھا کہ اہل غرناطہ عزت کی زندگی کے حصول کے لئے ہمارا ساتھ دیں گے تو یہ ایک خوش فہمی تھی لیکن اب وہ ذلت کی موت سے بچنا چاہتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ جب اُن کے سامنے موت کے سوا کوئی راستہ نہ ہوگا تو وہ ذلت کی موت پر عزت کی موت کو ترجیح دیں گے۔فرڈی نیڈ کے خلاف ہماری یہ پہلی جنگ ہوگی جس میں شاید قوم کے پرانے غدار اور عافیت پسند لوگ بھی ہمارا ساتھ دیں گے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔اور اس جہاد کے لئے آپ پھر ابو عبداللہ کے مقدس ہاتھ پر بیعت کریں گے۔

موسیٰ نے پریشان ہو کر جواب دیا۔میں ابو عبداللہ کے لئے نہیں غرناطہ کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ہوسکتا ہے کہ اہل غرناطہ کے متعلق مجھے غلط فہمی ہو لیکن آپ کے متعلق مجھے غلط فہمی نہیں۔اگر میں یہاں نہ بھی آتا تو بھی آپ اہل غرناطہ کی مدد کے لئے پہنچتے۔

بدر بن مغیرہ نے ایک لمحہ کے لئے خاموش رہا اور پھر اُٹھ کر کھڑکی کے قریب جا کر باہر جھانکنے لگا۔اس کی پیٹھ موسیٰ کی طرف تھی۔

موسیٰ نے کہا۔بدر!اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ ہم ان حالات میں بھی غرناطہ کی

چار دیواری کی حفاظت کر سکتے ہیں تو میں ایک گمنام سپاہی کی حیثیت میں تمہارے مجاہدین کی جماعت میں شامل ہو جاتا لیکن مجھے یہ یقین ہے کہ ہم تمہاری مدد کے ساتھ یہ جنگ جیت سکتے ہیں غرناطہ میں اس وقت بھی ایک لاکھ سے زیادہ رضا کار بھرتی کئے جا سکتے ہیں۔

بدر بن مغیرہ نے اچانک مُڑ کر موسیٰ کی طرف دیکھا اور کہا۔موسیٰ! تم جانتے ہو کہ میں غرناطہ کو بچانے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا۔لیکن گزشتہ واقعات نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کیا ہم غرناطہ کو بچا سکتے ہیں۔کیا غرناطہ کے لئے ہماری گزشتہ قربانیاں کسی کام آسکیں؟ اور اب بھی اگر ہم غرناطہ کو اپنا دفاعی مورچہ بنائیں تو کیا ہماری مزید قربانیاں رائیگاں نہ جائیں گی؟ ہم کب تک ان گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دیں گے جن کی بنیادیں ہل چکی ہیں اور ہمارا خون کب تک اس درخت کی آبیاری کرتا رہے گا جس کی جڑوں کو کیڑے لگے ہوئے ہیں۔میری باتیں ذرا تلخ ہیں لیکن اب حقیقت کے بھیانک چہرے کو الفاظ کے حسین پردوں میں چھپانے کی کوشش بے سود ہے۔میں یہ ماننے کے لئے تیار ہوں کہ غرناطہ کے عوام اپنی غلطیوں کو محسوس کر رہے ہیں۔ان کے دل میں مدافعت کا جذبہ اُبھر رہا ہے۔اور وہ شاید لڑیں گے لیکن بدقسمتی سے آج بھی ان کا امیر ابو عبداللہ ہے اور آج بھی وہی لوگ برسرِ اقتدار ہیں جن کی غداریوں کے باعث ہماری شاندار فتوحات شکستوں میں تبدیل ہو کر رہ گئیں۔اہل غرناطہ کے کندھوں پر لاشوں کا بوجھ ہے جنہیں آج سے کئی برس پہلے دفن کر دینا ضروری تھا۔تم کہتے ہو کہ لوگ الحمراء کے دروازے پر شب و روز مظاہرے کرتے ہیں۔لیکن کیا ان مظاہروں سے ان کا مقصد یہ نہیں کہ ابو عبداللہ اپنے محل سے نکل کر ان کی راہنمائی کرے۔میں اُن

لوگوں کے متعلق کیا کہوں جو میدان جنگ میں راہنمائی کے لیے ایک بوسیدہ لاش اُٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لیں۔ موسیٰ! الحمراء کی تعمیر میں ہمارے اسلاف کا خون اور پسینہ صرف ہوا ہے۔ لیکن اگر آج اُس کی دیواریں ابو عبداللہ جیسے غداروں کو پناہ دیتی ہیں تو خدا کے لئے اہل غرناطہ سے کہو کہ وہ ان دیواروں کو گرا دیں۔ اگر الحمراء کے دروازے اُن کے ہاتھوں کو قوم کے غداروں کی شہ رگ تک پہنچنے سے روکتے ہیں تو ان دروازوں کو توڑ ڈالو۔ اگر مردوں نے اقتدار سنبھال کر کرسیاں سنبھال رکھی ہیں تو انہیں کرسیوں سمیت دفن کر دو۔

آپ کو غلط فہمی نہ ہو۔ ہماری تلواریں کسی بادشاہ کے لئے بے نیام نہیں ہوئی تھیں۔ ہمیں غرناطہ کے نام نہاد شاہی خاندان سے کوئی محبت نہ تھی۔ ابو الحسن کی دعوت پر ہم نے اس لئے لبیک کہا کہ اس نے قوم کو دشمن کی غلامی سے نجات دلانے کا عہد کیا تھا۔ ہم نے الزغل کی قیادت اس لئے قبول کی کہ وہ قوم کی آزادی کے لئے میدان جنگ میں کودا تھا۔ لیکن ہماری ناکامیوں کا باعث صرف یہ تھا کہ انہوں نے میدان میں کودنے سے پہلے غرناطہ کو منافقین کے وجود سے پاک کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ الزغل کو موقع ملا لیکن اُس نے اپنے بھتیجے کو تختہ دار پر لٹکانے کی بجائے اسے لوشہ کا حاکم بنا دیا اور یہ شہر فرڈی نینڈ کے حوالے کر دیا۔

ابو محسن سے پوچھیے۔ اُسے اہل غرناطہ کی راہنمائی کا موقع ملا لیکن اس نے بھی وہ غلطی کی اس نے رضا کاروں کی فوج تیار کی اور ابو عبداللہ کو اپنا راہنما بنا لیا لیکن ابو عبداللہ کے ساتھ غدار بھی میدان میں پہنچ گئے اور ان کی فتوحات شکست میں تبدیل ہو گئیں۔

موسیٰ! اگر تم جہاد کی دعوت لے کر آئے ہو تو یہاں سے مایوس ہو کر نہیں جاؤ

گے ۔لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ ان تمام واقعات کے بعد بھی ہم عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کا تابوت اُٹھائے پھریں آپ اطمینان رکھیں ۔ہم سیلاب کے سامنے آنکھیں بند کرنے والوں میں سے نہیں لیکن تنکوں کی کشتی پر بیٹھنے کی بجائے ہم اپنے بازووں پر بھروسہ کریں گے ۔ہم ریت کی دیواروں کی پناہ لے کر اپنے آپ کو دھوکا نہیں دیں گے ۔

تم کہتے ہو کہ اب ابو عبداللہ اور اس کے ساتھی اپنے مفاد خطرے میں دیکھ کر عوام کا ساتھ دیں گے لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ کل اگر فرڈی نیڈ اُنہیں یہ یقین دلا دے کہ تمہارا مفاد خطرے میں نہیں تو میں تمہیں عوام کے کندھوں پر سوار رہنے اور قوم کا خون چوسنے کی اجازت دیتا ہوں تو وہ قوم کا ساتھ نہیں چھوڑ دیں گے؟ جب تک یہ لوگ زندہ ہیں غرناطہ کی زندگی خطرے میں ہے اور میں ان کی غیر طبعی زندگی میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا ۔مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا ہوں اس کے باوجود اگر تم حکم دیتے ہو تو میں حاضر ہوں اور میرے تمام سپاہی حاضر ہیں

بدر بن مغیرہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا ۔موسیٰ کچھ دیر سوچتا رہا ۔بالآخر اُس نے کہا ۔ آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فرڈی نیڈ غرناطہ پر حملہ کرنے والا ہے ۔اور خدا شاہد ہے کہ اس وقت میرے سامنے صرف یہ سوال ہے کہ اندلس کے مسلمانوں کے اس آخری حصار کو بچایا جائے ۔ہمارے لئے یہ وقت ابو عبداللہ کے متعلق سوچنے کا نہیں ۔وقت آنے پر ہم سب غداروں سے نپٹ لیں گے ۔کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میرے دل میں ان لوگوں کے لئے کوئی رحم ہو سکتا ہے جن کے باعث ہماری قوم کی ہزاروں بیٹیوں کی عصمت لٹ چکی ہے ۔لیکن اب ایک طرف دشمن ہمارے سینے پر نیزہ تانے کھڑا ہے اور دوسری طرف یہ مجرم ہیں ۔اگر ہم ان کی طرف متوجہ ہو جائیں تو

دشمن کا وار خالی نہیں جائے گا۔ اگر خدانخواستہ فرڈی نیڈ نے غرناطہ فتح کر لیا تو ہم ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔ بدر! میرے سامنے اس وقت کئی لاکھ عورتوں کی عصمت بچانے کا سوال ہے۔ اگر ہم نے نصرانیوں کو پسپا کر دیا تو ان منافقین کے لئے صرف دو ہی راستے ہوں گے۔ یا تو یہ قوم کے پیچھے لگ جائیں گے اور یا قوم کے پاؤں تلے کچلے جائیں گے۔ میں صبح ہوتے غرناطہ چلا جاؤں گا۔ اگر فرڈی نیڈ کا رخ غرناطہ کی طرف ہے تو چند دن تک آپ کو اہل غرناطہ کی قوت مدافعت کا حال معلوم ہو جائے گا۔ اگر مجھے مایوسی ہوئی تو میں یہ سمجھ لوں گا کہ غرناطہ کی بجائے یہ جنگل اور پہاڑ ہمارا آخری حصار ہے۔ میں آپ کے پاس چلا آؤں گا اور وہ لوگ میرے ساتھ ہوں گے جو دشمن کے ساتھ آخری دم تک لڑنے کا فیصلہ کر چکے ہیں

بدر نے کہا۔ یہ آپ کو معلوم ہے کہ جب آپ دشمن کے خلاف تلوار اُٹھائیں گے تو ہماری تلواریں نیام میں نہیں رہ سکیں گی۔ اگر اہل غرناطہ کا کوئی گروہ آخری دم تک لڑنے کا فیصلہ کر چکا ہے تو آپ ان کو یہاں آنے کا مشورہ نہ دیں۔ وہ صرف مایوسی کے وقت یہاں آئیں گے۔ اور یہاں مایوس ہونے والوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ وہ اگر اپنی جگہ پر ڈٹے رہے تو صرف ہم ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر گوشے سے مسلمان اُن کی مدد کے لئے پہنچیں گے۔ ابو عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کے متعلق میں پھر یہ کہوں گا کہ اگر حالات آپ کو ان کی خلاف کسی فوری اقدام کی اجازت نہ دیں تو بھی اُن کی کڑی نگرانی ضروری ہے۔

موسیٰ نے کہا۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں ابو محسن کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔

ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپ ہم میں سے جس کو چاہیں اپنے ساتھ لے

جاسکتے ہیں۔صبح کی نماز کے بعد بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھ موسیٰ اور ابو محسن کو الوداع کہہ رہے تھے۔

(۴)

فرڈی نیڈ نے غرناطہ کا محاصرہ کررکھا تھا۔اس کی ٹڈی دل فوج نے بار بار شہر پناہ پر حملے کیے لیکن ہر بار تیروں کی بارش میں انہیں پیچھے ہٹنا پڑا۔تاہم فرڈی نیڈ اور اس کے سپاہی طاقت کے نشے میں چور تھے۔انہوں نے معمولی نقصانات کی پرواہ نہ اور شہر کا محاصرہ جاری رکھا۔اردگرد کی بستیوں کے لوگ نصرانیوں کی پیش قدمی کی خبر سنتے ہی شہر میں پناہ لے چکے تھے۔فرڈی نیڈ کے سپاہیوں نے ان کے سرسبز باغات برباد اور فصلیں تباہ کرڈالیں۔

اہل شہر کی قیادت موسیٰ کے ہاتھ میں تھی اور اس کی روح پرور تقریروں سے اہل غرناطہ میں ایک نئی زندگی آچکی تھی۔قوم کے افراد کی طرح ابو عبداللہ اور رئس کے ساتھی بھی اُسے پنا راہنما تسلیم کرچکے تھے اور قوم اُن کے گزشتہ گناہ بھول چکی تھی۔علماء اپنے شاگردوں اور عقیدتمندوں اور سردار اپنے اپنے قبائل کی طرف فرڈی نیڈ کے خلاف اعلان جہاد کرچکے تھے۔نوجوانوں کے جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ وہ دو با اثر سرداروں کو فرڈی نیڈ کے جاسوس ہونے جرم میں پھانسی کی سزا دے چکے تھے۔

فرڈی نیڈ کو یقین تھا کہ سامانِ رسد ختم ہونے پر اہل شہر خود بخود ہتھیار ڈال دیں گے۔لیکن ایک دن طلوع آفتاب سے تھوڑی دیر قبل فرڈی نیڈ کی فوج نیند سے بیدار ہورہی تھی ،شہر کے تمام دروازے کھل گئے اور مسلمانوں نے باہر نکل کر حملہ کردیا ۔یہ حملہ فرڈی نیڈ کی توقع کے خلاف تھا۔آن کی آن میں مسلمان قریبا چار ہزار

نصرانیوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکے تھے۔ اتنی دیر میں فرڈی نیڈ کے تیر انداز خندقوں میں جم کر بیٹھ گئے اور اس کی پیادہ اور سوار فوج کو منظم ہونے کا موقع مل گیا۔ موسیٰ نے ایک ہزار جانباز سواروں کے ساتھ شہر کے مغربی دروازے سے نکل کر حملہ کیا اور دشمن کی کئی صفیں درہم برہم کر ڈالیں اور تیر انداز کے اگلے مورچوں پر قبضہ کر لیا۔

جنوبی دروازے سے ابوعبداللہ نمودار ہوا اور دشمن کی فوج کے سپاہی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ غرناطہ کا کٹھ پتلی بادشاہ ابھی تک نیزہ بازی اور شہسواری میں اپنے اسلاف کی روایات نہیں بھولا۔

دوپہر تک فرڈی نیڈ کی فوج ہر محاذ سے پیچھے ہٹتی رہی لیکن تیسرے پہر وہ آخری خندق کے پیچھے اپنی سوار اور پیادہ افواج منظم کر چکے تھے اور غرناطہ کے حملہ آوروں کے لئے آگے بڑھنا ناممکن نہ تھا۔ فریقین کی صفوں کے درمیان تیر کی پرواز حدِ فاصل بن چکی تھی۔ ابوموسیٰ کے پاس پیادہ فوج کی کمی نہ تھی۔ لیکن اُس نے حملے کا حکم نہ دیا۔ اُس کے تیر انداز شہر پناہ کے اردگرد مورچے بنا چکے تھے۔ اس کے سوار چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں آگے بڑھ کر حملہ کرتے اور دشمن کو نقصان پہنچانے کے بعد واپس آ جاتے۔

فرڈی نیڈ بھاری نقصان اُٹھانے کے باوجود اس صورتِ حال سے پریشان نہ تھا۔ اُسے یقین ہو چکا تھا کہ فاقہ کشی نے مسلمانوں کو شہر سے باہر آ کر لڑنے پر مجبور کر دیا ہے اور ایک دو دن میں اُن کی رہی سہی ہمت جواب دے جائے گی۔ اس لئے اُس نے جوابی حملہ کرنے کی بجائے اپنے سپاہیوں کو فقط مدافعت کی جنگ لڑنے کا حکم دیا۔

ظہر کی نماز کے بعد موسیٰ نے شہر کے چاروں طرف اپنی فوج کی صفیں درست کیں اور سالاروں کو حکم دیا کہ وہ آخری حملے کے لیے تیار رہیں۔وقت آنے پر شہر پناہ کے ہر برج سے نقیب اُنہیں آوازیں دیں گے اور وہ آواز سنتے ہی دشمن پر حملہ کر دیں۔

تجربہ کار لوگ اس حملہ کے نتائج کے متعلق پُرامید نہ تھے بلکہ وہ اس حملہ کو خودکشی کے مترادف سمجھتے تھے۔دشمن کے تیراندازوں کے مورچوں پر سیدھا حملہ بہت خطرناک تھا اور اس کے علاوہ فرڈی نیڈ کے سواروں کی تعداد موسیٰ کے سواروں سے کم از کم آٹھ گنا تھی اور پیادہ فوج جس پر موسیٰ کی طاقت کا دارومدار تھا، اس حملے میں زیادہ کام نہیں دے سکتی تھی۔لیکن عوام کو موسیٰ پر اعتماد تھا۔وہ اس کے اشارے پر آگ میں کودنے کے بھی تیار تھے۔

فوج کو ہدایات دینے کے بعد موسیٰ شہر کے دروازے میں داخل ہوا اور گھوڑے سے اُتر کر فصیل پر چڑھ گیا۔باری باری ہر دروازے کے بُرج پر کھڑے ہو کر اُس نے اُفق کی طرف نگاہ دوڑائی۔ڈھلتے ہوئے سائے اُس کی مایوسی میں اضافہ کرنے لگے۔وہ فصیل پر بھاگتا ہوا ایک دروازے سے اُتر کر دوسرے دروازے پر پہنچتا اور پہریداروں سے پوچھتا۔ابھی تک تمہیں کچھ نظر نہیں آیا؟ اور جب پہریدار نفی میں جواب دیتے تو اطمینان کے لئے خود افق کی طرف دیکھتا۔

دوسری طرف فرڈی نیڈ قسطلہ کے بشپ سے کہہ رہا تھا کہ مقدس باپ! آپ دعا کریں کہ دشمن ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ ملتوی نہ کرے۔اگر آپ کی دعا قبول ہوئی تو یہ جنگ آج ہی ختم ہو جائے گی۔اور بشپ مریم کی مورتی کے سامنے دوزانو ہو کر دعا کر رہا تھا۔

(۵)

موسیٰ تیسری بار شہر کے دروازے کے برج کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا کہ اوپر سے پہریدار نے آواز دی۔ اُفق پر گرد دکھائی دے رہی ہے۔ شاید کوئی فوج آرہی ہے۔

موسیٰ بھاگتا ہوا برُج پر پہنچا اور اُفق کی طرف دیکھ کر چلایا۔ وہ آگئے۔ وہ آگئے!! ہمارے عقاب آگئے!!! آج خدا نے ہمیں فتح دی ہے۔

اور جب گرد کے بادلوں میں سوار دکھائی دینے لگے تو موسیٰ کی آنکھوں سے تشکر کے آنسو اُبل پڑے۔ اُس نے برُج سے نیچے دیکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ ہوشیار۔

اور فیصل پر کھڑے ہونے والے نقیبوں نے آن کی آن میں امیر عساکر کی آواز سپاہیوں کے کانوں تک پہنچادی۔ سواروں نے نیزے تان لیے اور پیادوں نے تلواریں سونت لیں۔

موسیٰ نے۔ بڑھو۔ کہا اور فیصل کے ہر کونے سے بڑھو کی آواز گونجی۔ موسیٰ بھاگتا ہوا باہر نکلا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوگیا۔

دوسری طرف فرڈی نیڈ قسطلہ کے بشپ سے کہہ رہا تھا۔ مقدس باپ! آپ دعا قبول ہوئی موت کو دشمن کے دروازے پر دستک دینے کی ضرورت نہیں، اب وہ خود موت کی آغوش کی طرف بڑھ رہا ہے۔

ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری نگاہیں ہلال وصلیب کے علم برداروں کا ایک اور معرکہ دیکھ رہی تھیں۔ اہل غرناطہ تیروں کی بارش میں آگے بڑھے۔ فرڈی نیڈ نے سواروں کو حملے کا حکم دیا اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔

موسیٰ ابوعبداللہ اور ابومحسن شہر کی تین اطراف سے سواروں کے دستوں کی راہنمائی کر رہے تھے۔۔۔۔اور پیادہ فوج تیر اندازوں کے مورچوں پر یورش کر چکی تھی۔موسیٰ شمالی دروازے کی طرف دشمن کی صفوں کو توڑتا ہوا آگے نکل گیا۔ فرڈی نیڈ گھوڑا بھگا کر آگے بڑھا اور بلند آواز میں چلایا۔اس دستے کے ایک سوار کو بھی واپس شہر تک پہنچنے کا موقع نہ دو۔تعاقب مت کرو وہ واپس آئیں گے۔

موسیٰ پانچ سو سواروں کے ساتھ دشمن کی صفوں سے گزرنے کے بعد ایک باغ کے گھنے درختوں کے پیچھے غائب ہو گیا اور فرڈی نیڈ کے تیر انداز اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔لیکن موسیٰ شہر کی دوسری طرف اس کی فوج کے عقب میں جا نکل اور اس کے ساتھ ہی شمال سے ایک نئی فوج نمودار ہوئی۔وہ فوج جس کا موسیٰ اور ابو محسن کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔

سرحدی عقاب کے مجاہد اہل غرناطہ کی مدد کے لئے پہنچ چکے تھے۔بدر بن مغیرہ نے دشمن کے عقب میں تین ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کیا اور آن کی آن میں دشمن کی صفیں روند ڈالیں۔فرڈی نیڈ نے بدحواس ہو کر فوج کو دائیں طرف ہٹنے کا حکم دیا لیکن اتنی دیر میں موسیٰ عقب سے حملہ کر چکا تھا۔اب فرڈی نیڈ کی فوج کے سامنے بدر بن مغیرہ کے سوار تھے اور پیچھے موسیٰ کے جانباز تھے۔تیسری طرف فرڈی نیڈ کی فوج ابوعبداللہ کے سواروں کو پیچھے ہٹا چکی تھی۔لیکن یہاں بھی نصرانیوں کو ایک غیر متوقع مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ان کے عقب سے اچانک دو ہزار سوار نمودار ہوئے اور شام کے دھندلکے میں انہوں نے یہ خیال کیا کہ ان کے لئے کمک پہنچ گئی ہے۔ لیکن جب باہر سے آنے والوں نے اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ حملہ کر دیا تو نصرانی انتہائی انتشار کی حالت میں بائیں طرف ہٹنے لگے۔ابوعبداللہ کی قیادت میں جو سوار

شہر کی طرف پسپا ہو رہے تھے۔ انہوں نے صورت حال کی تبدیلی محسوس کرتے ہی پلٹ کر حملہ کر دیا۔ اب فرڈی نیڈ کی تمام فوج ہر طرف سے سمٹ کر ایک طرف جمع ہو چکی تھی۔ ان کے دائیں اور بائیں بازوؤں پر بدر بن مغیرہ اور منصور بن احمد کے سوار تھے۔ عقب میں موسیٰ کے جانباز اور سامنے غرناطہ کی باقی فوج ابوعبداللہ اور ابومحسن کی قیادت میں لڑ رہی تھی۔ چوتھی طرف شہر پناہ کا وہ حصہ جس کے ساتھ دریا بہتا تھا پرسکون تھا۔

بارھویں رات کے چاند کی روشنی کے باعث جنگ کی تیزی میں کوئی فرق نہ آیا۔ دشمن کی فوج آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی اور ابوموسیٰ کے ساتھ عقب سے حملہ کرنے والے مٹھی بھر جانبازان کا راستہ روکنے کے لئے کافی تھے۔

منصور گھوڑا دوڑا کر دشمن کی فوج کے گرد ایک چکر کاٹنے کے بعد عقب میں پہنچا اور اس نے موسیٰ سے کہا۔ آپ اپنے دستے کو یہاں سے فوراً ہٹا لیں۔

موسیٰ نے کہا۔ لیکن میرے خیال میں یہ بہتر ہوگا کہ میں یہاں سے ہٹنے کی بجائے اپنی فوج کا ایک حصہ یہاں منتقل کر لوں۔ وہ دائیں یا بائیں چکر کاٹ کر یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اگر ہم انہیں دھکیل کر شہر کی طرف لے جائیں تو وہ شہر پناہ پر ہمارے تیر اندازوں کی زد میں آجائیں گے۔

لیکن اگر وہ شہر میں داخل ہو گئے تو؟

میں دروازے بند کرنے کا حکم دے چکا ہوں۔

آپ کی یہ تجویز بُری نہ تھی لیکن شہر کی پیادہ فوج کو اتنی جلدی عقب میں نہیں لایا جا سکتا۔ دشمن کے سواروں کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہے اور اگر وہ دائیں بائیں طرف کترا کر نکلنا چاہیں تو ہم سخت نقصان اُٹھائے بغیر اُنہیں نہیں روک سکیں گے۔

یہ بحث کا وقت نہیں اگر آپ نے تاخیر سے کام لیا تو مجھے ڈر ہے کہ دشمن کو ہماری ایک نہایت اہم چال کا علم ہو جائے گا۔

موسیٰ نے کہا۔ بہت اچھا اگر آپ کی تجویز کے ساتھ بدر بن مغیرہ کو اتفاق ہے تو مجھے یہاں سے فوج ہٹانے میں کوئی اعتراض نہیں۔

ہم دونوں ایک ہی دماغ کے ساتھ سوچتے ہیں۔ آپ یہ محاذ چھوڑ کر دوسری طرف پہنچ جائیں لیکن فوراً ورنہ دشمن چوکنا ہو جائے گا۔ آپ تھوڑی دور پسپا ہوتے جائیں اور پھر دشمن کے پیچھے ہٹنے کا میدان خالی کر دیں۔

یہ جنگ ایک فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔ نصرانی تین اطراف سے دب کر پیچھے ہٹ رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر فرڈی نیڈ اپنے اُن محفوظ دستوں کو میدان میں لانے پر مجبور ہو گیا جو میدان جنگ سے باہر خیموں کی حفاظت کر رہے تھے۔ نصرانیوں کے اُکھڑتے ہوئے پاؤں پھر ایک بار جم گئے۔

اچانک میدان جنگ سے کچھ دور ایک گھنے باغ کے درختوں کی آڑ سے سرحدی مجاہدین کا ایک تازہ دم دستہ نمودار ہوا۔ یہ سوار جن کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ تھی۔ اپنے ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں لئے ہوئے تھے اور اُن کا رُخ میدان جنگ کی بجائے فرڈی نیڈ کی فوج کے پڑاؤ کی طرف تھا۔ پڑاؤ سے حفاظتی دستوں کا بیشتر حصہ میدان میں آ چکا تھا۔ فرڈی نیڈ کے رہے سپاہیوں نے خیموں اور رسد کے ذخیروں کو بچانے کی کوشش کی لیکن برق رفتار سوار ایک طرف سے پڑاؤ میں داخل ہوئے اور خیموں کو آگ لگاتے ہوئے دوسری طرف نکل گئے۔ محافظ فوج ابھی سنبھلنے نہ پائی تھی کہ مشعل برداروں کا ایک اور دستہ عقب سے نمودار ہوا۔

ایک خیمے میں قسطلہ کا بشپ اور اس کے ساتھ کوئی تیس راہبر مریم مقدس کے

مجسمے کے سامنے جھک کر صلیب کی فتح کے لئے دُعائیں مانگ رہے تھے۔ باہر سے پہریداروں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ مقدس باپ خیمے کو آگ لگ چکی ہے۔

خیموں کے علاوہ سوکھی گھاس کے ایک بہت بڑے ذخیرے کو آگ لگ جانے کے باعث روشنی میدان جنگ تک پہنچ رہی تھی۔ نصرانی فوج کے سپاہی اپنے سالاروں اور سالار اپنے سپہ سالار کے حکم کا انتظار کئے بغیر خیموں کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے ساتھ ہی بدر بن مغیرہ کے تمام سواران پر ٹوٹ پڑے۔

پسپا ہونے والی فوج کے لئے اپنے پڑاؤ میں چاروں طرف جلتے ہوئے خیموں کے درمیان کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ آگ کی روشنی میں تعاقب کرنے والے انہیں گھیر گھیر کر موت کے گھاٹ اُتار رہے تھے۔ بدحواس گھوڑے خیموں کی رسیوں میں اُلجھ کر گر رہے تھے۔

فرڈی نینڈ نے پسپائی کا بگل بجانے کا حکم دیا اور اُس کی رہی سہی فوج پڑاؤ میں جلتے ہوئے خیموں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ موسیٰ نے پیادہ فوج کو سامان رسد کے ذخیرے بچانے اور سواروں کو اپنے ساتھ تعاقب جاری رکھنے کا حکم دیا۔

بدر بن مغیرہ اور منصور بن احمد نے دشمن کو دائیں اور بائیں طرف سے گھیر رکھا تھا اور غرناطہ کے سوار اُن کے پیچھے تھے۔ فرڈی نینڈ کی فوج کے لئے فقط سامنے کا راستہ کُھلا تھا۔

کوئی تین کوس دشمن کا تعاقب کرنے کے بعد بدر بن مغیرہ نے موسیٰ کے قریب پہنچ کر بلند آواز میں کہا۔ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک ندی ہے۔ اپنے دستوں کو روکئے۔ دشمن ہمارے آخری وار کی زد میں آ چکا ہے۔ تیر انداز سواروں کو آگے کر دیجئے۔ دشمن بہت جلد واپس آئے گا۔

موسیٰ نے فوج کو رکنے کا حکم دیا۔ وہ یہ سمجھ چکا تھا کہ بدر بن مغیرہ نے اہل غرناطہ کو مصلحتاً اپنی تجاویز سے آگاہ نہیں کیا۔ وہ یہ بھی اندازہ لگا چکا تھا کہ ندی کے پاس پہنچ کر دشمن کے لئے بدر بن مغیرہ کے ترکش کے آخری تیر کس قدر خطرناک اور تباہ کن ثابت ہوں گے۔

فرڈی نیڈ نے یہ سمجھ کر کہ دشمن ان کا تعاقب چھوڑ چکا ہے ندی سے کچھ فاصلے پر گھوڑا روکا۔ اپنے منتشر دستوں کو جمع کیا لیکن دائیں اور بائیں بازو سے دشمن کے سواروں کی آہٹ پا کر اس نے فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ندی کے کنارے پہنچ کر شکست خوردہ فوج کو ایک نئی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ پُل ٹوٹا ہوا تھا اور آس پاس ان سپاہیوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں جنہیں فرڈی نیڈ نے اُس پُل کی حفاظت پر متعین کر رکھا تھا۔

اہل قسطلہ کو پہلی بار یہ احساس ہوا کہ ندی کے پار ایک نئی مصیبت ان کا انتظار کر رہی ہے لیکن فرڈی نیڈ کے لئے سوچنے کا وقت نہ تھا۔ اُس نے فوج کو ندی عبور کرنے کا حکم دیا۔ ندی کا پاٹ زیادہ نہ تھا۔ پانی بھی مشکل سے سواروں کی رکابوں تک پہنچتا تھا لیکن کنارے بلند تھے۔

جونہی اگلی صف کے سواروں کے گھوڑے پانی میں کودے۔ بہتے ہوئے پانی کے دھیمے راگ نے ایک ہنگامے کی صورت اختیار کر لی۔ دوسرے کنارے سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی اور اُس کے ساتھ ہی درختوں کی آڑ سے تیروں کی بارش ہونے لگی۔

سوار زخمی ہو کر پانی میں گر رہے تھے اور گھوڑے بدحواس ہو کر اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں موڑ لیں اور پیچھے ہٹنے لگے اور ندی

سے جو بچ گئے وہ بھی واپس مڑنے لگے۔ اتنی دیر میں دائیں بازو سے تعاقب کرنے والے سواران کے سر پر پہنچ چکے تھے۔ اب صرف عقب خالی تھا لیکن جب وہ پیچھے مڑے تو تھوڑی دور جانے کے بعد موسیٰ کے تیر اندازوں کی زد میں آ چکے تھے۔ تیروں کی زد سے گزرنے کے بعد اُن کے سامنے نیزہ بازوں کی دیوار کھڑی تھی۔ منصور بن احمد دایاں بازو چھوڑ کر غرناطہ کے سواروں کے ساتھ مل چکا تھا۔ اہل قسطلہ دائیں طرف مڑے۔ اب ان کی کوشش یہ تھی کہ ندی کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف بڑھتے جائیں اور کسی محفوظ مقام سے ندی عبور کر لیں لیکن ندی کے دوسرے کنارے اب سواروں کا ایک دستہ ان کے ساتھ ساتھ بڑھ رہا تھا اور وہ بھاگتے ہوئے تیر بھی برساتے جا رہے تھے۔ جنوب کی طرف زونیل عبور کرنے کے سوا اس کے لئے کوئی راستہ نہ تھا۔ یہ ندی جس کے کنارے کے ساتھ ساتھ اُس کی فوج کا تعاقب ہو رہا تھا اسی دریا سے نکلتی تھی۔ عقب اور بائیں ہاتھ سے تعاقب کرنے والے اُنھیں بُری طرح ندی کی طرف دھکیل رہے تھے۔ ندی کے دوسرے کنارے سے تیر اندازوں کا دستہ جو تازہ دم گھوڑوں پر سوار تھا ان پر لگاتار تیروں کی بارش کر رہا تھا۔

دریا کے قریب پہنچتے پہنچتے فرڈی نیڈ کی فوج کے بے شمار گھوڑے اپنے سواروں کے بوجھ سے نجات حاصل کر چکے تھے۔ مجاہدین نیزوں کی بجائے تلواروں سے ان کا قتل عام کر رہے تھے۔ ان کے بازو شل ہو چکے تھے لیکن فتح کی خوشی میں ہر شخص دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ بدر بن مغیرہ کو اپنے بائیں ہاتھ غرناطہ کا ایک سوار دکھائی دیا۔ چاند کی روشنی میں اس کی زرہ اور خود چمک رہے تھے لیکن بدر بن مغیرہ کو جس چیز نے اُس کی طرف متوجہ کیا وہ اس کا خوب صورت گھوڑا تھا۔ یہ سوار دشمن کے چند سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر آگے نکل گیا۔ قسطلہ کے

ایک سوار نے اُس کے نیزے سے زخمی ہو کر اپنا گھوڑا موڑ کر اُس پر حملہ کیا۔غرناطہ کے سوار نے اپنی تلوار سے اُس کا وار روکا لیکن اتنی دیر میں پیچھے سے قسطلہ کا ایک اور سپاہی اسے نیزے سے زخمی کر کے آگے نکل گیا۔اس سوار نے زخمی ہونے کے باوجود اپنا گھوڑا نہ روکا اور یکے بعد دیگرے دو اور آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا

۔

بدر بن مغیرہ کے منہ سے بے اختیار تحسین کے الفاظ نکل گئے ۔اور اس نے قریب پہنچ کر کہا۔میں تمہاری بہادری پر خوش ہوں ۔لیکن دشمن کے بیچ میں گُھسنے کی ضرورت نہیں۔

تھوڑی دیر بعد جب دوسری دفعہ بدر بن مغیرہ کی نگاہ غرناطہ کے اُس سوار پر پڑی تو وہ نڈھال ہو کر اپنی زین پر جھکا ہوا تھا۔

بدر بن مغیرہ نے گھوڑا آگے بڑھا کر کہا۔تم زخمی ہو۔سوار کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔اور اُس کے ہتھے پر سر ٹیک دیا۔بدر بن مغیرہ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے اپنے گھوڑے پر ڈال لیا۔

آدھی رات کے وقت فرڈی نیڈ کی رہی سہی فوج دریا عبور کر رہی تھی اور مجاہدین ان پر تیروں کی بارش کر رہے تھے۔یہ فرڈی نیڈ کی زندگی کی سب سے بُری شکست تھی۔

(۶)

اس عظیم الشان فتح کے بعد موسیٰ گھوڑے سے اُترا اور دیر تک سربسجود رہا۔اس کے ہونٹوں سے بار بار یہی دعا نکلی رہی تھی۔اے غفور الرحیم! ہم اس قابل نہ تھے۔یہ تیرا انعام ہے۔یہ تیری رحمت ہے۔اور پھر اُس نے اُٹھ کر اپنے ساتھیوں کی

طرف دیکھا۔ بدر بن مغیرہ چند قدم کے فاصلے پر بشیر کو آوازیں دے رہا تھا۔ موسیٰ نے بھاگ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور اس کا ہاتھ کھینچ کر ہونٹوں سے لگایا اور کہنے لگا۔ بدر! اپنا خود اُتار دو اہل غرناطہ اس فرشتے کی صورت دیکھنے کے لیے بیقرار ہیں جو اپنے ساتھ خدا کی ہزاروں رحمتیں لے کر آیا ہے۔

بدر نے جواب دیا۔ اس وقت صرف دو صورتیں دیکھنے کے قابل ہیں جن کی پیشانیوں پر شہادت کا خون چمک رہا ہے۔ اس فتح کے بعد مجھے اپنے آپ کو ظاہر کرنے پر اعتراض نہیں لیکن ابھی لوگوں کی توجہ میری طرف مبذول نہ کیجئے۔ فرڈی نیڈ کی پیادہ فوج ابھی تک اس علاقے میں بکھری ہوئی ہے ہمیں انہیں نکل جانے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ یہ کہتے ہوئے بدر بن مغیرہ نے اپنے خود کا نقاب اُوپر اُٹھا دیا

۔

موسیٰ نے کہا۔ انشاء اللہ ان میں سے بہت سے کم بچ کر جاسکیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے گھوڑے ذرا تازہ دم ہولیں۔

اتنی دیر میں محسن، منصور اور فوج کے دوسرے افسر اُن کے گرد جمع ہو گئے۔ بدر بن مغیرہ نے کہا۔ منصور! آج تم میری تلوار اور میرے گھوڑے کے حقدار ہوں۔ مجھے یقین نہ تھا کہ تم اس زمین کے نشیب وفراز سے اس قدر واقف ہو۔ مجھے تم پر فخر ہے۔

بہادر سالار کے لئے اپنے محبوب قائد کے یہ الفاظ ایک بہت بڑا انعام تھا۔

بدر بن مغیرہ نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ بشیر ابھی تک نہیں آیا۔ خدا کرے وہ بچ گیا ہو۔

بشیر کہاں ہے؟ موسیٰ نے چونک کر کہا۔

میں ندی کے پار آپ کے فوج کے ایک زخمی کو چھوڑ آیا تھا۔ میں نے بشیر کو اس

کی مرہم پٹی کے لئے بھیجا ہے۔ اس کا سفید گھوڑا نہایت خوبصورت تھا اور لباس سے بھی وہ آپ کی فوج کا کوئی بڑا افسر معلوم ہوتا تھا۔ وہ بہادر ضرور ہے لیکن بہت زیادہ جوشیلا ہے۔ میں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں وہ بہت بُری طرح زخمی ہوا ہے۔

ایک سوار نے آگے بڑھ کر موسیٰ سے کہا۔ سلطان کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ بعض آدمیوں نے ان کا خالی گھوڑا دیکھا ہے۔

بدر بن مغیرہ کے چہرے پر قدرے اضطراب کے آثار نمودار ہوئے اور اس نے کہا۔ میرا خیال تھا غرناطہ کے سپاہی اب لاشوں کے بوجھ سے نجات حاصل کر چکے ہوں گے۔ اگر سلطان سے مراد ابو عبداللہ ہے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ پھر ایک بار غرناطہ پہنچ کر سپاہیوں کے لئے شہر کے دروازے بند کرنے کا حکم نہ دے چکا ہو۔

منصور نے کہا۔ میں نے اُسے دیکھا ہے لیکن آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ مجھے اپنی مرضی کے خلاف اُسے دو تین مرتبہ داد دینی پڑی۔ جب ابو محسن نے بتایا کہ ابو عبداللہ ہے تو مجھے یقین نہیں آتا تھا۔

موسیٰ نے کہا۔ میں شہر کی بجائے اُسے میدان میں بے ضرر سمجھ کر اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

بدر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بشیر گھوڑا بھگاتا ہوا اس کے قریب پہنچا اور بولا۔ وہ زخمی آپ سے ملنے کے بیقرار ہے۔

بدر نے سوال کیا۔ کیسی حالت ہے اُس کی؟

پسلی میں زخم ہے لیکن انشاء اللہ بچ جائے گا۔

(۷)

زخمی زیتون کے ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ چند سپاہی اس کے گرد کھڑے تھے۔ بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر سپاہی ایک طرف ہٹ گئے۔ بدر گھوڑے سے اُتر کر زخمی کے قریب پہنچا۔ پہلی نگاہ میں بدر بن مغیرہ اُسے پہچان نہ سکا۔ لیکن جب اُس نے زمین پر ایک زانو ٹیک کر غور سے اُس کی طرف دیکھا تو اپنے رگ و ریشے میں ایک کپکپی سی محسوس کرنے کے بعد کھڑا ہو گیا۔ زخمی نے گردن اوپر اٹھائی اور نحیف سی آواز میں کہا۔

آج آپ نے ایک ایسے آدمی کی جان بچائی ہے جسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہ تھا۔ میں آپ کا مجرم ہوں، میں آپ کا قاتل ہوں۔ میں اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور آپ کو یہ حق ہے کہ آپ میرے لیے بدترین سزا تجویز کریں۔

بدر بن مغیرہ خاموش کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے سامنے ابو عبداللہ تھا۔ وہ ابو عبداللہ جس کی ملت فروشی کی داستان اُندلس کے ہر مجاہد کے دل پر نقش تھی جسے بھول جانا یا معاف کر دینا بدر بن مغیرہ جیسے انسان کے بس کی بات نہ تھی۔

وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ کاش! اس خوشی کے موقع پر میں تمہاری صورت نہ دیکھتا۔

موسیٰ، بشیر، ابو محسن اور منصور، بدر بن مغیرہ کے پیچھے کھڑے خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ بدر بن مغیرہ کے چہرے سے اس کے تاثرات کا اندازہ لگانا مشکل نہ تھا۔

ابو عبداللہ اچانک اُٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا ایک قدم بڑھ کر بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔ تم مجھے قتل کیوں نہیں

کر دیتے۔میرے گناہوں کا بوجھ اب میرے لئے نا قابلِ برداشت ہو چکا ہے۔

ابوعبداللہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔بدر بن مغیرہ ایک چٹان کی مانند کھڑا تھا۔ابوعبداللہ نے پھر کہا۔میں زندگی کے عذاب سے نجات حاصل کر چکا تھا۔دشمن کے گھوڑے میری لاش روندنے کو تھے لیکن تم نے مجھ پر ظلم کیا۔خدا کے لیے مجھے قتل کر دو۔اس زمین کے لئے میرا بوجھنا قابل برداشت ہو چکا ہے۔وہ رو رہا تھا۔

بدر بن مغیرہ کے دل میں ابوعبداللہ جیسے غدار کے لئے رحم کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ لیکن مجاہد انتہائی غصے کی حالت میں بھی گرے ہوئے دشمن پر وار کرنے کا عادی نہ تھا۔اس نے کہا۔ابوعبداللہ! تمہارے آنسو مجھے متاثر نہیں کر سکتے۔لیکن تمہاری قبا پر خون کے نشان ہیں۔میدان جنگ میں تمہارا خون شہیدوں کے ساتھ مل چکا ہے۔ میں تم پر ہاتھ نہیں اُٹھا سکتا۔جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں تمہیں معاف کرتا ہوں لیکن قوم کے مجرم کو صرف قوم ہی معاف کر سکتی ہے۔میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اہلِ غرناطہ حماقت کی حد تک فیاض ہیں۔وہ تمہارے دامن پر خون کے نشان دیکھ کر تمہارا ماضی بھول جائیں گے۔وہ تمہیں دیکھتے سلطان ابوعبداللہ زندہ باد کے نعرے لگائیں گے۔لیکن ابوعبداللہ! خدا کے لئے ایسی فیاض اور ایسی سادہ دل قوم کو دوبارہ دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا۔میری بات پر یقین کرو کہ اگر اس میدان کی بجائے الحمراء کے ایوانوں میں ہماری ملاقات ہوتی تو میری تلوار شاید تمہیں بولنے کا موقع بھی نہ دیتی۔میں اہل غرناطہ کے احتجاج کے باوجود اس شخص کا سر قلم کئے بغیر نہ رہتا جس نے تاج پہننے کے شوق میں دشمن کے ہاتھ قوم کی بیٹیوں کی عصمت فروخت کی تھی۔لیکن اس وقت تم قوم کے ایک سپاہی ہو۔تمہاری تلوار دشمن کے خون میں نہا چکی ہے اور تمہارے خون کے چند قطرے شاید تمہاری ماضی کی سیاہی دھو ڈالیں۔

ابوعبداللہ کی قوت جواب دے چکی تھی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا اور درخت کا سہارا لے کر بولا۔ تم بہت فیاض ہو لیکن میں جانتا ہوں کہ سمندر کا تمام پانی بھی میرے دامن کی سیاہی دھونے کے لئے کافی نہیں۔ کاش! تم مجھے موت کی آغوش سے چھیننے کی کوشش نہ کرتے۔ اس نے نڈھال سا ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ گرنے کو تھا کہ بشیر نے آگے بڑھ کر اُسے سہارا دیا اور آہستہ سے اُسے زمین پر لٹا دیا۔

بدر بن مغیرہ نے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔ بشیر ان کی حفاظت تمہارے ذمے ہے۔ ہمارا بہت سا کام باقی ہے۔ موسیٰ، منصور اور ابو محسن بھی گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

فرڈی نیڈ کی پیادہ فوج جو سواروں سے پیچھے رہ گئی تھی۔ انتہائی انتشار کی حالت میں اِدھر اُدھر بھاگ رہی تھی اور غرناطہ کے سواروں کے دستے انہیں گھیر گھیر کر موت کے گھاٹ اُتار رہے تھے۔ جو باغات اور فصلوں میں چھپنے کی کوشش کر رہے تھے ان کا کھوج لگانے کے لئے غرناطہ کی پیادہ فوج کے دستے پہنچ چکے تھے۔ بھاگتے ہوئے دشمن پر آخری ضرب لگانے کے لئے شہر کے بوڑھے اور کمسن لڑکے بھی میدان میں نکل آئے تھے۔ طلوع آفتاب سے پہلے میدان صاف ہو چکا تھا۔ قدم قدم پر دشمن کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ قیدیوں کی تعداد پانچ ہزار کے لگ بھگ تھی اور ہلاک ہونے والے چار گنا زیادہ تھے۔

(۸)

فاتح لشکر نے دریائے زونیل کے کنارے صبح کی نماز ادا کی۔ موسیٰ کے اصرار پر بدر بن مغیرہ نے امامت کے فرائض ادا کئے۔ نماز کے بعد اس کی مختصر سی دعا یہ تھی۔

اے جزا اور سزا کے مالک! ہمیں اپنے اسلاف کا ایمان عطا کر۔ ہمارا سر تیرے سوا

کسی کے سامنے نہ جھکے، اور ہمارا دل تیرے سوا کسی سے مرعوب نہ ہو۔ ہمیں اپنی اطاعت کے لئے جینے کی توفیق دے اور اپنے پیارے نبیؐ کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے مرنے کی ہمت عطا کر۔ آمین!

دعا کے بعد بدر بن مغیرہ تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہا۔ عقاب کی وادی کے مجاہد فخر کے ساتھ اپنے راہنماء کی طرف دیکھ رہے تھے اور اہل غرناطہ کی خاموش نگاہیں اپنے محسن کے لئے عقیدت، محبت اور تشکر کے جذبات کا اظہار کر رہی تھیں۔ بدر بن مغیرہ نے کہا۔

"میرے بزرگو اور بھائیو! تمہیں یہ شاندار فتح مبارک ہو لیکن یہ سمجھ لینا کہ اس جنگ کے بعد تم مستقبل کے خطرات سے نجات حاصل کر چکے ہو۔ تم نے دشمن کو فقط غرناطہ کی چار دیواری سے پیچھے ہٹایا ہے لیکن تمہاری سلطنت کا بیشتر حصہ ابھی تک دشمن کے قبضہ میں ہے اور یہ کھوئی ہوئی سلطنت دوبارہ حاصل کرنے کے بعد بھی تمہارا کام ختم نہیں ہوگا جب تک تم سارے اندلس پر قابض نہیں ہوتے تم اطمینان کا سانس نہیں لے سکتے۔ اگر تم اس فتح کے بعد سو گئے تو یاد رکھو کہ قدرت سونے والوں کو بار بار نہیں جگاتی۔ جب تک وہ کسی قوم میں زندگی کی علامات دیکھتی ہے تو وہ اُسے جھنجھوڑتی ہے لیکن جب وہ مایوس ہو جاتی ہے تو اُسے لوریاں دے کر موت کی نیند سُلا دیتی ہے۔ اُندلس کے مسلمان تمہارے ان حکمرانوں کے اعمال کی سزا بھگت رہے ہیں جو اس عظیم الشان سلطنت کے بیشتر علاقے دشمن کے حوالے کرنے کے بعد غرناطہ کی چپہ بھر زمین کو اپنے لئے کافی سمجھ کر آرام کی نیند سو گئے تھے۔ صدیوں تک اندلس کے مظلوم مسلمان اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ غرناطہ سے اُن کے بھائی اُن کی مدد کے لئے آئیں گے لیکن تم سوتے رہے۔ اندلس میں تمہارے بھائی ظلم اور

استبداد کی چکی میں پستے رہے۔ وحشت اور بربریت کا ہاتھ تمہاری قوم کی بیٹیوں کی عصمت اور ناموس کے دامن کو تار تار کرتا رہا لیکن تم سوئے رہے۔ تمہاری غیرت کو جوش نہ آیا۔ ان کے ہونٹوں سے فریاد نکلتی رہی، ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے لیکن تم ٹس سے مس نہ ہوئے۔ تم مسرت کے نغموں سے دل بہلاتے رہے۔

ابوالحسن اپنے اسلاف کی کوتاہیوں کی تلافی کرنے کے لئے اُٹھا لیکن رباب کی میٹھی تانوں میں سونے والوں کو تلوار کی جھنکار ناگوار محسوس ہوئی اور تم نے اس مردِ مجاہد کے ہاتھ باندھ دیئے۔

تم اس وقت بیدار ہیے جب سیلاب تمہارے گھروں کے دروازوں تک پہنچ چکا تھا۔ تمہارے اُمراء نے پہلی بار یہ محسوس کیا کہ عوام کی جھونپڑیوں کے علاوہ اُن کے محل بھی خطرے میں ہیں۔ میں اُسے خدا کی رحمت سمجھتا ہوں۔ لیکن یاد رکھو! تمہاری یہ فتح منزل کی طرف پہلا قدم ہے۔ منزل ابھی دور ہے۔ تمہارے راستے میں ابھی سینکڑوں ایسی خندقیں ہیں جنہیں تم کو اپنی لاشوں سے پاٹنا ہے۔ تم نے اپنی زندگی کے اریک اُفق پر ابھی ہلکی سی روشنی دیکھی ہے۔ اگر تم جاگتے رہے تو صبح دور نہیں لیکن خدانخواستہ اگر تم پھر سو گئے تو تمہاری یہ فتح ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری روشنی ہو گی۔

میں دشمن سے مرعوب نہ لیکن تمہیں اس کے متعلق غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے وسائل لامحدود ہیں۔ اس کی افواج کی تعداد ہم سے کہیں زیادہ ہے۔ فرانس روم اور یورپ کے دوسرے عیسائی ممالک اُس کی پشت پر ہیں۔ وہ ہمیں مٹانے کے لئے ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئے ہیں اور اس کے برعکس المیریا اور مالقہ چھن جانے کے بعد ہم باقی اسلامی ممالک سے کٹ چکے ہیں۔ دشمن نے ہمیں چاروں طرف

سے گھیر رکھا ہے۔لیکن ان سب باتوں کے باوجود اگر مجھے اس بات کا اطمینان ہو کہ تم اب اپنی گزشتہ غلطیوں کا اعادہ نہیں کروگے تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مغلوب نہیں کرسکتی اور اگر تم نے اپنے ماضی سے سبق نہ سیکھا ۔اگر تم دشمن کو متحدہ طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ہو جانے کی بجائے ان منافقین کے اشاروں پر چل کر آپس میں لڑتے رہے جو تم میں نسلی منافرت پھیلاتے ہیں تو یاد رکھو! جس طرح باقی اندلس میں تمہارے بھائی اپنے بزرگوں کی غلطیوں کی سزا بھگت رہے ہیں اسی طرح غرناطہ میں تمہاری آنے والی نسلیں تمہارے گناہوں کا بوجھ اُٹھائیں گی۔

دشمن کی چالوں سے خبردار رہو اور دشمن سے زیادہ اپنے غداروں سے خبردار رہو۔اس میں شک نہیں کہ اس لڑائی میں ان میں سے اکثر نے تمہارا ساتھ دیا ہے۔ اور بعض کے دامن کی سیاہی اُن کے خون سے دُھل چکی ہے۔لیکن یہ ممکن ہے کہ مشکل کے وقت یہ لوگ پھر ایک بار تمہیں دھوکا دے جائیں۔ان لوگوں پر کڑی نگرانی رکھو اور انہیں اپنی غلطیوں کو دُہرانے کا موقع نہ دو۔یہ اُسی صورت میں ممکن ہے کہ تمہاری قوت محاسبہ بیدار ہو اور تمہارے قومی کردار میں غداروں اور ملت فروشوں کے لئے رحم کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

یہ پہلی جنگ ہے جس میں ابوعبداللہ نے شاید خلوص دل سے قوم کا ساتھ دیا ہے۔اور میں یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ آئندہ بھی قوم کا ساتھ دیتا رہے لیکن تم اُسے یقین دلا دو کہ وہ آئندہ قوم کو دھوکا دینے میں کامیاب نہیں ہوگا۔

دشمن اس شکست کے بعد خاموش نہیں بیٹھے گا۔وہ ایک بہت بڑی قوت کے ساتھ دوبارہ حملہ کرے گا اور تمہیں آج ہی سے اس کے مقابلے کی تیاری شروع

کر دینی چاہیے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ قدرت نے تمہیں موسیٰ جیسا راہنما دیا ہے۔

مجھے جلد واپس پہنچنا ہے۔ ممکن ہے کہ دشمن ہمارے علاقے کا رخ کرے لیکن میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جب میری ضرورت ہو گی تم مجھے اپنے پاس موجود پاؤ گے"

بدر بن مغیرہ کے بعد موسیٰ نے اُٹھ کر تقریر کی۔

مسلمانو! آج سے چار سو سال قبل جب نصرانیوں نے ہمارے اندرونی انتشار سے فائدہ اُٹھا کر ہماری سلطنت کے بیشتر حصے ہم سے چھین لئے تھے تو قدرت نے یوسف بن تاشفین کو ہماری مدد کے لئے بھیجا تھا اور اس مرد مجاہد نے مسلمانوں کو ایک ایسے دشمن سے نجات دلائی تھی جس نے ان پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا اور جب آج ہماری قوم کے غدار دشمن کے لئے ہمارے گھروں کے دروازے کھول چکے تھے، جب منافقین کا گروہ ذلت کے چند ٹکڑوں کے عوض ہمیں فرڈی نیڈ کی غلامی کی بیڑیاں پہنا چکا تھا۔ بدر بن مغیرہ ہمارے لئے فرشتہ رحمت بن کر آیا۔

کل کا آفتاب تمہارے چہروں پر مایوسی کی گھٹائیں دیکھ رہا تھا اور آج کا آفتاب تمہارے ہونٹوں پر مسرت کی مسکراہٹیں دیکھ رہا ہے۔ سرحد کے مجاہدین نے تمہیں ایک بھولا ہوا سبق یاد دلایا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان کی طاقت کا راز اس کی تعداد میں نہیں اُس کے ایمان میں ہے۔

تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ مسلمانوں نے اگر کبھی شکست کھائی ہے تو اپنوں کی غداری کے باعث، دشمن کی طاقت سے نہیں۔ ہماری آج کی فتح اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم اس گئی گزری حالت میں بھی دشمن کی بڑی سے بڑی قوت کو کچل سکتے ہیں۔ ہم نے آج تک جو کچھ کھویا ہے اپنی غلطیوں کے سبب کھویا ہے۔ تم

نے غداروں کا کہا مانا، تم نے منافقین کا ساتھ دیا۔ تم نے خدا کا آسرا چھوڑ کر فرڈی نیڈ کا سہارا لیا۔ اور تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بسطہ، المیریا اور مالقہ میں تمہارے اعمال کی سزا تمہارے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو مل رہی ہے۔ تم اس وقت میدان میں آئے جب تم نے یہ دیکھا کہ اب لڑنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا۔ تمہیں آگ بجھانے کی فکر اس وقت ہوئی جب تمہارے گھر قریباً جل چکے تھے۔

میں اس خوشی کے موقع پر ماضی کی تلخیوں کو دُہرانا نہیں چاہتا۔ لیکن یاد رکھو! کہ ہم نے ایک لڑائی جیتی ہے لیکن ابھی جنگ باقی ہے۔ ایک طویل اور صبر آزما جنگ جس سے عہدہ برآ ہوئے بغیر ہم ملک میں چین کا سانس نہیں لے سکتے اور اس جنگ میں آخری فتح حاصل کرنے کے لئے ہمیں اپنی اُن تمام بیماریوں کا علاج کرنا پڑے گا جن کے باعث ابوالحسن، الزغل کی شاندار فتوحات شکستوں میں تبدیل ہو گئیں۔ ہمیں قوم کے ان غداروں سے نجات حاصل کرنا پڑے گی جو ہماری عزت اور آزادی کو چند کوڑیوں کے عوض دشمن کے ہاتھ فروخت کر چکے تھے۔ ہمیں غرناطہ کو ان بُزدلوں سے پاک کرنا پڑے گا جن پر دشمن کی قوت کا رعب چھایا ہوا ہے۔ ہمیں ان شر پسندوں سے باخبر رہنا چاہیے جو غرناطہ میں ہسپانوی، بربری اور عربی کی نزاع پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ الحمراء ابھی تک منافقین کے وجود سے پاک نہیں ہوا اور تم میں سے بعض شاید یہ بھی سمجھتے ہوں کہ ابوعبداللہ کے ناراض ہو جانے کے خوف سے میں قوم کے ان مجرموں پر ہاتھ نہیں ڈالوں گا جو ابھی تک فرڈی نیڈ کے آلہ کار ہیں۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر مجھے ابوعبداللہ کی نیت پر بھی شک ہوا تو میں اس کا دامن پکڑ کر تمہارے سامنے لے آؤں گا! اور تم سے یہ کہوں گا کہ اس نے توبہ کے بعد قوم کو دھوکا دیا ہے۔ اب اس پر رحم کرنا گناہ ہے۔ ابوعبداللہ

نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ قوم کے کسی غدار کی سفارش نہیں کرے گا میں تمہارے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ میں ہر اُس معاملہ میں جس کا غرناطہ کی حفاظت کے ساتھ تعلق ہوابو عبداللہ کی مداخلت برداشت نہیں کروں گا اور مجھے تم سے یہ اُمید ہے کہ اگر خدانخواستہ مجھ سے بھی کسی قومی گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو مجھے معاف نہیں کرو گے۔

غرناطہ کے ایک بوڑھے سردار نے اُٹھ کر کہا۔ہم سب کی یہ خواہش ہے کہ ہمارے سرحدی بھائی غرناطہ سے ہو کر جائیں۔لوگ بدر بن مغیرہ کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہوں گے۔

موسیٰ نے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا لیکن اُس نے سر ہلا دیا۔موسیٰ نے بوڑھے سے مخاطب ہو کر کہا۔تھوڑی دیر پہلے میری بھی یہی خواہش تھی کہ میں اپنے محسن کو کم از کم ایک دن کے لئے غرناطہ لے جاؤں لیکن بدر بن مغیرہ سے تبادلہ خیالات کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہمیں خود بھی ابھی غرناطہ نہیں جانا چاہیے۔ہم اپنی پیش قدمی جاری رکھیں گے۔اہل غرناطہ کی بجائے ان شہروں کے لوگ زیادہ بے قراری سے ہماری راہ دیکھ رہے ہیں جن پر ابھی تک ہمارے دشمن کا قبضہ ہے۔

لوشہ کا حاکم

(۱)

لوشہ کا گورنر ابو داؤد اپنے محل کے ایک کمرے میں بیٹھا سرکاری کاغذات دیکھ رہا تھا اس کا دربان کمرے میں داخل ہوا اور کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔ جب چند منٹ تک ابو داود اس کی طرف متوجہ نہ ہوا تو دربان نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ملاقات کے کمرے میں جان مائیکل آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر حکم ہو تو انہیں یہاں لے آؤں۔

جان مائیکل! ابو داؤد نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ نہیں میں وہیں ملوں گا۔ اُنہیں آئے زیادہ دیر تو نہیں ہوئی

وہ ابھی آئے ہیں۔

ابو داؤد باہر نکل کر چند قدم برآمدے میں چلنے کے بعد ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوا۔ ایک ادھیڑ عمر لیکن قوی ہیکل آدمی اُسے دیکھ کر کرسی سے اُٹھا او! ابو داؤد اس کے ساتھ مصافحہ کرنے بعد اُس کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

ابو داؤد نے جان مائیکل کی طرف غور سے دیکھنے کے بعد کہا۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ محاذ پر تھے۔

جان مائیکل نے جواب دیا۔ ہاں لیکن اب میں قسطلہ سے آ رہا ہوں۔ مجھے بادشاہ سلامت نے بعض امور کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے وہاں بلا لیا تھا۔

تو لوشہ میں میرے قائم مقام آپ ہونگے۔

جان مائیکل نے ایک مراسلہ ابو داؤد کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ یہ بادشاہ سلامت کا فرمان ہے۔ میں حکم کی تعمیل میں یہاں آ گیا ہوں ورنہ ایسے نازک وقت

میں ایک سپاہی کا میدان جنگ سے دور رہنا اس کے لئے بہت تکلیف دہ ہے۔

ابوداؤد نے مراسلہ کھول کر اُس پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد کہا۔ میں خوش ہوں کہ انہوں نے آپ جیسے تجربہ کار آدمی کو یہاں بھیجا ہے۔ میں کل ہی قسطلہ روانہ ہو جاؤں گا۔

لیکن مجھے آپ سے بہت سی ہدایات لینا تھیں۔

ابوداؤد نے کہا۔ میری پہلی اور آخری ہدایت یہ ہے کہ لوشہ کو ہر قیمت پر دشمن سے بچایا جائے۔

اس کے لئے مجھ آپ پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ کل تک یہاں پانچ ہزار مزید سپاہی پہنچ جائیں گے۔

اس کے بعد میں صرف یہ کہوں گا کہ دشمن کی تازہ فتوحات نے مقامی مسلمانوں میں کسی حد تک جوش پیدا کر دیا ہے۔ میں نے خطرناک آدمی گرفتار کر لئے ہیں۔ اب بغاوت کا کوئی اندیشہ نہیں۔ مسلمانوں کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لئے ان کے اکابر کا ایک گروہ کام کر رہا ہے۔ آپ ان کے ساتھ تعاون کریں اور اُن کے راستے میں مالی مشکلات حائل نہ ہونے دیں۔ میں جانے سے پہلے آپ سے ان لوگوں کی ملاقات کرا دوں گا۔

جان مائیکل نے کہا۔ آپ کتنا عرصہ باہر رہیں گے۔

یہ حالات پر منحصر ہے۔ اگر میرے جانے تک تمام علماء جنہیں قسطلہ پہنچنے کی دعوت دی جا چکی ہے وہاں پہنچ گئے تو میں جلدی آ جاؤں گا۔ ورنہ مجھے شاید دیر لگ جائے۔

میرے خیال میں قرطبہ، اشبیلہ اور دوسرے شہروں سے پانچ سو کے قریب

علماءوہاں پہنچ گئے ہیں

تو قسطلہ میں میرا کام جلد ختم ہو جائے گا۔لیکن اس کے بعد مجھے دوسرے شہروں میں جانا پڑے گا۔اچھا یہ بتایئے اب جنگ کی کیا حالت ہے؟

جنگ کی حالت روز بروز مخدوش ہوتی جا رہی ہے۔اہل غرناطہ ہم سے بہت سا علاقہ واپس لے چکے ہیں۔غرناطہ کی شکست کے بعد ہم کہیں بھی پاؤں جما کر نہیں لڑ سکے۔

ابوداؤد نے کہا۔یہ ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری جھلک ہے۔

لیکن اہل غرناطہ اُسے طلوع آفتاب کی ابتدائی روشنی خیال کرتے ہیں۔ایک افواہ سے ہماری افواج بہت پریشان ہیں۔

وہ کیا؟

لوگوں کا خیال ہے کہ سرحدی عقاب کوئی نیا آدمی نہیں بلکہ وہ بدر بن مغیرہ ہے۔ہماری فوج کے بعض قیدیوں نے جو فرار ہو کر آئے ہیں اس بات کی تصدیق کی ہے۔بادشاہ سلامت کا بھی یہی خیال ہے۔ممکن ہے ابوعبداللہ نے اُسے قتل نہ کیا ہو۔

ابوداؤد نے کہا۔اگر ابوعبداللہ بیوقوف نہ ہوتا تو یہ ممکن تھا۔

کچھ عرصہ پہلے ابوعبداللہ کے متعلق میری بھی یہی رائے تھی کہ وہ ایک مخبوط الحواس آدمی ہے لیکن اس کی تازہ فتوحات نے مجھے اپنی رائے بدلنے پر مجبور کر دیا ہے۔

ابوداؤد نے کہا۔میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس کے ہاتھوں غرناطہ کی تباہی مقدر ہو چکی ہے۔جنون کی مختلف کیفیتیں ہوتی ہیں۔کبھی اس کے جنون کی یہ کیفیت تھی کہ اس نے اپنے باپ اور چچا کے خلاف بغاوت کر کے ہمارے لئے غرناطہ کی

چار دیواری تک کا راستہ صاف کر دیا تھا۔ اب اُس کے جنون کی کیفیت میں تبدیلی آئی ہے۔ کچھ عرصہ تک یہ کیفیت بھی جاتی رہے گی۔ آپ چند ماہ تک غرناطہ کے متعلق عجیب و غریب خبریں سنیں گے۔

جان مائیکل نے کہا۔ بادشاہ سلامت چند ہفتوں تک غرناطہ پر اپنی پوری قوت سے حملہ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اگر آپ کی تدبیر کامیاب ہوئی تو غرناطہ کا محاصرہ زیادہ طول نہیں کھینچے گا۔ میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے کیا تدبیر سوچی ہے۔ کیا آپ غرناطہ میں اندلس کے علماء کا کوئی وفد بھیجنا چاہتے ہیں؟ ابو عبداللہ کے ساتھ مصالحت کی بات چیت کا تو کوئی ارادہ نہیں؟

میں آپ کو صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ الحمراء پر شہنشاہ فرڈی نیڈ کی فتح کا پرچم لہرانا میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ اس سے قبل ہم بہت سی غلطیاں کر چکے ہیں جواب کوئی غلطی نہیں ہو گی۔ آندھی صرف ان دیواروں کو گراتی ہے جن کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی ہوں۔ غرناطہ کے لئے جو مہم میں تیار کر چکا ہوں اس کی کامیابی کے بعد اہل غرناطہ کی قوت مدافعت اس قدر کمزور ہو جائے گی کہ آپ کی فوج کو کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ تاہم ابھی آپ مجھ سے تفصیلات نہ پوچھیں تو بہتر رہے گا۔ اب میرا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ آپ کے قیام کا بندوبست کیا جائے اور آپ کو ان لوگوں کے ساتھ متعارف کیا جائے۔ جو میری غیر حاضری میں آپ کو مفید مشورے دے سکیں گے۔ محل کا ایک حصہ بالکل خالی پڑا ہے۔ میرے بال بچے یہیں رہیں گے۔ تاہم اگر آپ کو ضرورت ہو تو چند اور کمرے بھی خالی کئے جا سکتے ہیں۔

جان مائیکل نے کہا۔ میں ایک سپاہی ہوں۔ اس کے علاوہ میں اکیلا ہوں

میری ضروریات بہت مختصر ہیں۔ایک مختصر سا مکان میری ضروریات کے لئے کافی ہوگا۔میں آپ کے بچوں کو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھتا۔

ابوداؤد نے کہا۔محل کا بایاں حصہ بالکل خالی ہے۔آپ دیکھ لیجئے میرے خیال میں وہ آپ کے کافی ہوگا۔

(۲)

رات کے وقت مائیکل نے ابوداؤد کے ہاں کھانا کھایا۔اس دعوت میں شہر کے چند امراء کے علاوہ اُونچے طبقے کی خواتین بھی شریک ہوئیں۔ربیعہ علالت کا بہانہ کرکے غیر حاضر رہی۔انجیلا نے بھی سر درد کا بہانہ کیا۔لیکن ماں کے سامنے اس کی پیش نہ گئی۔غرناطہ چھوڑنے کے بعد انجلا کے مزاج میں بہت تبدیلی آچکی تھی۔ربیعہ کی طرح وہ بھی کسی مجلس میں شریک ہونا پسند نہ کرتی۔یہ سوتیلی بہنیں ایک دوسرے کی رازدار اور غم خوار تھیں۔انہیں تنہائی میں باتیں کرنے کے لیے موقع کی تلاش رہتی۔میریا کو یہ احساس تھا کہ اس کی بیٹی ربیعہ کی عادات اور خیالات سے بہت متاثر ہے۔اُسے یہ شکایت تھی کہ انجلا اتوار کے دن بھی عبادت کے لئے گرجے میں جانے کی بجائے گھر پر ربیعہ کے پاس رہنا زیادہ پسند کرتی ہے۔ربیعہ کی طرح وہ کسی سے ملنا جانا پسند نہیں کرتی۔جب میریا کو زیادہ غصہ آتا وہ ربیعہ کو جی بھر کر کوستی اور انجلا کو اُس سے دور رہنے کی تاکید کرتی لیکن انجلا ماتا کی کمزریوں سے واقف تھی۔وہ علالت کا بہانہ کرکے لیٹ جاتی اور کھانے پینے سے انکار کر دیتی۔میریا اُسے منانے کی ناکام کوشش کے بعد چلا اُٹھتی۔ربیعہ! ربیعہ!! میں جانتی ہوں جب تک تم نہ کہوگی وہ کھانے کو ہاتھ نہیں لگائے گی۔تم نے اُس پر جادو کر دیا ہے۔وہ کھائے بغیر سو جائے گی وہ پہلے ہی سوکھ کر کانٹا ہو چکی ہے۔وہ سمجھتی ہے کہ

میں اُس کی دشمن ہوں۔ ربیعہ! آخر میں نے کہا کیا تھا؟ کیا سوتیلی ماں کو اتنا بھی حق نہیں؟

میریا بار مان کر اپنے کمرے میں چلی جاتی اور تھوڑی دیر بعد خادمہ اُسے آ کر بتاتی کہ وہ دونوں کھانا کھا رہی ہیں۔

اس قسم کے واقعات کے بعد چند دن خیریت سے گزر جاتے۔ بارہا میریا نے دروازوں کی آڑ میں کھڑی ہو کر ربیعہ اور انجلا کی کانا پھوسی سننے کی کوشش کی لیکن انجلا اپنی سوتیلی بہن سے عربی بولنا سیکھ چکی تھی اور وہ یہ زبان تھی جسے اندلس کے عیسائی حکومت خلاف قانون قرار دے چکی تھی۔ وہ ابوداؤد سے شکایت کرتی لیکن وہ اسے یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ انجلا عربی زبان سیکھنے کے بعد سلطنت کی نہایت اہم خدمات سرانجام دے سکے گی۔ اگر کوئی نازک وقت آیا تو ہمیں دشمن کی صفوں میں انتشار ڈالنے کے لئے ایسی لڑکیوں سے کام لینا پڑے گا۔

آج جب میریا نے انجلا کو دعوت میں شریک ہونے کے لئے کہا تو وہ کوئی جواب دیئے بغیر ربیعہ کے پاس گئی اور اُس سے کہنے لگی۔ ربیعہ! میں وہاں نہیں جانا چاہتی۔ اُن کی باتیں میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوں گی۔

ربیعہ نے کہا۔ انجلا یہ ایک مجبوری ہے۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہم ہر کام اپنی مرضی سے کر سکیں۔ تم وہاں جاؤ شاید اُن کے متعلق کوئی نئی بات معلوم ہو جائے۔

جب انجلا ربیعہ کے کمرے سے باہر نکلی تو میریا دروازے پر کھڑی تھی۔ اس نے کہا انجلا خدا کے لئے مجھے پریشان نہ کرو جان مائیکل بہت بڑا آدمی ہے۔ ہسپانیہ کی معزز ترین خواتین اس کے ساتھ بات کرنا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتی ہیں۔ تم اب جوان ہو مجھے تمہارے مستقبل کی فکر ہے۔ ایسا موقع بار بار ہاتھ نہیں آتا۔

جان مائیکل کی بیوی مر چکی ہے۔ تم آج دیکھو گی کہ لوشہ کی خواتین اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے کس قدر بے قرار ہیں۔

انجلا نے برہم ہو کر کہا۔ امی جان! اگر آپ ایسی باتیں کریں گی تو میں ہرگز اس کے سامنے نہیں جاؤں گیا۔

میریا نے پُرامید ہو کر کہا۔ انجلا! تم سمجھ دار ہو۔ میں تمہیں کسی فیصلے پر مجبور نہیں کروں گی۔ لیکن ایک مہمان کی عزت افزائی تمہارا فرض ہے۔ وہ بادشاہ کا نائٹ اور صلیب کا محافظ ہے۔

امی جان میں آپ کے حکم کی تعمیل میں وہاں جاؤں گی ورنہ مجھے اس کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں۔ مجھے ان وحشیوں سے نفرت ہے جن کے دامن معصوم لڑکیوں کی عصمت کے خون سے داغدار ہیں۔

تمہیں ربیعہ نے اپنے مذہب سے بدظن کر دیا ہے۔

انجلا نے جواب دیا۔ اگر کوئی مذہب معصوم بچوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے، بے گناہوں کو قتل کرنے اور سرِ بازار عورتوں کی بے حرمتی کی اجازت دیتا ہے تو مجھے ایسے مذہب کے نام سے نفرت ہے۔

میریا نے قدرے نادم ہو کر کہا۔ انجلا! جان مائیکل تمہارے باپ کی غیر حاضری میں اس شہر کا گورنر ہوگا۔ میرے خیال میں ہم اُس کے ساتھ مانوس ہو کر اُسے زیادہ متاثر کر سکتی ہیں۔ اب تم تیاری کرو۔ مہمان آنے والے ہیں

(۳)

کھانا کھانے کے بعد جب مہمان رخصت ہو رہے تھے انجلا آنکھ بچا کر کمرے سے نکلی اور تیزی سے قدم اُٹھاتی ہوئی ربیعہ کے کمرے میں داخل ہوئی۔

اُس نے دروازہ بند کر کے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ربیعہ! میں اس سے ڈرتی ہوں۔ وہ بھوکے بھیڑیے کی طرح میری طرف دیکھ رہا حتا۔ مجھے اپنی مرضی کے خلاف اُس کے قریب بیٹھنا پڑا۔وہ شراب میں غرق تھا اور اب وہ اسی محل میں رہے گا۔ربیعہ! ربیعہ!! میں ڈرتی ہوں۔وہ کہتا تھا کہ غرناطہ کی فوج یہاں سے تیس میل کے فاصلہ پر ایک قلعہ پر قبضہ کر چکی ہے کاش! ہم وہاں جاسکتیں۔

ربیعہ نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔انجلا! خدا کو ہماری بے بسی کا علم ہے وہ ہماری مدد کرے گا۔

کسی نے دروازہ کھٹکٹایا۔انجلا نے بدحواس ہو کر دروازہ کھولا۔میریا نے جلدی سے اندر داخل ہو کر کہا۔انجلا ہمیں شرمسار نہ کرو۔تمہیں مہمانوں کو رخصت کرنے سے پہلے نہیں بھاگنا چاہیے تھا۔مجھے یہ بہانہ کرنا پڑا کہ تم دردسر کی وجہ سے وہاں نہیں ٹھہر سکیں۔باقی مہمان چلے گئے۔لیکن جان مائیکل تمہاری تیمارداری کرنے پر مُصر ہے۔اب خدا کے لئے اپنے کمرے میں جاؤ۔میں اُسے وہاں لاتی ہوں۔

انجلا نے جواب دیا۔وہ شراب سے مدہوش ہے۔میں اُس سے نہیں ملوں گی

۔

وہ اُسے اپنی بےعزتی خیال کرے گا۔

لیکن مجھے اپنی عزت زیادہ عزیز ہے

کچھ دیر ماں اور بیٹی کی بحث جاری رہی۔اتنے میں ابوداؤد کمرے میں داخل ہوا۔

میریا نے اپنے شوہر کی طرف دیکھ کر کہا۔انجلا، ربیعہ کے سوا کسی کہا نہیں مانے گیا۔

ابوداؤد میریا کی طرف توجہ دیے بغیر کرسی پر بیٹھ گیا۔میریا نے پھر کہا انجلا اپنے کمرے میں جانے کو تیار نہیں۔وہ یہ سمجھے گا کہ اُس نے جان بوجھ کر اُس کی توہین کی ہے۔

ابوداؤد نے مغموم لہجے میں کہا۔ایک شرابی کو اس قدر ذی الحس نہیں ہونا چاہیے۔میں اُسے اس کے کمرے میں چھوڑ آیا ہوں۔میریا شاید میں نے اسے اس محل میں ٹھہرنے کی اجازت دے کر غلطی کی ہے۔کاش! میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاسکتا۔وہ میری غیر حاضری میں تمہارے ساتھ بدسلوکی کی جرات نہیں کرسکتا لیکن پھر بھی تم لڑکیوں کو اس کی نگاہوں سے دور رکھو۔نشے کی حالت میں مجھے وہ اس آدمی سے مختلف نظر آتا ہے جس کو اپنے مکان کے ایک حصے میں ٹھہرنے کی اجازت دے چکا ہوں

میریا نے کہا۔میں شہنشاہ فرڈی نیڈ کے نائٹ کو اس قدر ذلیل نہیں سمجھتی کہ وہ ۔۔۔۔۔ابوداؤد نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔تاہم محتاط رہنے میں کیا نقصان ہے۔

میریا نے لاجواب سی ہو کر کہا۔آپ جانتے ہیں کہ انجلا ربیعہ کی اجازت کے بغیر کسی سے بات تک نہیں کرتی اور ربیعہ کسی عیسائی کے ساتھ خواہ وہ فرشتہ ہی کیوں نہ ہو انجلا کو ملنے کی اجازت نہیں دے گیا۔اس لئے آپ کا مجھ سے کوئی بات کہنا بے سود ہے آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں ربیعہ سے کہیں۔

ربیعہ نے کہا امی! میں ابا جان کے کہے بغیر بھی اپنا فرض پورا کروں گی۔

تو تمہارے خیال میں میں انجلا کی دشمن ہوں

میں نے یہ نہیں کہا۔

تم انجلا کو اُس کے ہم مذہبوں سے دور رکھنا چاہتی ہو۔

میں اُسے بُری نگاہوں سے دور رکھنا چاہتی ہو

تم نے اُس پر جادو کر رکھا ہے۔تم اُسے اپنے مذہب کی تعلیم دیتی ہو۔تم نے اُسے عربی میں باتیں کرنا سکھایا ہے۔تم نے میری بھولی بھالی لڑکی کے دل میں میرے خلاف نفرت کا بیج بویا ہے۔تم میری دشمن ہوتم ----------

انجلا نے چلا کر کہا۔امی! خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کرو۔اگر تمہاری باتوں سے ربیعہ کو میری ساتھ نفرت ہوگئی تو میں زندہ نہیں رہوں گی۔میں اس محل کے سب سے اُونچے برج پر چڑھ کر چھلانگ لگادوں گی۔

انجلا ماتا کی دکھی ہوئی رگ چھیڑ چکی تھی۔میریا نے مرعوب ہوکر اپنی بیٹی کو دیکھاوہ رو رہی تھی۔بیٹی کی آنکھوں میں چمکتے ہوئے آنسوؤں نے میریا کے ہونٹ سی دئے اور وہ کوئی بات کہے بغیر باہر نکل گئی۔

ابو داؤد نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ربیعہ! میں انجلا کو تمہیں سونپ کر جارہا ہوں میریا کی باتوں سے متاثر نہ ہونا۔

(۴)

قسطلہ کے شاہی محل کے ایک وسیع کمرے میں اُندلس کے وہ اکابر اور علمائے دین جمع تھے جو ابو داؤد کی دعوت پر دُور دراز کے شہروں میں آئے تھے۔اجلاس سے قبل ابو داؤد ان میں سے اکثر کے ساتھ علیحدہ علیحدہ مل چکا تھا۔ابو داؤد نے اس اجتماع کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

بزرگان دین! آج آپ کو جن مسائل پر غور کرنے لیے بلایا گیا ہے وہ اسپین میں مسلمانوں کے مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں۔غرناطہ کی چپہ بھر زمین اور تھوڑے

سے پہاڑی علاقہ کے سوا باقی تمام اندلس کے مسلمان شہنشاہ فرڈی نیڈ کی رعایا بن چکے ہیں اور جب تک غرناطہ کے ساتھ ہماری جنگ شروع نہیں ہوئی تھی اندلس کے مسلمان اپنے عادل اور رحمدل بادشاہ کے سائے میں آرام کے دن گزار رہے تھے۔ حکمران قوم کی اکثریت ہم پر مہربان تھی لیکن اب آپ کو شکایت ہے کہ عیسائی حکومت آپ کے ساتھ پہلی سی فیاضی کے ساتھ پیش نہیں آتی۔ آپ میں سے بعض یہ سمجھتے ہیں کہ اندلس کے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کو غرناطہ کے جاسوس ہونے کے جرم میں گرفتار کیا جا رہا ہے عیسائی اپنی حکومت کے ساتھ اُن کی وفاداری پر شبہ کرتے ہیں۔ یہ واقعات بہت افسوسناک ہیں لیکن اگر آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ کچھ کوتاہی ہم سے بھی ہوئی ہے۔ عوام ہمیشہ کوتاہ نظر ہوتے ہیں لیکن ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے علماء نے بھی وقت کے سیلاب کا رُخ نہیں پہچانا۔ ہم میں سے کون ہے جو یہ نہیں جانتا کہ غرناطہ اور قسطلہ کی جنگ چیونٹی اور ہاتھی کا مقابلہ ہے۔ اہل غرناطہ جس راستے پر گامزن ہوئے ہیں وہ صرف تباہی کا راستہ ہے۔ وہ چند ہفتوں یا چند مہینوں کے لئے اپنی تباہی کی تاریخ ملتوی کر سکتے ہیں وہ اپنی تقدیر تبدیل نہیں بدل سکتے۔

اگر یہ مسئلہ صرف غرناطہ اور قسطلہ کی افواج تک محدود ہوتا تو ہم اس قدر پریشان نہ ہوتے اور میں آپ کو یہاں آنے کی تکلیف نہ دیتا لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اس جنگ کا ہمارے حال اور مستقبل کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اندلس کے لاکھوں مسلمان عیسائیوں کی اکثریت اور ان کی حکومت کے رحم و کرم پر ہیں۔ قسطلہ اور غرناطہ کی جنگ اب اسلام اور عیسائیت کی جنگ بن چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی

صورت میں اندلس کے مسلمان عیسائیوں سے کسی اچھے سلوک کی توقع نہیں رکھ سکتے ۔غرناطہ کی لڑائیوں میں اُندلس کے جو عیسائی مارے جاتے ہیں اُن کے عزیز ہم سے اُن کا انتقام لیتے ہیں اور یہ جنگ جس قدر طول پکڑے گی اُسی قدر ہمارے خلاف عیسائیوں کا جذبہ انتقام شدید ہوتا جائے گا۔ مجھے اہل غرناطہ کے متعلق کوئی پریشانی نہیں انہوں نے ایک طاقتور ہمسائے کے ساتھ جنگ مول لینے کی حماقت کی ہے اور انہیں اس کی سزا ملے گی لیکن ہم اندلس میں لاکھوں مسلمانوں کے مستقبل سے بے اعتنائی نہیں برت سکتے ۔ ہمارے بچاؤ کی اب صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ غرناطہ کی جنگ جلد ختم ہو جائے ۔ جب تک یہ جنگ جاری رہے گی اندلس کی حکومت کو ہماری وفاداری پر شک رہے گا اور ہمارے ساتھ ان کا سلوک بد سے بدتر ہوتا جائے گا۔

آپ مجھ سے یہ سوال کریں گے کہ اندلس کے علمائے اسلام اور بزرگان قوم اس جنگ کو ختم کرنے کے لئے کیا کر سکتے ہیں؟ لیکن پیشتر اس کے کہ میں آپ کو اس سوال کا جواب دوں میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا آپ اس بات کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ یہ جنگ جلد ختم ہو جائے ؟

ایک شخص نے جواب دیا۔ اُندلس کے ہر مسلمان اس بات کی ضرورت محسوس کرتا ہے

دوسرے نے اُٹھ کر کہا۔ ہم سب آپ سے متفق ہیں

ابو داؤد کو ان لوگوں سے اختلاف کی توقع بھی نہ تھی۔ یہ سب شاہی مہمان تھے اور ابو داؤد اجتماع سے فرداً فرداً انہیں یہ بتا چکا تھا کہ انہیں کس مقصد کے لئے بلایا گیا ہے۔ ان علماء کے ہر گروہ کے لیڈر نے یکے بعد دیگرے اُٹھ کر ابو داؤد کے خیالات

کی تائید کی اور اس سے مطمئن ہو کر اپنی تقریر دوبارہ شروع کی۔

حضرات! میں عیسائیوں کو مطمئن کرنے کے لئے لوشا اور دوسرے شہروں کے مسلمانوں کو بادشاہ سلامت کی فوج میں رضا کارانہ طور پر شامل ہونے کی ترغیب دی تھی۔ گزشتہ حملے میں کوئی پانچ سو مسلمان نوجوانوں نے حکومت کی فوج کا ساتھ دیا لیکن بدقسمتی سے ان میں سے اکثر جذبات میں آ کر غرناطہ کی فوج سے جا ملے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں پر عیسائیوں کا رہا سہا اعتماد جاتا رہا اور مختلف شہروں میں جو افسوسناک واقعات ہوئے وہ اسی کا نتیجہ تھے۔

مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں نے ایسے کوتاہ اندیش لوگوں پر اعتماد کیا جو جذبات کی رو میں بہہ جانے والے تھے۔ اب میں آپ حضرات کو ایک بڑی مہم سونپ رہا ہوں۔ آپ کو اندلس کے مسلمان پناہ گزینوں کی حیثیت میں غرناطہ جانا پڑے گا۔ وہاں پہنچ کر آپ غرناطہ کے حکام اور اُن سے زیادہ وہاں کی عوام کو سمجھائیں کہ جنگ ایک سعی لاحاصل ہے۔ تمہاری غلطی کی سزا باقی اندلس کے مسلمانوں کو مل رہی ہے۔ ان پر عرصہ حیات تنگ ہو رہا ہے حضرات! اگر آپ نے اہل غرناطہ کو ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کر لیا تو آپ نہ صرف فرڈی نیڈ کی مملکت کی مسلم رعیت بلکہ اہل غرناطہ کو بھی عیسائیوں کے انتقام سے بچا سکیں گے۔ اور یہ ایک بہت بڑا کام ہوگا۔

اس مہم کی تکمیل کے لئے آپ کو حکومت کی طرف سے تمام سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔ آپ کو اس مہم کی باقی تفصیلات سے آگاہ کرنے کے لئے کل پھر اسی جگہ ہمارا اجتماع ہوگا اس اجلاس کو برخاست کرنے پہلے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر آپ میں سے کسی کو میری باتوں سے اتفاق نہ ہو تو اُسے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا جائے۔

حاضرین ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک کونے سے قرطبہ کا ایک سفید ریش عالم اُٹھا اور بلند آواز میں کہا۔

حضرات! میں آج ہی یہاں پہنچا ہوں۔ میں اپنے عیسائی حکمران سے کچھ کہنے کا ارادہ لے کر آیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ میں شاید شاہ فرڈی نیڈ سے براہ راست نہیں ہوسکوں گا۔ تاہم میں اس مجلس کے صدر کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بادشاہ کے دارالحکومت میں اپنی آزادانہ رائے کے اظہار کا موقع دیا ہے۔ یہ سوچنا صدر مجلس کا کام تھا کہ یہ مقام ایک مسلمان کی آزادانہ رائے کے لئے موزوں ہے یا نہیں۔ بہر حال اس دعوت کے بعد انہوں نے مجھ پر ایک فرض عائد کر دیا ہے اور میں یہ فرض پورا کروں گا۔ میں اپنے جذبات کے اظہار کی بجائے علمائے اسلام کے اجتماعی احساسات کی ترجمانی کروں گا۔

حضرات! اُندلس کے بیشتر حصے میں ہمارے اقتدار کا خاتمہ ایک بہت بڑا نقصان تھا۔ اس کے بعد دوسرا نقصان یہ ہوا کہ ہماری قوم کا ایک بڑا حصہ ذلت کی زندگی پر مطمئن ہوگیا۔ لیکن یہ نقصانات ناقابلِ تلافی نہ تھے۔ امید مظلوموں، ناداروں اور بے کسوں کو زندہ رکھتی ہے جب ہماری محفل کے تمام چراغ بجھ گئے تو ہمیں غرناطہ میں ایک مشعل دکھائی دی۔ ایک طوفان مدت سے غرناطہ کی اس مشعل کو بجھانے کی فکر میں ہے اور کئی ناکام کوششوں کے بعد یہ طوفان اب ہم سے مطالبہ کر رہا ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں سے اس مشعل کو بجھا دیں۔ آج قوم کا جنازہ اُٹھانے کے لئے ان علمائے دین کو منتخب کیا گیا ہے مردہ قوم کے کانوں میں صورِ اسرافیل پھونکا کرتے تھے۔

ابو داؤد قیامت کے دن تم میرے گواہ ہو۔ یہ سب اکابر علماء جو یہاں بیٹھے

ہوئے ہیں میرے گواہ ہیں کہ میں نے اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود ان لوگوں کا ساتھ دینے سے انکار کیا جو حق کی جنگ سے منہ پھیر کر باطل کی فتح کے انعامات میں حصہ دار بننا چاہتے تھے۔

ابوداؤد! تم نے مجھے اپنی آزادانہ رائے کے اظہار کی دعوت دی ہے تو سنو! شاید قسطلہ میں حق کی یہ آخری آواز ہو جس دن غرناطہ پر عیسائیوں کی فتح کا پرچم لہرائے گا اندلس کے ہر مسلمان کے مکان پر موت کا پہرا ہوگا۔ تم کہتے ہو کہ غرناطہ کے لوگوں کی مدافعانہ جنگ کے باعث عیسائی ہم سے بدظن ہو گئے ہیں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ جب فرڈی نیڈ کی غرناطہ کے ساتھ جنگ نہ تھی اس وقت ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوتا تھا۔ کیا اُس وقت بے گناہوں کو قتل نہیں کیا گیا؟ اُس وقت ہماری بہو، بیٹیوں کی بے عزتی نہیں کی گئی۔ کیا غرناطہ کے ساتھ دوستی کے باوجود اُندلس کے عیسائی حکمرانوں نے لاکھوں مسلمانوں کو ملک بدر نہیں کیا؟ کیا انہیں زبردستی عیسائی نہیں بنایا گیا؟ کیا ہماری مساجد کو گرجوں میں تبدیل نہیں کیا گیا؟ کیا ہمارے لئے عربی زبان بولنا حرام قرار نہیں دیا گیا اور دنیا میں وہ کون سا ظلم تھا جو ہم پر روا نہ رکھا گیا۔

ابوداؤد! ہر قوم کی عزت کی محافظ اُس کی قوت مدافعت ہوا کرتی ہے۔ مجھے معلوم ہے جب ابوالحسن کی افواج لوشہ کا رُخ کر رہی تھیں۔ ہمارے عیسائی حکمران نے یہ اعلان کیا تھا کہ اُندلس کے مسلمانوں کے ساتھ بُرا سلوک کرنے والے افسروں کو بدترین سزائیں دی جائیں گی۔ اس کے بعد جب ابوعبداللہ نے غداری کی اور ہماری حکومت کی نظر میں غرناطہ کا خطرہ کم ہوا تو ہمیں بدترین سلوک کا مستحق سمجھا گیا۔

غرناطہ اندلس کے مسلمانوں کا آخری حصار ہے۔ اگر یہ حصار ٹوٹ گیا تو یاد رکھئے اندلس میں مسلمانوں کے زندگی کے دن موت سے زیادہ الم ناک ہوں گے۔

صدرِ مجلس نے کہا کہ اب چونکہ غرناطہ کے مسلمانوں کی موت یقینی ہے اس لئے ہم دشمن کو خوش کرنے کے لئے اپنے ہاتھوں سے اُن کا گلا کیوں نہ گھونٹ ڈالیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ جب ہمارے ہاتھ ان کی شہ رگ تک پہنچیں گے ہماری اپنی شہ رگ خود بخود کٹ جائے گی۔

سامعین کی طرف سے احتجاج کے نعرے بلند ہو رہے تھے لیکن اُن کی توقع کے خلاف ابو داؤد انتہائی اطمینان سے اُس کی تقریر سُنتا رہا۔ تقریر کے دوران میں چند بار لوگوں نے شور مچانے کی کوشش کی لیکن ابو داؤد نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں خاموش کر دیا جب بوڑھا عالم خاموش ہو گیا تو ابو داؤد اطمینان سے کہا۔ میرے بزرگ! آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں؟

نہیں۔ اُس نے بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

ابو داؤد نے کہا۔ حضرات! میں اُن کی صاف گوئی کی داد دیتا ہوں لیکن مجھے افسوس ہے کہ میری تقریر سے ان کے دل میں چند غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ میں اُن کے ساتھ الگ بیٹھ کر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ان کی تقریر کے بعد کسی اور بزرگ کے دل میں شکوک پیدا ہو گئے ہوں تو میں ان کے ساتھ بھی تبادلہ خیالات کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر آپ میں سے کوئی ان خیالات کی تائید کرتا ہے تو مجھے بتا دے۔

اشبیلیہ کے چار علماء اُٹھ کھڑے ہو گئے۔

ابو داؤد نے کہا۔ اس مجلس میں صرف پانچ حضرات میرے ساتھ متفق نہیں۔

مجھے امید ہے کہ ہم ایک آزاد بحث کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔ میں آپ کو شام کے بعد اپنے پاس بلالوں گا۔ یہ جلسہ برخاست کرنے سے پہلے حاضرین سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ کسی سے اس جلسے کی کاروائی کا ذکر نہ کریں۔

رات کے وقت ابوداؤد کا ایک خادم ان پانچ علماء کو اپنے ساتھ لے گیا اور اس کے بعد کسی کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کہاں گئے۔ اگلے دن اُن کے بعض ساتھیوں کا خیال تھا کہ وہ کسی اور ہی دنیا میں پہنچ چکے ہیں

قریبا دو ہفتوں میں نام نہاد علماء اور اکابر کا یہ گروہ ابوداؤد سے تربیت حاصل کرنے بعد غرناطہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد ابوداؤد نے فرڈی نیڈ سے ہر صوبہ کے گورنر کے نام احکام حاصل کر لئے اور نئے رضا کار بھرتی کرنے کی غرض سے دوسرے شہروں کا دورہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ ہر شہر میں اپنے ہم خیال لوگوں کی ایک جماعت بنانے کے بعد اس نے اشبیلہ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنالیا۔ دوسرے شہروں کے گورنر قابل اعتماد لوگوں کو بھرتی کر کے اس کے پاس بھیج دیتے اور وہ اُنھیں تربیت دینے کے بعد غرناطہ روانہ کردیتا۔

عیسائیوں کے مظالم کی وجہ سے مسلمان اپنے شہر اور بستیاں چھوڑ کر غرناطہ کا رُخ کررہے تھے۔ ابوداؤد کے جاسوس ان پناہ گزینوں کے قافلوں میں شامل ہو جاتے اور کسی دقت کے بغیر غرناطہ جا پہنچتے۔ غرناطہ کی حکومت کے لئے پناہ گزینوں کا مسئلہ بہت سی مشکلات پیدا کررہا تھا لیکن عوام نے اپنے ایثار اور خلوص کے باعث حکومت کو پریشان نہ ہونے دیا۔ وہ پناہ گزینوں کو اپنے گھروں میں جگہ دیتے اور اپنی روٹی کے ہر نوالے میں اُنھیں برابر کا حصہ دار سمجھتے۔ البشرات کا تمام علاقہ آزاد ہوچکا تھا اور وہاں مہاجرین کے بہت خاندان آباد ہوچکے تھے۔

غرناطہ اور گردو نواح کی بستیوں میں قریباً دس لاکھ پناہ گزیں آچکے تھے اور ان میں قریباً دو ہزار کے قریب وہ بااثر لوگ تھے جن کا پیرو مرشد اشبیلہ سے انہیں ہدایات بھیج رہا تھا۔ یہ لوگ اہلِ غرناطہ کے سامنے اُن دلس کے مسلمانوں کی زبوں حالی کے قصے بیان کر کے انہیں اپنی طرف متوجہ کرتے اور پھر اُن کے ذہن میں اس قسم کے خیالات ٹھونسنے کی کوشش کرتے۔ "یہ جنگ کب ختم ہوگی؟ اس کا انجام کیا ہوگا؟ افسوس افریقہ سے مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ ہیں لیکن کاش ہمارا مقابلہ صرف اُندلس کے عیسائیوں کے ساتھ ہوتا۔ اب نہ صرف اہل ہسپانیہ بلکہ یورپ کے دوسرے عیسائی بھی غرناطہ میں ہماری چھوٹی سی سلطنت کا نام ونشان مٹانے کا عہد کر چکے ہیں مسلمانوں کے دل ٹوٹ چکے ہیں مسلمان بزدل نہیں وہ مارنا اور مرنا جانتا ہے۔ آج بھی اگر فرڈی نینڈ اپنی مملکت کے تمام عیسائی سپاہی لے کر میدان میں آجائے تو ہم انہیں چند دن میں کچل کر رکھ دیں۔ لیکن اب تمام یورپ کے عیسائی اس کی مدد کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ اس کے برعکس افریقہ میں ہمارے بھائی ہمارے حال سے بے خبر ہیں۔ ہم کب تک لڑیں گے؟

اس جنگ کا نتیجہ کیا ہوگا"؟

صبح کے وقت غرناطہ کی مساجد میں اس قسم کے اشتہار دیواروں کے ساتھ چسپاں ہوتے۔

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین! کیا ایسی جنگ جاری رکھنا جائز ہے جس کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہ ہو؟"

منافقین کی ان کوششوں سے غرناطہ شکست خوردہ ذہنیت کے لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ اندلس کے اکابر سے غرناطہ بھی متاثر ہونے لگے۔ ان زہریلے اثرات

سے فوج ابھی تک محفوظ تھی لیکن ابو دوؤد کے آدمی فوج میں بھی بھرتی ہو رہے تھے۔ اشبیلیہ سے بعض یہودی تاجر پناہ گزینوں کے بھیس میں آ گئے تھے اور وہ فرڈی نینڈ کے سونے اور چاندی سے با اثر اُمراء کے ضمیر خرید رہے تھے۔

(۵)

لوشہ کا قائم مقام گورنر جان مائیکل تدبر کی بجائے طاقت سے کام لینے کا قائل تھا۔ ابو داؤد کی موجودگی میں بھی لوشہ کے مسلمان اپنے آپ کو عیسائیوں کے ظلم و تشدد سے محفوظ نہیں سمجھتے تھے تاہم ابو داؤد کی حکمت عملی کے باعث مسلمانوں کے خلاف ان کا جذبہ انتقام کسی حد تک دبا رہا لیکن ابو داؤد کے جاتے ہی مسلمان یہ محسوس کرنے لگے کہ لوشہ میں ان پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا ہے۔

وہ پانچ ہزار سپاہی جو لوشہ کی حفاظت کے لئے آئے تھے شراب سے بدمست ہو کر شہر کی گلیوں میں چکر لگاتے۔ مساجد میں گھس کر نماز پڑھنے والوں کو زدوکوب کرتے۔ رات کے وقت وہ مسلمانون کے گھروں کے دروازے توڑ کر اندر گھس جاتے اور اُن کی عورتوں کو زبردستی گھسیٹ کر فوجی اڈوں میں لے جاتے۔

ایک دن ایک نوجوان نے غیرت میں آ کر اپنے پڑوسی کے گھر پر حملہ کرنے والے سپاہیوں میں سے تین کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد جان مائیکل نے شہر پر جوجی حکومت مسلط کر دی۔ شہر ے ایک نیک طینت راہب کی قیادت میں سر کودہ عیسائیوں کا ایک وفد گورنر سے ملا اور انہون نے گورنر سے درخواست کی کہ فوج کے شہر میں داخل ہونے پر پابندی عائد کی جائے شراب سے بدمست سپاہی نہ صرف مسلمانوں بلکہ کبھی کبھی عیسائیوں کے گھروں میں بھی جا گھستے ہیں۔ گورنر نے یہ حکم صادر کر دیا کہ عیسائی اپنے گھروں کے دروازوں پر صلیب کے نشان لگا دیں تا کہ

سپاہیوں کوغلط فہمی نہ ہو۔

لوشہ کاایک متمول تاجر عیسائی جان مائیکل کادوست تھا۔جان مائیکل رات کے وقت اکثراس کے ہاں چلا جاتا۔ہررات سپاہی اس تاجر کے مکان پر کوئی نہ کوئی بد نصیب لڑکی پکڑلاتے۔

ایک رات جان مائیکل شراب کے نشے میں بدمست تھا۔اُس نے اپنے میزبان سے کہا۔میں نے اب شادی کرنے کافیصلہ کیا ہے۔

تاجر نے قہقہہ لگایا۔شادی!تم شادی کروگے۔

جان مائیکل نے گرج کرکہا۔خاموش!تم سمجھتے ہو کہ میں نشے کی حالت میں بک رہا ہوں لیکن میں نے شادی کا فیصلہ کیا ہے۔میں اندلس کی سب سے خوبصورت لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور وہ لوشہ میں ہے۔جانتے ہووہ کون ہے؟

''میں جانتا ہوں''

''اچھابتاؤکون ہے؟''

وہ ابوداؤدکی لڑکی ہے۔

''اس کانام جانتے ہو؟''

''اس کانام ربیعہ ہے۔''

گورنر نے شراب کا جام اُٹھاتے ہوئے کہاتم کچھ نہیں جانتے اس کانام انجلا ہے۔''تاجر نے کہا۔میں نے انجلا کودیکھا ہے لیکن میں نے سنا ہے کہ ربیعہ اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔''

جان مائیکل نے گرج کرکہا۔یہ ربیعہ کون ہے؟

"وہ انجلا کی سوتیلی بہن ہے۔ وہ مردوں کے سامنے نہیں آتی وہ گرجے میں بھی نہیں آتی۔ میں نے سنا ہے کہ اُس کی ماں مسلمان تھی۔"

"تم بکتے ہو اندلس کی کوئی لڑکی انجلا سے زیادہ خوبصورت نہیں۔ میں اس کی توہین برداشت نہیں کرسکتا۔ اگر تم نے دوسری مرتبہ یہ کہا کہ کوئی لڑکی انجلا سے زیادہ خوبصورت ہے تو تمہاری جان کی خیر نہیں۔"

تو آپ انجلا کے ساتھ شادی کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں"

"ہاں میرا فیصلہ اٹل ہے لیکن وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔"

"آپ سے نفرت؟

"ہاں وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آت کہ فرڈی نینڈ کے نائٹ سے ایک لڑکی کیسے نفرت کر سکتی ہے۔ اس کی ماں عیسائی ہے اور وہ یقیناً اُسے اپنی خوش قسمتی سمجھے گی۔ اگر اجازت ہو تو میں بشپ کو اس کے ساتھ بات کرنے کے لئے کہوں۔"

"میں خود اس کی ماں کے ساتھ بات کر چکا ہوں اور اُسے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن لڑکی کو مجھ سے نفرت ہے۔ پرسوں میں نے اُسے دعوت دی تھی۔ اس کی ماں آئی تھی لیکن اس نے دردسر کا بہانہ کیا۔ جانتے ہو خوبصورلڑکیاں کس وقت دردسر کا بہانہ کرتی ہیں؟ تم نہیں جانتے تم بیوقوف ہو۔ جب وہ کسی کو دیکھنا پسند نہین کرتیں تو دردسر کا بہانہ کرتی ہیں۔ میں نے اپنی خادمہ کے ہات اسے پھول بھجوائے تھے۔ جانتے ہو اس نے کیا کیا؟ ------ تم نہیں جانتے ٹھہرو میں بتاتا ہوں۔"

جان مائیکل نے اُٹھ کر میز پر رکھے ہوئے گلدستہ کو اُٹھایا اور تاجر کے سر پر دے مارا اور قہقہہ لگاتے ہوئی کہا۔" اس نے پھولوں کا گلدستہ میرے خادمہ کے سر

پر دے مارا اور اُسے کہا اگر تم دوبارہ کوئی چیز لے کر آئیں تو تمہاری جان کی خیر نہیں۔"

تاجر نے کہا۔لیکن آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

جان مائیکل نے شراب کا ایک جام حلق سے اُتارتے ہوئے کہا۔مایوس اور میں؟ تم مجھے نہیں جانتے میرے اور اُس کے درمیان صرف چند قدم کا فاصلہ ہے لیکن اگر ہمارے درمیان ساتھ سمندر بھی حائل ہوتے تو بھی میں مایوس نہ ہوتا۔وہ میری ہے۔انجلا میری ہے میری بننے کے سوا اس کے لئے کوئی راستہ نہیں۔جانتے ہو میں کون ہوں؟ تم نہیں جانتے۔تم ایک بیوقوف تاجر ہو۔"

(۶)

عام حالات میں شاید میریا انجلا کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اُٹھاتی لیکن ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اُسے انجلا کے مستقبل کے متعلق جلد کوئی فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا۔

میریا دیر تک سونے کی عادت تھی لیکن ایک رات طبیعت کی خرابی کے باعث اُسے نیند نہ آئی۔انجلا کا کمرہ اس کے ساتھ تھا پچھلے پہر اُس نے پیاس محسوس کی۔پانی صراحی برآمدے میں تھی۔میریا نے خادمہ کو آواز دینے کی بجائے خود اُٹھ کر پانی پیا۔واپس جاتے ہوئے اُسے کوئی خیال آیا اور وہ انجلا کے کمرے کی طرف چل دی۔دروزاہ کھلا تھا لیکن انجلا کا بستر خالی تھا۔

اس سے آگے ربیعہ کا کمرہ تھا اور اندر سے بولنے کی آواز آ رہی تھی۔میریا دبے پاؤں دروازے کے قریب پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔اس نے آہستہ سے دروازے کو دھکیلا اور تھوڑی سی دراڑ بنا کر اندر جھانکنے لگی۔اندر شمع جل رہی تھی۔انجلا ایک کتاب ہاتھ میں لئے ربیعہ کے سامنے قالین پر بیٹھی آہستہ آہستہ پڑھ رہی تھی وہ کسی

لفظ پر رُک جاتی تو ربیعہ اسے بتا دیتی۔ یہ وہ کتاب تھی جسے میریا نے اکثر ربیعہ کو انتہائی سوز و گداز کے ساتھ پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ قرآن تھا۔

میریا کچھ دیر مبہوت کھڑی رہی۔ انجیلا اس کے نزدیک بدترین گناہ کی مرتکب ہو چکی تھی اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ بھاگ کر اپنی بیٹی کے ہاتھ سے قرآن چھین لے لیکن اس کے پاؤں زمین سے پیوست ہو کر رہ گئے۔ اس کی قوت فیصلہ جواب دے چکی تھی۔

انجیلا نے قرآن بند کیا اور اُسے اور اُسے مخمل کے جزدان میں لپیٹ کر الماری میں رکھ دیا۔ اس کے بعد دونوں نماز کی نیت باندھ کر کھڑی ہو گئیں۔

میریا انتہائی رنج و کرب کی حالت میں اپنے کمرے کی طرف لوٹ آئی۔ بارہا اس کے جی میں آیا کہ وہ انجیلا کو بالوں سے گھسیٹتی ہوئی اپنے کمرے میں لے آئے لیکن اس نے محسوس کی کہ یہ معاملہ خطرناک حد تک آگے جا چکا ہے اور اس کی جلد بازی انجیلا کو کھلی بغاوت پر آمادہ کر دے گی۔ دیر تک وہ بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ اچانک اُسے خیال آیا اور وہ اُٹھ کر باہر نکل گئی۔ ۔ ۔ بیرونی دروازے سے گزرنے کے بعد اس کا رُخ بشپ کی قیام گاہ کی طرف تھا اس سے قبل اُسے محل کے کسی ملازم یا سپاہی نے پیدل باہر جاتے نہیں دیکھا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوشہ کے بشپ سے کہہ رہی تھی۔ مقدس باپ! میں چاہتی ہوں کہ انجیلا کی شادی کر دی جائے لیکن وہ بہت سرکش ہے۔ وہ میرا کہا نہیں مانتی۔
"

بشپ نے سوال کیا وہ راہبہ بننا چاہتی ہے؟

نہیں مقدس باپ! اُسے کوئی رشتہ پسند نہیں۔"

"میں اس بارے میں خود تم سے ملنے والا تھا۔جان مائیکل نے مجھ سے کئی بار یہ کہا ہے کہ اُسے تمہاری لڑکی پسند ہے۔"

"مقدس باپ! میں اُسے اپنی عزت افزائی سمجھتی ہوں لیکن انجلا بہت ضدی ہے۔آپ اسے سمجھائیں۔"

بشپ نے کچھ سوچ کر کہا"میرے خیال میں اگر تم جان مائیکل کو اپنی بیٹی سے ملاقات کا موقع دیتیں تو شاید یہ مشکل خود بخود حل ہو جاتی"۔

میریا نے جواب دیا۔مقدس باپ! اگر یہ معاملہ اس قدر آسان ہوتا تو میں آپ کو تکلیف نہ دیتی۔انجلا پر تیری لڑکی نے جادو کر رکھا ہے۔وہ مسلمان ہے اور اس نے انجلا کے دل میں ہمارے ہم مذہبوں کے خلاف سخت نفرت پیدا کر دی ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ گمرہ نہ ہو جائے اس لئے میں فوراً اس کی شادی کرنا چاہتی ہوں۔ میں اُسے ربیعہ سے دُور رکھنا چاہتی ہوں"۔

بشپ نے کہا"اگر یہ بات ہے تو ہمیں سُستی نہیں کرنی چاہیے لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر انجلا کو اس کی مرضی کے خلاف شادی پر مجبور کیا جائے تو تمہارا خاوند رضامند ہوگا؟

میریا نے جواب دیا۔"وہ اس بات کا مخالف نہیں کہ انجلا کی شادی کسی معزز عیسائی خاندان میں کر دی جائے لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر انجلا نے انکار کر دیا تو وہ اس کی طرفداری کرے گا"۔

"انجلا صرف جان مائیکل سے شادی کرنے کے خلاف ہے یا ہر عیسائی سے نفرت کرتے ہے۔

میریا نے گھبرا کر جواب دی۔"مقدس باپ! وہ شراب پینے والوں سے نفرت

کرتی ہے اورایہ اس کی سوتیلی بہن کی صحبت کا اثر ہے۔جان مائیکل جب پہلے دن ہمارے گھر آیا تھا وہ شراب میں مدہوش تھا اور شاید اسی وجہ سے اینجلا کو اس سے نفرت ہوگئی ہے۔"

بشپ نے کہا"میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تمہارے گھر کا ماحول عام عیسائیوں کے ماحول سے مختلف رہا ہے تمہیں اس قدر پریشان نہیں ہونا چاہیے یہ معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔

آج شام میں تمہارے ہاں آؤں گا۔تم جان مائیکل کی دعوت کا انتظام کرو۔ سردست کسی اور کو بلانے کی ضرورت نہیں۔

میریا نے کہا"مقدس باپ! مجھے ڈر ہے جان مائیکل کا نام سُنتے ہی وہ علالت کا بہانہ کرکے لیٹ جائے گی۔"

تو اس کے سامنے جان مائیکل کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔وہ اُس وقت آئیگا جب ہم کھانے کی میز پر بیٹھ چکے ہوں گے۔

(۷)

لوشہ کے بشپ سے ملنے کے بعد میریا باقی سارا دن ربیعہ اور اینجلا کے پاس بیٹھی رہی اینجلا کو اس بات کا افسوس تھا کہ وہ اپنی ماں کی موجودگی میں ربیعہ کے ساتھ نماز میں شریک نہ ہوسکی تاہم اُسے اس بات کی خوشی تھی کہ اس کی سوتیلی بہن کے ساتھ اس کی ماں کے طرزِ عمل میں ایک خوشگوار تبدیلی آچکی ہے۔

آج میریا ربیعہ پر بہت مہربان تھی۔وہ اس کے بال سنوارنے اور اس کا لباس تبدیل کرنے پر مُصر تھی۔وہ کہہ رہی تھی۔ربیعہ تم لباس کے معاملے بہت بہت پرواہو۔دیکھنے والے کہتے ہونگے کہ تمہاری سوتیلی ماں کو تمہارے ساتھ کوئی دلچسپی

نہیں ۔تم سارا دن مغموم بیٹھی رہتی ہو۔ دیکھو تمہارا رنگ کیسا زرد ہو رہا ہے۔تمہارا باپ آ کر دیکھے گا تو شاید یہ خیال کرے گا کہ میں تمہیں تنگ کرتی رہی ہوں۔خدا کے لئے اپنی صحت کا خیال رکھا کرو“۔

ربیعہ کے لئے اپنی ماں کے دل میں اتنی بڑی تبدیلی دیکھ کر انجلا اس قدر متاثر ہوئی کہ رات کے وقت جب میریا نے اس سے بشپ کے ساتھ کھانا کھانے کا مطالبہ کیا تو وہ انکار نہ کر سکی۔

کھانے کی میز پر ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد بشپ نے جان مائیکل کا ذکر چھیڑ دیا انجلا نہایت بے توجہی سے اس کے بہادرانہ کارناموں کی داستانیں سنتی رہی بشپ نے اس کے مختلف معرکوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔” جان مائیکل کے متعلق مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ شراب پینے کے معاملے میں اعتدال سے کام نہیں لیتا ورنہ اسپین کا کوئی نائٹ اس کا ہم پلہ نہیں ۔تاہم وہ لوگ جو اس کی کمزوری کی وجوہات جانتے ہیں اُسے قابلِ معافی سمجھتے ہیں۔اُسے اپنی بیوی کے ساتھ ازحد محبت تھی ۔اس کی موت کے بعد وہ شراب میں غرق رہ کر اپنا غم غلط کرنے کی کوشش کرتا ہے اُسے کوئی ایسی رفیقہ حیات نہیں ملی جو اس کی زندگی کی تلخیوں کو کم کر سکتی ۔ اندلس کے معزز ترین گھرانے اس کے ساتھ رشتہ کرنا اپنے لئے باعث عزت سمجھتے ہیں لیکن اُسے کوئی لڑکی پسند نہیں آتی ۔ یہاں تک کہ شاہی گھرانوں کی لڑکیاں بھی اس کے معیار پر پوری نہیں اُترتیں ۔اب مجھے اس کے ایک دوست نے بتایا ہے کہ وہ ایک نہایت معصوم لڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے۔اگر وہ لڑکی ذہین بھی ہے تو مجھے یقین ہے کہ وہ جان مائیکل کی تمام عادات میں تبدیلی لا سکے گی اور یہ کلیسا کی بہت بڑی خدمت ہوگی ۔کلیسا کے فرزند اس وقت دشمن کے ساتھ لڑ رہے ہیں اور

کلیسا کی بیٹیوں کا فرض ہے کہ وہ ان کی تسکین کا سامان مہیا کریں۔ جان مائیکل کی شراب نوشی پر نکتہ چینی کرنے کی بجائے ہمیں ان تمام وجوہات پر غور کرنا چاہیے جن کے باعث وہ ہمیشہ شراب میں غرق رہنا پسند کرتا ہے۔ اُسے اپنی بیوی کی موت کا صدمہ ہے۔ اس کے علاوہ اس نے وحشی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں اپنے بہترین دوستوں کو مرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اگر قوم کی بیٹیاں اس کی حالت پر رحم کھانے کی بجائے اس سے نفرت کریں تو یہ قابلِ افسوس ہے۔"

انجلا کا اضطراب بڑھ رہا تھا۔ وہ یہ محسوس کر رہی تھی کہ اس کے لئے کوئی جال بچھایا جا رہا ہے۔ اس نے اپنی ماں اور پھر بشپ کی طرف دیکھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ لیکن خادمہ نے میریا کے کان میں کچھ کہا اور میریا نے برہم ہو کر اسے جواب دیا "تم نے انہیں ملاقات کے کمرے میں کیوں بٹھا رکھا ہے انہیں یہاں لے آؤ۔"

خادمہ مذبذب کی حالت میں میریا کی طرف دیکھنے لگی۔ میریا اس کی وجہ نہ سمجھ سکی۔ وہ برہم ہو کر بولی۔ "جاتی کیوں نہیں' میری طرف کیا دیکھ رہی ہو۔

لیکن خادمہ نے جھک کر پھر میریا کے کان میں کچھ کہا اور میریا کے چہرے پر اچانک زردی چھا گئی۔ بشپ اور انجلا میریا کی طرف جواب طلب نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

بشپ نے پریشان ہو کر سوال کی۔ کیا بات ہے؟

میریا نے اُٹھتے ہوئے جواب دیا۔ کچھ نہیں میں ابھی آتی ہوں۔

لیکن برآمدے میں کسی کے پاؤں کی آہٹ سُن کر میریا رُک گئی اور اُس کے ساتھ ہی اُسے اپنا حبشی غلام یہ کہتا ہوا سنائی دیا۔ میں آپ کو ایسی حالت میں اندر نہیں جانے دوں گا۔

اس کے جواب میں شراب کے نشے میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ ''تم میرا راستہ نہیں روک سکتے۔ میں اس شہر کا گورنر ہوں۔ ہٹ جاؤ ورنہ تمہیں پھانسی پر لٹکا دوں گا۔

میریا کے پاؤں زمین کے ساتھ پیوست ہو کر رہ گئے۔ ایک ثانیہ بعد جان مائیکل دروازے میں کھڑا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سونے کی صراحی اور دوسرے ہاتھ میں پیالہ تھا۔ اُس کی آنکھوں سے وحشت برس رہی تھی میریا، انجلا اور بشپ مبہوت ہو کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

میریا نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ انجلا! تم پیچھے کے کمرے میں چلی جاؤ۔

لیکن انجلا کی غیرت نے ماں کو تنہا چھوڑنا گوارا نہ کیا بشپ اس غیر متوقع صورت حالات کا سامنا کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ وہ کبھی غصے اور ندامت کے ساتھ جان مائیکل اور کبھی معذرت طلب نگاہوں سے میریا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

جان مائیکل نے دروازے میں کھڑے کھڑے صراحی سے ایک جام بھر کر پیا اور لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا۔ وہ صراحی اور پیالہ میز پر رکھ کر بشپ کے قریب خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ انجلا اپنی جگہ سے کھسک کر اپنی ماں کے قریب کھڑی ہو گئی۔

جان مائیکل نے کہا۔ آپ کھڑی کیوں ہیں بیٹھ جائیے۔ آپ کے نوکر بہت بدتمیز ہیں لوشہ کا ہر آدمی جانتا ہے لیکن آپ کو نوکروں کو یہ معلوم نہیں کہ میں اس شہر کا گورنر ہوں۔

مقدس باپ! میں آج اس بات کا فیصلہ کر کے جاؤں گا لیکن یہ کھڑی کیوں ہیں۔ میں کوئی بھوت ہوں۔ انجلا! تم مجھ سے خوف زدہ ہو؟ خدا کے لئے بیٹھ جاؤ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں اور اپنی ماں کی طرف دیکھو۔ اس نے مجھے یہاں آنے کی

دعوت دی تھی اور اب یہ میری صورت دیکھ کر کانپ رہی ہے۔

بشپ نے کہا۔میریا بیٹھ جاؤ۔ انجلا بیٹی! ڈرو نہیں۔ مائیکل ایک نائٹ ہے کلیسا کی بیٹی کو اس سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔

مائیکل نے کہا۔مقدس باپ! ان کا احترام میرا فرض ہے لیکن کوئی نائٹ یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی گھر میں بُلا کر اُس کی بے عزتی کرے کیا اُنہوں نے مجھے یہاں آنے کی دعوت نہیں دی؟

انجلا نے حقارت کے ساتھ اپنی ماں کی طرف دیکھا۔بشپ نے پھر کہا۔میں ابھی تمہیں یہ بتا رہا تھا کہ موجودہ حالت ایسے ہیں جن کے باعث ہمارے بہترین سپاہی بہت زیادہ شراب پینے کے عادی ہو چکے ہیں۔جب حالات بدلیں گے یہ عادات بھی بدل جائیں گی۔میریا انجلا!! بیٹھ جاؤ۔جان مائیکل کے دل میں تمہاری توہین کا خیال نہیں آ سکتا۔

میریا ایک لمحہ جھجکنے کے بعد کرسی پر بیٹھ گئی۔لیکن انجلا کھڑی رہی

مائیکل نے اپنا لہجہ تبدیل کرتے ہوئے کہا۔مقدس باپ! میں نے آپ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں آج شراب پینے میں احتیاط برتوں گا لیکن مجھے افسوس ہے یہ میرے بس کی بات نہیں۔میں جانتا ہوں کہ انجلا شراب سے نفرت کرتی ہے مقدس باپ! میں اسے چھوڑ دونگا انجلا کے لئے میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔انجلا! خدا کے لئے بیٹھ جاؤ! تم نہیں بیٹھوگی؟

تمہیں بیٹھنا پڑے گا۔میں تمہارے گھر آ کر اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتا!!

جان مائیکل نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے ایک اور جام بھر کر منہ سے لگا لیا۔

میریا نے انجلا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے آہستہ آہستہ سے کہا۔یہ ایک شرابی کی ضد ہے

خدا کے لئے بیٹھ جاؤ۔"

انجلا اپنی ماں کے الفاظ سے زیادہ اس کی ملتجی نگاہوں سے متاثر ہو کر بیٹھ گئی مائیکل کے متعلق اس کا خوف نفرت میں تبدیلی ہو چکا تھا۔ چند لمحات قبل حیا کا تقاضا یہ تھا کہ وہ وہاں سے بھاگ جائے اور اب غیرت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ صورت حالات کا مقابلہ کرے۔

جان مائیکل کچھ دیر خاموشی سے انجلا کی طرف دیکھنے کے بعد بولا۔ تم نے کھانا کیوں چھوڑ دیا۔ کھاؤ! میری فکر نہ کرو۔ میں اسوقت کھانا نہیں کھاتا میں صرف پیا کرتا ہوں، مقدس باپ! اگر آپ میرے ساتھ شرکت کرنا چاہیں تو یہ صراحی حاضر ہے۔ اس دن مجھے جو شراب ملی تھی آپ بھی وہ بہت ہلکی قسم کی تھی۔ اس لئے آج میں اپنی صراحی اُٹھا لایا ہوں۔ انجلا کی طرح شاید آپ بھی شراب سے نفرت کرتے ہوں لیکن اگر آ میری جگہ ہوتے تو بہت زیادہ پیتے مجھ سے بھی زیادہ۔ آپ ہمیشہ مدہوش رہتے ہوش میں انسان کو طرح طرح کے خیالات ستاتے ہیں میرے متعلق آپ یہ خیال نہ کریں کہ میں ہمیشہ اسی طرح شراب پیتا تھا نہیں کسی زمانے میں شراب سے میری نفرت کا یہ عالم تھا کہ میں مذہبی رسومات میں بھی اُسے ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ لیکن اب میں سب سے زیادہ پیتا ہوں۔ انجلا کو میری یہ عادت پسند نہیں۔ اُسے شاید میری یہ عادت بھی پسند نہ ہو کہ میں رات کے وقت لوگوں کے گھروں میں چلا جاتا ہوں۔ انجلا شاید مجھے ظالم کہے گی۔

بشپ نے مائیکل کو ٹوکنے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کہا۔ میں انجلا کو بتا چکا ہوں کہ آپ اپنی بیوی کی وفات کے بعد شراب کے عادی ہو گئے ہیں۔

مائیکل نے جواب دیا۔ یہ غلط ہے یہ بالکل غلط ہے میں جانتا ہوں کہ میری

بیوی کی موت کا باعث میری شراب نوشی تھی۔ صرف شراب نوشی ہی نہیں اُسے میری بہت سی عادتوں سے نفرت تھی۔ الحمہ کی فتح کے بعد جو کچھ ہوا اُس کے بعد وہ کہا کرتی تھی کہ تم وحشی ہو لیکن یہ میرا قصور نہ تھا۔ الحمہ کی فتح سے پہلے میں بہت کم شراب پیا کرتا تھا لیکن اس دن فتح کی خوشی میں میں نے کئی صراحیاں خالی کر دیں اور اس کے بعد وہ واقعہ پیش آیا۔ نشے کی حالت میں مجھے معلوم نہ تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ وہ بہت خوبصورت تھی۔ میں نے اس کے ساتھ وعدہ بھی کیا کہ میں تمہاری جان بچا لوں گا۔ اس کا جرم معمولی نہ تھا۔ اُس نے ہمارے دو سپاہی قتل کئے تھے۔ اس کے چار بھائی جنگ میں مارے گئے تھے۔ شہر والے ہتھیار ڈال چکے تھے۔

ان کا فرض تھا کہ ہمارے لئے اپنے گھروں کے دروازے کھول دیتے لیکن اُس خوبصورت لڑکی کے گھر کا دروازہ بند تھا۔ میں نے دروازہ توڑ رہے تھے مکان کی چھت سے چند تیر آئے۔ میرے آٹھ سپاہی زخمی ہوئے اور وہ وہیں ڈھیر ہو گئے۔ ہم مکان میں داخل ہوئے تو وہاں صرف ایک لڑکی تھی۔ اُس نے مجھ پر خنجر کے ساتھ حملہ کیا لیکن میں نے اس کے ہاتھ سے خنجر چھین لیا۔ اگر میں منع نہ کرتا تو سپاہی اس کی بوٹیاں نوچ ڈالتے سپاہی چلے گئے لیکن میں وہیں رہا میں نے اور شراب منگوائی میں نے اُسے ایک پیالہ پیش کیا میں نے کہا میں تمہاری جان بچانے کا وعدہ کرتا ہوں۔ میں تمہیں شہر سے باہر چھوڑ آؤں گا لیکن وہ بہت ضدی تھی بالکل تمہاری طرح۔ اس نے شراب کا پیالہ مرے منہ پر دے مارا۔ اُس نے میرا منہ نوچ ڈالا۔ اُس کی گالیاں میرے لئے ناقابل برداشت تھیں اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا مجھے معلوم نہ تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ وہ تڑپتی رہی اور اس کے گلے پر میرے ہاتھوں کی گرفت سخت ہوتی گئی۔ صبح کے وقت جب مجھے ہوش آیا تو اس کی لاش میرے قریب

پڑی ہوئی تھی۔اس کی خوبصورت گردن پر میری انگلیوں کے نشانات تھے۔میں یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ سو رہی ہے اُس کی صورت دیکھ کر مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں نے اُسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کیا ہے۔میں اُسے جگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس کے بعد میں سارا دن شراب پیتا رہا۔اس کے بعد میں ہمیشہ شراب میں غرق رہتا ہوں لیکن یہ ایک ایسی تشنگی ہے جو کبھی دُور نہ ہوگی۔میں نے پہلی بار انجلا کو دیکھا تو مجھے وہ لڑکی یاد آ گئی آج تک میں جو کچھ کیا ہے اس کی ذمہ دار وہ لڑکی ہے اور اب آئندہ جو کچھ کروں گا اس کی ذمہ دار انجلا ہوگی۔میں آج اس بات کا فیصلہ کرنے آیا ہوں۔انجلا تمہیں اس بات کا جواب دینا پڑے گا کہ میرے ساتھ شادی کرنا منظور ہو یا نہیں؟

انجلا کی آنکھوں میں آنسو آ چکے تھے۔وہ تصور میں اس بے کس لڑکی کی جگر دوز چیخیں سُن رہی تھی۔جان مائیکل کے سوال پر وہ چونک اُٹھی۔تمہیں میرا جواب معلوم ہے۔انجلا اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

مائیکل نے گرجتے ہوئے کہا۔اگر یہ وہی جواب ہے جو مجھے اس لڑکی نے دیا تھا تو سنو! جس پھول کی مہک میرے لئے نہیں میں اُسے اپنے ہاتھوں سے مسلنے کا عادی ہو چکا ہوں۔

انجلا نے جواب دیا۔اس لڑکی کے ساتھ تم اپنا منہ کالا کرنا چاہتے تھے اور مجھے تم نے شادی کا پیغام دیا ہے۔فرڈی نینڈ کے نائٹ اور کلیسا کے بہادر کو میرا یہ جواب ہے کہ میری نگاہ میں تمہاری نسبت لوشہ کا ایک بھکاری زیادہ قابل عزت ہے۔اس بے کس لڑکی کے لئے تم ایک بھوکے بھیڑیئے تھے لیکن میرے سامنے تم ایک پاگل کتے ہو۔تم اس وقت بھی قابلِ نفرت تھے اور ابھی قابلِ نفرت ہو۔

"انجلا!! انجلا!! بشپ اور میریا نے ایک زبان ہو کر کہا۔ لیکن وہ ان کی طرف متوجہ نہ ہوئی۔ وہ کہہ رہی تھی، تم انسانیت کے نام پر ایک بدنما داغ ہو۔ تم مجھے دھمکیاں دیتے ہو لیکن جب تک مجھ پر خدا کا ہاتھ ہے تم میرا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ تم نے جس زمین پر کلیسا کی شاندار عمارتیں بنائی ہیں اُسی زمین پر بے گناہوں کا خون گرایا ہے۔ وہ وقت آئے گا جب یہ عمارتیں پیوند خاک ہو جائیں گی اور آنے والی نسلوں کو ان کے کھنڈر بھی نظر نہ آئیں گے لیکن یہ وقت کا ہاتھ تاریخ کے صفحات پر ان بیگناہوں کے خون سے لکھی ہوئی تحریریں نہیں مٹا سکے گا۔

انجلا بشپ کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور تم مریم کے بُت بنا کر پوجتے ہو لیکن اپنے سپاہیوں کے ہاتھوں معصوم لڑکیوں کی عصمت دری کروانا مریم کے بیٹے کے دین کی بہت بڑی خدمت سمجھتے ہو۔ تم اس صلیب کی پوجا کرتے ہو لیکن میں پوچھتی ہوں اندلس کے ہر شہر میں کتنے بے گناہ ہیں جنہیں تم ہر روز پھانسی دیتے ہو۔

بشپ نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ یہ لڑکی گمراہ ہو چکی ہے۔ اُس کی بہن نے اس پر جادو کر دیا ہے۔ اُسے معلوم نہیں یہ کیا کہہ رہی ہے۔ مائیکل! چلو چلیں!

"نہیں میں فیصلہ کر کے جاؤں گا۔ مائیکل آخری جام پینے کے بعد اب بیہوشی کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ وہ اُٹھ کر انجلا کی طرف بڑھا۔ اُس کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔ انجلا میز پر سے بھاری پھولدان اُٹھا کر ایک طرف ہٹ گئی میریا نے اپنے حبشی غلام کو آواز دی وہ بھاگتا ہوا داخل ہوا اتنی دیر میں مائیکل انجلا کے قریب پہنچ چکا تھا۔ انجلا نے پھولدان اس کے سر پر دے مارا مائیکل کو گرنے کے لئے فقط ایک بہانہ چاہئے تھا۔ پھولدان کی معمولی ضرب سے وہ اپنا توازن نہ رکھ سکا۔

اس کے گرتے ہی بشپ نے آگے بڑھ کر حبشی غلام سے کہا۔ تم انہیں فوراً اٹھا

کر ان کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔ اُن کے نوکر پوچھیں تو یہ کہہ دینا کہ شراب سے بے ہوش ہیں۔ قوی ہیکل حبشی نے جان مائیکل کو اُٹھا کر اپنے کندھوں پر لا دلیا اور باہر نکل گیا۔

بشپ نے انجلا کی طرف دیکھا اور کہا۔ انجلا! جان مائیکل کو میں نے یہاں آنے کی دعوت دی تھی تمہاری ماں کا اس میں کوئی قصور نہیں اور میرا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ تمہاری سوتیلی بہن نے تمہیں گمراہ کیا ہے۔ اگر یہ باتیں اُس نے تمہیں سکھائی ہیں تو تمہیں اس سے بہت کچھ سیکھنا چاہیے۔ میں مائیکل کو قابل اصلاح سمجھتا تھا لیکن میرا خیال غلط نکلا تمہیں اس سے دُور رہنا چاہیے۔ میں کل اپنے عہدہ سے استعفا دے رہا ہوں مجھے مدت سے اس بات کا احساس تھا کہ ایک بشپ کی حیثیت میں میں کلیساء کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔ لیکن میرے ضمیر کو ایک ٹھوکر کی ضرورت تھی۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے ایک اونگھتے ہوئے انسان کو جگا دیا ہے۔ اور میرا یا تم اپنے خاوند کو لکھو کہ اگر وہ فوراً یہاں نہیں آ سکتا تو تمہیں اپنے پاس بلا لے۔

جُرم اور اُس کی سزا

(۱)

اگلے دن جان مائیکل کی خادمہ میریا کے پاس اُس کی طرف سے ایک خط لے کر آئی۔ خط پڑھ کر میریا کو یہ یقین نہیں آتا تھا کہ یہ مائیکل نے لکھا ہے۔ وہ بار بار خادمہ سے پوچھ رہی تھی۔ کیا یہ واقعی انہوں نے لکھا ہے۔ اور خادمہ کو اسے یقین دلانے کے لئے مریم کی قسم کھانی پڑی۔

جان مائیکل نے انتہائی عجز و انکسار کے ساتھ معافی مانگی تھی۔ اُس نے لکھا تھا کہ مجھے اپنے طرزِ عمل پر ندامت اور افسوس کے اظہار کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ میں بے حد شرمسار ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں نشے کی حالت میں تھا۔ اس لئے مجھے اُمید ہے کہ آپ میری خطا قابلِ معافی سمجھیں گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی شراب پی کر آپ کے گھر میں قدم نہیں رکھونگا اور انجیلا کے ساتھ میں اس وقت تک ہم کلام ہونے کی جرات نہیں کروں گا جب تک وہ خود اپنی زبان سے یہ نہ کہے کہ میرے اخلاق میں ایک بہت بڑی تبدیلی آ چکی ہے۔ میں اطمینان سے اس وقت کا انتظار کروں گا۔ جب میرے طرزِ عمل سے وہ مجھے ایک انسان سمجھنے پر مجبور ہو جائے گی۔ میں جانتا ہوں کہ رات کے واقعہ کے بعد مجھ پر آپ کے گھر کا دروازہ بند ہو چکا ہے لیکن آپ اطمینان رکھیں جب تک آپ خود نہ بلائیں گی میں دروازہ کھٹکھٹانے کی جرات نہیں کروں گا۔

جان مائیکل کی خادمہ کی آمد سے تھوڑی دیر پہلے میریا اپنے خاوند کے نام ایک طویل خط لکھ چکی تھی مائیکل کا خط آنے پر اُس نے اپنا مکتوب قاصد کے سُپرد کرنے کا ارادہ تبدیل کر دیا۔

جب وہ جان مائیکل کے خط کا جواب سوچ رہی تھی اُس کی خادمہ نے اطلاع دی کہ ملاقات کے کمرے میں داخل ہوئی چند رسمی باتوں کے بعد بشپ نے کہا۔ مجھے تھوڑی دیر ہوئی جان مائیکل کا خط ملا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ رات کے وقت اُسے ہوش نہ تھا اور وہ بہت نادم ہے۔ اس نے مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں آپ کے سامنے اُس کی طرف سے معذرت پیش کروں۔

"اُس نے میرے پاس بھی یہ خط بھیجا ہے۔ آپ پڑھ لیجئے۔ بشپ نے میریا کے ہاتھ سے خط لے کر اس پر سرسری نظر دوڑانے لگا کے بعد کہا۔ مجھے بھی اُس نے اسی طرح کی باتیں لکھی ہیں اور میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ آ نے اپنے شوہر کو رات کے واقعات کی اطلاع بھیج تو نہیں دی۔

نہیں میں خط لکھ چکی تھی لیکن ابھی تک بھیجا نہیں۔

اینجلا نے خط پڑھ لیا ہے۔

نہیں"

"اُسے بلاؤ میں اس سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

"مجھے آپ کے حکم کی تعمیل سے انکار نہیں لیکن اس وقت شاید وہ جان مائیکل کے متعلق کوئی بات سننا پسند نہیں کرے گی۔

میں جان مائیکل کا ایلچی بن کر نہیں آیا۔

"اچھا میں اُسے بلاتی ہوں۔

بشپ نے کہا۔ یہ خط لے کر جاؤ بہتر ہے کہ اینجلا میرے پاس آنے سے پہلے اس خط کو پڑھ لے۔

میریا اینجلا کو بلانے کے لئے اُوپر چلی گئی۔

رات کو رخصت ہوتے وقت بشپ نے جو باتیں کی تھیں انجلا اُن سے بہت متاثر ہوئی تھی لیکن اجب میریا نے اُس کے ہاتھ میں جان مائیکل کا خط دینے کے بعد اُسے یہ بتایا کہ بشپ تم سے ملنا چاہتا ہے۔ تو اس نے فوراً کہا اگر بشپ اس شرابی کا ایلچی بن کر آیا ہے تو میں اس سے ہرگز نہیں ملوں گی۔ کل وہ کہتا تھا کہ میں لوشہ کے بشپ کے عہدہ سے مستعفی ہو جاؤں گا اور اب اُسے ایک انتہائی قابل نفرت آدمی کی ذلیل ترین خدمت بجالانے سے عار نہیں۔

میریا نے جواب دیا۔ انجلا یہ خط میرے پاس مائیکل کی خادمہ لائی تھی۔ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو تم اپنی خادمہ سے پوچھ لو۔ بشپ کا اس خط سے کوئی تعلق نہیں

۔

تو آپ نے اس خط کا کیا جواب دیا ہے؟

”میں نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے یہ خط بشپ کو دکھایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مائیکل نے انہیں اسی طرح کا ایک خط لکھا ہے۔“

تو اب وہ ہمارے درمیان مصالحت کروانے کا ارادہ لے کر آئے ہوں گے۔

ان سے ملے بغیر تمہیں اُن کی نیت پر شک نہیں کرنا چاہیئے۔

”چلیئے!“ انجلا نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

بشپ نے انجلا کو دیکھتے ہی سوال کیا۔ بیٹی! میں نے کل تمہیں بتایا تھا کہ میں اپنے عہدے سے مستعفی ہونے کا ارادہ کر چکا ہوں لیکن مجھے مائیکل کا ایک خط ملا ہے۔ اُس نے اپنے طرزِ عمل پر سخت ندامت کا اظہار کیا ہے۔ اگر یہ تبدیلی ہنگامی اور عارضی نہیں تو میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ جب تک تمہارا باپ غیر حاضر ہے مجھے لوشہ میں رہنا چاہیئے ابھی تمہاری ماں نے بھی مجھے اس کا ایک خط دکھایا ہے۔“

انجلا نے کہا۔میں بھی یہ خط دیکھ چکی ہوں۔"

بشپ نے سوال کیا۔"اس خط کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟

انجلا نے جواب دیا۔میں صرف اتنا سمجھتی ہوں کہ حالات نے اُسے ایک بھیڑیئے کی درندگی کی بجائے ایک لومڑی کی چالاکی سے کام لینے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس نے اپنا طریق کار بدلا ہے خو نہیں بدلی۔وہ جس شکار کو اپنے پنجہ سے ہلاک نہیں کر سکا اُس کے لئے اب جال بُن رہا ہے۔اور پھنکارنے والے اژدہا کی نسبت خاموشی کے ساتھ جالا بُننے والی مکڑی کو زیادہ خطرناک سمجھتی ہوں۔

ممکن ہے تمہارا خیال صحیح ہو۔کسی کے دل کا حال خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس معاملہ میں میری ہمدردی تم لوگوں کے ساتھ ہے۔میں تمہیں اور تمہاری ماں کو یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں۔کہ اس خط کے بعد آپ کو ایسا جواب دینا چاہیے جس سے وہ مشتعل نہ ہو۔میں آپ کو اس کے ساتھ راہ و رسم رکھنے کا مشورہ دیتا لیکن میں مشورہ نہ بھی نہیں دوں گا کہ آپ اس کے خط کے جواب میں سخت الفاظ استعمال کریں بعض ٹھوکریں ایسی ہوتی ہیں جو انسان کو سیدھا کر دیتی ہیں۔ممکن ہے کہ کل کا واقعہ اس کی زندگی بدل ڈالے۔اگر اس کے طرز عمل میں یہ تبدیلی عارضی اور وقتی ہے تو بھی میں یہ چاہتا ہوں کہ جب تک وہ اس شہر کر گورنر ہے اور تم سے اس قدر قریب رہتا ہے وہ ایک پُر اُمن ہمسایہ بنا رہے۔ہماری افواج غرناطہ پر حملہ کرنے والی ہیں۔اشبیلیہ میں ابو داؤد کی مصروفیات کچھ ایسی ہیں کہ وہ شاید غرناطہ کی فتح تک واپس نہ آسکے۔

اس کی غیر حاضری میں اگر آپ قدرے تدبر سے کام لیں تو مجھے اُمید ہے وہ آ کو پریشان نہیں کرے گا۔

انجلا نے کہا۔اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ ہمیں پریشان نہیں کرے گا اور

جب تک وہ اپنے وعدے پر قائم ہے ہمیں اُس کے ساتھ اُلجھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میری ماں کا کائی جواب اسکی وحشیانہ فطرت بدل سکتا ہے تو آپ لکھوا کر بھجوا دیں لیکن جہان تک میرا تعلق ہے خدا گواہ ہے کہ اگر مائیکل ایک ہزار سال تک عبادت میں مصروف رہے اور میں اپنی آنکھوں سے یہ دیکھوں کہ فرشتے آسمان سے اُتر کر اُسے سلام کرنے آتے ہیں تو بھی میں اُسے قابل نفرت سمجھوں گی۔

(۲)

اس واقعہ سے ایک ماہ بعد فرڈی نینڈ غرناطہ پر حملہ کر چکا تھا۔ ملکہ ازابیلا اور بادشاہ غرناطہ کو فتح کئے بغیر واپس نہ جانے کا حلف اُٹھا کر اپنی ساری قوت کے ساتھ میدان میں آ چکے تھے ابو داؤد اشبیلیہ چھوڑ کر غرناطہ کی سرحد سے چند میل کے فاصلے پر ایک شہر کو اپنی سرگرمیوں کو مرکز بنا چکا تھا۔ وہ گزشتہ ماہ میں سینکڑوں جاسوسوں کو تربیت دے کر غرناطہ بھیج چکا تھا۔ اس نے اپنی بیوی کو یہ خط لکھا کہ غرناطہ ہماری توقع سے پہلے فتح ہو جائے گا اور بادشاہ سلامت مجھے غرناطہ میں اپنا غائب السلطنت بنانے کا وعدہ کر چکے ہیں۔

لوشہ میں قریباً ایک ماہ تک جان مائیکل کی طرف سے میریا کو کسی قسم کی پریشانی کا سامانا نہ کرنا پڑا۔ آخری ملاقات کے بعد اس کے طرزِ عمل میں کافی تبدیلی آ چکی تھی۔ اس کی خادمہ دن میں ایک بار میریا کے پاس اتی اور پوچھ کر چلی جاتی کہ آپ کو کوئی تکلیف یا کسی چیز کی ضرورت تو نہیں میریا اس کے جواب میں اس کا شکریہ ادا کرتی بذات خود جان مائیکل ان سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ چند ہفتوں کے بعد میریا کو اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ وہ اپنے قول کا پکا ہے اور بن بُلائے اُن کے گھر میں

نہیں آئے گا۔ کبھی کبھی اس بات پر خوشی ہوتی کہ اسکی اس تبدیلی کا باعث انجلا ہے لیکن جب وہ سوچتی کہ انجلا کسی صورت میں بھی اُس کے ساتھ شادی کرنے پر رضا مند نہیں ہوگی تو اُس کا دل بیٹھ جاتا اُسے جان مائیکل پر رحم آتا۔

جان مائیکل اب اپنی اکثر راتیں اپنے تاجر دوست کے ہاں گزارتا تھا اور شہر کی بیکس لڑکیوں کے ساتھ اُس کا برتاؤ زیادہ وحشیانہ تھا۔ میریا ان باتوں سے بے خبر تھی لیکن شہر میں مسلمانوں کی زبوں حالی کی خبریں کسی نہ کسی طرح ربیعہ اور ربیعہ سے انجلا تک پہنچ جاتی تھیں اور جان مائیکل سے انجلا کی نفرت روز بروز زیادہ شدید ہوتی گئی۔

ایک دن بشپ نے میریا کو بتایا کہ جان مائیکل ایک دو روز تک محاذ جنگ پر جا رہا ہے۔ اور اس کی جگہ قسطلہ سے ایک نیا آدمی آرہا ہے اگلے دن میریا نے شہر کے کوتوال کی بیوی کی طرف سے شام کے وقت جان مائیکل کے اعزاز میں الوداعی ضیافت میں شریک ہونے کی دعوت ملی۔ میریا نے انجلا اور ربیعہ کو اپنے ساتھ اس دعوت میں لے جانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ میریا نے انجلا کو سمجھایا۔ بیٹی اب وہ جنگ پر جا رہا ہے۔ تمہارے دل میں اس کے خلاف کوئی بغض نہیں ہونا چاہیے شہر کے تمام معززین وہاں جمع ہوں گے اگر تم وہاں نہیں جاؤ گی تو لوگ یہ محسوس کریں گے کہ تمہارے اور اُس کے درمیان کوئی ناخوشگوار بات ہو چکی ہے۔

لیکن انجلا اپنی ضد پر قائم رہی۔ میریا کو مجبوراً تنہا جانا پڑا۔ شام کے دھندلکے میں جب میریا اپنی بگھی پر سوار ہو کر قلعے سے باہر نکلی تو اُسے دروازے پر جان مائیکل دکھائی دیا۔ اور وہ فوج کے چند سپاہیوں کے درمیان کھڑا اُن سے باتیں کر رہا

تھا۔میریا نے نوکر کو بگھی روکنے کا حکم دیا اور باہر جھانکتے ہوئے ہاتھ کے اشارے مائیکل کو اپنی طرف بُلایا۔

جان مائیکل نے اُس کے قریب پہنچ کر کہا۔آپ غالباً کوتوال کے ہاں جا رہی ہیں؟

''ہاں! لیکن مجھے اس بات کا گلہ رہے گا کہ آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ آپ جا رہے ہیں۔

''آپ کو الوداع کہے بغیر میرے لئے لوشہ چھوڑنا آسان بات نہیں لیکن میں یہ عہد کر چکا تھا کہ جب تک انجلا مجھے نہیں بلائے گی میں آپ کو پریشان نہیں کروں گا اور ایک نائٹ کو اپنے عہد کا پاس کرنا پڑتا ہے۔

میریا نے کہا۔انجلا اب بہت بدل چکی ہے۔جب آپ جنگ سے واپس آئیں گے اُسے شاید آپ کو بُلانے پر اعتراض نہیں ہوگا۔میں شاید وقت سے پہلے جا رہی ہوں۔آپ وہاں کب پہنچیں گے؟

''میں چند دوستوں کا انتظار کر رہا ہوں۔آپ چلیں میں ابھی آتا ہوں لیکن آپ اکیلی ہیں۔

ہاں مجھے افسوس ہے کہ انجلا کی طبیعت ٹھیک نہیں ورنہ وہ میرے ساتھ آنے کے لئے تیار تھی۔

مائیکل نے کہا۔اس کی طبیعت اکثر خراب رہتی ہے۔اُسے علاج کی ضرورت ہے۔اچھا آپ چلیں''

جب میریا کی بگھی کچھ دُور چلی گئی تو مائیکل اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔

اُسے ایک طبیب کی ضرورت ہے اور میں کئی مریضوں کا علاج کر چکا ہوں۔

(۳)

ربیعہ اور انجلا اوپر کی منزل کے ایک کمرے میں کھانا کھا رہی تھی اچانک نیچے انہیں شور سنائی دیا۔ ربیعہ نے چونک کر کہا۔ شاید احمد کے ساتھ کوئی لڑ رہا ہے۔

انجلا نے کہا۔ یہ جمیں ہوگا۔ آج اس کی خبر لوں گی۔ کبھی کبھی مجھے احمد پر بھی غصہ آتا ہے وہ ہاتھی کی طرح مضبوط ہے لیکن پھر بھی ہر نوکر سے مار کھا لیتا ہے۔

ربیعہ نے کہا۔ یہاں ہر مسلمان ہر عیسائی کو اپنا سمجھتا ہے۔

انجلا نے خادمہ سے کہا۔ جاؤ جمیں کو بلا لاؤ آج میں اس کی خبر لیتی ہوں۔

لیکن اچانک سیڑھیوں پر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی اور انجلا نے کاہ۔ ٹھہرو وہ شاید خود ہی آ رہا ہے، اب وہ احمد کی شکایت کرے گا۔

ایک ثانیہ کے بعد ربیعہ، انجلا اور خادمہ مبہوت ہو کر دروازے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ نوکر کی بجائے ان کے سامنے جان مائیکل کھڑا تھا۔ انجلا اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔

تم! اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

ہاں میں! لیکن تمہارا چہرہ زرد کیوں ہو گیا۔ میں تمہاری تیمار داری کے لئے آیا ہوں یہاں تمہارے علاج کے لئے آیا ہوں۔ تم ہمیشہ بیمار رہتی ہو۔

جان مائیکل ایک قدم آگے بڑھا اور انجلا چار قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس دوران میں ربیعہ بھاگ کر عقب کے کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ گئی۔ خادمہ اپنی جگہ پر کھڑی بری طرح کانپ رہی تھی۔

جان مائیکل نے کہا۔ انجلا! بھاگنے اور شور مچانے سے کوئی فائدہ نہیں اس وقت تمہاری مدد کے لئے کوئی نہیں آ سکتا۔ تمہارے نوکر میرے آدمیوں کی حراست

میں ہیں۔تمہاری ماں کوتو ال کے ہاں میری الوداعی ضیافت میں گئی ہے۔جب تک میں وہاں انہیں جاؤں گا وہ یہاں نہیں آسکے گی۔

جان مائیکل چند قدم آگے بڑھا اور انجلا بھاگ کر ایک کونے میں جا کھڑی ہوئی وہ چلائی تم وحشی ہو۔تم کمینے ہو۔تم شراب سے مدہوش ہو۔

جان مائیکل انجلا کو جواب دینے کی بجائے خادمہ کی طرف متوجہ ہوا۔تم کیا دیکھ رہی ہو۔

بھاگو یہاں سے؟ خادمہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگی۔

مائیکل پھر آگے بڑھا اور انجلا کو گھیر کر کمرے کے دوسرے کونے میں لے آیا پھر وہ ربیعہ کی طرف متوجہ ہوا۔تم اس کی بہن ہو! لوگ غلط نہیں کہتے۔اندلس کے حصے کا تمام حسن خدا نے تم دونوں پر عطا کر دیا ہے۔لیکن اس وقت صرف انجلا کے لئے آیا ہوں۔تم جا سکتی ہو۔

لیکن ربیعہ اپنی جگہ سے نہ ہلی۔مائیکل چلایا۔جاؤ!

ربیعہ نے حقارت سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔تم بہت بہادر ہو۔عورتوں کے مقابلہ تم واقعی بہت بہادر ہو۔ایک لڑکی پر حملہ کرنے کے لئے تم نے فقط چند آدمیوں کو اپنے ساتھ لانے کی کوشش کی ورنہ اس مہم کے لئے ایک پوری فوج درکار تھی۔تم اپنا خنجر کیوں نہیں نکالتے۔انجلا! اسے بتاؤ کہ تمہارے ہاتھ خالی ہیں۔فرڈی نینڈ کے نائٹ کا وار خالی نہیں جانا چاہیے۔ورنہ کلیسا کی تاریخ میں بہادری کا ایک کارنامہ کم ہو جائے گا۔

مائیکل نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔بدزبان لڑکی! خاموش رہ تو مجھے نہیں جانتی۔

ربیعہ نے کہا۔ میں تمہیں جانتی ہوں تم ایک بہادر نائٹ ہو۔ تم اس شہر کے گورنر ہو کلیسا کو تم پر ناز ہے۔ کلیسا کو اس بات پر ناز ہے کہ تم نے اس کا جھنڈا معصوم لڑکیوں کی عصمت کے خون میں رنگا ہے۔ کلیسا کو اس بات پر ناز ہے کہ تم جیسے بہادروں کی بدولت اس کا سفینہ بے گناہوں کے خون کے سمندر میں تیر رہا ہے۔ میں تمہیں جانتی ہوں تم مردوں کے مقابلوں میں بھیڑ اور عورتوں کے مقابلے میں شیر ہو۔

مائیکل زخمی درندے کی طرح آگے بڑھا اور اس نے ربیعہ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑنے کے بعد عقبی کمرے کی طرف دھکیل دیا۔ ربیعہ منہ کے بل گری۔ اتنی دیر میں انجلا بھاگ کر سیڑھیوں کی طرف کھلنے والے دروازے سے باہر نکل چکی تھی۔ مائیکل اس کی طرف متوجہ ہوا تو ربیعہ نے جلدی سے اُٹھ کر دروازے کو بند کر کے کنڈی لگا دی۔

مائیکل انجلا کے پیچھے بھاگا۔ انجلا تیزی کے ساتھ نیچے اُترتے ہوئے چلا چلا کر لوگوں کو مدد کیلئے بلا رہی تھی۔ نصف سیڑھیاں اُترنے کے بعد اُس نے محسوس کیا کہ محل میں اُس کی آواز پر لبیک کہنے والا نہیں۔ اُسے ربیعہ کا خیال آیا اور اُس کے پاؤں وہیں رک گئے اچانک اُسے نیچے سے چند آدمیوں کے قہقہے سُنائی دیئے۔ سیڑھیوں کی شمع جل رہی تھی۔ اس نے جلدی سے ہاتھ مار کر شمع نیچے گرا دی مائیکل کے آدمی قہقہے لگاتے ہوئے اُوپر آرہے تھے۔ انجلا کو خیال آیا کہ اگر وہ بالائی منزل کی باہر کی گیلری تک پہنچ جائے تو وہاں سے اس کی چیخ پکار قلعے کے دروازے کے پہریداروں تک پہنچ سکے گی۔ وہ بے پاؤں اوپر چڑھی۔ زینے کے آخری موڑ پر اُسے ایک خوفناک قہقہہ سنائی دیا۔ وہ مائیکل کے مضبوط بازوؤں کی گرفت میں آچکی تھی۔

وہ چلا رہی تھی۔ ظالم! دغاباز کمینے چھوڑ دو! مجھے چھوڑ دو!!

جان مائیکل نے اُوپر آنے والے سپاہیوں کو آواز دی۔ تم قلعے کے دروازے پر کھڑی رہو جب تک میں اجازت نہ دوں اس طرف کوئی نہ آئے۔

سپاہی لوٹ گئے اور مائیکل تڑپتی چیختی چلاتی ہوئی اینجلا کو اپنے بازوؤں کی آہنی گرفت میں لئے پھر اُسی کمرے میں داخل ہوا جہاں تھوڑی دیر پہلے ربیعہ اور اینجلا کھانا کھا رہی تھیں اس نے ایک ہاتھ سے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ شور مچانے سے میرا کچھ نہیں بگڑنے والا تمہاری ہی رسوائی ہوگی میں تمہارے باپ سے نہیں ڈرتا اس نے ہمارے ساتھ اپنے ضمیر کا سودا کیا ہے۔ اور ہم اس کی قیمت ادا کر چکے ہیں۔ بادشاہ میرے خلاف اس کی کوئی شکایت نہیں سُنے گا۔

اینجلا نے دونوں ہاتھوں سے اس کا منہ نوچتے ہوئے کہا۔ مجھے چھوڑ دو! وحشی ظالم! کمینے, مجھے چھوڑ دو! وہ اس کے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں تڑپ رہی تھی۔

اچانک جان مائیکل بلبلا کر اُٹھا۔ اُس کے ہاتھ کی انگلی اینجلا کے دانتوں میں آچکی تھی۔ اُس نے دوسرے ہاتھ سے اینجلا کا گلا دبا کر اپنی اُنگلی چھڑائی۔ اس کے بعد مائیکل پاگل ہو چکا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے اینجلا کو گلے سے پکڑ رکھا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ سے اُس لباس نوچ رہا تھا۔

اچانک عقب کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ ربیعہ ہاتھ چھپا لئے دبے پاؤں آگے بڑھی۔ مائیکل کی پیٹھ اس کی طرف تھی لیکن اینجلا اُسے دیکھ چکی تھی۔ ربیعہ نے مائیکل کے قریب پہنچ کر پوری قوت سے برچھا مارا اور وہ ایک پلٹا کھانے کے بعد نیچے گر پڑا۔ برچھے کی تیز نوک اس کے سینے کے آرپار ہو چکی تھی۔ وہ تڑپ رہا تھا۔

اینجلا ربیعہ کے ساتھ لپٹ گئی۔ وہ سسکیاں لے رہی تھی۔ ربیعہ! ربیعہ! میں

سمجھ رہی تھی کہ تم مجھے چھوڑ کر بھاگ گئی ہو

وہ کہہ رہی تھی۔ مجھے برچھا تلاش کرنے میں دیر لگی۔ مجھے باہر کے کونے کی سیڑھی سے اُتر کر احمد کے کمرے میں جانا پڑا۔

"لیکن تم نے اُسے قتل کر دیا۔ اب کیا ہوگا۔؟ نہیں! نہیں ربیعہ تم نے اُسے قتل نہیں کا ی۔ اُسے میں نے قتل کیا ہے۔ اور میں بڑی سے بڑی عدالت کے سامنے اس بات کا جواب دے سکوں گی کہ میں نے اُسے کیوں قتل کیا ہے، ابھی اس کے سپاہیں جائیں گے تم اپنے کمرے میں چلی جاؤ، ربیعہ جلدی کرو۔ خدا کے لئے۔

ربیعہ نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ نہیں آنجلا! تم مجھے اس نیکی کے ثواب سے محروم نہ کرو،

"نہیں ربیعہ! میں تمھیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔ کبھی نہیں۔ آنجلا پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

"ربیعہ نے کہا۔ انجلا تمہارا لباس! تمہارا سارا جسم عُریاں ہو رہا ہے چلو اپنا لباس تبدیل کرو۔

انجلا نے کہا۔ پہلے یہ وعدہ کرو کہ تم اس معاملے میں خاموش رہو گی۔

ربیعہ جواب دینے کی بجائے اُسے بازو سے پکڑ کر کھینچتی ہوئی اس کے کمرے کی طرف لے گئی گیلری میں کوئی نہ تھا۔ مائیکل کے آدمی نیچے شور مچا رہے تھے۔

وہ چھوٹا سا کمرہ جس میں انجلا کے کپڑے اور آرائش کا دوسرا سامان تھا اس کے سونے کے کمرے کے پیچھے تھا آنجلا نے اس کرمے کا دروازہ کھولا۔ اندر تاریکی تھی اس لئے ربیعہ نے دوسرے کمرے سے شمع اٹھا کر اندر رکھ دی اور انجلا سے کہا تم جلدی سے اندر جا کر لباس تبدیل کرو۔ میں یہاں کھڑی ہوں۔

جب انجلا لباس تبدیل کر رہی تھی ۔ ربیعہ نے دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈی لگا دی انجلا اندر چلا رہی تھی "ربیعہ! ربیعہ! خدا کے لئے دروازہ کھول دو۔

اس نے اندر سے کہا۔نہیں نہیں! زندگی اور موت میں میرا اور تمہارا ساتھ تھا تم میرے ساتھ دھوکا کر رہی ہو۔ ربیعہ! میری ربیعہ! میری بہن! انجلا رو رہی تھی۔

ربیعہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ انجلا تمہارے دل میں خیال کیونکر پیدا ہوا کہ میں تمہیں اپنے لئے خودکشی کی اجازت دے سکتی ہوں۔ تمہیں یاد ہے تم نے الحمرا میں ان کی جان بچائی تھی، اس وقت مجھے ان پر کسی کا احسان گوارا نہ تھا۔ مجھے تمہاری جرات پر رشک آتا تھا۔ انجلا! یہ ایک ایسا احسان تھا جو کسا بدلہ شاید میں اس زندگی میں نہ دے سکتی۔ میرے متعلق تمہارا ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ میرا دل کمزور ہے اور اب بھی تمہیں شاید میری کمزوری پر ترس آ رہا ہے لیکن میں اپنا فرض پہچانتی ہوں

۔

انجلا نے اندر سے کہا۔ ربیعہ دروازہ کھول دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں خاموش رہوں گی۔

نہیں انجلا! میں جانتی ہوں جب وہ بھیڑیوں کی طرح میری بوٹیاں نوچیں گے تم سے دیکھا نہیں جائے گا۔ تم خاموش نہیں رہ سکو گی۔

انجلا نے کہا۔ ربیعہ! میری بات سنو! کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم یہاں سے فرار ہو جائیں۔

تم جانتی ہو کہ اس قسم کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اول تو یہ ممکن نہیں لیکن اگر ہم کسی طرح قلعے سے باہر بھی نکل جائیں تو شہر میں ہمارے لئے کوئی جائے پناہ نہیں صبح تک ہر گھر پر فوج کا پہرا ہو گا۔ اگر ہم شہر سے نکلنے میں بھی کامیاب ہو

جائیں تو صبح تک سارا شہر شکاری کتوں کی طرح ہمارا تعاقب کر رہا ہوگا۔ انجلا! میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ میں موت سے کیوں بھاگوں۔ میں لوشہ کی عدالت میں یہ کیوں نہ کہوں کہ میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ میں ان سے رحم کی التجا بھی نہیں کروں گی۔ میرا باپ قوم کا غدار ہے۔ اسے غداری کا صلہ ملنا چاہیے ممکن ہے کہ میری قربانی کے بعد اس پر توبہ کا دروازہ کھل جائے۔

ربیعہ کو محل کے دروازے کی طرف آدمیوں کا شور سنائی دیا۔ وہ گیلری کی طرف بھاگی اور ایک لحہ پیچھے جھانکنے کے بعد واپس آ کر بولی۔ انجلا! لوگ دروازے پر جمع ہو رہے ہیں۔ شاید کوتوال کے گھر سے کوئی اس کا پتہ کرنے آیا ہے اور مائیکل کا کوئی آدمی اُسے باخبر کرنے کے لئے اُوپر آ جائے۔ میں جاتی ہوں۔ انجلا! خدا حافظ!

”نہیں نہیں ربیعہ! میری بات سُنو! میں موت کی آغوش تک تمہارا ساتھ دوں گی۔ ربیعہ ٹھہرو۔ ربیعہ! ربیعہ!

ربیعہ جا چکی تھی☆

(۴)

انجلا کو خدا حافظ کہنے کے بعد ربیعہ اس کے کمرے میں پہنچی جہاں مائیکل کا لاش پڑی تھی اس کا خون قالین پر منجمد ہو چکا تھا۔ اس کی شکل سخت ہیبت ناک بن چکی تھی۔ ربیعہ نے دوسرے کمرے سے ایک چادر لا کر اس کے منہ پر ڈال دی اور خود ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد اُسے سیڑھی پر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی کسی نے دروازے کے قریب پہنچ کر کہا۔ آقا! بہت دیر ہوگئی، کوتوال کے آدمی آپ کے متعلق

پوچھ رہے ہیں۔

ربیعہ اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پا کر اٹھی اور دروازہ کھول کر باہر جھانکتے ہوئے بولی۔ ادھر آؤ میرے کمرے میں ایک شرابی کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ دیکھو تم اُسے پہچانتے ہو؟

سپاہی بدحواس ہو کر اندر داخل ہوا۔ ایک ثانیہ کے لئے اس نے ربیعہ کی طرف دیکھا اور پھر جھک کر کپڑا اُٹھا دیا۔ جان مائیکل۔ وہ بدحواس ہو کر چلا گیا۔

ربیعہ نے کہا۔ تم اسے جانتے ہو؟

سپاہی نے جواب دیا۔ یہ شہر کا گورنر ہے، یہ فرڈی نینڈ کا مشہور نائٹ ہے۔ یہ ملکہ کا رشتہ دار ہے اسے کس نے قتل کیا؟

ربیعہ نے کہا۔ تمہیں مجھ سے اس کے متعلق کوئی سوال پوچھنے کا حق نہیں۔ تم جا کر کوتوال کو اطلاع دو۔

لیکن اس کے بدلے ہم سب کو پھانسی دی جائے گی۔ ہم جانے سے پہلے اس کے قاتل کو گرفتار کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اس کو میں نے قتل کیا ہے۔

سپاہی ایک لمحے کے لئے مبہوت ہو کر ربیعہ کی طرف دیکھتا رہا۔

ربیعہ نے چلا کر کہا۔ جاتے کیوں نہیں۔ میری طرف کیا دیکھ رہے ہو کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اس شہر کا اصلی حاکم میرا باپ ہے۔ وہ اس شہر کا حاکم ہی نہیں فرڈی نینڈ کا دوست بھی ہے۔ تم ایسے شخص کی حفاظت کا ذمہ کیوں لیتے ہو جو شراب پی کر شرفا کے گھروں میں گھس آتا ہے۔ میں پوچھتی ہوں تم اس وقت کہاں تھے جب اس کمرے میں ایک بے بس لڑکی چیخیں مار رہی تھی۔ تم نیچے قہقہے لگا رہے تھے۔ میں

تمہیں حکم دیتی ہوں جاؤ! اور نہ تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا اور دیکھو جب تک کوتوال نہ آجائے تمہارے کسی ساتھی کو اُوپر آنے کی اجازت نہیں۔

سپاہی پریشانی کی حالت میں فیصلہ نہ کرسکا کہ اُسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ ربیعہ کی طرف گھر کر دیکھتا ہوا باہر نکل گیا



(۵)

سپاہی کے جانے سے تھوڑی دیر بعد ربیعہ اُٹھ کر کمرے سے باہر نکلی اور باہر کی گیلری میں کھڑی ہوکر نیچے جھانکنے لگی۔ انجلا کے کمرے سے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آرہی تھی۔ ربیعہ اس کے کمرے کی طرف بڑھی لیکن دروازے پر اسکے پاؤں رُک گئے۔ انجلا کی آواز سنائی دی۔ ربیعہ! ربیعہ کچھ دیر تذبذب کی حالت میں وہاں کھڑی رہی اور پھر دبے پاؤں واپس چلی آئی۔

گیلری کے کونے سے وہ تنگ و تاریک سیڑھیوں پر چڑھتی ہوئی مکان کی چھت پر جا پہنچی۔ چاند کی دلفریب روشنی میں اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور پھر آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔ چاند کی پیشانی سے نور کے چشمے پھوٹ رہے تھے، ستارے مسکرا رہے تھے۔ یہ دنیا اسی طرح قائم تھی اور اس دنیا میں زندگی کی تمنا بیدار کرنے کے لئے ہزاروں سامان تھے۔ ربیعہ ان تمام دلچسپیوں کو خیر باد کہہ رہی تھی۔ لیکن ان تمام دلچسپیوں کا مرکز اپنی جگہ پر موجود تھا۔ زندگی کے حادثات ربیعہ کے دل سے بدر مغیرہ کی تمنا نہ چھین سکے۔ طوفان گزر چکے تھے۔ اب وہ ٹھنڈے دل سے اپنے مستقبل کے متعلق غور کررہی تھی۔ اُسے قید خانے کی تاریکی کا خوف نہ تھا۔ اُسے پھانسی پر لٹکنے یا آگ جلائے جانے کا ڈر نہ تھا۔ موت کا چہرہ اس کے لئے

بھیانک نہ تھا۔لیکن اپنے دل میں بدر بن مغیرہ کی تمنا لے کر موت کے دروازے پر دستک دینا اس کے لئے ہمت آزما ضرور تھا۔کاش وہ مرنے سے پہلے اُسے دیکھ سکتی۔کاش وہ اُس سے یہ کہہ سکتی کہ میں ایک نئی زندگی میں تمہارا انتظار کروں گی کاش وہ اس کے لئے زندہ رہ سکتی! کاش اس کی موت کے بعد یہ چاند یہ ستارے بدر کو اس کی یاد دلا سکتے۔یہ بتا سکتے کہ اس کی زندگی میں کوئی شام ایسی نہ تھی جب وہ اس کی یاد سے غافل تھی۔

ربیعہ نے اپنے دل میں کہا۔لیکن میں کیا سوچ رہی ہوں۔بدر صرف میرے لئے نہیں وہ قوم کا سپاہی ہے۔وہ مجھ جیسی ہزاروں لڑکیوں کی ناموس اور عصمت کی حفاظت کے لئے لڑ رہا ہے۔میں کس قدر نادان ہوں میں یہ سمجھ رہی ہوں اس وقت وہ بھی کسی پہاڑی پر کھڑا اس چاند، ستاروں کو دیکھ رہا ہوگا۔اور یہ اس کے دل میں میری یاد تازہ کر رہے ہوں گے۔میں سوچ رہی ہوں کہ وہ میری آہیں سُن رہا ہے، میرے آنسو دیکھ رہا ہے لیکن یہ اس کی توہین ہے۔اس کا تصور میرے ذات تک محدود نہیں رہ سکتا، وہ اس وقت ہزاروں بے کس لڑکیوں کی چیخیں سُن رہا ہوگا۔اُن کے آنسو دیکھ رہا ہوگا۔آنسوؤں اور آہوں کے اس طوفان میں اس کے لئے میری آواز پہچاننا بھی مشکل ہوگا۔وہ کسی پہاڑی کی چوٹی پر کھڑا چاند سے میرا ذکر کرنے کی بجائے اس سے یہ کہہ رہا ہوگا۔تم نے میری قوم کا عروج بھی دیکھا ہے۔آج اس کا زوال بھی دیکھ لو۔تم نے اس سرزمین پر طارق اور عبدالرحمٰن کا جاہ وجلال دیکھا ہے آج ابو عبداللہ کی ذلت اور رسوائی دیکھ لو۔تم نے اندلس کے ساحل پر اُن مجاہدوں کو دیکھا ہے جنہوں نے اپنا سفینہ جلا دیا تھا۔آج ان ملت فروشوں کو بھی دیکھ لو جو دشمن سے قوم کی عزت اور آزادی کی قیمت وصول کر رہے ہیں۔تم نے ہمارے شہسواروں

کو میدان کا رخ کرتے دیکھا ہے۔ جو شہنشاہوں کے تاج اُتار کر غلاموں کے سر پر رکھ دیا کرتی تھی۔؟ کیا یہ وہی قوم ہے جس کے فرزند اپنی غریب بہن کی عزت کی خاطر بڑی بڑی سلطنتوں کو زیر و زبر کر دیا کرتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد جب ربیعہ نیچے اُتر رہی تھی اس کے دل کا بوجھ اُتر چکا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ربیعہ! اجتماعی مصائب کے اس دور میں تیری زندگی کی کوئی اہمیت نہیں لیکن اگر تو چاہے تو اپنی موت کو اندلس کی تاریخ کا ایک قابل ذکر واقعہ ضرور بنا سکتی ہے۔ اگر موت ناگزیر تو تجھے بہادری سے اس کا سامنا کرنا چاہیے۔ تجھے یہ ثابت کرنا چاہئیے کہ ظلم کے ہاتھ قابل نفرت ہیں خوفناک نہیں تیرا اور بدر کی زندگی کا مقصد ایک ہے۔ اور وہ باطل کے خالف لڑ رہا ہے اور تو حق کے لئے قربانی دے رہی ہے۔ قیامت کے دن تو اس کا دامن تھا کر یہ کہہ سکے گی کہ ہم دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھی تھے۔

(۶)

شہر کا کوتوال، فوج کے چند افسر، بشپ اور چند با اثر لوگ مائیکل کی لاش کے گرد کھڑے تھے۔

کوتوال اس سپاہی کو جو اسے اس حادثے کی خبر دینے گیا تھا ڈانٹ ڈپٹ رہا تھا تم بیوقوف ہو اس مکان سے باہر نکلنے کے کئی راستے ہوں گے وہ یقیناً قلعے سے نکل چکی ہے۔ تم نے اپنے ساتھیوں سے قلعے کا دروازہ بند کرنے کے لئے بھی کہا میں پوچھتا ہوں کہ تم نے اُسے گرفتار کیوں نہ کر لیا۔

کوتوال فوج اور پولیس کے دوسرے افسروں کی طرف متوجہ ہوا۔ تم یہاں کی دیکھ رہے ہو جاؤ ہر کی ناکہ بندی کر دو اور مسلمانوں کے گھروں کی تلاشیاں شروع کر

دو۔ کچھ آدمیوں کو اس محل کی تلاشی لینے کے لئے چھوڑ دو۔

محل کی تلاشی لینے کی ضرورت نہیں۔ ربیعہ نے گیلری کی طرف سے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

سب دم بخود ہو کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ اطمینان کے ساتھ آگے بڑھی۔ اس کے چہرے پر ایک غیر معمولی وقار تھا۔

کوتوال نے کہا۔ جان مائیکل کو تم نے قتل کیا ہے۔

ہاں اس آدمی کو جو ہمارے گھر میں شرمناک ارادہ لے کر آیا تھا میں نے قتل کیا ہے۔

اس قتل میں تمہارے ساتھ کوئی اور بھی شریک تھا۔

"نہیں"

میریا ہانپتی کانپتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی ربیعہ! انجلا کہاں ہے؟ کہاں گئی۔ اُسے کیا ہوا ہے؟ بتاؤ خدا کے لئے بتاؤ۔

"اس لاش کو دیکھ کر اُسے بہت صدمہ ہوا۔ وہ چیخیں مارتی اِدھر اُدھر بھاگ رہی تھی۔ میں نے اُسے اُس کے سونے کے کمرے میں ساتھ والی کٹھڑی میں بند کر دیا ہے لیکن آپ اُسے ابھی یہاں نہ لائیں تو اُس کے لئے بہتر ہوگا۔ مجھے ڈر ہے کہ یہاں آکر اُسے پھر غشی کا دورہ نہ پڑ جائے۔

میریا نے بھاگتی ہوئی انجلا کے کمرے میں پہنچی اور انجلا! انجلا کہتی ہوئی کوٹھڑی کے دروازے کی طرف بڑھی۔

انجلا اندر سے چلائی۔ ربیعہ نے کہاں ہے؟ خدا کے لئے میرا دروازہ کھولو۔ اُسے میں نے قتل کیا ہے۔ اسے میں نے قتل کیا ہے۔ ربیعہ بے گناہ ہے۔

میریا کا ہاتھ کنڈی تک پہنچ کر رک گیا اور اس نے بھاگ کر گیلری کی طرف کھلنے والا دروازہ بند کر دیا۔

دوسری طرف شہر کا کوتوال مجیب کش مکش میں تھا۔ جان مائیکل کا قتل معمولی بات نہ تھی لیکن اس کا قاتل ایک ایسے آدمی کی بیٹی تھی جس پر فرڈینینڈ بہت مہربان تھا۔عدالت کے فیصلہ سے پہلے اس کے لئے گورنر کی لڑکی کو گرفتار کر کے عام قیدیوں کی طرح رکھنا مشکل تھا اور اس کے ساتھ ہی اُسے اس بات کا ڈر تھا کہ اگر اس نے تند بذب سے کام لیا تو نہ صرف عیسائیوں کی رائے عامہ اس کے خلاف ہو جائے گی بلکہ اُندلس کے تمام نائٹ اس کے دشمن ہو جائیں گے۔شام کو میریا کو بگھی پر تنہا جاتے دیکھ کر مائیکل نے اُسے یہ پیغام بھیج دیا تھا کہ مجھے شاید ایک ضروری کام کی وجہ سے دیر ہو جائے گی لیکن میں میریا سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔اس لئے میری آمد تک اسے ہر ممکن طریقے سے روکنے کی کوشش کرو۔اب کوتوال پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ وہ ضروری کام کیا تھا۔لیکن وہ ایک شرابی اور بدچلن ہونے کے باوجود ایک نائٹ تھا اور ربیعہ ابوداؤد کی بیٹی ہونے کے باوجود ایک مسلمان لڑکی تھی۔تاہم اُسے اک بات کا اندشہ ہوا تھا کہ ابوداؤد اپنی خدمات کے عوض اپنی بیٹی کے خلاف بڑی سے بڑی عدالت کا فیصلہ تبدیل کروا سکے گا۔

کوتوال نے بشپ سے مشورہ لیا تو اس نے کہا۔میرے خیال میں جب تک عدالت کوئی فیصلہ نہیں دیتی اس لڑکی کو اسی قلعے کے کسی علیحدہ کمرے میں بند کر دیا جائے یا کم از کم جب تک نیا گورنر نہیں آتا اس وقت تک اُسے عام قیدیوں کے ساتھ نہ رکھا جائے۔اس دوران میں آپ بادشاہ سلامت سے بھی اس لڑکی کے متعلق ہدایات لے سکیں گے

(۷)

ایک ہفتہ اینجلا شدید بخار میں مبتلا رہی۔ اُسے جب کبھی ہوش آتا وہ ربیعہ! ربیعہ! کہتی ہوئی اٹھ بیٹھتی۔ کبھی کبھی وہ جوش میں اپنے کمرے سے بھاگ کر باہر نکلنے کی کوشش کرتی لیکن چند قدم چلنے کے بعد بے ہوش ہو کر گر پڑتی۔ کبھی میریا کو نوکروں کی مدد سے اُسے زبردستی بستر پر لٹانا پڑتا۔ وہ بے بسی کی حالت میں چلاتی۔ مجھے چھوڑ دو، مجھے اُسکے پاس جانے دو مائیکل کو میں نے قتل کیا ہے۔ وہ میری وجہ سے قتل ہوا ہے۔ وہ میری جان بچانے کے لئے اپنی قربانی دے رہی ہے۔ میریا گھبرا کر دروازے بند کر لیتی۔ شہر کی خواتین اس کی تیمارداری کے لئے آتیں لیکن میریا کسی نہ کسی بہانے انہیں اینجلا کے کمرے میں جانے سے روک دیتی۔ میریا کو یہ پریشانی بھی تھی کہ کہیں ان دنوں ابوداؤد نہ آجائے۔ اُسے اس بات کا ڈر تھا کہ وہ اینجلا کے لئے ربیعہ کو قربان نہیں ہونے دے گا۔ اینجلا کی نسبت وہ ربیعہ سے زیادہ پیار کرتا تھا۔ اس لئے میریا نے اُس کو اس واقعے کی اطلاع نہ بھیجی۔

پہلے اُسے ربیعہ کی طرف سے بھی خطرہ تھا کہ کہیں عدالت میں وہ اپنے بیان سے پھر نہ جائے لیکن یہ خطرہ اب ٹل چکا تھا۔ ربیعہ دریوں کی عدالت میں اپنے جرم کا اقبال کر چکی تھی۔

عدالت کے نام ازابیلا کا یہ حکم آچکا تھا کہ مائیکل کے قاتل کو سخت سزا دی جائے مائیکل کے قتل کیبعد عیسائیوں نے جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ وہ اس کے جنازے میں شریک ہونے سے پہلے کئی مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکے تھے۔ شہر کا کوتوال اشبیلیہ کے حاکم اعلیٰ کو لکھ چکا تھا کہ اگر اس لڑکی کو فوراً سزا نہ دی گئی تو شہر میں سخت بدامنی کا خطرہ ہے۔ فری نینڈ کو میدان جنگ میں اس واقعہ کی اطلاع ملی

اگر مقتول کوئی اور ہوتا تو شاید وہ اس معاملے کو دبانے کی کوشش کرتا لیکن مائکل اسکا نائٹ تھا۔وہ ملکہ کا قریبی رشتہ دار تھا۔اور ملکہ یہ سننے کے لئے تیار نہ تھی کہ قاتل کون ہے اور اس کے باپ کی خدمات کیا ہیں۔جان مائیکل بہر حال ایک نائٹ تھا۔اور اس کی قاتل ایک مسلمان لڑکی تھی۔

چھ ماہ قبل یہ واقعہ رونما ہوتا تو شاید فرڈی نینڈ یا ملکہ ابو داؤد کی دل آزاری سے بچنے کی کوشش کرتے لیکن اب اس سے کام لیا جا چکا تھا۔اب اس کی ان تھک کوششوں کے باعث اندلس کے ہر شہر میں کئی ملت فروش پیدا ہو چکے تھے۔وہ سردار اور علماء جنہیں اہل غرناطہ میں انتشار ڈالنے کے لئے ابو داؤد نے تربیت دے کر بھیجا تھا اب براہِ راست فرڈی نینڈ سے تعلق پیدا کر چکے تھے۔وہ زیادہ تعلیم حاصل کرنے کے لالچ میں ابو داؤد کی بجائے فرڈی نینڈ اور ملکہ کو اپنی کارگزاری سے مطلع کرتے تھے۔بادشاہ اور ملکہ کو اب یہ اطمینان تھا کہ ان کے پاس سینکڑوں آدمی ایسے ہیں جو ابو داؤد کی جگہ لے سکتے ہیں۔وہ یہ بھی جانتے تھے کہ غرناطہ کی رہی سہی قوت مدافعت کچلنے کے لئے انہیں سپاہیوں کی تلواروں کی ضرورت ہے اور اگر مائیکل کے قاتل کو سزا نہ دی گئی تو فوج میں بددلی پھیل جائے گی۔بڑے بڑے نائٹ مخالف ہو جائیں گے۔

ملکہ نے بادشاہ سے کہا۔آخر ہماری جنگ کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہے کہ مسلمانوں سے کلیسا کی عظمت کا لوہا منوایا جائے۔کیا کلیسا کے لئے یہ بات باعثِ رسوائی نہیں کہ ایک مسلمان لڑکی مائیکل جیسے نائٹ کو قتل کرے اور ہم انتقام نہ لے سکیں۔ابو داؤد نے کلیسا سے وفاداری کا حلف اُٹھایا ہے۔وہ ہمارے سامنے کئی بار یہ کہہ چکا ہے کہ اُسے مسلمانوں سے قطعاً کوئی ہمدردی نہیں وہ صرف اس لیے

مسلمان ہے کہ اس لباس میں وہ مسلمانوں کو دھوکا دے دے کر کلیسا کی بہت بڑی خدمت کر سکتا ہے۔ اب اس کے امتحان کا وقت آیا ہے، اگر وہ ہمیں فریب نہیں دیتا تو اُسے اس لڑکی کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہونی چاہیے۔ جس نے ہمارے بہترین سپاہی کو قتل کیا ہے۔ وہ لڑکی مسلمان ہے اور اُس نے مائیکل کو مذہبی جنون میں قتل کیا ہے۔ ہم نے ابوداؤد کی خدمات کا اُسے کوئی صلہ نہیں دیا۔ ہم نے اُسے لوشہ کا گورنر بنایا۔ ہم نے اُسے یہ اختیار دے رکھا ہے کہ وہ ہمارے خزانے سے جتنا چاہے خرچ کرے۔ اب وفاداری کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر ہم اسی مقدمے کے فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیں تو بھی وہ اپنی بیٹی کو سزا دینے سے نہ ہچکچائے۔

فرڈی ننڈ نے کہا۔ مجھے ڈر ہے کہ جب وہ میرے پاس آئے گا میں عدالت کا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔

ملکہ نے برہم ہو کر کہا۔ تم بادشاہ ہو اور تمہاری ملکہ یہ برداشت نہین کرے گی کہ ایک نوکر تمہیں کلیسا کی کسی عدالت کا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دے۔

ملکہ کے اصرار پر بادشاہ نے نئے گورنر کو یہ ہدایت بھیجی کہ وہ مجرم کو عدالت سے سزا دلوانے میں تاخیر نہ کرے۔

(۸)

ربیعہ عدالت کے سامنے کھڑی تھی۔ کمرے کے اندر ع اور باہر آدمیوں کا ہجوم تھا۔ پادریوں کی جیوری بشپ کو اپنا فیصلہ دے چکی تھی۔ ربیعہ اپنے جرم کا اقبال کر چکی تھی۔ کوتوال اور مائیکل نے نوکرون کی شہادت کے بعد عدالت نے کسی اور گواہی کی ضرورت محسوس نہ کی دو دن قبل ربیعہ نے عدالت کے سامنے جو بیان دیا تھا۔ اس سے وہ اپنے آپ کو بدترین سزا کی مستحق ثابت کر چکی تھی۔ اس نے عدالت

کا مذاق اُڑایا تھا۔اس نے کلیساء کی توہین کی تھی۔

اس نے کہا تھا۔

میں اس عدالت کو تسلیم نہیں کرتی جو ایک
شرابی اور بدمعاش کو یہ اجازت تو دے دیتی ہے کہ
وہ لوگوں کے گھروں میں گھس کر من مانی کرے
لیکن ایک بے کس لڑکی کو اپنی عصمت کی حفاظت
کے لئے ہاتھ اُٹھانے کی اجازت نہیں دیتی۔تم اس
وقت کہاں تھے جب تمہارا یہ نائٹ لوگوں کے
گھرون کے دروازے توڑا کرتا تھا۔جب معصوم
اور بے کس لڑکیاں چلا چلا کر تمہیں مدد کے لئے پکارا
کرتی تھیں۔جب وہ کہا کرتی تھیں۔عدل و
انصاف کے اجارہ دارو! آؤ ہماری عصمت لٹ
رہی ہے۔ہمیں بچاؤ تمہیں مجھ پر مقدمہ چلانے کی
ضرورت نہ تھی۔تم مجھے مقدمہ چلائے بغیر بھی تو سزا
دے سکتے تھے۔کلیسا کی عظمت کا لوہا منوانے کے
لئے تم مجھ جیسی سینکڑوں لڑکیوں کو مقدمہ چلائے
بغیر موت کے گھاٹ اُتار چکے ہو۔تمہارا دامن بے
گناہوں کے خون سے تر ہے۔میرے خون کے
چند چھینٹے اُس کی بدنمائی میں اضافہ نہیں کر سکتے۔تم
انصاف نہیں کر سکتے اور میں تم سے رحم کی بھیک مانگنا

انسانیت کی توہین سمجھتی ہوں۔ تم نے اب تک مجھ
سے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے اُسے قتل کیوں کیا تم
نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ کس ارادے سے
میرے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ تمہارے لئے فقط
یہ جاننا کافی ہے میں نے اسے قتل کیا ہے ایک
مسلمان لڑکی نے اپنی عصمت کی حفاظت کے لئے
تمہارے ایک نائٹ کو قتل کیا ہے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ
اس درندے کی موت کے بعد تمہارے کلیسا کا ایک
ستون گر چکا ہے۔ تم مجبور ہو کہ مجھے سزا دو۔ میرے
ساتھ انصاف کرنا تمہارے بس کی بات نہیں۔ تم
اندلس میں کلیسا کی نئی عمارت کے معمار ہو تم نے
اس کی بنیاد بے گناہوں کے خون اور ہڈیوں پر رکھی
ہے میری موت کا فتویٰ دینے کے لئے تم صرف یہ
جاننا کافی سمجھتے ہو کہ میں بے گناہ ہوں میں نے
اپنی عزت بچانے کی کوشش کی ہے۔ میں ایک
مسلمان ہوں اس لئے میرا خون اور میری ہڈیاں
کلیسا کی عمارت کی تعمیر کے کام میں لائیں جا سکتی
ہیں۔ میں نے صرف ایک جان مائیکل کو قتل کی ہے
لیکن سب جان مائیکل ہو۔ وہ شراب میں بدمست
ہو کر بے بس مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اُتارتا تھا

اور تم انصاف کی کرسیوں پر بیٹھ کر بے گناہوں کی
موت کے فتوے دیتے ہو۔ وہ انسانیت کا منہ نوچتا
تھا تم حق وصاقت کی آواز کا گلا کاٹتے ہو۔

دو دن پہلے یہ بیان دینے کے بعد آج ربیعہ اپنے مقدمے کا فیصلہ سننے کے لئے عدالت میں کھڑی تھی۔ لوشہ کا بشپ جان لوقس اس مقدمے کے بڑے جج کی حیثیت میں نئے گورنر دان لوئی کا وہ رفیصلہ پڑھنے کے لئے تیار نہ تھا جس پر باقی پادری متفق ہو چکے تھے۔ اس کا فیصلہ یہ تھا کہ لڑکی کو جلاوطن کر دیا جائے۔ اس نے جان مائیکل پر بھی جرم عائد کرنے کی کوشش کی تھی۔ گورنروں اور پادریوں کا یہ خیال تھا کہ جان لوقس پر ربیعہ نے جادو کر دیا ہے۔ اس لئے فیصلہ کے دن بڑھے جج کی کرسی پر ایک اور پادری رونق افروز تھا۔

عدالت کے اندر اور باہر جو لوگ جمع تھے انہیں معلوم تھا کہ اس مقدمے کا فیصلہ کیا ہوگا۔ ربیعہ کلیسا کی عدالت کی توہین کی چکی تھی۔ اس نے کلیسا کے ایک سپاہی کو قتل کیا تھا۔ بعض لوگوں کو بشپ لوق کی غیر حاضری کی وجہ معلوم ہو چکی تھی اور وہ ربیعہ کو ایک خطرناک جادوگرنی سمجھتے تھے۔ لوگ ایک دوسرے سے کانا پھوسی کر رہے تھے۔ اُسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ اُسے آہنی شکنجے میں کسا جائے گا۔ اُسے زندہ جلایا جائے گا۔

لوگوں کو خاموشی کا حکم دینے کے بعد جج نے اپنا فیصلہ پڑھ کر سنایا۔ حاضرین ربیعہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اُس کی موت کا حکم صادر ہو چکا تھا۔ لیکن وہ خاموش کھڑی تھی۔ جب جج نے یہ کہا کہ ملزمہ کلیساء اور عدالت کی توہین کے بعد سخت سے سخت سزا کی مستحق تھی لیکن اس کے باپ کی خدمات کا لحاظ رکھتے ہوئے عدالت

اُسے زندہ جلانے کی بجائے اُس کے قتل کا حکم صادر کرتی ہے۔ ایک نوجوان لڑکی ہجوم کو چیرتی ہوئی آگے بڑھے اور ربیعہ کے قریب پہنچ کر چلائی ٹھہرو! انصاف اور انسانیت کا خون نہ کرو۔ جان مائیکل کو میں نے قتل کیا ہے۔

عدالت میں سناٹا چھا گیا۔

ربیعہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ یہ انجلا تھی۔ جج پادری اور حاضرین عدالت تھوڑی دیر کے لئے سناٹے میں آگئے۔ انجلا اپنی بغل میں ایک چھوٹی سی گٹھڑی دبائے ہوئے تھی۔

ربیعہ نے جج سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ یہ میری سوتیلی بہن ہے۔ اس کے دماغ پر ان واقعات کا بہت اثر پڑا ہے۔

انجلا نے ایک قدم بڑھتے ہوئے کہا۔ یہ غلط ہے! یہ جھوٹ ہے ربیعہ نے میری جان بچانے کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے۔ یہ بے قصور ہے۔ مائیکل کو میں نے قتل کیا ہے اُسے قتل کرنا میرا فرض تھا۔

جج نے سوال کیا۔ تم آج تک کہاں تھیں۔

انجلا نے جواب دیا۔ مائیکل کے قتل کے بعد ربیعہ نے مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا تھا۔ اس کے بعد چند دن بے ہوش رہی۔ میری ماں نے میرے کمرے پر پہرہ بٹھا رکھا تھا۔ میری بہن کی طرح وہ بھی میری جان بچانا چاہتی تھی۔

جج نے کہا۔ تم اب بھی بیمار نظر آتی ہو۔ تمہارا بیان لینے سے پہلے عدالت کے لئے تمہاری دماغی حالت کا امتحان لینا ضروری ہے۔

انجلا نے کہا۔ میرے دماغ پر صرف یہ بوجھ ہے کہ میری بے گناہ بہن میرے لئے اپنی زندگی کی قربانی دے رہی ہے۔ اب یہ بوجھ اُتر چکا ہے۔

"عدالت کو ثبوت کی ضرورت ہے۔"

ثبوت؟ یہ دیکھئے"! انجلا نے آگے بڑھ کر کپڑے کی چھوٹی سی گٹھڑی جج کی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ اسے غور سے دیکھو۔ یہ وہ لباس ہے جو میں اس رات پہنے ہوئے تھی۔ اسے تمہارے بہادر نائٹ نے تار تار کیا تھا۔ یہ لباس اس بات کی گواہی دے گا کہ اس رات قتل ہونے سے پہلے کلیسا کے بہادر سپاہی نے کس کے دامن پر ہاتھ ڈالا تھا۔

عدالت میں پھر ایک بار سناٹا چھا گیا۔

میریا ہانپتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور آگے بڑھ کر انجلا کے ساتھ لپٹ گئی۔ انجلا انجلا میری بیٹی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں چلو گھر۔ میریا یہ کہتے ہوئے اسے بازو سے پکڑ کر باہر کی طرف کھینچنے کی کوشش کر رہے تھی۔

جج نے کہا۔ ٹھہرو! ہم چند سوالات پوچھنا چاہتے ہیں۔

انجلا نے اپنی ماں کا ہاتھ جھٹک دیا، میریا ملتجی نگاہوں سے جج کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ میری بیٹی کا اس قتل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ بیمار ہے اس کے حواس ٹھیک نہیں۔

جج نے گٹھڑی کھول کر میریا کو پھٹے ہوئے کپڑے دکھاتے ہوئے کہا۔ تم پہچانتی ہو یہ کس کا لباس ہے؟

میریا جواب دینے کی بجائے انجلا کی طرف دیکھ رہی تھی۔ انجلا نے کہا۔ امی! خاموش کیوں ہو؟ تم نے خود میرے لئے یہ لباس خریدا تھا۔ تمہیں سب واقعات کا علم ہے۔ تم جانتی ہو کہ وہ میری تلاش میں آیا تھا اور یہ اُس کا دوسرا حملہ تھا۔ پہلی بار جب تم نے اُسے دعوت دی تھی ل اس نے تمہارے سامنے میری بے عزتی

کرنے کو کوشش کی تھی قسطلہ کا بشپ اس بات کا گواہ ہے کہ میں نے اُس کے سر پر پھولدان مار کر اپنی جان بچائی تھی۔تمہارے پاس وہ خط ہے جس میں اُس نے اپنی حرکت پر ندامت کا اظہار کیا تھا۔اس کے گھر سے دُور اُنے اپنے ذلیل مقاصد کی تکمیل کے لئے تمہیں بڑی ہوشیاری کے ساتھ گھر سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی۔تم گھر آنا چاہتی تھیں لیکن کوتوال نے تمہیں روکے رکھا۔

پھر بھی آنجلا نے جج کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔میری ماں کی محبت شاید اُسے حق گوئی کی اجازت نہ دے لیکن بشپ لوقس اس بات کی گواہی دے گا کہ میرے متعلق مائیکل کی نیت ٹھیک نہ تھی۔میں نے بشپ لوقس کی موجودگی میں اُس کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کیا تھا اور وہ مجھ سے اپنی توہین کا بدلہ لینے کے لئے موقع کی تلاش میں تھا۔

میریا نے انتہائی بے بسی کی حالت میں جج کی طرف دیکھا اور کہا۔مقدس باپ! میری لڑکی بے قصور ہے۔اس پر ربیعہ کے جادو کا اثر ہے۔اس نے میری بیٹی کو مذہب سے گمراہ کیا ہے۔ربیعہ کے جادو کا یہ اثر ہے کہ میری بیٹی چھپ چھپ کر قرآن اور نمازیں پڑھتی ہے، میں مائیکل کے ساتھ اس کی شادی کرنا چاہتی تھی لیکن ربیعہ نے اسے بہکایا۔ربیعہ اپنے جادو کے زور سے اُس سے جو چاہتی ہے کرواتی ہے۔آنجلا معصوم ہے۔اُسے معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔یہ سب ربیعہ کے جادو کا اثر ہے مجھے ڈر ہے کہ بشپ لوقس پر بھی کہیں ربیعہ کے جادو کا اثر نہ ہو جس دن سے مائیکل قتل ہوا ہے میری بیٹی جنون کے مرض میں مبتلا ہے۔یہ دروازے توڑ کر باہر بھاگنے کی کوشش کرتی ہے۔یہ لباس جو آپ دیکھ رہے ہیں اس نے جنون کی حالت میں تار تار کیا ہے۔

انجلا نے حقارت کے ساتھ اپنی ماں کی طرف دیکھا اور پھر جج کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی۔ میری بہن میرا جرم اپنے سر لے چکی ہے۔ میرے متعلق اگر اُس کی نیت بُری ہوتی تو وہ ایسا نہ کرتی لیکن میری ماں اس کے ایثار سے متاثر ہونے کی بجائے صرف میری جان بچانے کے لئے حقیقت کے چہرے پر نقاب ڈالنے کی کوشش کر رہی ہے۔ میری ماں کا خیال ہے کہ ربیعہ چونکہ مسلمان ہے اس لئے عدالت اس کے متعلق ہر غلط بات مان لے گی۔ اُسے یقین ہے کہ ایک مسلمان لڑکی پر اگر کوئی اور جرم عائد نہ ہوتا تو اُسے جادوگرنی ثابت کرنا بہت آسان ہے لیکن میں اس عدالت میں اعلان کرتی ہوں کہ اپنی سوتیلی بہن کی طرح میں بھی ایک مسلمان ہوں۔ اگر اسلام ایک جادو ہے تو مجھ پر اس جادو کا اثر ہو چکا ہے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اس جادو کا اثر زائل نہیں کر سکتی۔ مجھے اگر کوئی افسوس ہے تو اس بات کا کہ میں نے اس سے قبل چُھپ چُھپ کر نمازیں پڑھی ہیں۔ یہ میری بزدلی تھی لیکن اب میں زندگی اور موت کے مفہوم سے آشنا ہو چکی ہوں۔ اب مجھے کسی کا ڈر نہیں۔ اگر مسلمان ہونے کی کوئی سزا ہے تو میں اس کے لئے تیار ہوں لیکن جہاں تک مائیکل کے قتل کا سوال ہے یہ کوئی جرم نہیں۔ وہ ایک وحشی تھا۔ وہ ایک بدمعاش تھا۔ یہ عدالت اس کے متعلق اس لئے پریشان ہے کہ وہ ملکہ کا رشتہ دار ہے۔ کاش! ملکہ کو یہ معلوم ہوتا کہ دنیا کی ہر عورت بالخصوص وہ عورت جو کلمہ توحید پڑھ چکی ہو اپنی عصمت کو جان سے عزیز سمجھتی ہے۔ کلیسا کی عدالت کو اس بات کا افسوس ہے کہ لوگوں کے دلوں پر کلیسا کی ہیبت بٹھانے والا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ لیکن کاش وہ ہاتھ جنہوں نے میرا لباس تار تار کیا تھا کبھی کلیسا کے علمبرداروں کی بہو بیٹیوں کی طرف بھی بڑھے ہوتے۔

جج، پادریوں اور حاضرین عدالت کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ جج نے گرج کر کہا۔ گستاخ لڑکی زبان بند کرو!

لیکن انجلا کی آواز بلند ہوتی گئی۔ بخار کی صورت میں اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے شہر کا گورنر ڈان لوئی جسے اس مقدمے میں ایک نئی پیچیدگی کی اطلاع مل چکی تھی عدالت کے دروازے میں کھڑا انجلا کی تقریر سُن رہا تھا۔ انجلا کلیسا کے عدل وانصاف کا مذاق اُڑا رہی تھی۔ وہ یہاں تک کہہ چکی تھی کہ تم غریبوں اور نہتوں پر ظلم کرتے ہو لیکن طاقت ور کے سامنے بھیڑ بن جاتے ہو۔ تمہیں آٹھ برس کی غلامی کے بعد حکومت کا موقعہ ملا ہے لیکن تم نے ثابت کر دکھایا ہے کہ اسکے اہل نہیں ہو۔

ڈان لوئی نے آگے بڑھ کر کہا۔ میں عدالت کی یہ توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ لڑکی اپنے آپ کو بدترین سزا کی مستحق ثابت کر چکی ہے۔ یہ کلیسا کو بدنام کر رہی ہے۔ یہ سلطنت کی غدار ہے۔ یہ ہمیں جاننے کی ضرورت نہیں کہ مائیکل کے قتل کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان دونوں لڑکیوں کے مقدمے پر نئے سرے سے غور کیا جائے۔

انجلا نے ڈان لوئی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اگر تمہارے وحشانہ کارناموں سے بدنام نہیں ہوتا تو اسے میرے الفاظ سے پریشان نہیں ہونا چاہئے اگر تمہاری حکومت ظالموں کی پشت پناہی کرتی ہے اور مظلوموں کو فریاد کرنے کا حق نہیں دیتی تو میں ایک باغی ہوں، میں اس عدالت کی توہین کرنے میں حق بجا ہوں۔ جو ایک پاگل کتے کو میری بوٹیاں نوچنے کی اجازت دیتی ہے لیکن مجھے اس کی کھوپڑی توڑنے کی اجازت نہیں دیتی۔

گورنر نے اشارے پر سپاہی انجلا کو دھکیلتے ہوئے باہر لے گئے۔ وہ بدستور چلا رہی تھی۔ تم ظالم ہو! تم وحشی ہو تم وہ بزدل ہو جو آئینے میں اپنی صورت دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ میریا بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ سپاہی اُسے اُٹھا کر باہ لے گئے۔ ربیعہ ابھی تک عدالت میں کھڑی تھی۔ گورنر نے آگے بڑھ کر جج کے کان میں کچھ کہا اور وہ سر ہلانے کے بعد ربیعہ کی طرف متوجہ ہوا

کیا تم یہ تسلیم کرتی ہو کہ انجلا نے جان مائیکل کو قتل کیا ہے۔

ربیعہ نے جواب دیا۔ میں اپنا بیان ختم کر چکی ہوں،۔ میرے متعلق عدالت اپنا فیصلہ دے چکی ہے،۔ اس لئے میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ انجلا نے جو کچھ کہا ہے عدالت کی حالت میں کہا ہے۔ مائیکل کے قتل کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

جج نے سوال کیا۔ کیا یہ درست ہے کہ انجلا اپنے مذہب سے گمراہ ہو چکی ہے ؟۔

نہیں' وہ گمراہ نہیں ہوئی۔ وہ ایک سچا دین اختیار کر چکی ہے۔

گورنر نے آگے بڑھ پھر جج کے کان میں کچھ کہا اور وہ سر ہلانے کے بعد بولا۔ اس مقدمے کی نوعیت میں ایک متوقع تبدیلی کے پیش نظر عدالت ملزمہ ربیعہ کے متعلق اپنا فیصلہ واپس لیتی ہے۔ ملزمہ کی سوتیلی بہن کا بیان سننے کے بعد عدالت کی رائے ہے کہ یہ دونوں بہنیں جان مائیکل کی قتل کی سازش میں شریک ہیں اور اس کے علاوہ حکومت کے خلاف بغاوت اور کلیسا کے خالف نفرت پھیلانے کی مجرم ہیں۔ پولیس کو تحقیقات کا موقع دینے کے لئے عدالت مقدمے کی کاروائی کل پر ملتوی کرتی ہے۔

شام تک میریا نے بے ہوشی کی حالت میں چلاتی رہی۔ جب اُسے ہوش آیا تو وہ اپنے کمرے کی بجائے ایک چھوٹے سے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی۔ اُس کی خادمہ اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک ثانیہ کے لئے وہ کمرے کی بوسیدہ چھت کی طرف دیکھتی رہی پھر اچانک اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ اینجلا کہاں ہے۔ میں کہاں ہوں۔

خادمہ نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ اینجلا ربیعہ کے ساتھ قید میں ہے۔ میریا کو عدالت کے تمام واقعات یاد آ گئے اور وہ بستر سے اُتر کر کھڑی ہو گئی۔ میں گورنر کے پاس جاتی ہوں وہ میری بیٹی کے ساتھ یہ سلوک نہیں کر سکتا۔

خادمہ نے اُٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں، آپ باہر نکلنے کے قابل نہیں ہیں۔

میریا نے کہا۔ نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں لیکن میں ہوں کہاں؟ عدالت میں شاید بے ہوش ہو گئی تھی، یہ کس کا مکان ہے؟

خادمہ کے جواب کا انتظار کئے بغیر میریا دروازے سے باہر جھانکنے لگی اور پھر خادمہ کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ یہاں کوئی بھی نہیں۔ مجھے اس ٹوٹے ہوئے مکان میں کون لے آیا ہے کاش میں خواب دیکھ رہی ہوں، میرے گھر کا سامان اس مکان کے صحن میں کیسے آ گیا۔

خادمہ جواب دینے کی بجائے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

بشپ لوتس صحن میں داخل ہوئے اور میریا اُسے دیکھ کر باہر نکل آئی۔ اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ مقدس باپ! یہ کیا معاملہ ہے میں کہاں ہوں۔ میرے گھر کا سامان یہاں بکھرا پڑا ہے۔ خادمہ مجھے کوئی جواب نہیں دیتی۔

بشپ نے سرد مہری سے جواب دیا۔ یہ سب تمہارے اعمال کی سزا ہے۔

میریا ششدر سی ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹی اور انتہائی بے بسی کی حالت میں بشپ کی طرف دیکھنے لگی۔ ایک ثانیہ کے بعد وہ بھاگ کر باہر کے دروازے کی طرف بڑھی اور باہر جھانکنے کے بعد پھر بشپ کی طرف متوجہ ہوئی۔ مقدس باپ! مجھ پر رحم کر مجھے بتاؤ یہ کیا معاملہ ہے میں یہاں کیسے آئی انجلا کا کیا ہوگا؟ میری بیٹی کا بچاؤ۔

تمہاری بیٹی کو بچانا اب کسی کے بس کی بات نہیں تم نے اپنی سوتیلی بیٹی کے ایثار کی قدر نہ کی۔ تم نے اس پر جادوگرنی ہونے کا الزام لگایا، بیوقوف عورت! تمہارا خیال تھا کہ اگر تم ایک مسلمان لڑکی پر بہتان لگاؤ گی تو عدالت کی نگاہ میں انجلا کا جرم چھپ جائیگا۔ کاش تم پہلے دن ہی انجلا کو عدالت میں جانے سے نہ روکتیں، اس وقت کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ مسلمان ہو چکی ہے۔ تمہارے پاس اس بات کے کافی ثبوت تھے کہ مائیکل انجلا کے متعلق بُری نیت لے کر تمہارے گھر میں داخل ہوا تھا اگر تم یہ حماقت نہ کرتیں تو اس مقدمے کی نوعیت بالکل مختلف ہوتی لوگوں کو یہ احساس ہوتا کہ انجلا ایک عیسائی لڑکی ہے اور بادشاہ اور ملکہ کو بھی یہ کہنے کی جرات نہ پڑتی کہ اپنی عزت بچانے کے لئے اُس نے جو کچھ کیا ہے وہ قابل سزا ہے سب وہ دونوں قید میں ہیں اور تمہیں اس حماقت کا یہ صلہ ملا ہے کہ گورنر نے تمہیں بے ہوشی کی حالت میں محل سے نکال کر اس کٹیا میں بھجوا دیا ہے میریا کی پتھرائی ہوئی آنکھوں میں آنسو جمع ہو رہے تھے۔ اُس نے آگے بڑھ کر بشپ کے پاؤں پر گرتے ہوئے کہا۔ مقدس باپ! مجھ پر رحم کیجئے۔ انجلا کو بچائیے۔ خدا کے لئے انجلا کو بچائیے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ اُس نے مائیکل کو قتل کیا ہے۔ لیکن اگر اُس نے واقعی قتل کیا ہے تو بھی وہ بے گناہ ہے۔ انجلا نے جو کچھ کیا ہے اپنی عصمت کی حفاظت کے لئے کیا

ہے۔

لوقس میریا کے آنسوؤں سے متاثر نہ ہوا۔وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا۔بے وقوف عورت! اب رونے سے کیا فائدہ۔انجلا کو اس قتل کے باوجود بے گناہ ثابت کیا جا سکتا تھا۔لیکن اب تمہاری حماقت سے اس پر قتل سے زیادہ سنگین الزامات عائد ہو چکے ہیں۔کلیسا کی توہین اپنے مذہب سے نفرت اور حکومت کے خلاف بغاوت! یہ معمولی الزامات نہیں۔اب اس کی جان بچانا میرے بس کی بات نہیں۔

میریا نے اُٹھ کر لوقس کا دامن پکڑتے ہوئے کہا۔نہیں نہیں آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔آپ لوشہ کے بشپ ہیں۔

”آج سے میں لوشہ کا بشپ نہیں ہوں میں نے کل عدالت میں گورنر کی خواہش کے مطابق بیان دینے سے انکار کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی میں نے لارڈ بشپ کو اپنا استعفا بھیج دیا ہے۔تاہم انجلا اور ربیعہ کے متعلق میں اپنا فرض پورا کر چکا ہوں۔میں نے عدالت کو اپنا تحریری بیان بھیج دیا ہے۔میں نے یہ لکھ دیا ہے کہ انجلا کے متعلق جان مائیکل کے ارادے کس قدر شرمناک تھے۔اپنے بیان میں میں نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انجلا مائیکل کو قتل کرنے میں حق بجانب تھی۔لیکن میرا بیان چونکہ گورنر کی مرضی کے مطابق نہیں اس لئے مجھے یقین ہے کہ عدالت اسے دبا لے گی۔میں ابوداؤد کے پاس جا رہا ہوں۔ممکن ہے کہ وہ بادشاہ اور ملکہ سے رحم کی درخواست کر سکے۔اگر چہ جس مقصد کے لئے بادشاہ نے اُسے اس قدر اہمیت دی تھی وہ بہت حد تک پورا ہو چکا ہے۔فرڈیننڈ غرناطہ کا محاصرہ کر چکا ہے۔ابوداؤد کی کوششوں سے اہل غرناطہ کا ایک بااثر طبقہ جنگ کا مخالف ہو چکا ہے اور بادشاہ کو یقین ہے کہ غرناطہ کی فتح کوئی دن کی بات ہے۔ابوداؤد کی جماعت میں اب کئی

لوگ اس کے رقیب بن چکے ہین ۔ان حالات میں مجھے یہ امید نہیں کہ بادشاہ رحم کے لئے اس کی درخواست پر غور کرنے کے لئے تیار ہوگا لیکن ہوسکتا ہے کہ اس کے تدبر کے ترکش میں ابھی تک کوئی تیر باقی ہوا اور بادشاہ اُسے کار آمد سمجھ کر اس کی درخواست پر غور کرنے کے لئے تیار ہو جائے اب میں تم سے جو ضروری بات کہنے آیا تھا وہ یہ ہے کہ تم کل عدالت میں جا کر یہ کہو کہ جب تک میں گواہی نہیں دیتا اُس وقت تک عدالت اس مقدمے کا فیصلہ نہیں کرسکتی ۔اگر عدالت تمہارا اعتراض رد کر دے اور مقدمے کا فیصلہ دینے میں جلد بازی سے کام لے تو تم اس فیصلے کے خلاف بادشاہ سے اپیل کرنے کی مہلت مانگو۔ممکن ہے کہ عدالت تمہیں اپیل کے لئے مہلت نے دے ۔لیکن تمہارے اس مطالبے کے بعد عدالت اپنے فیصلہ پر بادشاہ کی تصدیق حاصل کرنے پر مجبور ہو جائے گی اتنی دیر میں تمہارے خاوند کو دوڑ دھوپ کرنے کا موقع مل جائیگا

میریا نے سراپا التجا بن کر کہا ۔!مقدس باپ! آپ بہت رحم دل ہیں آپ کا احسان نہیں بھولوں گی۔آپ کب جا رہے ہیں؟

"میں آج رات روانہ ہو جاؤں گا۔

انجلا اور ربیعہ کا باپ

(۱)

ماہ اپریل ۱۴۹۱ء میں فرڈی نینڈ نے غرناطہ پر اپنی پوری فوجی قوت کے ساتھ حملہ کیا بادشاہ اور ملکہ کی طرح اندلس کے تمام نائٹ یہ حلف اُٹھا کر آئے تھے۔ کہ وہ غرناطہ فتح کیے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ شاہین کی وادی اور البشرات کے مجاہدین کو اپنے علاقوں میں مصروف رکھنے کے لئے وہ سواروں کی ایک فوج روانہ کر چکا تھا۔ غرناطہ کی فوج کی قیادت موسیٰ کے ہاتھ میں تھی۔ اگر چہ غرناطہ میں منافقین اور غداروں کی ایک بہت بڑی جماعت کام کر رہی تھی۔ تاہم عوام کی اکثریت موسیٰ کے اشاروں پر جان دینے کے لئے تیار تھی۔

فرڈی نینڈ اپنی گزشتہ ناکامیوں سے سبق سیکھ چکا تھا۔ اس نے اپنی قت کی برتری کے باوجود شہر پر براہِ راست حملہ کرنے کی بجائے کچھ دور پڑاؤ ڈال کر قریب وجوار کی بستیوں میں مار دھاڑ شروع کر دی۔ وہ تین اطراف سے غرناطہ جلانے اور فصلیں تباہ کرنے میں مصروف تھی۔ فرڈی نینڈ کو یہ یقین تھا کہ ایک طویل محاصرے کے بعد اہل غرناطہ فاقہ کشی سے تنگ آ کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس لئے وہ باہر کے کسانوں کی بستیاں جلانے کے بعد انہیں غرناطہ میں پناہ لینے پر مجبور کر رہا تھا۔ دو ماہ میں گرناطہ کے تین اطراف میلوں تک سرسبز و شاداب علاقہ ویران کر چکا تھا۔ صرف جبل البشارت کی طرف سے غرناطہ کے لئے باہر کی رسد و کمک کے راستے کھلے تھے، اس راستے سیرا نویدا کی زرخیر وادیوں سے ایک محدود مقدار میں اناج سبزیاں اور پھل غرناطہ میں پہنچ رہا تھا لیکن یہ غرناطہ کے لاکھوں انسانوں کے لئے کافی نہ تھا۔ روز بروز اہلِ غرناطہ کی حالت نازک ہو رہی تھی۔ موسیٰ کے لئے شہر

سے ابھر نکل کر کھلے میدنا میں فرڈی نینڈ کی ٹڈی دل کا مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔ اس کے سواروں کے چھوٹے چھوٹے دستے شہر نکلتے اور فرینڈ کی فوج کی نقصان پہنچانے کے بعد واپس آجاتے۔ موسیٰ کا خیال تھا کہ آئے دن اپنی فوج کے نقصانات میں اضافہ دیکھ رفرڈی نینڈ شہر پر حملہ کرنے پر مجبور ہو جائے گا لیکن فرڈینڈ پر ان نقصانات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کی فوج شہر کے گرد خندقیں اور مرور چے بنانے میں مصروف رہی۔

محاصرے کے زمانہ سے متعلق غرناطہ کے شہسواروں کی انفرادی شجاعت کی بے شمار داستانیں مشہور ہیں ایک سوار گھوڑا بھگا ہوا شہر سے نکلتا اور دور سے بلند آواز میں فرڈینڈ کے کسی مشہور نائٹ کا نام لے کس اُسے مقابلے کی دعوت دیتا۔ ایک نائٹ کے لئے مقابلے کی دعوت پر لبیک نہ کہنا باعث عار تھا۔ اُسے مجبوراً میدان میں آنا پڑتا۔ ایسے معرکوں میں عام طور پر غرناطہ کے شہسواروں کا پلہ بھاری رہتا ایک نائٹ سے نبٹنے کے بعد غرناطہ کا شہسوار کسی دوسرے کو مقابلے کے لئے پکارتا۔ ان انفرادی معرکوں میں فرڈی نینڈ کے کئی نائٹ مارے جا چکے تھے۔ ایک دن غرناطہ کا ایک سوار میدان میں آیا۔ اس کی زرہ چمک رہی تھی ارا آنکھون کے سوا اس کا تمام چہرہ خود میں چھپا ہوا تھا۔ اس کا گھوڑا نہایت خوبصورت تھا۔ اُس نے فرڈینینڈ کی فوج کی اگلی صف سے کچھ دور اپنا گھوڑا اردکا اور بلند آواز میں کہا۔ کوئی ہے جسے موت کی تمنا ہے؟ جب دشمن کی طرف سے تھوڑی دیر کے لئے کسی نے جواب دیا تو اس نے کہا۔ میرا گھوڑا دیکھو! دیکھو ایسے گھوڑے کی سواری تمہارے بادشاہ کے تاج میں بھی نہیں۔ تم میں کوئی ہے جسے اس تلوار اور گھوڑے کی خواہش ہے؟

کاؤنٹ ٹنڈ یلا نے اپنا گھوڑا آگے بڑھاتے ہوئے جواب دیا۔ میرے دل

میں اس گھوڑے اور تلوار سے زیادہ اس گستاخ زبان کو نوچنے کی خواہش ہے لیکن ایک ثانیہ کے بعد فرڈینینڈ کے بہترین نائٹ کی لاش خاک وخون میں تڑپ رہی تھی ۔ مارکوس آف قادس میدان میں آیا لیکن اس کا بھی وہی حشر ہوا۔اس کے بعد غرناطہ کا شہسوار فرڈینینڈ کی فوج کے سات بہترین نائٹ یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ اُتار چکا تھا۔غرناطہ کی فصیل پر سے تماشائی خوشی کے نعرے بلند کر رہے تھے۔شہسوار نے تھوڑی دیر کے لئے مد مقابل کا انتظار کا ی اور پھر بولا تمہارا بادشاہ کہاں ہے۔ان بہادروں کی اراوح دوسری دنیا میں کب تک اس کا انتظار کریں گی ۔اُسے کہو ایک مرد کی تلوار اس کے خون کا رنگ دیکھنا چاہتی ہے۔

ایک نائٹ کو جوش آیا لیکن فرڈینینڈ نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑلی اور کہا

۔

نہیں تمہیں اس کے مقابلے پر جانے کی اجازت نہیں۔

غرناطہ کے شہسوار نے شہر کے دروازے کے قریب پہنچ کر اپنا خود اُتار دیا۔ پہریداروں نے اس کی تعظیم میں سر جھکا دیے۔یہ موسیٰ بن ابی غسان تھا۔غرناطہ کے مسلمانوں کی آخری تلوار۔

(۲)

ابوداؤد فرڈی نینڈ کے سامنے کھڑا تھا۔وہ انتہائی بے بسی کی حالت میں بادشاہ کے چہرے پر اپنی التجاؤں کا اثر دیکھ رہا تھا۔بادشاہ کی مذہبی عدالت کے فیصلہ کے خلاف اُس کی اپیل کر چکا تھا۔ انصاف سے مایوس ہو کر ابو داؤد نے رحم کی درخواست کی تھی ۔بادشاہ کی خاموشی اس کے لئے صبر آزما تھی ۔وہ محسوس کر رہا تھا کہ اُس کے مقدر کا ستارہ گردش میں آچکا ہے۔یہ پہلا موقع تھا کہ وہ فرڈی نینڈ کے

سامنے کرسی پر بیٹھنے کی بجائے کھڑا تھا۔ جب وہ اس خیمے میں داخل ہوا تھا تو اُسے یقین تھا کہ فرڈی نینڈ حسب معمول آگے بڑھ کر اس کے ساتھ مصافحہ کرے گا، اُسے کرلیس پر بٹھائے گا اور اس کی آمد کی وجہ معلوم کرنے کے بعد یہ کہے گا کہ لوشہ کے پادری پاگل ہو گئے ہیں لیکن جب فرڈی نینڈ نے اُسے دیکھتے ہی یہ کہا۔ ابوداؤد! مجھے تمہارے ساتھ ہمدردی ہے لیکن یہ کلیسا کی عدالت کا فیصلہ ہے عدالت نے میرے پاس یہ فیصلہ تصدیق کے لئے بھیجا ہے۔ میں مجبور ہوں۔ تمہاری لڑکیوں سے مجھے یہ توقع نہ تھی۔ ابوداؤد کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ وہ دیر تک بادشاہ کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ کے ساتھ اپنی تقریر شروع کر دی۔ چند جملوں کے بعد اُس کی تقریر میں روانی آ چکی تھی۔ اس نے ربیعہ اور اینجلا کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے کئی دلائل دیے۔ لیکن فرڈی نینڈ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ تم مجھے قائل نہیں کر سکتے۔ تمہاری لڑکیوں نے اپنے جرم کا اقبال کی ہے۔ یہ ممکن تھا کہ میں مائیکل کے قتل کا جرم معاف کر دیتا لیکن کلیسا کی توہین اور حکومت کے خلاف بغاوت ایسے جرائم ہیں جو کسی حالت میں بھی قابل معافی نہیں۔ تمہاری دوسری لڑکی کا جادو ہے لیکن حکومت کلیسا اور عدالت کے متعلق اس کے الفاظ میرے لئے بھی ناقابل برداشت ہیں۔ اگر لارڈ شپ کی صاحبزادی بھی یہ الفاظ کہتی تو اس کا انجام بھی تمہاری بیٹی سے مختلف نہ ہوتا۔

ابوداؤد کی آواز بیٹھ گئی۔ تاہم اُس نے دوبارہ ہمت سے کام لیتے ہوئے رحم کی درخواست کی۔ اُس نے اپنی خدمات کا واسطہ دی۔ اُس نے کہا۔ عالی جاہ! میں نے یہ بال آپ کی خدمت میں سفید کیے ہیں۔ اور یہ لڑکیاں میرا آخری سہارا ہیں مجھ پر رحم کیجئے۔ ان التجاؤں کے جواب میں فرڈی نینڈ کچھ دیر خاموش رہا، بالآخر اس نے

کہا۔میرا رحم کلیسا کی عدالت کا فیصلہ رد نہیں کرسکتا ابوداؤد مجھے افسوس ہے۔اب تم صبر سے کام لو۔یہ تمہاری وفاداری کے امتحان کا وقت ہے۔

اس نے کہا۔عالی جاہ! میری وفاداری میں کوئی فرق نہیں آیا لیکن وہ میری بیٹیاں ہیں۔وہ آپ کے اُس وفادر خادم کی بیٹیاں ہیں جس کی کوششوں کے باعث آپ کی افواج آج غرناطہ کی چاردیواری کے سامنے کھڑی ہیں۔یہ اُس شخص کی بیٹیاں ہیں جو آپ کے لئے الحمراء کے دروازے کھولنے کے انتظامات مکمل کرچکا ہے جو آپ کے لئے غرناطہ کے راستے سے ابوالحسن اورالزغل جیسی چٹانیں ہٹا چکا ہے۔میرے آقا! میں نے ان انعامات کے لئے ابھی تک دامن نہیں پھیلایا جن کا آپ میرے ساتھ وعدہ کرچکے ہیں۔میں تو ایک چھوٹی سی التجا لے کر آیا تھا۔مجھے آپ غرناطہ میں اپنا نائب بنانے کا فیصلہ کرچکے ہیں۔کیا میری لڑکیاں اتنا بھی حق نہیں رکھتیں کہ وہ میری غیر حاضری میں اپنی عصمت بچا سکیں۔

لیکن انہوں نے مائیکل کو قتل کیا ہے اور وہ ملکہ کا عزیز ہے۔ہمیں تمہاری خدمات کا اعتراف ہے لیکن ہم مائیکل کی خدمات کو بھی فراموش نہیں کرسکتے۔

ملکہ ازابیلا جو پردے کے پیچھے یہ باتیں سُن رہی تھی کمرے میں داخل ہوئی۔

ابوداؤد نے سراپا التجا بن کر کہا۔ملکہ عالیہ! مجھ پر رحم کیجئے۔

ملکہ کوئی جواب دئے بغیر بادشاہ کے قریب بیٹھ گئی۔فرڈینینڈ نے کہا۔ابوداؤد اگر ہم کلیسا کی عزت کی حفاظت نہیں کرسکتے تو ہماری فتوحات کا کیا فائدہ؟

ملکہ نے کہا۔اگر تم ہمیں اس بات سے ڈرانا چاہتے ہو کہ تمہارے بغیر ہم غرناطہ فتح نہیں کرسکتے تو یہ تمہاری بھول ہے۔ہم نے تمہاری وساطت سے فقط چند آدمیوں کے ضمیر کا سودا کیا ہے لیکن اگر تم نہ بھی ہوتے تو بھی ہم یہ کام کرسکتے تھے۔

تم نے فقط سودا چکایا ہے لیکن قیمت ہمارے خزانے سے ادا ہوئی ہے۔ اب اگر تم دھمکی دیتے ہو کہ تم ہمیں چھوڑ چلے جاؤ گے تو سنو! غرناطہ میں ایسے لوگ موجود ہیں جو تم سے زیادہ ہوشیار و اور زیادہ کار آمد ہیں۔

ابو داؤد نے کچھ سوچ کر بادشاہ کی طرف دیکھا اور کہا۔ عالی جاہ! شاید میں آپ کی تمام توقعات پوری نہیں کر سکا۔ ممکن ہے کہ غرناطہ کی فتح کے لئے اب آپ میری ضرورت محسوس نہ کریں لیکن ابھی ایک محاذ ایسا ہے جہاں آپ کو میری ضرورت ہے۔ سرحدی عقابوں کے پروں میں ابھی تک جان ہے۔ بعد بن مغیرہ کی موت کے بعد بھی ان کی تندہی اور تیزی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

فرڈی نینڈ نے چونک کر ابوداؤد کی طرف دیکھا اور کہا۔ تم جانتے ہو کہ بدر بن مغیرہ زندہ ہے۔ تم نے ہمیں دھوکا دیا تھا۔

ابوداؤد نے جواب دیا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ مر چکا ہے۔ میں نے اُسے گرفتار کر دیا ہے۔ ابو عبداللہ نے اُسے جلاد کے حوالے کیا تھا۔ لیکن اگر قدرت کا کوئی معجزہ اُسے بچا چکا ہے تو میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ اُسے زندہ آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ اس مقصد کے لئے مجھے بہت بڑا خطرہ مول لینا پڑھے گا۔ لیکن اگر آپ میری لڑکیوں کی جان بچانے کا وعدہ کریں تو میں اس مہم پر جانے کے لئے تیار ہوں۔ اگر بدر بن مغیرہ زندہ ہے تو میں اُسے آپ کے پاس لے آؤں گا۔ اگر وہ زندہ نہیں تو میں اس کے جانشین کو قتل کر کے اس کی جماعت میں انتشار ڈالنے کا ذمہ لیتا ہوں۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ غرناطہ کی فوج کے چند قیدیوں نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ زندہ ہے۔ لیکن تم ایک بار اُسے دھوکا دے چکے ہو۔ ہم تمہارے ساتھ کوئی وعدہ کرنے

سے پہلے یہ جاننا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مہم میں تمہاری کامیابی کے امکانات کیا ہیں؟

عالی جاہ! میں گستاخی کے لئے معافی چاہتا ہوں لیکن یہ سودا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میری کامیابی کے امکانات بہت روشن ہیں لیکن میں اس وقت تک آپ کو کچھ نہیں بتاؤں گا جب تک آپ میری لڑکیوں کی جاں بخشی کا وعدہ نہیں کرتے۔

فرڈی نینڈ نے ملکہ کی طرف دیکھا اور پھر تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ ابو داؤد بیٹھ جاؤ سنو! اگر تمہاری لڑکیوں پر کلیسا کی توہین کا جرم عائد نہ ہوتا تو ہمارے لئے جان مائیکل کا قتل بھول جانا مشکل نہ تھا۔ تاہم تمہاری اس مہم کی کامیابی کے بعد لارڈ بشپ سے تمہاری لڑکیوں کی سزا معاف کر سکیں گے۔

”عالیجاہ! آپ کو اس غلام کے ساتھ وعدہ کرنا ہوگا۔

”ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہاری لڑکیوں کی سزا معاف کر دی جائے گی لیکن اگر تم شرط پوری نہ کر سکے تو دوبارہ ہمارے سامنے ان کا ذکر نہ کرنا۔

ابو داؤد نے کہا۔ عالی جاہ! میں ایک مہینے کی مہلت چاہتا ہوں۔ آج قمری کی پانچ تاریخ ہے۔ آج عدالت کو حکم دیں کہ وہ اگلے مہینے کی چار تاریخ تک ان کی سزا ملتوی رکھے! اگر میں اس مدت کے اندر اندر کامیابی کے ساتھ واپس نہ آؤں تو عدالت کو یہ حق ہے کہ میری لڑکیوں کو اگلے مہینے کی چار تاریخ کو غروب آفتاب کے وقت سزا دے دے۔ میری غیر حاضری کا مطلب یہ ہوگا کہ میں زندہ نہیں ہوں اور دوسری دنیا میں اپنی بیٹیوں کا انتظار کر رہا ہوں۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ میں آج ہی اپنی ہدایات لوشہ کے گورنر کو بھیج دوں گا لیکن اس سے پیشتر تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوگا کہ تمہاری کامیابی کے امکانات کیا ہیں؟

ابو داؤد نے جواب دیا ۔ بدر بن مغیرہ میری بڑی لڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا ۔ اگر وہ زندہ ہے اور اس میں اُسے یقین دلانے میں کامیاب ہو گیا کہ بادشاہ سلامت تمہاری گزشتہ خطائیں معاف کر دیں گے تو ربیعہ کی خاطر وہ میرے ساتھ آنے پر تیار ہو جائے گا۔

ملکہ اور بادشاہ اس بات پر یقین کرنے کے لئے تیار نہ تھے لیکن ابو داؤد نے سرحدی قلعہ میں اپنے قیام اور اُس کے بعد الحمرا میں بدر بن مغیرہ کی آمد کے واقعات ضروری ردوبدل کے ساتھ بیان کیے تو اُنہیں کسی حد تک یقین آ گیا۔

بادشاہ نے کہا۔ اگر وہ زندہ نہ ہوا تو؟

ابو داؤد نے جواب دیا۔ اگر وہ زندہ نہ ہوا تو یا آپ یہ سنیں گے کہ اس کا جانشین مارا جا چکا ہے اور یا آپ یہ دیکھیں گے کہ اُن کا ایک با اثر گروہ آپ کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھا رہا ہے۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ میں دونوں صورتوں میں تمہاری لڑکیوں کی جان بچانے کا وعدہ کرتا ہوں ۔ اس کے علاوہ میں تمہیں اپنی طرف سے بڑے سے بڑے انعام کا مستحق سمجھوں گا لیکن اگر تم اس مہم میں کامیاب نہ ہوئے تو لڑکیوں کو یقیناً سزا دی جائے گی ۔ تمہیں چاند کی چار تاریخ سے کم از کم دو دن پہلے میرے پاس پہنچ جانا چاہیے ۔ تاکہ میں بروقت لوشہ کے حاکم کو عدالت کے حکم کی تعمیل سے منع کر سکوں۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ ممکن ہے کہ میں دو ہفتوں کے اندر اندر ہی پہنچ جاؤں ۔ اگر میں کسی وجہ سے رُک بھی گیا تو بھی میں مہینے کے اختتام سے پہلے آپ کو اپنی کار گزاری سے مطلع کروں گا۔

اگر ضرورت ہوئی تو شاید مہلت مانگوں اور مجھے یقین ہے کہ جہاں پناہ ایسی

صورت میں مجھے چند دنوں کی مہلت ضرور دیں گے ۔ لیکن اگر اس مہینے کی آخری تاریخ تک حضور کی خدمت میں میری طرف سے کوئی پیغام نہ آئے تو حضور سمجھ لیں کہ یہ غلام آپ پر نثار ہو چکا ہے ۔

فرڈیننڈ نے کہا ۔ تمہاری درخواست آنے پر ہم چند دن کی اور مہلت دے سکیں گے ۔ ابو داؤد آگے اور دوزانو ہو کر فرڈیننڈ کے دامن کو بوسہ دینے کے بعد بولا ۔ عالیجاہ ! میری کامیابی کے لئے دعا کریں ۔ پھر وہ ملکہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ ملکہ نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا اسنے پھر ایک بار گھٹنے ٹیکتے ہوئے ملکہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اُٹھتے ہوئے بولا ۔ ملکہ عالیہ ! میں جانتا ہوں کہ مائیکل آ کا عزیز تھا ، مجھے اس کی موت کا افسوس ہے ۔ اُمید ہے کہ آپ کا یہ غلام سر انجام دینے کے بعد اپنے آپ کو اسی نظر کرم کا مستحق ثابت کر سکے گا ۔

ملکہ نے کہا ۔ میں اس میں تمہاری کامیابی کو مائیکل کے قتل کی تلافی سمجھوں گی ہمیں عقب سے قبائلوں کے اکا دکا حملے پریشان کر رہے ہیں ۔

تھوڑی دیر بعد ابو داؤد ایک تیز رفتار گھوڑے پر بیٹھ کر عقاب کی وادی کا رُخ کر رہا تھا ۔ اُسے ایک طرف الحمراء کی شاندار عمارتیں اور دوسری طرف فرڈیننڈ کی فوج کے خیموں کی قطاریں دکھائی دے رہی تھیں ۔ ایک ٹیلے پر چڑھ کر اُس نے گھوڑا روکا ۔ کچھ دیر وہ الحمراء کی طرف دیکھتا رہا ۔ اور پھر ایک ٹھنڈی سانس لینے کے بعد بولا ۔ الحمرا ! تیری چار دیواری سے بڑے بڑے بادشاہوں کے جنازے نکلے ہیں ۔ میری طرف دیکھ میں کسی کی اُمنگوں کا جنازہ ہوں ۔ میری طرف دیکھا اور اپنے دل میں کہا ۔ مورخ یہ کہیں گے کہ غرناطہ کو فرڈیننڈ نے فتح کیا تھا ۔ تاریخ یہ لکھا جائے گا کہ فرڈیننڈ کی افواج غرناطہ کی افواج سے طاقتور تھیں ۔ کاش ! میں جانے

سے پہلے الحمرا کے ہر پتھر پر یہ لکھ سکتا کہ ابو داؤد نہ ہوتا تو مورخ فرڈی نینڈ کو غرناطہ کے فاتح کی حیثیت سے یاد نہ کرتے ۔غرناطہ کے آسمان تم گواہ ہو کر کسی قوم کو دشمن کے فرڈی نینڈ تباہ نہیں کرتے بلکہ اُس کے اپنے ابو داؤد اُسے موت کے گھاٹ اُتارتے ہیں ۔الحمراء خدا حافظ! غرناطہ الوداع!!۔

(۳)

عشاء کی نماز کے تھوڑی دیر بعد بدر بن مغیرہ اپنے پہاڑی قلعے کے ایک کمرے میں بشیر بن حسن منصور بن احمد اور چند اور چیدہ چیدہ سالاروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ۔ایک دن قبل اُس کی فوج سرحد پر ایک کامیاب حملہ کرنے کے بعد واپس آئی تھی ۔ اوراب ایک تازہ حملے کی تفصیلات طے ہو رہی تھیں ۔

ایک سپاہی نے کمرے میں داخل ہو کر ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا ۔ سرحد سے چار سپاہی ایک آدمی کو گرفتار کر کے لائے ہیں ۔ان کا خیال ہے کہ وہ کوئی جاسوس ہے ۔سپاہی یہ کہتے ہیں کہ سرحد کے سالار کے سامنے اس نے بیان دینے سے انکار کر دیا تھا ۔اس کا مطالبہ ہے کہ مجھے سالار اعظم کے سامنے پیش کیا جائے ۔

بدر بن مغیرہ نے کہا ۔اُسے سر دست قید میں رکھو! اور صبح میرے سامنے پیش کر دو۔

سپاہی نے کہا ۔لیکن وہ ابھی آپ سے ملنے پر مُصر ہے ۔وہ یہ کہتا ہے کہ میں ایک اہم خبر لے کر آیا ہوں ،

اس کا نام کیا ہے؟

وہ اپنا نام بتانے سے بھی انکار کرتا ہے ۔وہ یہ کہتا ہے کہ اگر سالار اعظم مجھ سے نہ مل سکیں تو مجھے بشیر بن حسن کے سامنے پیش کیا جائے ۔

بعد بن مغیرہ نے کچھ سوچ کر کہا۔وہ کون ہوسکتا ہے۔اچھا بلاؤ۔

تھوڑی دیر بعد سپاہی نے ابو داؤد کو کمرے میں لے آئے ۔بعد اور اُس کے ساتھی چند ثانیے غصے کے بجائے حیرت اور پریشانی کی حالت میں اس کی طرف دیکھتے رہے۔ابو داؤد کو اب تک یہ یقین نہ تھا کہ بعد بن مغیرہ واقعی زندہ ہے۔وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف چند بار دیکھنے کے بعد بولا۔آپ مجھے یہاں دیکھ کر حیران ہوں گے لیکن مجھے آنا پڑا۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔کیا تم نے اپنی جرات کا مظاہرہ کرنے میں زیادتی سے کام نہیں لیا!

میں یہ کہنا جانتا ہوں کہ میں بدترین سزا کا مستحق ہوں لیکن جو سزمیں نے خود اپنے لئے تجویز کی ہے وہ شاید آپ بھی میرے لئے تجویز نہ کریں لیکن اس سے پہلے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ فرڈینیڈ کی فوج بہت زیادہ ہے اس لئے ہم ہتھیار ڈال دیں۔

"نہیں میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ لوشہ کی عدالت ربیعہ اورانجلا کو زندہ جلانے کی سزا دے چکی ہے اور آپ اگر چاہیں تو انہیں بچا سکتے ہیں۔

بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن کبھی ایک دوسرے کی طرف اور کبھی ابو داؤد کی طرف دیکھ رہے تھے۔ان کی نگاہیں یہ کہہ رہی تھیں کہ ابو داؤد جھوٹ کہتا ہے۔یہ ان کے لئے کوئی نیا پھندا لے کر آیا ہے لیکن ان کے دلوں کی دھڑکنیں یہ کہہ رہی تھیں کہ اگر یہ خبر درست ہوئی تو؟ ابو داؤد ان کی نگاہ مٰیں دنیا کا ایک ذلیل ترین انسان تھا لیکن اس یقین کے باوجود کہ یہ سب جھوٹ ہوگا۔ ربیعہ اورانجلا کو زندہ جلائے

جانے کا تصور انہیں اضطراب اور پریشانی کی انتہا تک پہنچا دینے کے لئے کافی تھا۔

ابو داؤد نے پھر کہا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ آپ مجھے، فریبی، دغاباز اور منافق سمجھنے میں حق بجانب ہیں لیکن آپ اور بشیر جس قدر مجھے جانتے ہیں اس سے کہیں زیادہ ربیعہ اور انجلا کو جانتے ہیں۔ ربیعہ پہلے ہی مسلمان تھی اور اب انجلا بھی مسلمان ہو چکی ہے۔ آپ یہ جانتے ہیں کہ ان کے دلوں میں نسوانی حیا اور غیرت ہے۔ میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ فرڈیننڈ کے ایک نائٹ نے اُن کی عزت پر حملہ کیا تھا اور انہوں نے اس نائٹ کو قتل کر دیا۔ عدالت نے قتل کے جرم میں ربیعہ پر مقدمہ چلایا تھا۔ اور اسے موت کی سزا دی تھی لیکن فیصلے کے دن اچانک انجلا نے عدالت میں پہنچ کر کہ بیان دے دیا کہ فرڈیننڈ کے نائٹ کے قتل کی اصلی مجرم میں ہوں۔ اس نے اپنے بیان میں یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ وہ مسلمان ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے عدالت اور کلیسا کی توہین کی ہے اور حکومت کے متعلق اس کی تقریر نہایت باغیانہ تھی۔ عدالت نے ربیعہ کو جادوگرنی اور حکومت اور کلیسا کی دشمن قرار دیا ہے اور انجلا کو حکومت کے خلاف بغاوت، اپنے مذہب سے ارتداد اور کلیسا اور عدالت کی توہین کے جرائم عائد کئے ہیں اور فرڈیننڈ کے نائٹ کے قتل کا جرم بھی ان دونوں پر عائد کی ہے۔ اب انہیں زندہ جلانے کی سزا دی جا چکی ہے۔

بدر بن مغیرہ نے سوال کیا۔ کب؟

ابو داؤد نے پریشان سا ہو کر کہا اس سوال کا جواب دینے کے لئے میں مناسب موقع کا منتظر تھا۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ بشیر اور منصور کے

سوا باقی سب جا سکتے ہیں۔

جب وہ کمرے سے باہر نکل گئے تو بدر نے کہا۔ابو داؤد! مومن ایک ہی سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جا سکتا۔اگر لوشہ کا شہر آسمان پر نہیں تو میری بات پر یقین کرو کہ میرے آدمی ایک ہفتہ کے اندر اندر اس واقعہ کی چھان بین کر لیں گے اور یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اگر تم مجھے دھوکا دینے کی نیت سے آئے ہو تو تمہیں اپنے انجام سے بے پروا نہیں ہونا چاہیئے۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔میں آپ کو یہ مشورہ نہیں دوں گا کہ آپ کو کیا کرنا چاہئے۔میرے گزشتہ اعمال کے پیش نظر آپ میری ہر بات پر شک کرنے میں حق بجانب ہیں۔آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ اس دفعہ میں نے الحمرا کی بجائے آپ کے لئے لوشہ میں ایک پھندا تیار کیا ہے لیکن طلوع آفتاب سے پہلے یہ ثابت کر سکوں گا کہ ربیعہ اور انجیلا کے متعلق میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صحیح ہے۔مجھے آپ صبح تک اپنی قید میں رکھیں صبح تک میں اپنا تحریری بیان آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھے قید میں لکھنے کی اجازت دی جائے۔

بشیر نے کہا۔تم ہمارے لئے ایک معما بننے کی کوشش نہ کرو اگر تمہاری زبان کا جادو ٹوٹ چکا ہے تو تمہاری تحریر بھی ہمیں بے وقوف نہیں بنا سکے گی۔ہم لوشہ سے تمہاری ہر بات تصدیق کریں گے۔تم نے بدر کے سوال کا جواب نہیں دیا۔اُنہیں کب سزا دی جائے گی۔

”اُنہیں اگلے چاند کی چار تاریخ کو غروب آفتا کے وقت زندہ جلایا جائے گا۔

منصور نے کہا۔تم یہ چاہتے ہو کہ ہم اُس دن لوشہ پر حملہ کریں۔ہم فرڈی نینڈ کی یہ خواہش بھی پوری کر دیتے لیکن افسوس یہ ہے کہ لوشہ ہم سے ذرا دور ہے۔تم

لوگوں نے فوجی معاملات میں ہماری ذہانت کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ اگر وہ سرحد کے آس پاس کسی شہر میں فریب کا جال بچھاتا تو ممکن تھا کہ ہم اس کی خواہش کا احترام کرنے پر مجبور ہو جاتے اب اگر ہم دھکا کھانے کے لئے تیار نہ ہوں تو تمہیں اس شخص کی حماقت کا ماتم کرنا چاہئے جس نے جال بچھاتے وقت یہ نہیں سوچا کہ یہ شاہین جنہیں وہ پھنسانا چاہتا ہے بینائی سے محروم نہیں۔

بدر نے کہا۔ ابو داؤد! اگر میں یہ فرض بھی کر لوں کہ عدالت ربیعہ اور انجلا کو سزا دے چکی ہے تو تمہیں جانتے ہوئے میں اس بات پر کیونکر یقین کر سکتا ہوں کہ ہمیں لوشہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دینے کے لئے جو سازش کی گئی ہے اس میں تم نے عدالت اور حکومت کے ساتھ تعاون نہیں کیا۔ میں یہ کیوں نہ سوچوں یہ سب ایک کھیل ہے۔ حکومت نے تمہاری مرضی سے انہیں گرفتار کیا ہے اور عدالت نے تمہاری مرضی سے ان پر مقدمہ چلایا ہے اور لوشہ میں اگلے چاند کی چار تاریخ تک ہماری راہ دیکھی جائے گی ہو سکتا ہے کہ اُس دن ایک فرضی چتا بھی تیار کی جائے اور تم اپنی لڑکیوں کو چتا کے سامنے کھڑا کرتے ہوئے بھی شرم محسوس نہ کرو لیکن ہماری آمد سے مایوس ہو کر تم فریب کا جال سمیٹنے پر مجبور ہو جاؤ۔ کاش! تم میں تھوڑی بہت انسانیت ہوتی اور تم ذلت کے چند ٹکڑوں کے لئے اپنی لڑکیوں کو لوشہ کے باشندوں کے سامنے سامان تضحیک نہ بناتے۔ یاد رکھو! اگلے چاند کی چار تاریخ کو میرے آدمی لوشی میں موجود ہوں گے۔ وہ اس کھیل کے اختتام تک وہاں رہیں گے اور جب مجھے یہ اطلاع ملے گی کہ ربیعہ اور انجلا دکھاوے کی چتا سے نکال کر گھر پہنچا دی گئیں ہیں تو تمہیں پھانسی دی جائے گی اس وقت تک تم میری قید میں ہو۔ تم اس نئے جرم کے بغیر بھی بدترین سزا کے مستحق ہو۔ لیکن میں تمہیں اس شرط پر چھوڑنے کے لئے

تیار ہوں کہ تم مجھے اس سازش کی تمام تفصیلات بتا دو۔ مجھے یہ گوارا نہیں کہ لوشہ کے عوام تمہاری لڑکیوں کا تماشہ دیکھیں۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ اگر موجودہ حالات میں اپنی جان کو کوئی قیمت سمجھتا تو یہاں نہ آتا۔ میں نے اپنی تحریر پیش کرنے کے لئے صبح تک مہلت مانگی ہے۔ سر دست میں جو کچھ کہہ چکا ہوں اُسے کافی سمجھتا ہوں

بدر نے کہا۔ میں تمہاری درخواست رد نہیں کرتا لیکن مجھے یقین ہے کہ تمہاری تحریر تمہاری زبان سے زیادہ موثر نہیں ہوگی۔

بدر بن مغیرہ نے تالی بجائی، ایک سپاہی اندر داخل ہوا۔ بدر نے کہا۔ اُسے لے جاؤ اور محفوظ کمرے میں اس کے قیام کا انتظام کرو۔ اس کے کھانے پینے اور آرام کا خیال رکھو۔ اسے لکھنے کی سہولت مہیا کی جائے لیکن اس کی نگرانی میں کوئی کوتاہی نہ ہو

۔

یہ کہہ کر بدر ابو داؤد کی طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ تمہیں بھی میں یہ ہدایت کرتا ہوں کہ یہاں سے بھاگنے کی کوشش بے سُود ہوگی۔

ابو داؤد کوئی جواب دیئے بغیر سپاہی کے ساتھ باہر نکل گیا۔ دروازے پر چار اور سپاہی جو ننگی تلواریں لئے کھڑے تھے ان کے ساتھ ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد بدر، بشیر اور منصور خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بدر اضطراب کی حالت میں اُٹھا اور دریچے کے سامنے کھڑا ہو کر باہر جھانکنے لگا۔ کیا یہ ممکن ہے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے؟ وہ اپنے دل سے پوچھ رہا تھا۔ اپنے ضمیر کو ہزاروں تسلیاں دینے کے باوجود جلتی ہوئی چتا میں ربیعہ سے یہ بعید نہیں۔ ربیعہ اپنی عصمت کی حفاظت کے لئے جان پر کھیل سکتی ہے۔ اس سے یہ بعید نہیں کہ

اُس نے کسی نائٹ کو قتل کر دیا ہو۔ اُسے جرات رکھتی ہے لیکن نہیں نہیں ابو داؤد مکار ہے۔ یہ سب فریب ہے۔

منصور اُٹھ کر بدر کے قریب پہنچا اور اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا

"بدر! اگر یہ بات درست ہے تو تمہیں اس بات کا اطمینان ہونا چاہئے کہ لوشہ کی کوئی دیوار راستہ نہیں روک سکتی۔

بدر بن مغیرہ نے اچانک مڑ کر اُس کی طرف دیکھا اور کہا۔ لوشہ میں دو لڑکیوں کی جان غرناطہ کی لاکھوں لڑکیوں سے زیادہ قیمتی نہیں۔ ان مجاہدوں نے ساری قوم کا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھایا ہے۔ میں اپنے حصے کا بوجھ ان پر نہیں ڈالوں گا۔ یہ معاملہ فقط میری اور بشیر کی ذات تک محدود رہے گا۔

دونوں نے بشیر کی طرف دیکھا وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے تاثرات کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ اس کے چہرے پر اس طوفان کا کوئی اثر نہ تھا۔ جو اُس کے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں کروٹ لے رہا تھا۔ تھوڑی دیر وہ ایک چٹان کی طرح کھڑا رہا اور پھر یہ کہنے کے بعد باہر نکل گیا کہ میں زخمیوں کو دیکھنے جا رہا ہوں۔

کچھ دیر بدر کی طرف دیکھنے کے بعد منصور نے کہا۔ اگر ابو داؤد نے آپ کو اس بات کا قائل کر دیا کہ اس کی اطلاع صحیح ہے تو میں آپ کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر سکتا ہوں کہ لوشہ پر ہمارا حملہ نہایت اہم نتائج پیدا کر سکے گا۔ اس وقت بھی ہمارے سامنے یہی مسئلہ ہے کہ فرڈی نینڈ کی توجہ دو محاذوں پر مبذول کی جائے۔

(۴)

اگلی صبح بدر، بشیر، منصور اور دوسرے افسر ناشتہ کر رہے تھے کہ ایک سپاہی گھبرایا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور اس نے اطلاع دی کہ ابو داؤد اپنے بستر کی بجائے فرش

پر بیہوش پڑا ہے۔ یہ لوگ بھاگے ہوئے اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔

ابو داؤد منہ کے بل فرش پر پڑا ہوا تھا۔ بشیر بن حسن نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھنے کے بعد اسے جلدی سے پیٹھ کے بل لٹا دیا۔ اور اس کی آنکھیں کھول کر دیکھتے ہوئے بولا۔ یہ مر چکا ہے۔ میرے خیال میں اُس نے زہر کھالیا ہے۔

کمرے کے ایک کونے میں ایک چھوٹی سی میز پر قلم دوات اور کچھ کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ بدر بن مغیرہ نے اوپر کے چند اوراق جن پر ابو داؤد کی تحریر تھی، اُٹھائے۔ سپاہیوں نے بشیر کے اشارے پر ابو داؤد کو اُٹھا کر بستر میں لٹا دیا۔

بشیر بن حسن نے اُس کی تلاشی لینے کے بعد اس کی جیب سے چاندی کی ایک چھوٹی سی ڈبیا برآمد کی اور اُسے کھول کر دیکھنے کے بعد کہا۔ اُس نے وہ زہر کھایا ہے جس کا تریاق آج تک معلوم نہیں ہوسکا۔

قلعے کے باقی سپاہی بھی جوق در جوق اس کمرے کے دروازے پر جمع ہو رہے تھے۔ بدر نے بشیر اور منصور کے سوا سب کو کمرے سے نکلنے کا حکم دے کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ بشیر ہم غلطی پر تھے۔ یہ اس کا خط ہے پڑھو۔

بشیر نے بظاہر بے پروائی کے ساتھ کاغذ کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن چند فقرے پڑھنے کے بعد اُس کی ساری توجہ اس تحریر پر مرکوز ہو چکی تھی بدر نے کہا۔ بشیر! اُونچی آواز سے پڑھو میں نے صرف چند سطریں دیکھی ہیں

بشیر نے چونک کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور بلند آواز میں پڑھنا شروع کر دیا۔ بدر کے نام ابو داؤد کے آخری مکتوب کا مضمون یہ تھا۔

میرا مکتوب آپ کو اس وقت ملے گا جب

میں اس دینا میں نہیں ہوں گا۔ اس ذلیل موت

کے بغز میرے لئے آپ کو یہ یقین دلانا مشکل تھا

کہ ربیعہ اور اینجلا کے متعلق میری اطلاع صحیح ہے

اور میں اس کے لئے تیار ہو کر آیا تھا۔ میری موت

کے ساتھ وہ ذلیل خوہشات اور ناپاک ارادے ختم

ہو جائیں گے جن کے باعث میں آپ کی نگاہ میں

ایک ملت فروش اور ایک غدار تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ

وہ ابو داؤد جس نے غرناطہ کی حکمرانی کا خواب دیکھا

جس نے اپنی قوم کی لاشوں پر اپنے لئے محل تعمیر

کرنے کی خواہش کی تھی آج سے چند دن پہلے مر

چکا تھا۔ وہ اسی وقت اپنا گلا گھونٹنے پر مجبور ہو گیا تھا

جب فرڈی نینڈ نے اس کی لڑکیوں کے لئے رحم کی

درخواست ٹھکرا دی تھی اور وہ اب داؤد جس کی لاش

آپ کے سامنے پڑی ہوئی ہے گزشتہ شب صرف

ایک باپ کی حیثیت میں آپ کے سامنے پیش ہو

اتھا۔ اس کے سامنے اپنی دو لڑکیوں کی جان

بچانے کا مسئلہ تھا۔ اس لئے میری دوسری موت

ایک باپ کی موت ہے اور مرنے سے پہلے جو کچھ

میں لکھ رہا ہوں اسر اس صورت میں جب کہ مجھے

جھوٹ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ میں سچ کہنے میں

ایک تسکین محسوس کرتا ہوں۔

تم میرے متعلق صرف اتنا جانتے ہو کہ میں
نے تمہیں الحمرا میں بلا کر قتل کروانے کی شازش کی
اور میں نے ابو عبداللہ کو غداری پر آمادہ کیا لیکن
میرے جرائم اس سے کہیں زیادہ ہیں ۔ میں
تمہارے باپ کا قاتل ہوں ۔ اُسے میں نے ہی
خط لکھ کر طلیطلہ آنے کی دعوت دی تھی ۔ پہلی بار
جب میں تمہارے مہمان کی حیثیت میں آیا تھا ۔
پہلی بار جب میں میں فرڈی نینڈ کا جاسوس تھا اور
رات کے وقت تمہارے قلعے پر دشمن کا حملہ میری
ترغیب پر تھا ۔ الحمرا میں موسیٰ کو میں نے گرفتار کروایا
تھا ۔ ابو عبداللہ کو ملت فروشی پر میں نے آمادہ کیا تھا
غرناطہ میں جہاد کے خلاف تبلیغ کرنے کے لئے
اندلس کے جن مسلمان جاسوسوں کو بھیجا گیا ہے اُن
کی تربیت میں نے کی ہے ۔ تم نے مجھ سے سوال
کیا تھا کہ انجلا اور ربیعہ کو کب سزا دی جائے گی اور
میں بتا چکا ہوں کہ انہیں اگلے چاند کی چار تاریخ کو
زندہ جلایا جائے گا ۔ تم اس بات پر حیران ہو گے کہ
عدالت نے انہیں اتنی مہلت کیوں دی ۔ رات کے
وقت اگر میں آپ کے سامنے اس کی وجہ بیان کرتا تو
میرے متعلق آپ کے شکوک اور زیادہ ہو جاتے

مجھے ایک ماہ کی مہلت حاصل کرنے کے لئے فرڈی نینڈ سے یہ وعدہ کرنا پڑا کہ اگر بدر بن مغیرہ زندہ ہے تو میں اس عرصہ میں کسی نہ کسی بہانے سے اُسے آپ کے سامنے پیش کر دوں گا میں نے اُس سے مجاہدین کی صفوں میں انتشار ڈالنے کا عہد بھی کیا تھا۔ اس کے عوض فرڈی نینڈ نے میرے ساتھ ربیعہ اور انجلا کی جان بچانے کا وعدہ کیا تھا۔

سیاست دان ابو داؤد شاید کسی حالت میں بھی اپنے ان جرائم کا اقبال نہ کرتا لیکن انجلا اور ربیعہ کے باپ کو اپنی بیٹیوں کی بھلائی اسی بات میں نظر آتی ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اپنے چہرے کے تمام نقاب اُلٹ دے۔ میرے بعد اگر آپ کی کسی تدبیر سے ان لڑکیوں کی جان بچ جائے تو میں ربیعہ کو تمہارے اور انجلا کو بشیر بن حسن کے سپرد کرتا ہوں۔ میں ایک مدت سے جانتا تھا کہ وہ تم دونوں کو اپنے رفیق اور محافظ منتخب کر چکی ہیں لیکن میری زندگی کے مقاصد ان کی خواہشات کے احترام کی گنجائش نہ تھی۔ میں نے ایک باپ کی نظر سے انہیں صرف اس وقت دیکھا جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ میری غیر حاضری میں لوشہ کی عدالت انہیں

موت کی سزا دے چکی ہے ۔ میں اُن کی جان
بچانے کے لئے آپ سے التجا کرنے کی ضرورت
نہیں سمجھتا۔تم جانتے ہو کہ میرے ساتھ ربیعہ اور
انجلا کا رشتہ صرف خون کا رشتہ تھا ار میری موت
کے بعد یہ رشتہ ختم ہو جائے گا میں ان کا انجام نہیں
دیکھوں گا۔چتا سے ان کی چیخیں میرے کانوں تک
نہیں پہنچ سکیں گی اگر میں زندہ رہتا تو بھی اُنہیں
مرے وقت اس بات کا ملال نہ ہوتا کہ وہ اپنے
باپ سے جدا ہو رہی ہیں ۔اُنہیں میری دینا ئی سے
کوئی دلچسپی نہیں ۔اُنہیں صرف اس دنیا سے دلچسپی
ہے جس میں تم ار بشیر سانس لیتے ہو انہیں میرے
ہوائی قلعوں سے کوئی اُنس نہیں ۔انہیں لوشہ کے
گورنر کے محل کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہنے کا کوئی
افسوس نہ ہو گا۔جلتی ہوئی چتا میں وہ صرف اس
وادی کا تصور کریں گی جس میں انہوں نے اپنی بھٹکی
ہوئی روحوں کے لئے گوشہ عافیت تلاش کیا تھا۔
وہ اُفق کی طرف دیکھ کر کہیں گی بدر اور بشیر کہاں ہو؟
تم نے زندگی کے جس سمندر کی گہرائیوں
میں ایک دوسرے کو تلاش کیا ہے میری نگاہ میں اس
کی تہ تک نہیں پہنچ سکتی۔میں صرف یہ جانتا ہوں کہ

اُنھوں نے فقط تمہاری وجہ سے اس سمندر میں غوطہ لگایا ہے۔ سب اگر ان کی زندگی کے چراغ بجھنے والے ہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے ان میں طوفانوں کیساتھ کھیلنے کی خواہش پیدا کی۔ وہ غیرت جس نے ربیعہ یا انجلا کو جان مائیکل کے قتل پر آمادہ کیا دراصل تمہاری اور بشیر کی عطا کردہ تھی۔ وہ حوصلہ جس نے ایک لڑکی کے کمزور ہاتھوں کو برچھے کا استعمال سکھا دیا تھا۔ وہ زبان جس نے عدالت میں باغیانہ تقریر کی۔ تمہارے خیالات کی ترجمانی کر رہی تھی، میں ربیعہ ارا نجلا کو قید میں نہیں دیکھ سکا لیکن ایک شخص جس نے اُنھیں دیکھا ہے مجھے یہ بتا چکا ہے کہ اُنھیں اپنے کیے کا ذرا بھی ملال نہیں۔ ان کا ایمان یہ ہے کہ خدا کو اگر ان کا زندہ رکھنا مقصود ہے تو وہ چتا کی آگ کو گلزار جانتے ہو کہ اُن کے دلوں میں یہ ایمان کس نے پیدا کیا۔

اگر تم ان سب باتوں کی ذمہ داری اپنے سر لینے سے انکار نہیں کرتے تو میں یہ کہوں گا کہ ربیعہ اور انجلا کا معاملہ تمہارا اور بشیر کا معاملہ ہے اور مجھے اُن کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں

۔تم پر اُن کی جان بچانے کا فرض عاد کر کے میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں ۔میں تمہیں یہ نہیں بتا سکتا کہ تم کس طریقے سے اُن کی جان بچا سکتے ہو۔یہ سوچنا تمہارا کام ہے۔

میں اسپین کے مستقبل کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا۔وقت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ میں نے آج تک جو کچھ سوچا اور جو کچھ کیا وہ غلط تھا۔میں نے اپنے لئے پھول منتخب کیے، اور اپنی قوم کے لئے کانٹے بچھائے لیکن میرے حصے کے پھول فرڈی نینڈ کے دامن کی زینت بن گئے ۔میرے ہاتھ اور پاؤں کانٹوں سے زخمی ہیں اور قوم کا انجام مجھے معلوم نہیں ۔میری سیاست ختم ہو چکی ہے میں ذلت اور نامرادی کی موت مر رہا ہوں ۔آپ میری خودکشی کو قابل نفرت سمجھیں گے لیکن میں آج اس حقیقت کو سمجھا ہوں کہ دنیا میں عزت کی موت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو عزت کی زندگی کا راستہ منتخب کرتے ہیں اپنی بیوی کے متعلق میں نے کچھ نہیں کہا ۔میں اُسے قابل ذکر نہیں سمجھتا ۔اس نے انجلا کو بچانے کے لئے ربیعہ کے خلاف شہادت دی تھی ۔اگر وہ عدالت کا فیصلہ سننے کے

بعد زہر نہ کھا لیتی تو میں اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا
گھونٹ ڈالتا۔

اس خط کے اختتام کے ساتھ میں اپنی
کتاب زندگی کی آخری سطر لکھ چکا ہوں۔

ابو داؤد

"انجلا اور ربیعہ کا باپ"

آنسو اور مسکراہٹیں

(۱)

غروبِ آفتاب سے کچھ دیر پہلے لوشہ شہر کے باہر ایک کھلے میدان میں انجلا اور ربیعہ کی چتا کے گرد ہزاروں کی تعداد میں مرد اور عورتیں جمع ہو رہے تھے۔ وہ ایک دوسری کے قریب لکڑی کے کھمبوں کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں۔ چتا کے قریب راہبوں کا ایک گروہ مریم مقدس کی حمد و ثنا کے گیت گا رہا تھا۔ لوگ بیقراری کے ساتھ غروب آفتاب کا انتظار کر رہے تھے۔ لوشہ کا گورنر دان لوئی اور نیا بشپ بار بار اُفق مغرب کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لوگوں کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ غروب آفتاب تک فرڈی نینڈ کے آخری حکم کا انتظار کیا جائیگا۔ اگر بادشاہ کا ایلچی کوئی نیا حکم لے کر نہ آیا تو چتا کو آگ لگا دی جائے گی۔ دو سپاہی چتا کے قریب جلتی ہوئی مشعلیں لئے تیار کھڑے تھے۔

ربیعہ اور انجلا کو اپنے انجام کے متعلق کوئی شبہ نہ تھا لیکن انہیں چتا کو آگ لگانے میں تاخیر کی وجہ معلوم نہ تھی۔

انجلا نے کہا۔ ربیعہ! میں موت سے بہت ڈرتی تھی لیکن اب میں محسوس کر رہی ہوں کہ موت اتنی بھیانک شے نہیں لیکن یہ انتظار میرے لئے بہت صبر آزما ہے۔ یہ لوگ کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟

میں خود حیران ہوں۔ سورج غروب ہو رہا ہے۔ شاید۔۔۔۔۔۔

شاید کیا؟

کچھ نہیں انجلا! میں سوچ رہی تھی۔۔۔۔ کہ شاید قدرت لوشہ کی عدالت کا فیصلہ رد کر چکی ہو۔ دیکھ سورج جہاں تھا وہیں کھڑا ہے۔

انجلا نے کہا۔ ربیعہ! یہ موہوم اُمیدوں کا سہارا لینے کا وقت نہیں۔

ربیعہ نے جواب دیا۔ میں صرف یہ کہہ رہی تھی کہ خدا انسان کر ہر فیصلہ بدلنے پر قادر ہے اور جب آگ کے شعلے میرے قریب آ چکے ہوں گے اس وقت بھی میں یہی کہوں گی۔

ربیعہ! میرا بھی یہی ایمان ہے لیکن اب موت کے دروازے تک صرف چند قدم باقی ہیں۔ دعا کرو کہ میرے قدم ڈگمگا نہ جائیں۔

ربیعہ نے کہا۔ تمہارے قدم نہیں ڈگمگائیں گے۔ انجلا! مجھے تم پر فخر ہے۔ اسلام کی ہر بیٹی تم پر فخر کرے گی۔

دعا کر ربیعہ, مجھے سہارا دو۔

ربیعہ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا۔ اے جزا اور سزا کے مالک! ہمیں استقامت دے تو ہماری بے بسی دیکھ رہا ہے۔ تو ہماری کمزوریوں سے واقف ہے لیکن دوسروں پر ہماری کمزوری اور بے بسی ظاہر نہ ہو۔ ہماری مظلومیت فقط تیری رحمت کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ یہ لوگ ہماری چیخیں نہ سنیں۔

ربیعہ بھی دعا کر رہی تھی کہ میدان کی طرف سے پانچ سوار نمودار ہوئے اور لوگ شور مچانے لگے۔ وہ آ گئے!

لوگوں نے سواروں کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اب چتا کی طرف کسی کی توجہ نہ تھی سوار اقسطلہ کے سپاہیوں کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ لوگ اُن سے پوچھ رہے تھے۔ بادشاہ سلامت نے کیا حکم دیا ہے؟ آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی۔ لوشہ کا گورنر اور بشپ ہجوم کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ گانے والے راہب بھی ادھر اُدھر منتشر ہو کر سواروں کے قریب پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ان میں سے ایک راہب بد

ستور گاتا ہوا چتا کے قریب جا کھڑا ہوا دوسرے راہبوں کی طرح اس کا سارا جسم ایک سفید قبا میں چھپا ہوا تھا۔اس کی آواز سُن کر انجلا اور ربیعہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں ۔گاتے گاتے اس نے ربیعہ اور انجلا کے ذرا اور قریب کھسکتے ہوئے اپنے سر سے بھاری کپڑا کھسکا دیا۔ایک لمحہ کے لئے ربیعہ اور انجلا کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ وہ مبہوت سی ہو کر اُس کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ زندگی میں پہلی بار گانے کی مشق کر رہا ہے،وہ اپنے ساتھی کے سُر کے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کوشش کے باوجود اس کی آواز کبھی بہت دھیمی اور کبھی بہت بلند ہو جاتی تھی۔یہ بشیر بن حسن تھا۔

سورج کی آخری کرن کے ساتھ ربیعہ ار انجلا اپنے مقدر کے آسمان پر اُمید کے دو روشن ستارے دیکھ رہی تھیں۔دل کی دھڑکنیں ذرا کم ہوئیں تو ربیعہ نے ادھر اُدھر دیکھنے کے لبعد دبی زبان میں کہا۔تم ہمارے لئے خودکشی نہ کرو۔خدا کے لئے جاؤ۔

بدر نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے اُسے خاموشی کی تلقین کی اور بشیر کا بازو پکڑ کر اسی طرح گاتا ہوا ہجوم کی طرف چل دیا۔

ڈان لوئی نے سواروں کے گرد شور مچانے والے لوگوں کو بڑی مشکل سے خاموش کر یا اور سواروں سے مخاطب ہو کر کہا۔تم بہت دیر سے آئے۔ہم چتا کو آگ لگانے والے تھے۔کای حکم لائے ہو؟

ایک سوار نے کہا۔ہم گورنر سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈان لوئی نے برہم ہو کر کہا۔میں گورنر ہوں۔

سوار نے اطمینان سے کہا۔بادشاہ سلامت نے تمہیں معزول کر دیا ہے۔

تھوڑی دیر میں کاؤنٹ انتونیو شاہی فرمان لے کر یہاں پہنچ جائے گا۔ہمیں اُس نے حکم دیا ہے کہ بوداؤد کی لڑکیوں کی سزا ملتوی کی جائے۔ہم عجلت میں یہاں پہنچے ہیں ۔کاؤنٹ انتونیو تھوڑی دیر میں آجائیں گے اور آپ کو بادشاہ کا آخری حکم سنا دیں گے۔

ڈان لوئی سکتے کے عالم میں کھڑا تھا۔لوگ مایوسی کی حالت میں کبھی گورنر اور کبھی بشپ اور کبھی اُن سواروں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بالآخر بشپ نیکا،بادشاہ سلامت کا تحریری حکم ہمارے پاس وجود ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر بادشاہ سلامت نے لوشہ کی عدالت کے فیصلے میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس کی تو آج کے دن غروب آفتاب سے پہلے اُن کا دوسرا تحریری حکم پہنچ جائے گا اور اگر ان کا ایلچی غروب آفتاب سے پہلے نہ پہنچے تو یہ سمجھ لیا جائے گا کہ بادشاہ سلامت عدالت کے فیصلے کے ساتھ متفق ہیں۔اب سورج غروب آفتاب ہو چکا ہے۔بادشاہ کا ایلچی ہامرے پاس ابھی تک ان کا کوئی حکم لے کر نہین پہنچا اس لئے ڈان لوئی اگر چتا کو آگ لگانے کا حکم دے دے تو وہ اپنا فرض پورا کرے گا۔اگر تم ایلچی ہو تو بادشاہ سلامت کی تحریر پیش کرو ورنہ ہم کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں

سوار نے جواب دیا۔لیکن ہم ایلچی کی ساتھ آئے ہیں اور یہ گورنر معزول ہو چکا ہے۔

بشپ نے کہا لیکن جب تک بادشاہ کا حکم انہیں نہیں ملتا اُن کے اختیارات میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔اگر بادشاہ سلامت نے کاؤنٹ انتونیو کو واقعی کوئی حکم دے کر بھیجا ہے اور وہ بروقت یہاں نہیں پہنچ سکا تو اس کی ذمہ داری اس پر عائد ہوگی۔ڈان لوئی اُس کے لئے جواب دہ نہیں ہوگا۔ڈان لوئی کو شام تک انتظار کرنے کی ہدایت

تھی اور اب شام ہو چکی ہے۔

سوار نے جواب دیا۔ہمیں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ان لڑکیوں کی حفاظت کریں اور ہم اپنی جان پر کھیل کر بھی فرض پورا کریں گے،۔

بشپ اور گورنر پریشان ہو کر عوام کی طرف دیکھ رہے تھے۔لوگ ان زردہ پوش سپاہیوں کی مداخلت پر خوش نہ تھے۔بعض آدمیوں نے عوام کی اشتعال دلانے کی کوشش کی لیکن کوئی فرڈی ننڈ کے سپاہیوں پر ہاتھ اُٹھانے کے لئے تیار نہ ہوا۔عوام کی اکثریت کو مرعوب پا کر ڈان لوئی نے اپنے ساتھ ہم کلام ہونے والے سپاہی سے کہا۔میں یہ نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور تمہاری اطلاع کہاں تک صحیح ہے۔میں تھوڑی دیر اور انتظار کروں گا لیکن اگر تمہاری اطلاع غلط ثابت ہوئی تو تمہیں بدترین سزا کے لئے تیار رہنا چاہیے۔کاؤنٹ انٹونیو قرطبہ کا گورنر ہے۔میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے یہاں کیسے بھیجا جا رہا ہے اور میں نے وہ کون سی غلطی کی ہے جس کے باعث میں معزول کیا جا رہا ہوں۔

سوار نے جواب دیا۔ممکن ہے کہ بادشاہ سلامت سے ابو داؤد نے آپ کی شکایت کی ہو بہر حال تھوڑی دیر میں یہ معاملہ صاف ہو جائے گا۔کاؤنٹ انٹونیو آ رہا ہو گا اتنی دیر ہم چتا کے گرد پہرہ دیتے ہیں،۔کاؤنٹ انٹونیو نے یہ خدشہ ظاہر کیا تھا کہ لوگ اشتعال کی حالت میں قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی نہ کریں،

ڈان لوئی نے جواب دیا۔چتا کے گرد پہرا دینے کے لئے میرے سپاہی کافی ہیں۔سوار نے کہا۔نہیں چتا کے گرد اتنا بڑا ہجوم دیکھ کر کاؤنٹ انٹونیو پر خفا ہو گا۔یہ بہتر ہو گا کہ لوگوں کو ذرا دُور دور ہٹا دیا جائے،

ڈان لوئی تند مزاج آدمی تھا لیکن اپنی معزولی کی اطلاع کے بعد اس میں وہ

پہلا سا جوش خروش نام کو نہ تھا، وہ اپنے دل سے بار بار یہی سوال پوچھ رہا تھا کہ اُسے معزول کیوں کیا گیا ہے۔ اس سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے اُسے اپنی شاندار خدمات کا یہ صلہ دیا جا رہا ہے۔ اس کے خیال میں ملکہ ازابیلا کی سفارش ابو داؤد کے جادو کا توڑ ہو سکتی تھی۔ اور وہ اُڑ کر ملکہ کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ جب سوار نیزے دکھا دکھا کر عوام کو چتا سے پرے ہٹانے لگے تو اس مزاحمت نہ کی اور گورنر کے طرز عمل میں یہ تبدیلی دیکھ کر بشپ کا غصہ بھی بہت حد تک ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اب وہ اپنے الفاظ پر نادم تھا۔ اور سپاہیوں کے آگے پیچھے پھر رہا تھا اور راہر ایک سے باری باری یہ کہہ رہا تھا ۔ دیکھئے اگر آپ کاؤنٹ انٹونیو کا تحریری حکم لے آتے تو یہ باتیں نہ ہوتیں۔ بہر حال وہ آ ہی رہے ہوں گے۔ آپ انہیں کتنی دور چھوڑ آئے تھے۔ کافی دیر ہو گئی اب تو چاند بھی غروب ہو رہا ہے وہ کہیں راستہ نہ بھول گئے ہوں۔

ادھر ڈان لوئی اب خود ڈانٹ ڈپٹ کر کے لوگوں کو پیچھے ہٹا رہا تھا۔

چوتھی رات کا چاند اپنی منزل کا مختصر سا فاصلہ ختم کر رہا تھا۔ اور رفتہ رفتہ رات کی تاریکی بڑھ رہی تھی۔ بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن راہبوں کے لباس میں چتا کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ شہر کا کوتوال بھی بڑی ہوشیاری کے ساتھ چتا کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ بدر نے بشیر سے کہا۔ تم اس کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھو۔ یہ ہوشیار آدمی معلوم ہوتا ہے۔

بشیر نے آگے بڑھ کر کوتوال سے کہا۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج تک کلیساء کی کسی عدالت کے احکام کی اتنی توہین نہیں ہوئی،

مشعل برداروں کو سوار چتا سے کافی دور ہٹا چکے تھے۔ اس لئے کوتوال اپنے مخاطب کو اچھی طرح نہ دیکھ سکا۔ اس نے سوال کیا۔ آپ کون ہیں؟

بشیر نے سنبھل کر جواب دیا۔ میں طلیطلہ کی خانقاہ کا راہب ہوں

آپ یہاں کیسے آئے ؟

میں اشبیلیہ جا رہا تھا یہ تماشہ دیکھ کر یہاں رک گیا ۔ میں طبیب بھی ہوں ۔ اشبیلیہ کے بشپ نے مجھے علاج کے لئے بلایا ہے ۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر بادشاہ نے حکم دیا تو اتنے سنگین جرم کے متعلق کلیسا کی عدالت اپنا فیصلہ واپس لے لے گی ۔

کوتوال نے جواب دیا۔ کلیسا کو اپنا فیصلہ واپس لینے کی ضرورت نہیں ۔ بادشاہ اپنے حکم سے یہ فیصلہ منسوخ کر دے گا۔

"یہ کلیسا کی توہین ہو گی"

"بادشاہ کلیسا کے مفاد کو ہم سے بہتر ہے۔

(۷)

جب بشیر بن حسن کوتوال کے ساتھ باتیں کر رہا تھا ۔ بدر بن مغیرہ نے عقب سے ربیعہ کے قریب پہنچ کر اس کے ہاتھوں اور پاؤں کی رسیاں کاٹتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ربیعہ! گھوڑے پر سواری کر سکو گی ۔

ربیعہ نے رسیوں سے آزاد ہوتے ہی جواب دینے کی بجائے اس کی طرف مڑ کر دیکھا۔

بدر نے کہا۔ ابھی نہیں ربیعہ! تھوڑی دیر اسی طرح کھڑی رہو۔

ربیعہ اسی طرح کھمبے کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی ۔

بدر نے پھر کہا تمہیں آج ساری رات سفر کرنا پڑے گا۔ تم گھوڑے پر سواری کر سکو گی نا ؟

ربیعہ نے دھڑکتے ہوئے دل کو قابو میں لانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

آپ کے ساتھ؟

ہاں میرے ساتھ۔

آپ کے ساتھ سفر کرتے ہوئے میں راستے کی طوالت کی شکایت نہیں کروں گی۔

انجلا بھی گھوڑے کی سواری جانتی ہے نا؟

انجلا مجھ سے بہتر سوار ہے

بہت اچھا تم تیار رہو۔

اس کے بعد بدر نے انجلا کے قریب پہنچ کر اُس کی رسیاں کاٹ ڈالیں اور ایک سوار کے قریب پہنچ کر اُس سے کہا۔ جلدی کرو۔ مجھے اپنی کمند اُتار دو۔

سوار نے زین کے ساتھ بندھی ہوئی کمند اُتار دی اور لوگوں کی ساری توجہ دوسری طرف مبذول ہوگئی۔ بشیر بن حسن نے اِدھر اُدھر کی باتوں سے کوتوال کی توجہ ابھی تک اپنی طرف مبذول کر رکھی تھی لیکن گھوڑوں کی ٹاپ سننے کے بعد کوتوال نے کہا۔ مقدس باپ شاید وہ آرہے ہیں مجھے معاف کیجئے لیکن کل جانے سے پہلے مجھے ضرور ملئے۔

بشیر کے جواب کا انتظار کئے بغیر کوتوال بھاگتا ہوا آگے بڑھا بشپ اور گورنر دونوں اب ایک سوار سے باتیں کر رہے تھے۔ گورنر کہہ رہا تھا۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاؤنٹ انتونیو کے ساتھ کوئی فوج آرہی ہے۔

سوار نے جواب دیا۔ اُس کے ساتھ کوئی پچاس آدمی ہوں گے۔

بشپ نے کہا میں اتنے آدمی ساتھ لانے کی وجہ نہیں سمجھتا۔

بدر بن مغیرہ نے آگے بڑھ کر کہا۔ اس کی وجہ میں آپ کو سمجھاتا ہوں۔ آیئے میرے ساتھ!

بشپ نے پریشان ہو کر کہا۔ تم کون ہو؟

بدر نے کہا۔ آپ مجھے نہیں جانتے؟

بشپ نے کہا تاریکی میں میں تمہیں اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا اور تمہاری آواز بھی میرے لئے اجنبی ہے۔

بدر نے کہا۔ مقدس باپ! پہلے میں آپ سے ایک ضروری بات کر لوں پھر آپ کو کوئی سوال پوچھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

بشپ نے کہا۔ لیکن وہ کونسی بات ہے جو تم گورنر ڈان لوئی کے سامنے نہیں کرنا چاہتے۔

بدر نے جواب دیا۔ ان سے میں بعد میں معذرت کر لوں گا۔ آپ آئیں میں علیحدگی میں آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔

بدر نے بشپ کا بازو پکڑ لیا اور وہ تذبذب اور پریشانی کی حالت میں اس کے ساتھ چل دیا۔ چند قدم کے فاصلے پر بشیر کھڑا تھا بدر کو دیکھ کر وہ قریب آ گیا۔ بشپ نے کہا۔ وہ لوگ آ رہے ہیں جلدی کہو کیا کہنا چاہتے ہو اور میرا بازو چھوڑ دو۔

بدر نے اس کا بازو اپنے ہاتھ کی آہنی گرفت میں بھینچتے ہوئے کہا۔ خاموش رہو۔ ایک لمحہ کے لئے بشپ کے اوسان خطا ہو گئے۔ بدر نے بشیر سے کہا۔ اسے لے جاؤ اور یہ رسی بھی لو، اسی میں سے آدھی گورنر کے لئے رکھ لینا۔ میں ابھی اسے بھی لاتا ہوں۔

بشپ نے شور مچانے کی کوشش کی لیکن بشیر کا خنجر اپنی شہ رگ کے قریب دیکھ کر

اس کی آواز منہ سے باہر نہ نکل سکی۔وہ اس کے آگے چل دیا۔

گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اب قریب آچکی تھی۔ڈان لوئی اس طرف جانے کا ارادہ کررہا تھا کہ بدر بن مغیرہ نے آگے بڑھ کر اُس کا بازو پکڑ لیا اور اس کی پسلی پر خنجر کی نوک رکھتے ہوئے کہا۔میرے ساتھ چلو۔اگر بولنے کی کوشش کرتو۔بدر بن مغیرہ نے اپنا فقرہ پورا کرنے کی بجائے خنجر کو ذرا دبا دیا اور ڈان لوئی بے بس ہوکر اس کے ساتھ ساتھ چل دیا۔

سوار اب کوتوال کے سپاہیوں کو بھی چتا سے کافی دور رکھنے کی کوشش کررہے تھے۔وہ چتا کے گرد زیادہ تیزی کے ساتھ چکر لگا رہے تھے اور کوتوال کے سپاہی بھاگتے ہوئے گھوڑوں کی زد سے بچنے کے لئے پیچھے ہٹ رہے تھے۔

بدر نے ربیعہ کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے اس کی جگہ گورنر کو لکڑی کے کھمبے کے ساتھ جکڑ دیا۔اتنی دیر میں بشیر بن حسن بشپ کو آنجلا کی جگہ باندھ چکا تھا۔دوسری طرف پچاس سواروں نے ہجوم کے قریب پہنچتے ہی نعرہ تکبیر بلند کیا اور ہجوم کو اپنے نیزوں کے الٹے سروں سے ہانکنا شروع کیا۔لوگ نہایت بدحواسی میں چیختے چلاتے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔لوشہ کی پولیس کے سپاہی اب چتا کا خیال چھوڑ کر ادھر اُدھر بھاگنے والے لوگوں کا ساتھ دے رہے تھے۔

چتا کے گرد پہرا دینے والے سواروں میں چار اپنے گھوڑوں سے اُتر پڑے بدر بن مغیرہ راہب کا چولا اُتار کر چتا میں پھینکنے کے بعد جست لگا کر ایک گھوڑے پر سوار ہوگیا۔باقی تین گھوڑوں پر بشیر ربیعہ اور آنجلا سوار ہوگئے۔

بدر نے کہا۔بشیر! تم ربیعہ اور آنجلا کے ساتھ وہاں پہنچ کر ہمارا انتظار کرو ہم تھوڑی دیر میں پہنچ جائیں گے۔جلدی کرو۔

بشیر نے گھوڑے کی باگ موڑ لی۔ بدر نے پانچویں سوار کی طرف متوجہ ہو کر کہا ۔تم بھی ان کے ساتھ جاؤ۔

بشیر اور یہ سپاہی ربیعہ اور انجلا کو ساتھ لے کر ایک طرف نکل گئے۔ گئے بدر بن مغیرہ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آگے بڑھ کر ایک سپاہی کے ہاتھ سے جلتی ہوئی مشعل چھین کر چتا میں پھینک دی۔ چتا میں لکڑیوں کو آگ لگانے کے لئے سوکھی گھاس ڈالی گئی تھی۔ اُسے فوراً آگ لگ گئی۔ گورنر اور بشپ بُری طرح چلا رہے تھے ۔لیکن اس ہنگامے میں اُن کی آواز سننے والا کوئی نہ تھا۔ میدان میں ایک قیامت کا سماں تھا۔ حملہ آور سوار فقط اپنے نیزوں کی اُلٹی طرف سے لوگوں کو ہانکنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن لوگ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ اور بری طرح سے زخمی ہو رہے تھے۔ تاریکی میں لوشہ کے باشندے یہ سمجھ رہے تھے کہ ہزاروں پیادہ اور سوا ران پر حملہ کر چکے تھے۔ کوتوال اور اُس کے سپاہیوں کا پتہ نہ تھا۔ بعض لوگوں نے آگ کے شعلوں کے سامنے اپنے گورنر اور بشپ کی صورتیں پہچان لیں لیکن کسی نے ان کی مدد کے لئے پہنچنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

تھوڑی دیر میں میدان خالی ہو گیا۔ بدر بن مغیرہ نے سواروں کو منظم کرنے کے بعد کہا ہمارا کام ختم ہو چکا ہے لیکن واپس جانے کے لئے ہمیں تازہ دم گھوڑوں کی ضرورت ہے اور لوشہ میں گھوڑوں کی کمی نہیں۔ ہمیں ایک ساعت کے اندر اندر واپس جانا ہے۔ کیا تم تیار ہو؟

گورنر کے محل کو آگ لگانے پر اکتفا کیا تھا۔

ربیعہ، انجلا اور خانقاہ میں باقی آدمی کی تعداد چودہ کے لگ بھگ تھی اُن کی آمد سے پہلے ہی تیار کھڑے تھے۔

کوچ کا حکم دینے سے پہلے بدر نے ابو محسن سے کہا۔ ابو محسن لوشہ میں ہمارا کام ختم ہو چکا ہے کہو تمہیں کامیابی ہوئی ہے یا نہیں۔ اس پر منصور بن احمد ہنس پڑا اور ابو محسن نے قدرے کھسیانہ ہو کر کہا۔ خدا کی قسم وہ بالکل گدھا ہے۔ آپ مجھے خواہ مخواہ یہاں چھوڑ گئے۔ اس نے خود مجھے بلا کر کہا کہ میں کچھ کچھ اسلام کی صداقت کا قائل ہوتا جا رہا ہوں۔

آج آپ جا رہے ہین اس لئے مجھے کچھ اور تبلیغ کر جائیں اور ایک قائل ہوتا جا رہا ہوں۔ آج آپ جا رہے ہیں اس کا گلا تو نہیں گھونٹ ڈالا تم نے؟

اگر آپ کا حکم نہ ہوتا تو میں شاید یہ بھی کر ڈالتا۔

بدر نے کہا۔ اچھا اب چلو۔

اپنے محفوظ علاقے میں داخل ہونے سے پہلے بدر نے راستے میں تین جگہ منزل کی۔ وہ رات کے وقت سفر اور دن کے وقت شہروں اور بستیوں سے دور اُن خانقاہوں میں قیام کرتا جن پر راہبوں کے لباس میں اُس کے سپاہی چند دن پیشتر قبضہ جما چکے تھے ان خانقاہوں ے مکین لوشہ کی خانقاہ کے راہبوں کی طرح قید میں تھے۔ بدر بن مغیرہ جس خانقاہ میں داخل ہوتا۔ وہاں اس کے آدمی اُس کے ساتھیوں کے لئے کھانا اور گھوڑوں کے لئے چارہ تیار رکھتے۔ ہر منزل اس کے آدمیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ جب وہ فرڈی نینڈ کی مملکت کی سرحد عبور کر رہا تھا تو اُس کے

ساتھیوں کی تعداد ڈیڑھ سو ہو چکی تھی۔

بدر بن مغیرہ پہاڑی قلعے کے ایک کمرے میں بیقراری سے ٹہل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر مایوسی، پریشانی اور ملال کے آثار تھے۔ ربیعہ کمرے میں داخل ہوئی،

بدر کسی گہری سوچ میں تھا۔ جب تھوڑی دیر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو ربیعہ نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔ آپ نے مجھے بلایا تھا۔

بدر نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا۔ ہاں ربیعہ! میں نے تم سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا تھا۔ بیٹھ جاؤ۔

اس کا لہجہ اس قدر مغموم تھا کہ ربیعہ سہم کر رہ گئی۔ وہ کرسی کے قریب پہنچی لیکن تذبذب کی حالت میں کھڑی رہی۔ بدر نے پھر کہا۔ بیٹھ جاؤ ربیعہ!

ربیعہ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ آپ بہت پریشان ہیں

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بدر نے جواب دیا۔ ربیعہ! میں تمہارے متعلق سوچ رہا تھا۔ نصرانیوں کے خلاف ہماری جنگ ایک فیصلہ کن دور میں داخل ہو چکی ہے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اب تمہارا یہاں رہنا ٹھیک نہیں۔

ربیعہ اچانک اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اُس کی آواز بیٹھ گئی۔ وہ سراپا التجا بن کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

بدر نے کہا۔ بیٹھ جاؤ ربیعہ! میں نے ابھی اپنی بات ختم نہیں کی۔

ربیعہ بیٹھ گئی اور بدر نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ فرڈی نینڈ کے طویل محاصرہ کے باعث غرناطہ کے حالات مخدوش ہو چکے ہیں۔ سیرا نویدا کے راستے رسد کا جو تھوڑا بہت سامان ہماری کوششوں سے وہاں پہنچ رہا ہے لاکھوں انسانوں کی ضرورت پوری نہیں کر سکتا۔ لوگ فاقہ کشی سے تنگ آ چکے ہیں۔ اب سردیاں آنے والی ہیں موسیٰ نے میرے ساتھ یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ غرناطہ کی فوج کے ساتھ اگلے مہینے کی پہلی تاریخ کو حملہ کرے گا۔ اور میں نے اس دن اپنی ساری قوت کے ساتھ عقب سے حملہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ہمیں اپنی فتح پر یقین تھا لیکن آ

مجھے موسیٰ کا خط ملا ہے۔اس نے لکھا ہے کہ ابو عبداللہ کے وزیر نے فرڈی نینڈ کے ساتھ صلح کی بات چیت شروع کر دی ہے۔سرکردہ اُمرا کی اکثریت صلح کے حق میں ہے اور غداروں کی کوششوں سے عوام میں بھی ایک ایسا عنصر پیدا ہو چکا ہے جو صلح کے لئے بیتاب ہے۔چونکہ اس بات کا اندیشہ ہو گیا ہے کہ حملے کے دن ابو عبداللہ اور اس کے امراء کی نیت بدل نہ جائے، اس لئے موسیٰ نے یہ حملہ ملتوی کر دیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ وہ حملے کا کوئی اور دن متعین کر کے مجھے اطلاع دے گا۔موسیٰ مایوس ہونے والے انسانوں میں سے نہیں لیکن اس کا خط پڑھ کر میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ غرناطہ کے حالات بہت مخدوش ہیں، ربیعہ! تم یہ سمجھ سکتی ہو کہ اگر خدانخواستہ غرناطہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تو قسطلہ کا سیلاب ہمارے خلاف اُمڈ آئے گا۔اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایسا وقت آنے سے پہلے تمہیں مراکش بھیج دیا جائے گا۔سلطان میرے والد کا دوست ہے۔منصور اور بشیر کے خاندان کے بہت لوگ وہاں موجود ہیں۔وہاں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔

بدر اب ربیعہ کی طرف دیکھنے کی بجائے باہر کی طرف کھلنے والے دریچے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ربیعہ کا دل بیٹھ گیا۔وہ کچھ دیر خاموش بیٹھی رہی۔بالآخر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔تو آپ مجھے مراکش بھیجنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔

”نہیں تمہیں میرے متعلق غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے۔میں نے صرف مشورہ دیا ہے۔اور مجھے اُمید ہے کہ تم میرا مشورہ قبول کر لو گی۔

”آپ کا مشورہ؟ ربیعہ نے آبدیدہ ہو کر کہا۔آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ ربیعہ! تمہارا دل کمزور ہے۔تم ایک شاہین کی قوت پرواز کا ساتھ نہیں دے سکتی۔اس لئے

میرا حکم ہے کہ تم یہاں سے چلی جاؤ یہاں تمہاری ضرورت نہیں۔

بدر نے کہا۔ میری دنیا میں کانٹوں کے سوا کچھ نہیں ار قدرت نے تمہیں کانٹوں پر چلنے کے لئے نہیں بنایا۔

ربیعہ نے جواب دیا۔ قدرت نے مجھے آگ کی چتا میں ڈالا تھا اور جلنے کی بجائے میں نے ان کانٹوں پر چلنے کی خواہش کی تھی۔ آپ کی راہ کے کانٹے مجھے پھولوں سے زیادہ عزیز ہیں۔ آپ کے ساتھ چلتے ہوئے میرے پاؤں نہیں ڈگمگائیں گے۔ اور آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ آپ کی طرح میں بھی ایک مقصد کے لئے زندہ ہوں۔ قدرت نے میری زندگی کا راستہ اس شاہراہ سے ملا دیا ہے جس پر آپ گامزن ہیں، آپ نے وعدہ کیا تھا کہ غرناطہ کا محاصرہ اُٹھ جانے کے بعد۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔ ربیعہ آگے کچھ نہ کہہ سکی، اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چُھپا لیا اور سسکیاں لینے لگی۔

بدر نے متاثر ہو کر کہا۔ ربیعہ! مجھے غلط نہ سمجھو! تمہارا رفیق حیات بننا میرے لئے باعث فخر ہے۔ میرے لئے تم وہ سرسبز درخت ہو جس کی چھاؤں میں ایک تھکا ہو مسافر پنا لیتا ہے۔ اس دن جب میں نے تم سے شادی کی درخواست کی تھی۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ غرناطہ کی جنگ سے فارغ ہو کر تمہارے ساتھ زندگی کے چند لمحات گزارنا، میرے گزشتہ تلخیوں اور صعوبتوں کے لئے بہت بڑا انعام ہوگا۔ لیکن اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرے صحرا میں ایک آندھی کے بعد دوسر آندھی ہے۔ میں جس سمندر میں اپنی کشتی ڈال چکا ہوں اس کا ساحل روز بروز دور ہوتا جائے گا۔ مرے سامنے ایک بھنور کے بعد دوسرا بھنور ہوگا۔ ربیعہ! تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم مراکش چلی جاؤ۔ میں ایک اہم فیصلہ کرنے سے پہلے تمہارے مستقبل کے

متعلق اطمینان چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ میرا گھوڑا کسی دن خالی واپس آئے اور تم یہ محسوس کرو کہ اس وادی میں تمہیں جاننے والا کوئی نہیں،

ربیعہ اُٹھ کھڑی ہوگئی۔ اس نے کہا۔ اگر یہ آپ کا حکم ہے تو مجھے سرتابی کی مجال نہیں لیکن اگر یہ آپ کا حکم نہیں تو مجھے اپنے متعلق فیصلہ کرنے کی اجازت دیجئے۔

بدر نے کہا۔ میں نے اپنی بات چیت نہیں کی۔ یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اگر اہل غرناطہ نے ہتھیار ڈال دیے تو یہ وادی بھی آگ اور خون کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکے گی۔ اور ہم سب پر ایک دور ایسا بھی آسکتا ہے کہ جب ہمارے سامنے عزت کی موت کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ ہو۔

ربیعہ نے کہا تو کیا میں عزت کی موت آپ کے ساتھ نہیں دے سکتی۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ربیعہ! تمہارے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں۔ میں نے تمہیں چتا کے سامنے مسکراتے دیکھا ہے لیکن مجھے یہ حق نہیں کہ میں چند دن کی مسرت کے لئے تمہیں اپنی زندگی کے پُرخطر راستوں پر لے جاؤں۔ میری رفاقت میں تمہارے لئے مصائب کے سوا کچھ نہیں۔ ربیعہ! میں ہر روز موت کے دروازے پر دستک دیتا ہوں۔ میری زندگی میں صرف آج ہے کل نہیں۔

ربیعہ نے کہا۔ بدر خدا شاہد ہے کہ میں تمہاری رفاقت میں چند لمحات کو ہزار برس کی زندگی پر ترجیح دوں گی۔ اگر زندگی بے مقصد ہو تو اس کی طوالت سے فائدہ؟ آپ کہتے ہیں کہ آپ طوفان سے پہلے مجھے کسی ساحل پر چھوڑ آنا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر زندگی کا انجام موت کے سوا کچھ نہیں تو میں کنارے پر بیٹھ کر لہریں گننے کی بجائے بھنور میں اُن کا ساتھ کیوں نہ دوں؟ اگر آپ کو میرا خیال ہے تو میری بات پر یقین کیجئے کہ میں نے آپ کو اس زمین کی بجاۓ ہمیشہ اپنے تخیل کے آسمان پر دیکھا ہے۔

مجھے اپنی بے بسی اور کمتری کا احساس ہے۔ میں آپ کو کسی گزشتہ فیصلے کی پابندی پر مجبور نہیں کروں گی۔ میں اس قابل نہیں کہ آپ کی رفیقہ حیات بن سکوں لیکن آپ مجھے اپنی رفیقہ کار بننے کی سعادت سے محروم نہ کیجئے۔ میں میدان میں تیر اندازی تیغ زنی کے جوہر نہیں دکھا سکتی لیکن زخمیوں کی مرہم پٹی کو سکتی ہوں۔ مجھے مراکش نہ بھیجئے ۔ مجھے اپنی موت سے پہلے ہی زندگی کو خیر باد کہہ دینے پر مجبور نہ کیجئے۔

بدر بن مغیرہ کچھ دیر تک ایثار و وفا کے اس پیکر کی طرف دیکھتا رہا۔ اچانک اُس کے بھینچے ہوئے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی لیکن اُس نے منہ پھیر لیا اور سر جُھکا کر آہستہ آہستہ کمرے میں ٹہلنے لگا۔ دو تین چکر لگانے کے بعد وہ ربیعہ کے قریب رکا۔ ربیعہ اس کے چہرے پر اپنی قسمت کا فیصلہ دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔

بدر نے کہا۔ ربیعہ! میں تمہیں پنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کا موقع دینا چاہتا تھا ۔ یہ میرا فرض تھا اور اس کے بعد بھی اگر تم نے مخمل کے فرش کی بجائے زندگی کی سنگلاخ راہوں پر میرے ساتھ چلنے کا فیصلہ کیا ہے تو میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ اگر تم اس تلخ حقیقت سے آنکھیں بند کرنے کے لئے تیار ہو کہ میری زندگی صرف چند برس۔ چند مہینے یا دن ہے تو میں آج ہی تمہارے ساتھ شادی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ جواب دو ربیعہ! کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟

ربیعہ کے چہرے پر حیا کی سرخی چھا گئی اس نے گردن جھکا لی۔ اس کی زبان گنگ تھی الیکن اس کے دل دھڑکنیں بدر بن مغیرہ کے سوال کا جواب دے رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد بدر نے کہا۔ ربیعہ! میں نے تمہارے ساتھ شادی کی درخواست کی ہے۔ جواب دو۔

ربیعہ نے گردن اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔الفاظ اُس کے کانپتے ہوۓ ہونٹوں تک آ کر رُک گئے ۔تشکر اور احسان مندی کے جذبات نے جھکتی ہوئی نگاہوں کا سہارا لیا۔بدر بن مغیرہ اس کی آنکھوں میں وہ آنسو دیکھ رہا تھا جن مین الفاظ کی ایک دنیا بند تھی ،اس نے حیرت ہو کر کہا۔ربیعہ! اگر میں نے تمہارا دل دُکھایا ہے تو میں معذرت کے لئے تیار ہوں۔ربیعہ تم رو رہی ہو۔

ربیعہ نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور ملتجیانہ لہجے میں کہا۔ان آنسوؤں کے لئے میری معذرت قبول کیجئے ۔مجھے یہ توقع نہ تھی کہ اس تمہید کے بعد ہماری گفتگو یہاں پر ختم ہو گی ۔یہ آنسو ایک بے بس عورت کا اظہار تشکر ہے۔

توتمہیں آج میرے ساتھ شادی کرنے پر کوئی اعتراض نہیں

وہ سنجیدہ ہو کر بولی ۔آپ مذاق کر رہے ہیں۔

وہ بولا ۔میں مذاق نہیں کرتا ۔آج اگر کوئی حادثہ پیش نہ آیا تو ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری نگاہ بدر بن مغیرہ اور ربیعہ بنتِ ابو داؤد کو شوہر اور بیوی کی حیثیت سے دیکھے گی۔

لیکن آج ہی اتنی جلدی۔

بدر نے جواب دیا۔ہاں، اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو۔

ربیعہ نے بدر کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

(۵)

ربیعہ کے پاؤں ڈگمگا رہے تھے ۔دل کی دھڑکنوں کے ساتھ اس کی رفتار کبھی

تیز اور کبھی سست ہو رہی تھی۔وہ "انجلا انجلا" کہتی ہوئی اپنے کمرے میں داخل ہوئی ۔انجلا دریچے کے سامنے کھڑی جھانک رہی تھی ۔اُس نے مڑکر ربیعہ کی طرف دیکھا۔ربیعہ اپنے خیال کے مطابق اس کے لئے ایک بہت بڑی خبر لے کر آئی تھی لیکن انجلا کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اُس نے کہا۔"انجلا کیا ہوا؟تم رو رہی ہو۔

انجلا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔تمہیں نہیں معلوم؟

ربیعہ انتہائی پریشانی کی حالت میں اُس کی طرف دیکھ رہی تھی ۔انجلا نے اپنے آنسو پونچھے کے بعد اس کی طرف دیکھا اور سوال کیا۔ہم کب جا رہی ہیں۔

کہاں؟

ربیعہ!تمہیں مجھ سے کوئی بات چھپانے کی ضرورت نہیں ۔وہ مجھے سب کچھ بتا گئے ہیں۔

کون بشیر بن حسن۔

ہاں۔وہ ابھی آئے تھے۔

اس نے تمہیں یہ بتایا ہوگا کہ ہم مراکش جا رہی ہیں۔

ہاں۔

لیکن ہم مراکش نہیں جائیں گی۔انجلا میری بات پر یقین کرو ہم یہیں رہیں گی۔

انجلا نے کہا۔ربیعہ اب دل کو فریب دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہمارے مقدر میں یہی کچھ تھا۔

تم نے بشیر کو کیا جواب دیا۔

میں انہیں کوئی جواب دے سکتی تھی ۔وہ آئے اور مجھ سے کہہ کر چلے گئے کہ تم

ربیعہ کے ساتھ مراکش جا رہی ہو۔ وہ بہت مغموم تھے۔ میں جانتی ہوں۔ یہ اُن کے دل کی آواز تھی پیشتر اس کے کہ میں اُن کو کچھ کہہ سکتی وہ تیزی کے ساتھ باہر نکل گئے ۔ مجھے ان سے شکایت نہیں۔ انہوں نے میرے ساتھ کوئی وعدہ نہیں کیا تھا لیکن ہارا سرحدی عقاب تو تمہیں شادی کا پیغام دے چکا تھا۔ اس نے تمہارے سامنے ان مجبوریوں کا اظہار کیا ہو گا جن کے باعث ہمیں مراکش بھیجا جا رہا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ غناطہ کے حالات مخدوش ہیں۔

ربیعہ نے کہا۔ اگر میں نے اُن کے ساتھ خواب میں باتیں نہیں کیں تو آج غراب آفتاب سے پہلے تماہری بہن اُن کی رفیقہ حیات بن چکی ہو گی۔ انجلا! میری بات پر یقین کر تم مراکش نہیں جاؤ گی۔ یہ فیصلہ منسوخ ہو چکا ہے۔

انجلا بے اختیار آگے بڑھ کر ربیعہ کے ساتھ لپٹ گئی اور ہچکیاں لیتے ہوئے بولی۔

ربیعہ مجھے دھوکا نہ دو۔ خدا کے لئے کچھ کہو۔

میں جھوٹ نہیں کہتی انجلا! میری بات پر یقین کرو میں تمہیں سب کچھ بتاتی ہوں۔ بیٹھ جاؤ۔

انجلا کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور ربیعہ نے اُس کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے بدر کے ساتھ اپنی ملاقات کی داستان شروع کر دی۔

(۶)

قلعہ کے دوسرے سرے پر ایک وسیع کمرے میں بشیر بن حسن اور دوسرے طبیب اور جراح مریضوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھے۔ بدر بن مغیرہ اس کمرے میں داخل ہوا۔ بشیر بن حسن زخمی کو پٹی باندھ رہا تھا۔ اپنے ایک ساتھی کا اشارہ پا کر

بشیر نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور پٹی کو آخری گرہ دینے کے بعد اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

بدر نے کہا۔آپ کو یہاں کتنی دیر لگے گی ۔۔۔

بشیر نے جواب دیا۔میرا کام قریباً ختم ہو چکا ہے۔

میں تم سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔

اگر آپ کو جلدی نہیں تو صرف ایک مریض دیکھنا رہ گیا ہے۔وہ میرے سوا کسی کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا۔

نہیں مجھے کوئی جلدی نہیں تم فارغ ہو کر سیدھے میرے کمرے میں آؤ۔

تھوڑی دیر بعد بشیر بدر کے کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا۔آپ بہت پریشان نظر آتے ہیں۔غرناطہ سے کوئی نئی خبر آئی ہے؟

نہیں۔میں ربیعہ اور انجلا کے متعلق کچھ کہنا چاہتا تھا۔

انجلا سے میں نے کہہ دیا ہے۔آپ کو اس بات کی کوئی خبر ملی ہے کہ مراکش کا جہاز کب یہاں پہنچے گا اور کس جگہ لنگر انداز ہو گا۔

ابھی تک اس کی کوئی اطلاع نہیں آئی ایک یا دو دن وہ ضرور پہنچ جائیں گے۔ اور وہ غالباً المیریا کے شمال میں اُسی مقام پر لنگر انداز ہوں گے جہاں وہ پچھلے مہینے لنگر انداز ہوئے تھے۔

تو میرے خیال میں ربیعہ اور انجلا کو بہت جلد ساحل پر پہنچ جانا چاہئے۔

"اسی مسئلہ پر میں تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا تھا۔

"میرے خیال میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔

"بدر بن مغیرہ نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔بشیر! اس مسئلے پر ربیعہ کے ساتھ گفتگو کے بعد میں اسے مراکش بھیجنے کے متعلق اپنی رائے بدل چکا ہوں۔

بشیر کے پژمردہ چہرے پر اچانک تازگی آ گئی اور اس نے کہا۔ میرا خواب صحیح نکلا۔

''ہاں' اور اس خواب کی آخری تعبیر کا حصہ سُن کر تم حیران رہ جاؤ گے۔

بشیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مجھے اس خواب کی تعبیر کا آخری حصہ بھی معلوم ہے

''اچھا بتاؤ''

''آپ ربیعہ کے ساتھ شادی کر رہے ہیں۔

''بھلا کب''

''آج'

''لیکن تمہیں یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں۔ تمہیں انجلا نے بتایا ہوگا۔ اور وہ ربیعہ سے سُن چکی ہوگی۔

نہیں بدر! تمہارا چہرہ میرے لئے ایک کتاب ہے۔ تم ساری دنیا کے لئے ایک معما ہو میرے لئے نہیں۔ اب بتاؤں مجھے یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں۔

بتاؤ!

ربیعہ سے ملاقات کے بعد آپ پریشان کی حالت میں میرے پاس آئے تو میں نے سمجھ لیا کہ آپ فیصلہ بدل چکے ہیں۔ آپ نے یہ بتا کر میرے خیال کی تائید کر دی کہ آپ کی پریشانی کا باعث غرناطہ کے متعلق کوئی نئی خبر نہیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی فوجی یا سیاسی پریشانی ہوتی تو آپ مجھے تلاش کرنے کی بجائے منصور کو بُلاتے یا مجلس شوریٰ طلب کرتے۔ اس کے بعد جب آپ نے خود ہی یہ کہہ دیا کہ ربیعہ یہاں رہے گی تو میں سمجھ گیا کہ ہمارے عقاب کو اب اپنے نشیمن میں تنہا رہنا

پسند نہیں۔

لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں آج ہی یہ شادی کر رہا ہوں۔

"آپ کے چہرے پر یہ لکھا ہوا ہے کہ آپ ایک اہم فیصلہ کر چکے ہیں اور آپ کے اہم ترین فیصلے فوراً نافذ ہوا کرتے ہیں۔

تو تمہارا مطلب ہے کہ میں جلد باز ہوں۔

نہیں میں ایک سپاہی کی اہم ترین خصوصیت کی تعریف کر رہا ہوں۔ عام پرندے جتنی دیر میں اُڑنے کا ارادہ کرتے ہیں شاہین اتنی دیر میں آسمان کی بلندیوں میں چکر لگا کر واپس آجاتا ہے۔ جب آپ ربیعہ کے متعلق یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ وہ یہاں رہے گی تو شادی کو کل پر ملتوی کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

بدر نے کہا۔ اچھا فرض کرو یہ صحیح ہے کہ میں آج ہی شادی کر رہا ہوں۔

بشیر نے ہنستے ہوئے کہا۔ مجھے فرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں جانتا ہوں۔

اچھا اب میں اُندلس کے ارسطو سے پوچھتا ہوں کہ اس کا کیا ارادہ ہے؟

بشیر نے جواب دیا۔ مجھ پر ایک لڑکی سے معذرت کرنے اور اپنا غلط فیصلہ واپس لینے کا فرض عائد ہوتا ہوا ہے اور یہ فرض بہت زیادہ خوشگوار نہیں۔ ایسے مراحل میں ارسطو جائے۔

بدر نے سنجیدہ ہو کر کہا۔ بشیر! میں چاہتا ہوں کہ تمہاری شادی بھی آج ہو ہو جائے،

بشیر نے جواب دیا۔ بدر! تمہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے جدائی کا تصور میرے لئے صبر آزما تھا۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم انہیں مراکش بھیجنے کا فیصلہ بدل چکے ہو۔ اگر وہ چلی جاتی تو میری ظاہر داری کے باوجود تم یہ محسوس کرتے

کہ تمہارا رفیق اپنے سرمایہ حیات میں سے بہت کچھ کھو چکا ہے۔ تم میرے کھوکھلے قہقہوں کے باوجود یہ محسوس کرتے کہ میں تم سے کوئی بات چھپا رہا ہوں۔

بدر نے کہا۔ بشیر! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ انجلا کی طرح تم بھی اُسے چاہتے ہو تو میں انہیں مراکش بھیجنے کا مسئلہ ہی نہ چھیڑتا۔ میں نے صبح یہ کہا تھا کہ انہیں اب مراکش بھیج دینا بہتر ہوگا تو تمہارا چہرہ یہ بتاتا تھا کہ تم میرے فیصلے سے ذرہ بھر پریشان نہیں ہو۔

بشیر نے جواب دیا۔ اُس وقت میرے سامنے اپنا مسئلہ نہ تھا۔ مجھے ان مجبوریوں کا احساس تھا جنہوں نے بدر بن مغیرہ جیسے مجاہد کو اپنی عزیز ترین خواہشات کو خیر باد کہہ دینے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ مجاہد جس کی تلوار ایک قوم کو پناہ دے رہی ہے اُس لڑکی کو رخصت کر رہا ہے۔ جو اُس کی رفیقہ حیات بننے والی تھی۔ تم میرے سامنے ایک چٹان کی طرح کھڑے تھے۔ تمہاری عظمت مجھے مرعوب کر رہی تھی۔ تم قوم کی زنجیریں کاٹنے کے لئے زندگی کے تمام ناطے توڑ رہے تھے اور تمہارا ایک رفیق یہ کیسے کہہ سکتا تھا کہ مجھے محبت کے سنہری تاروں نے کسی کے دامن کے ساتھ باندھ رکھا ہے؟ مجھے ربیعہ کا بھی افسوس تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ مراکش میں زندہ رہنے کی بجائے آپ کے ساتھ مرنا پسند کرے گی۔

بدر نے کہا۔ بشیر! یہ میری زندگی میں پہلا فیصلہ تھا جسے میں بدلنے پر مجبور ہوا ہوں۔ مجھے ربیعہ کا دل توڑنا گوارا نہ تھا۔ میں نے اُسے مستقبل کے تمام خدشات سے آگاہ کر دیا ہے۔ اس نے ساحل کی بجائے میرے ساتھ بھنور منتخب کیے ہیں۔ اب یہ خدا بہتر جانتا ہے کہ یہ فیصلہ صحیح ہے یا غلط؟ اپنے متعلق میں تمہیں یہ اطمینان دلانا چاہتا ہوں کہ میرے عزائم میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ دشمن کے لئے میری

تلوار کی تیزی میں کوئی فرق نہیں آئے گا مجھے ڈر تھا کہ ربیعہ کے متعلق اتنی جلدی اپنا فیصلہ بدلنے پر تم میرا مذاق اُڑاؤ گے لیکن میں تمہارا احسان مند ہوں ۔ اب تم انجلا کے پاس جا کر اُسے تسلی دو۔

شام کے وقت سرحدی عقاب کی وادی میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک نقاروں کی آواز گونج رہی تھی ۔ بدر نے اور ربیعہ، بشیر اور انجلا کی شادی ہو چکی تھی۔

الحمرا کا آخری محافظ

(۱)

غرناطہ کے محاصرہ کے ساتواں مہینہ شروع ہو چکا تھا شہر کی حالت نازک ہورہی تھی عوام بھوک سے تنگ آ چکے تھے۔غرناطہ کے اکابر الحمراء کے ایک کشادہ کمرے میں جمع تھے شیر غرناطہ موسیٰ ابی غسان غضب آلود نگاہوں سے ابو عبداللہ اور اس کے درباریوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

فرڈی نینڈ کی طرف سے صلح کا ایلچی کمرے میں داخل ہوا۔اس نے شہ نشین کے سامنے جھک کر سلام کی اور پھر چند قدم پیچھے ہٹ کر ادب کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں فرڈینینڈ کا مراسلہ تھا۔ابو عبداللہ اور حاضرین دربار کو اپنی طرف متوجہ دیکھ اُس نے مراسلہ کھولا اور پڑھنا شروع کر دیا:

''شہنشاہ والا تبار فرڈی نینڈ اعظم غرناطہ کے بادشاہ ابو عبداللہ کو ایک بار پھر یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اس بے فائدہ جنگ کو طول دے کر اپنی رعایا کی مشکلات میں اضافہ نہ کریں۔شاہ غرناطہ کو اب تک اس بات کا یقین ہو گیا ہو گا کہ جب تک غناطہ فتح نہیں ہو گا قسطلہ کی فوج واپس نہیں جائے گی اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ افریقہ کے سلاطین جو خود خانہ جنگی میں مبتلا ہیں اہل غرناطہ کی مدد کے لئے کوئی فوج روانہ کریں گے ۔فرڈی نینڈ اعظم کو یہ یقین ہے کہ ان کی قوت اہل غرناطہ اور اُن کے معاون

پہاڑی قبائل کی قوت مدافعت کچلنے کے لئے کافی
ہے۔اس کے باوجود بادشاہ اور ملکہ ابو عبداللہ اور
اس کی رعایا کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔
اگر ابو عبداللہ کو اپنی رعایا کی بد حالی میں مزید اضافہ
کرنا مقصود نہیں تو یہ ضروری ہے کہ وہ فوراً ہتھیار
ڈال دے اور صلح کی شرائط طے کرنے کے لئے
بادشاہ کے دربار میں اپنا ایلچی بھیجے۔شاہ فرڈی نینڈ
یہ یقین دلاتے ہیں کہ ان کا سلوک نہایت فیاضانہ
ہوگا بصورت دیگر شاہ عبداللہ پر غرناطہ کی عبرت
ناک تباہی کی ذمہ داری عائد ہوگی۔

اہل دربار خاموشی سے ابو عبداللہ' ابوالقاسم اور موسیٰ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ایلچی نے مراسلہ لپیٹ کر ابو عبداللہ کو پیش کیا۔ابو عبداللہ نے اپنے دائیں بائیں وزیر اور سپہ سالار کی طرف دیکھا۔

ابو القاسم عبدالمالک نے ایلچی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔آپ کو کل تک ہمارا جواب مل جائے گا۔

ایلچی بادشاہ کو جھک کر سلام کرنے کے بعد کمرے سے نکل گیا دروازے پر دو پہریدار اس کے ساتھ ہو لئے اور اُسے شاہی مہمان خانہ کی طرف لے گئے۔

ابو عبداللہ مراسلہ کھول کر ایک نظر دیکھنے کے بعد موسیٰ کی طرف متوجہ ہوا اور مغموم لہجے میں بولا۔موسیٰ! تمہاری کیا رائے ہے۔

موسیٰ اُٹھا اور ایک لمحہ کے لئے خاموشی کے ساتھ حاضرین دربار کی طرف

دیکھنے کے بعد بولا،

ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ فرڈیننڈ کا ایلچی صلح کا
پیغام لے کر آرہا ہے لیکن مصالحت کے لئے پہلی
شرط جو آپ بھیج چکے ہیں یہ ہے کہ ہم ہتھیار ڈال
دیں میرے خیال میں ہتھیار ڈال دینے کے بعد
ہمارے لئے دوسری شرائط طے کرنے کا سوال ہی
پیدا نہیں ہوگا۔ اس مکتوب کا مفہوم یہ ہے کہ ہم پہلے
فرڈی نینڈ کی طاقت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں اور
پھر اس کے رحم و کرم پر بھروسہ کریں ابو القاسم عبد
الملک نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ فرڈی نینڈ ہمارے
ساتھ ایک باعزت سمجھوتہ کے لئے تیار ہے۔ اس
لئے ہمیں کھلے میدان میں فیصلہ کن جنگ لڑنے کا
ارادہ ترک کر دینا چاہیے تھے۔ اور آج تم اس کا
نتیجہ دیکھ رہے ہو۔ سلطان معظم وزیر اعظم! اور
بزرگان قوم! میری رائے تمہیں معلوم ہے۔ تلوار
نے ہمیشہ قلم کے فیصلے کو منسوخ نہیں کیا۔ فرڈی نینڈ
کا خیال ہے کہ غرناطہ کی لاش قبر میں اُتاری جا چکی
ہے۔ اور اب اُس پر صرف مٹی ڈالنے والی ہے۔
اس کا ایلچی تمہارے پاس یہ پیغام لایا ہے کہ اگر تم
لحد میں دفن ہونے کے لئے تیار ہو تو تمہارا قبرستان

تمہاری خواہش کے مطابق بنایا جایے گا۔تم اپنا گلا

اپنے ہاتھوں سے گھونٹنے کے ل ءتیار ہو جاؤ تم

تمہاری لاشوں کی بے حرمتی نہیں کی جائے گی

سلطان معظم! اگر آپ مجھ سے فرڈی نینڈ

کے مکتوب کا جواب پوچھتے ہیں تو اہل غرناطہ کی

طرف سے ایک تلوار اس کے پاس بھیج دیجئے۔ با

عزت معاہدوں کی تحریر قلم سے نہیں نوک شمشیر لکھی

جاتی ہے۔

موسیٰ بیٹھ گیا۔دربار پر تھوڑی دیر کے لئے خاموشی طاری ہو رہی، ۔ابوعبداللہ

نے اپنے وزیر کی طرف دیکھا اور کہا۔ابوالقاسم! تم کچھ کہنا چاہتے ہو۔

ابوالقاسم نے اُٹھ کر جوبادیا:

سلطان معظم! میں موسیٰ بن ابی غسان کا

مخاطب نہیں میں ان کے جذبات کا احرام کرتا ہوں

لیکن اگ انہیں میری نیک نیتی پر شبہ ہے تو میں اسی

وقت مستعفی ہونے کے لئے تیار ہوں۔میرا جرم یہ

ہے کہ میں نے شہر سے نکل کر کھلے میدان میں فیصلہ

کُن لڑائی کی مخاطب کی ہے، لیکن موسیٰ بن ابی

غسان کو معلوم ہے کہ میری مخالفت بزدلی کی وجہ

سے نہ تھی، میں نے صرف یہ رائے دی تھی کہ اگر

جنگ کا نتیجہ ہمارے حق میں نہ نکلا تو ہمیں الم ناک

حادثات سے دو چار ہونا پڑے گا۔ فوج کی جو حالت ہے وہ مجھ سے زیادہ موسیٰ کو معلوم ہے عوام کی حلت کسی کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں موسیٰ یقیناً مجھے یہ الزام نہیں دے گا کہ اس دن الحمرا کے دروازے پر عوام نے صلح کے حق میں جو مظاہرہ کیا تھا وہ میری کسی سازش کا نتیجہ تھا اور اس کے بعد سلطان معظم کے سامنے فوج کے جن سالاروں اور شہر کے جن اکابر نے کھلے میدان میں فیصلہ کن جنگ کی مخالفت کی تھی ۔ ان سب کو میں نے سکھایا تھا اور آج فرڈی نینڈ کے ایلچی کی آمد پر شہر کے جو لوگ خوشیاں منا رہے ہیں انہیں میں نے خفیہ ہدایات دی ہیں۔

اکابر غرناطہ! اگر تم موسیٰ کے اس فیصلہ سے اتفاق کرتے ہو کہ ہمارے لئے آخری دم تک لڑنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ دشمن کو تمہارے فیصلہ سے آگاہ کر دیا جائے گا،

ایک سردار نے اُٹھ کر کہا۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار رہیں لیکن اس کے ساتھ ہی اگر دشمن کے ساتھ کسی باعزت سمجھوتے کا امکان ہو تو گفت وشنید کا دروازہ بند نہ کیا جائے۔

دوسرے سردار نے اُٹھ کر کہا۔ جذبات کی رو میں بہہ کر ہمیں حقائق کو نظر انداز

نہیں کرنا چاہئے۔ اہل شہر بھوکوں مر رہے ہیں۔ اگر یہ محاصرہ سردیوں تک جاری رہا تو ہماری حالت اور بھی نازک ہو جائے گی۔ باہر سے بدر بن مغیرہ کی مٹھی بھر جماعت کے سوا ہمیں کسی اور سے مدد کی اُمید نہیں ہماری فوج فاقہ کشی اور جنگ کی دوہری مصیبت سے تنگ آ چکی ہے۔

ایک عالمِ دین اُٹھ کر بولا۔ اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ ہم چند ماہ ار قلعہ بند رہ کر یا کھلے میدان میں لڑ کر فرڈیننڈ کو محاصرہ اُٹھانے پر مجبور کر دیں گے تو یہ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ جنگ ختم ہو جائے گی ار فرڈیننڈ زیادہ تیاری کے ساتھ دوسرا حملہ نہیں کرے گے۔ آخر ہم کب تک لڑتے رہیں گے۔ ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اس جنگ کی طوالت باقی اسپین میں ہمارے اُن بے کس بھائیوں کی مشکلات میں اضافہ کر رہی ہے جو وہاں کی عیسائی اکثریت اور عیسائی حکومت کے رحم و کرم پر ہیں۔

موسیٰ نے اُٹھ کر کہا۔ اگر آج کے دن ہم غرناطہ میں محصور ہونے کی بجائے قسطلہ کی چار دیواری کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو اسپین میں ہمارے بھائیوں کی یہ حالت نہ ہوتی۔ ان پر مصائب کے پہاڑ اس وقت ٹوٹے ہیں جب کہ عیسائیوں کو ہماری بے حسی کی احساس ہو چکا ہے۔

ایک شخص نے اُٹھ کر کہا۔ غرناطہ کے بعض علما کا خیال ہے کہ فرڈی نینڈ کے ساتھ ہماری یہ بے نتیجہ جنگ جہاد نہیں ہماری قوم کا یک بڑھا عنصر عیسائیون کا محکوم ہو چکا ہے اور اس جنگ کا نتیجہ ہماری اور ہمارے بھائیوں کی مشکلات میں اضافہ کنے کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

موسیٰ غصے سے ہونٹ کاٹتا ہوا اُٹھا۔ اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

ہماری جنگ ظلم و استبداد کے خلاف

انسانیت کی جنگ ہے۔ ہماری فتح انسانیت کی فتح
اور ہماری شکست انسانیت کی شکست ہو گی۔ میں
اس مجلس میں کسی ایسے احمق کو عالم کے نام سے یاد
کرنے کی اجازت نہیں دوں گا جو اسے جہاد نہیں
سمجھتا۔ اہل غرناطہ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہم اس
زمین کے لئے لڑ رہے ہیں جس پر ہم کھڑے ہیں
۔اگر ہم سے یہ چھن گئی تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے
۔اگر غرناطہ ہمارے ہاتھ سے چلا گیا تو اندلس میں
اسلام کا چراغ ہمیشہ کے لئے بُجھ جائے گا۔

اس کے بعد اہل دربار نے باری باری اس بحث میں حصہ لیا۔آدھی رات کے وقت یہ بحث ختم ہوئی۔موسیٰ اور اس کے چند ساتھیوں کے سوا باقی سب کا فیصلہ یہ تھا کہ فرڈی نینڈ کے جوابا میں ابوالقاسم عبدالمالک کو اُس کے پاس بھیجا جائے اور ابو القاسم فرڈی نینڈ سے صلح کے لئے جو شرائط لے کر واپس آئے ان پر بحث کی جائے ۔اگر یہ شرائط قابل قبول ہوں تو بہتر ورنہ فیصلہ کن جنگ کی تجاویز پر غور کیا جائے۔

موسیٰ کو یقین تھا کہ فرڈینینڈ کی طرف سے صلح کی شرائط اس قدر ذلیل ہوں گی کہ اہل غرناطہ اُسے قبول نہیں کریں گے۔اس لئے جب اس کی مرضی کے خلاف ابو القاسم فرڈی نینڈ کے ساتھ بات چیت کرتا رہا اور اس دوران میں غرناطہ کی مساجد میں موسیٰ کی روح پرور تقریریں اہل شہر میں ایک نئی زندگی پیدا کر چکی تھیں۔عوام کے جوش وخروش کے باعث جنگ کے مخالفین کا عنصر بہت حد تک دب چکا تھا۔

(۲)

تین دن کی طویل ملاقاتوں کے بعد ابو القاسم عبد الملک فرڈی نینڈ سے صلح جو شرائط کرنے میں کامیاب ہوا وہ یہ تھیں

۱۔ فریقین ستر دن تک جنگ ملتوی رکھیں گے اور اس عرصہ میں حسب ذیل شرائط پر غرناطہ کی حکومت فرڈی نینڈ کے سپرد کی جائے گی۔

۲۔ فریقین جنگی قیدیوں کو رہا کر دیں گے۔

۳۔ غرناطہ کی عیسائی حکومت مسلمانوں کی جان و مال اور وزت کی حفاظت کا ذمہ لے گی۔ مسلمانوں کی مساجد اور اوقاف اور ان کی عبادات میں عیسائی کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔ اُنھیں نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور اذان دینے کی پوری پوری آزادی ہوگی۔ مسلمانوں کے گھروں اور اُن کی مساجد میں کسی عیسائی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی۔ مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ اُن کے قانون شریعت کے مطابق ہوگا اور اس مقصد کے لئے مسلمان قاضی مقرر کئے جائیں گے کوئی عیسائی یا یہودی ایسے مقدمات کا فیصلہ کرنے کا مجاز ہوگا۔

۴۔ اگر مسلمان چاہیں تو اُنھیں افریقہ ہجرت کرنے کی اجازت ہوگی اور عیسائی حکومت انھیں اپنے جہاز مہیا کریگی۔

۵۔ مسلمانوں کو ان کا دین تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ جو عیسائی مسلمان ہوگئے ہیں اُنھیں بھی اسلام ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ مسلمانوں کے گھروں پر عیسائی سپاہ متعین نہیں کی جائے گی اور نہ ہی اُن پر کسی ٹیکس کا بوجھ ڈالا جائے گا۔

۶۔ غرناطہ چھوڑنے کے بعد سلطان ابو عبداللہ کے سپرد البشارات کی حکومت

کی جائے گی۔

۷۔ستر روز کے اندر شہر غرناطہ، قلعہ الحمرا اور تمام سامانِ جنگ عیسائیوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔

۸۔عیسائیوں کی طرف فرڈی نینڈ کے علاوہ روما کا پاپائے اعظم اس معاہدہ دستخط کرے گا اور اس کی تعمیل کا ذمہ دار ہوگا۔

ابو القاسم نے عبد اللہ کے دربار میں معاہدے کی شرائط پڑھ کر سنانے سے پہلے حاضرین سے یہ وعدہ لیا کہ ان شرائط کے متعلق شاہی دربار میں جو باتیں ہوں گی وہ غرناطہ کے عوام پر ظاہر نہیں کی جائیں گی۔

دربار میں اُمراء اور علماء کی اکثریت کے خیال میں فرڈی نینڈ کی پیش کش نہایت فیاضانہ تھی لیکن موسیٰ اس معاہدے کی مخالفت میں اپنی ساری قوت بیان سے کام لے رہا تھا چار دن تک بحث ہوتی رہی۔اُمراء کی اکثریت اس معاہدے کے حق میں اپنے خیالات کا اظہار کر چکی تھی۔آج بحث کا آخری دن تھا۔

الحمراء میں شیر غرناطہ کی آخری گرج سنائی دے رہی تھی۔حاضرین دربار دم بخود ہو کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔موسیٰ بن ابی غسان کہہ رہا تھا:

"اہل غرناطہ! میں تمہارے مرجھائے ہوئے چہروں پر اس قوم کی تقدیر کا فیصلہ پڑھ رہا ہوں جس نے اس ملک پر آٹھ سو سال حکومت کی ہے۔میں جانتا ہوں کہ میری چیخ پکار تم پر کوئی اثر نہیں کرے گی۔تمہاری رگوں میں وہ خون خشک ہو چکا ہے جسے الفاظ جوش میں لا سکتے ہیں۔لیکن یہ

جاننے کے باوجود کہ میری آواز ایک بار پھر اس ایوان کی دیواروں سے ٹکرا کر فضا میں گم ہو جائے گی میں تم سے کچھ کہنے پر مجبور ہوں۔

الفاظ مُردوں کے لئے آب حیات کا کام نہیں دے سکتے لیکن اگر تم میں زندگی کی کوئی رمق باقی ہے تو میری بات غور سے سنو۔ قیامت کے دن الحمرا کی دیواروں کے یہ بے جان پتھر اس بات کی گواہی دیں گے کہ جب تم اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹ رہے تھے۔ کسی نے تمہیں منع کیا تھا۔ جب تم موت کی نیند سو رہے تھے کسی نے تمہیں جھنجوڑ کر جگایا تھا اور جب تم اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے ذلت کی زندگی کا راستہ اختیار کر رہے تھے کسی ہمت اور خدا کی رحمت سے مایوس، یہ سمجھتے ہو کہ دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال کر اپنی زندگی کے باقی دن آرام سے گزار سکو گے لیکن تم یہ نہیں جانتے کہ غلامی کی زندگی کا ہر لمحہ تمہارے لئے موت سے بدتر ہو گا۔ اگر تمہیں اس بات کی شرم نہیں کہ قیامت کے دن تمہیں اپنے ان اسلاف کو منہ دکھانا ہے جن کی ہڈیاں غرناطہ کی خاک میں دفن ہیں تو خدا کے لئے یہی سوچو کہ تمہاری آنے والی نسلیں تمہیں کیا کہیں

گی ۔ تمہیں اپنے اسلاف سے وراثت میں حکومت ملی تھی اور تم اپنی آنے والی نسلوں کے لئے کیا چھوڑ کر جا رہے ہو؟ غلامی ۔ ذلت اور رسوائی!

اگر تم نے ہتھیار ڈال دیئے تو نہ صرف ہماری گزشتہ چند برس کی قربانیاں رائگاں جائیں گی بلکہ وہ تمام خون رائیگاں جائے گا جو طارق بن زیاد کے زمانے سے لے کر آج تک مسلمان اس سرزمین پر باہ چکے ہیں ۔ آج تمہیں قوم کے شہیدوں کی روحیں دیکھ رہی ہیں ان کے خون کی توہین نہ کرو ۔ میرا آج بھی یہ ایمان ہے کہ ہم یہ جنگ جیت سکتے ہیں تم یہ کہتے ہو کہ اہل غرناطہ بھوک اور فاقہ کشی سے تنگ آ چکے ہیں لیکن کیا بھوک جو بزدل کو بہادر بنا دیتی ہے ۔ بہادروں کو بزدل بنا چکی ہے ۔ تم اگر ہمت نہ ہارو تو قوم آج بھی لڑنے کے لئے تیار ہے ۔ ہم چالیس ہزار مجاہدین کے ساتھ دشمن کو لوشہ کی جنگ میں شکست دے چکے ہیں کا ی ایک لاکھ سپاہی غرناطہ کی حفاظت نہیں کر سکتے؟ اب تک ہم نے غرناطہ کی چار دیواری کی آڑ لی ہے لیکن اب ہم سر پر کفن باندھ کر میدان میں آئیں گے اگر ہم زندہ رہے تو

ہماری آزادی محفوظ رہے گی اور اگر شہید ہوئے تو
بھی ہماری عزت پر دھبہ نہیں آئے گا یہ زمین جس
کے ہر ذرے پر ہمارے اسلاف کی عزت کی
داستانیں نقش ہیں ہماری رسوائی نہیں دیکھے گی یہ
اس سماں جس نے آٹھ سو برس تک ہمارے
بزرگوں کی تلواریں دیکھی ہیں ہمارے پیروں میں
غلامی کی زنجیریں نہیں دیکھے گا۔ قیامت کے دن
ہمارے دامن خون شہادت سے رنگین ہوں گے
لیکن ان پر غلامی اور ذلت کی سیاہی کے داغ نہیں
ہوں گے

ایک بارا ثر سردار نے اُٹھ کر کہا۔ آپ پھر اسی طرح جذبات کی رو میں بہہ رہے ہیں۔

آپ کی شجاعت میں کلام نہیں لیکن آپ تلخ حقائق کو نظر انداز کر رہے ہیں کہ الفاظ سے کوئی مورچہ سر نہیں ہو سکتا۔

موسیٰ بن ابی غسان نے گرج کر کہا۔، بیٹھ جاؤ تلخ حقائق کو نظر انداز کرنے کا مجرم میں نہیں تم ہو۔

لیکن اس کے بیٹھتے ہی ایک عالم اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔ موسیٰ! خودکشی مذہب میں جائز نہیں۔ ہم خدا کی رضا کے سامنے لاچار ہو بے بس ہیں۔ تقدیر کا لکھا کوئی نہیں مٹا سکتا۔

موسیٰ کا چہرہ غصے سے تمتما اُٹھا۔ اُس نے

کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ تم ذلت اور غلامی کی زندگی اور شہادت کو خودکشی سمجھتے ہو۔ یہ نئی بات نہیں ۔ جب طارق نے اندلس کے ساحل پر سفینہ جلا کر اپنے ساتھیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا تو تمہارے جیسے دور اندیش اس وقت بھی یہ کہتے تھے کہ یہ خودکشی ہے اور تمہارا یہی خیال تھا کہ یہ اقدام خودکشی ہے ۔ طارق اور ابو الحسن تو ہمارے جیسے معمولی انسان تھے لیکن میدان بدر میں بھی جب سرور کائناتﷺ کے تین سو تیرہ سرفروش دشمن کی ایک بڑی فوج کے سامنے کھڑے تھے تو منافقین کا ایک گروہ کفارہ کی تعداد سے مرعوب ہو کر یہ کہہ رہا تھا کہ اسلام کا چراغ ابھی کفر کی آندھیوں کا سامنا کرنے کے قابل نہیں ہیں نہیں جانتا کہ تم کس خدا کی رضا کے قائل ہو صرف ایک خدا کو جانتا ہوں ۔ اُسی کے حکم کا ماننا ہوں اور اسی کی رضا کے سامنے سر جھکانا جانتا ہوں ۔ میرا خدا وہ ہے جس نے محمدﷺ پر قرآن مجید نازل کیا تھا ۔ میرا خدا وہ ہے جس نے نوحؑ کی کشتی کو طوفان سے بچایا تھا ۔ میرا خدا وہ ہے جس نے قیصر و کسریٰ کے تاج اُتار کر صحرا نشینان عرب کے قدموں میں ڈال دیئے تھے ۔ اس

خدا کے محبوب پیغمبرؐ نے مجھے تعلیم دی ہے کہ مومن

زندہ رہے تو غازی اور مر جائے تو شہید ہوتا ہے۔

اس خدا کو ماننے والے تلوار کی دھار پر چلتے ہیں

غلامی کی زنجیروں کا بوجھ نہیں اُٹھاتے اس خدا کی رضا

یہ ہے کہ ہم سر پر کفن باندھ کر میدان مین نکل آئیں

اور دنیا کی آخری حدود تک ظلم واستبداد، وحشت اور

بربریت کا تعاقب کریں،

اہل غرناطہ! میں تمہاری آنکھوں میں آنسو

دیکھ رہا ہوں لیکن غرناطہ کو تمہارے خون کی ضرورت

ہے۔اقوام کی عزت اور آزادی کی تاریخ آنسوؤں

سے نہیں خون سے لکھی جاتی ہے۔

تم قوم کے راہنما ہو۔قوم نے تمہیں اپنے

مستقبل کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے۔اگر تم نے

غلطی کی تو تمام قوم کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

قانون فطرت میں انفرادی غلطیوں کیلئے چشم پوشی

کی گنجائش ہے لیکن اجتماعی غلطیاں معاف نہیں

ہوتیں۔تم اگو کوڈوبنا چاہتے ہو تو خدا کے لئے قوم

کو ڈوبنے کا شورہ نہ دو۔تمہارے پاس وسائل ہیں

۔تم مصیبت کے وقت غرناطہ چھوڑ کر کہیں اور چلے

جاؤ گے لیکن قوم کے لئے ایسے حالات پیدا نہ کرو

جن کے باعث وہ کہیں کی نہ رہے۔

موسیٰ بیٹھ گیا۔ایوان میں سکوت طاری تھا۔حاضرین کچھ دیر اِدھر اُدھر دیکھتے رہے بالآخر ابو القاسم اُٹھا اور اس نے کہا:

بزرگانِ قوم! غرناطہ کی قسمت کا فیصلہ اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔میں نے آپ کے حکم کے مطابق دشمن کے ساتھ صلح کی بات چیت کی تھی لیکن ان شرائط کو منظور کرنا یا رد کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ان حالات میں ہم جنگ جاری رکھ سکتے ہیں تو میں آپ کے فیصلے کا خیر مقدم کروں گا لیکن اگر آپ بددل ہو چکے ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ ہمیں صلح کے لئے ان شرائط کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔اپنی انفرادی حیثیت سے میں موسیٰ کے خیالات کی تائید کرتا ہوں لیکن ایک وزیر کی حیثیت میں میں آپ کے فیصلے کا منتظر ہوں۔

اس وقت یہاں وہ تمام سردار اور علما جمع ہیں جو غرناطہ کی فوج اور عوام کی نمائندگی کا حق رکھتے ہیں میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اگر آپ جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کریں گے تو ان حوصلہ شکن حالات کے باوجود پھر ایک بار ساری قوم اٹھ کھڑی ہو گی لیکن اگر آپ صلح کے حق میں ہیں تو فوج یا عوام سے

کوئی توقع رکھنا بے سُود ہے۔ میں خدا سے دُعا کرتا

ہوں کہ وہ فیصلہ کرتے وقت تمہاری راہنمائی کرے

ایک بربری سردار نے اُٹھ کر کہا۔ موسیٰ ابی غسان کو معلوم ہے کہ ہم نے انتہائی مایوسی کے باوجود بھی جنگ میں اُس کا ساتھ دیا ہے لیکن اب حالات ایسے ہیں کہ اُن پر پردہ ڈالنا بے سود ہے جنگ جاری رکھنے کے دو نتائج ہی ہو سکتے ہیں۔ مکمل فتح یا مکمل تباہی لیکن صلح کی صورت میں ہمارے لئے مکمل تباہی سے بچنے کا راستہ کھلا رہے گا۔

دوسرے سردار نے اُٹھ کر اُس کی تائیدگی۔ اس کے بعد علمائے دین نے یکے بعد دیگے یہ کہنا شروع کر دیا کہ خدا کی یہی مرضی ہم اس کے خلاف نہیں لڑ سکتے۔

غرناطہ کا ایک مفتی جو دین اسلام کے متعلق کئی کتابیں لکھ چکا تھا، اُٹھا اور اُس نے کہا۔ اس میں شک نہیں کہ نصرانی اس وقت ہمارے دشمن ہیں لیکن صلح کے بعد ہمیں ان کے سامنے پُرامن طریقوں سے اسلام کی تبلیغ کا موقع ملے گا اور نفرت کی دیواریں جو اس وقت ہمارے درمیان حائل ہین کو دبکو دنابود ہو جائیں گی۔ میں وہ ان دیکھ رہا ہوں، مسلمانوں کے دشمن اسلام کے بہترین سپاہی ہوں گے۔

قرطبہ کے ایک مہاجر نے جو گزشتہ چند ماہ سے اپنی ذہانت کے باعث غرناطہ کے جار میں کافی اثر ورسوخ حاصل کر چکا تھا اُٹھ کر ان خیالات کی تائید کی۔

(۳)

تقریروں کا یہ سلسلہ دوپہر تک جاری رہا۔ غرناطہ کے اُمراء اور علماء صلح کے حق میں اپنا فیصلہ دے چکے تھے۔ سب سے آخر میں ابو القاسم نے اُٹھ کر ابو عبداللہ کی طرف دیکھا بدنصیب قوم کا آخری تاجدار سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ابو القاسم نے کہا۔

سلطان معظم! قوم کے راہنماؤں کا فیصلہ یہی ہے کہ صلح کی یہ شرائط منظور کر لی جائیں
۔آپ کا کیا حکم ہے۔

ابوعبداللہ نے انتہائی بے بسی کی حالت میں اہل دربار کی طرف دیکھا۔موسیٰ
کے سوا سب کے چہروں پر مایوسی ٹپک رہی تھی ۔ابوعبداللہ نے مغموم آواز میں کہا۔
میرا خیال تھا کہ قوم کے یہ راہنما موسیٰ کی تقریر کے بعد اپنی رائے بدل ڈالیں گے
لیکن معلوم ہوتا تھا کہ تباہی کی اس آگ کا کوئی علاج نہیں جو میں نے اپنے ہاتھوں
سے سلگائی تھی ۔ابوعبداللہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن اُس کی آواز بیٹھ گئی اور اُس نے
اپنے ہاتھوں میں آنسو بھر آئے۔

ابوالقاسم نے موسیٰ کی طرف دیکھا۔اس کی آنکھوں سے وحشت برس رہی تھی
۔ابوالقاشم نے کہا۔موسیٰ کچھ اور کہنا چاہتے ہو۔

موسیٰ اس کے جواب میں اُٹھ کھڑا ہو گیا اور ایک ثانیہ توقف کے بعد بولا:

میں تم سے آخری بار کچھ کہنا چاہتا ہوں اس
کے بعد تم میری آواز نہیں سنو گے ۔آج سے
ہمارے راستے مختلف ہوں گے ۔ میں عزت کی
موت کے لئے تمہارا ساتھ دے سکتا ہوں۔ذلت
کی زندگی کے لئے تمہارا ساتھی نہیں بنوں گا۔تم
سمجھتے ہو کہ فرڈی نینڈ کی صلح کی شرائط میں تمہارے
لئے امن اور دوستی کا پیغام ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ اپنی
آزادی دشمن کے حوالے کرنے کے بعد تم چین
سے بیٹھ سکو گے لیکن اپنے آپ کو دھوکہ مت دو۔

یہ الفاظ اس کاغذ سے زیادہ بے ثبات ہیں جس پر
لکھے گئے ہیں۔ میری روح اس ذلت کے تصور
سے لرزتی ہے جو تمہیں فرڈی نینڈ کی غلامی میں
نصیب ہوگی۔ جب وہ غرناطہ پر قابض ہوگا ان
فیاضانہ شرائط کے الفاظ کا مفہوم یکسر بدل جائے گا
۔تم سمجھتے ہو کہ تم فرڈی نینڈ کے پہرے میں آرام کی
نینڈ سو سکو گے۔تم سمجھتے ہو کہ دنیا میں بے خانماں
اور ذلیل ہو جانے کے بعد تم دین اسلام کی خدمت
کر سکو گے لیکن یاد رکھو! فرڈی نینڈ کی حکومت کے
ساتھ غرناطہ میں وحشت و بربریت کا وہ دور آئے گا
جو آج تک دنا ی کی کسی قوم نے نہیں دیکھا، وہ
زبان جو خدا اور رسول ؐ کا نام لے گی نوچ ڈالی
جائے گی۔تمہاری مساجد کی بے حرمتی کی جائے گی
۔تمہارے گھروں کو لوٹا جائے گا تمہاری بہو بیٹیوں کو
سر بازار رُسوا کیا جائے گا۔تمہیں بنوک شمشیر عیسائی
بنایا جائے گا۔تمہارے لئے یہ کشادہ اور عالیشان
محل نہیں تنگ و تاریک قید خانے ہوں گے زمین
تمہارے آنسو دیکھے گی اور آسمان تمہاری آہیں سُنے
گا۔ میں یہ نہیں دیکھوں گا میرے لئے آزادی کی
موت آسان ہے تمہارے لئے غلامی کی زندگی

مشکل ہوگی۔میں جاتا ہوں اوراس کے بعدتم مجھے
نہیں دیکھوگے۔

موسیٰ تیزی سے قدم اُٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔دارالاسود کے دروازے کے باہر ابوعبداللہ کی ماں اوراس کی بیوی کھڑی تھیں۔اُن کی آنکھوں میں آنسو تھے۔موسیٰ ایک ثانیہ کے لئے اُن کی طرف دیکھ کر رکا اور پھر اُسی رفتار سے آگے چل دیا۔تھوڑی دیر بعد اس کے محل کے دروازہ پر لوگوں کا ایک ہجوم کھڑا تھا۔موسیٰ اپنے خوبصورت گھوڑے پر سوار ہوکر محل سے باہر نکلا۔وہ سر پاؤں تک لوہے میں غرق تھا۔لوگ اسے دیکھ کر اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔اوراس نے کسی سے بات کئے بغیر گھوڑے کو ایڑ لگادی شہر کے دروازے سے باہر نکلنے کے بعد اُس کا برق رفتار گھوڑا گرد کے بادلوں میں روپوش ہوگیا۔

آج تک شیر غرناطہ کا انجام کسی کو معلوم نہیں۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ دریائے زدنیل کے کنارے فرڈی نینڈ کے سپاہیوں کے ساتھ لڑتا ہوا شہید ہوگیا اور بعض یہ کہتے ہیں کہ فرڈی نینڈ کی فوج میں گھس کر کئی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے اور خود بُری طرح زخمی ہونے کے بعد اُس نے دریا میں چھلانگ لگادی۔

ا۔موسیٰ بن ابی غسان تاریخ کی ان شخصیتوں میں سے ایک تھا جنہیں فوق العادۃ سمجھ کر لوگ اُن کی موت پر یقین نہیں کرتے۔غرناطہ کے مغلوم مسلمان ایک مدت تک یہ خیال کرتے رہے کہ وہ مراکش پہنچ کر اُن کی مدد کے لئے ایک فوج تیار کررہا ہے لیکن اسپین کا یک عیسائی مورخ فرے ''انٹونیو آگا پیڈا'' لکھتا ہے کہ ایک شام دریائے زدنیل کے کنارے فرڈی نینڈ کے پندرہ نیزہ بازوں نے ایک مور شہسوار کو للکارا۔مور شہسوار نے انہیں جواب دینے کی بجائے ان پر حملہ کردیا اور نیزے کے پہلے ہی وار سے فرڈی نینڈ کے ایک نائٹ

کو مار گرایا۔ اس کے بعد اُس نے یکے بعد دیگرے عیسائی دستے کے نصف سے زیادہ سواروں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ آخر کار وہ بُری طرح گھائل ہوا لیکن اس کے باوجود بھی ہو گھٹنوں کے بل ہو کر خنجر سے مقابلہ کرتا رہا۔ جب اُس کے ہاتھ پاؤں بالکل جواب دے گئے تو اُس نے دم توڑتے وقت بھی دشمن کی قید کی ذلت گوارا نہ کی اور سخت کوشش کے بعد اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا۔ زخموں کی شدت اور اسلحہ کے بوجھ کے باعث وہ تیر نہ سکا اور اُسے دریا کی موجوں نے اپنی آغوش میں لے لیا۔

عیسائی سوار اس کا گھوڑا پکڑ کر لے گئے اور غرناطہ کے جنگی قیدیوں نے اس بات کی تصدیق کی یہ گھوڑا موسیٰ بن ابی غسان کا ہے۔

(۴)

الحمرا کے راز غرناطہ کے عوام کی نظروں سے دیر تک پوشیدہ نہ رہ سکے۔ شہر کے نوجوان جو موسیٰ کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے اُمراء کے خلاف ہو گئے۔ فوج میں اگر چہ ایک گروہ ایسا پیدا ہو چکا تھا جو صلح کے حق میں تھا لیکن اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو جنگ کیے بغیر اپنی شکست تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے،

ایک صبح جب لوگ بیدار ہوئے تو غرناطہ کی ہر مسجد کے دروازے پر اس قسم کے اشتہار چسپاں تھے کہ ابو عبداللہ اور اس کے اُمراء دشمن کے ساتھ قوم کی عزت اور آزادی کا سودا کر چکے ہیں لیکن اگلی صبح صلح پسندوں اور شکست خوردہ ذہنیت کے لوگوں نے جگہ جگہ یہ اشتہار چسپاں کر دیے کہ فرڈی نینڈ کی فیاضانہ شرائط کو رد کرنا کفرانِ نعمت ہے۔ یہ انتشار کی ابتدا تھی۔ چند دن میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ہر گلی ہر محلے اور ہر درس گاہ میں امن پسندوں اور جنگ کے حامیوں کا تصادم ہونے لگا۔ مساجد اور درسگاہوں میں متصادم خیالات کے سلطنت کے خلاف سخت مظاہرہ کیا۔ صلح پسندوں کی ایک ٹولی نے اُنہیں سمجھانے کی کوشش کی لیکن عوام کے جوش و خروش

کا یہ عالم تھا کہ وہ اُن پر ٹوٹ پڑے ۔ اُنہیں مار بھگانے کے بعد عوام نے شہر میں جلوس نکالا اور چند ایسے اُمراء اور علماء کے گروں کو آگ لگادی جن پر فرڈی نینڈ کے جاسوس ہونے کا شبہ تھا۔شہر میں خانہ جنگی کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے ابو عبداللہ نے ستر دن کی مدت ختم ہونے سے پہلے ہی شہر کو فرڈینینڈ کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کیا ۔چنانچہ ۲ا ربیع الاول ۸۹۷ھ یعنی ۱۴۹۲ء میں غرناطہ کو دشمن کے قبضہ میں دے دیا گیا۔

ابو عبداللہ گھوڑے پر سوار ہر کر الحمرا سے نکلا۔اس کے پیچھے شہر کے پچاس اُمراء بھی گھوڑوں پر سوار تھے شہر سے باہر فرڈینینڈ ملک ازابیلا ار ان کی فوج قطاریں باندھ کر کھڑی تھی ۔ابو عبداللہ نصرانی بادشاہ کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اُتر پڑا ۔ ضبط کی انتہائی کوشش کے باوجود اُس کی آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے ۔فرڈی نینڈ گھوڑی سے اُتر کر اُسے گلے لگالیا۔

ابو عبداللہ نے اُسے الحمراء کی کنجیاں پیش کرتے ہوئے کہا۔خدا نے تجھے غرناطہ حکومت عطا کی ہے ۔میری دعا ہے کہ وہ تجھے رحم،عدل اور انصاف کے قابل بنائے،۔

ابو عبداللہ ملکہ ازابیلا کی طرف متوجہ ہوا۔ملکہ الحمراء کی عظمت کے سامنے غرناطہ کے آخری تاجدار کی بے بسی دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہی ۔ایک لمحہ کے لئے وہ ایک عورت تھی ۔اس کا دل بھر آیا اور وہ آبدیدہ ہو کر اپنے شوہر کی طرف دیکھنے لگی ۔ ملکہ کا اشارہ پاکر فرڈی نینڈ ابو عبداللہ کو تسلی دینے کے لئے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ابو عبد اللہ نے کسی توقف کے بغیر گھوڑے پر سوار ہو کر اس کی باگ موڑ لی ۔تھوڑی دیر بعد وہ اس قافلے کے ساتھ جا ملا جو اس کے مال و متاع کے ساتھ انڈرکس کا رُخ کر رہا تھا۔

اس قافلے میں اُس کی والدہ اور بیوی بھی تھیں۔

فرڈی نینڈ کی افواج فتح کے نقارے بجاتی ہوئی شہر میں داخل ہوئیں، بادشاہ اور ملکہ نے اپنے اپنے مذہبی پیشوا سے درخواست کی کہ وہ اپنے مقدس ہاتھوں سے الحمراء کے بُرج پر نشان صلیب نصب کرے،

غرناطہ کے مردوں، عورتوں اور بچوں کی نگاہیں الحمراء کے بُرج پر لگی ہوئی تھیں ۔یہ شہر جس نے صدیوں تک مجاہدین اسلام کو دُور دراز کی فتوحات سے واپس مسرت کے نعرے لگاتے سُنا تھا اب دشمن کی فتح کے ترانے سُن رہا تھا۔الحمراء کے بُرج پر ابھی تک پرچم اسلام لہرا رہا تھا۔اہل غرناطہ اپنے مقدر کے اس ستارے کو دیکھ رہے تھے۔جو ہمیشہ کے لیئے غروب ہنے والا تھا جب غرناطہ کا ہلال پرچم اُتارا جارہا تھا اور اُس کی جگہ صلیب کا جھنڈا بلند ہورہا تھا۔ایک طرف فرڈین ینڈ کی فوج کے سپاہی خوشی کے ترانے گارہے تھے، اور دوسری طرف اہل غرناطہ کی جگر دوز چیخیں سُنائی دے رہی تھیں۔ایکفاتح قوم کی رگوں میں زندگی کا کون دوڑ رہا تھا اور ایک مفتوح قوم کی نبض ڈوب رہی تھیں۔

ابو عبداللہ نے البشارات کی ایک پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ کر اپنا گھوڑا روکا۔اس نے آخری بار غرناطہ کی طرف دیکھا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

بہادر ماں نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔تم جس سلطنت کی حفاظت کے لئے مردوں کی طرح اپنا خون نہ بہا سکے اب اس کی بربادی پر عورتوں کی طرح آنسو بہانے سے کیا فائدہ؟

البشارات کے ایک مدود علاقے میں ابو عبداللہ کی حکومت چند دن سے زیادہ نہ رہی۔وہاں کے حیت پسند مسلمانوں کے دل میں اس کے لئے نفرت کے سوا کچھ

نہ تھا۔ابو عبداللہ نے عیسائی فوج کی مدد سے اُن پر حکومت کرنے کی بجائے مراکش کی طرف ہجرت کی اور وہاں سلطان کی فوج میں ملازم ہوگیا۔

(۵)

موسیٰ بن ابی غسان کے خدشات صحیح ثابت ہوئے۔ یہ معاہدہ جسے اہل غرناطہ اپنے لئے امن اور فارغ البالی کا پیغام سمجھتے تھے۔ایک دام فریب تھا اور وہ اس میں پھنس چکے تھے۔تلوار قلم کی تحریر منسوخ کر چکی تھی۔ فاتح پنی خواہش کے مطابق معاہدے کی شرائط کا مفہوم بدل رہا تھا اور مفتوح کا احتجاج بے معنیٰ تھا فاتح قوم کے مذہبی پیشوا یہ فیصلہ دے چکے تھے کہ مسلمانوں کا دین اسپین کے اتحا کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ مسلمان حکومت کے وفادار نہیں بن سکتے۔اہل غرناطہ مراکش اور اہل اسلام کے دوسرے مسلمانوں کی مدد کا انتظار کر رہے ہیں۔وہ جاسوس ہیں اور ان کی علیحدہ زبان، علیحدہ لباس اور علیحدہ تمدن، عیسائی حکومت کے لئے مستقل خطرہ ہے، حکومت ان کی حفاظت کا صرف اس صورت میں ذمہ لے سکتی ہے جبکہ وہ تبدیل قلب کا ثبوت دیں اور تبدیلی قلب کا ثبوت دینے کے لئے اُن کے راہنماؤں کے رسمی اعلانات کافی نہیں۔اُنھیں امن پسند شہری بننے کے لئے حکومت کا مذہب اختیار کرنا پڑے گا، نہ صرف دنیا میں امن اور آزادی کی زندگی بسر کرنے کے لئے بلکہ آخرت کی نجات کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ اسلام ترک کر کے عیسائیت کے دامن میں پناہ لیں۔

مسلمانوں کے لئے ان کی مساجد کے دروازے بند ہو رہے تھے۔انھیں نماز پڑھنے یا اذان دینے کی اجازت نہ تھی۔ سر بازار عربی زبان میں گفتگو کرنا ایک نا قابل معافی جرم تھا۔غرناطہ کی وہ عظیم الشان درس گاہیں جنھوں نے آٹھ صدیوں

تک مغرب کے ممالک کو علم کی روشنی دی تھی اب حکماً بند کی جا رہی تھی ۔وہ کتب خانے جہاں علم کی قندیلیں روشن تھیں، آگ کے سپرد کئے جا رہے تھے۔غرناطہ سے باہر زرخیز ارضیات اور باغات پر عیسائی قابض ہو چکے تھے۔تجارت پیشہ مسلمان اپنی دکانوں سے محروم کیے جا رہے تھے۔لوٹ مار اور قتل وغارت کا طوفان شروع ہو چکا تھا۔غرناطہ کے یہودی تاجر کافی متمول تھے لیکن وہ اپنی دولت بچانے کے لئے لوٹ مار کرنے والوں کو دولت مند مسلمانوں کے گھروں کا پتہ دے رہے تھے۔وہ حکومت کے عمال کے پاس تھوڑی بہت تحائف لے جاتے اور لوٹ مار کے لئے اُن کی توجہ مسلمانوں کی طرف مبذول کراتے۔

یہ صرف ابتدا تھی۔!

ہر نئی صبح غرناطہ کے مسلمانوں کے لئے ایک نئی مصیبت کا پیغام لے کر آتی تھی اور ہر شام آفتاب کی آخری نگاہیں اُن کے چہروں پر مایوسی اور بے بسی میں ایک نیا اضافہ دیکھتی تھیں۔اہلِ غرناطہ زبانِ حال سے یہ کہہ رہے تھے:

اب کیا ہو گا؟

اب ہم کیا کریں؟

اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟

قوم کے ترکش کا آخری تیر

(۱)

جبل شلیر کی ایک وادی سرحدی فوج کے علاوہ تمام ان پہاڑی قبائل کے راہنما جمع تھے جو غرناطہ چھن جانے کے بعد عقاب کی وادی کو اپنا آخری حصار سمجھ چکے تھے۔ بدر بد مغیرہ ایک پتھر پا کھڑا ان کے سامنے تقریر کر رہا تھا:

میرے عزیزو! اور میرے بزرگو! اور میرے ساتھیو! دشمن ہم پر چاروں طرف سے یلغار کر رہا ہے وہ ہمیں مغلوب کرنے کے لئے اپنی تمام قوت بروئے کار لا چکا ہے۔ جن حالات کا ہم سامنا کر رہے ہیں وہ تم سے پوشیدہ نہیں۔ میں ان حالات میں تمہارے ساتھ صرف ایک وعدہ کر سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر تم عزت اور آزادی کی زندگی حاصل نہ کر سکے تو بھی عزت کی موت کا دروازہ تمہارے لئے بند نہیں ہو گا۔ اگر تم نے مجھے اپنا راہنما بنایا ہے تو تمہارے لئے میرا پیغام یہ ہے کہ تمہارے مقدر میں آزادی کی زندگی یا عزت موت ہے۔ غلامی کی زندگی یا ذلت کی موت نہیں

یہ قانون فطرت ہے کہ اس دنیا میں جو پیدا ہوتا ہے وہ ایک دن ضرور مرتا ہے۔ اگر دنیا کی زندگی کا انجام موت ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا

ہے کہ ہم ایک لمحہ کے لئے زندہ رہے یا ایک صدی
تک زندہ رہے ۔ مرنے والے کی قبر سے دنیا
صرف یہ پوچھا کرتی ہے کہ تم زندہ رہے تو کس
شان سے زندہ رہے اور تم مرے تو کس آن سے
مرے ۔ مجھے اس بات پر ناز ہے کہ جب میں اس
سرزمین پر اپنے اسلاف کی قبریں دیکھتا ہوں تو مجھے
ندامت سے اپنا سر جھکانا نہیں پڑتا ۔ تاریخ شاہد
ہے کہ انہوں نے کسی وقت بھی عزت کا دامن چھوڑ
کر ذل کی زندگی کا دامن نہیں پکڑا ۔ اُنہوں نے
عزت کی موت کے راستے سے بھٹک کر ذلت کی
زندگی کے دروازے پر دستک نہیں دی اور اپنے
اسلاف کی طرح مجھے بھی یہ گوارا نہیں کہ آنے والی
نسلیں میری قبر کو حقارت کی نظر سے دیکھیں ۔ میں
قیامت کے دن اس جماعت کے ساتھ اُٹھنا چاہتا
ہوں جس نے حق اور انسانیت کے لئے لڑ کر جان
دی ۔ مجھے اُن لوگوں کے ساتھ اُٹھنا پسند نہیں
جنہوں نے چند دن کی ذلیل زندگی کی خاطر حق و
صداقت سے منہ پھیر لیا اور اپنی آنے والی نسلوں
کے لئے دائمی غلامی کی لعنت چھوڑ گئے ۔ مومن حق
کے لئے جان دیتا ہے ۔ حق سے منہ پھیر کر زندہ

رہنا اپنے لئے باعثِ ننگ و عار سمجھتا ہے ہم تعداد
میں بہت تھوڑی ہیں ہمارے ذرائع محدود اور وہ
دن یاد کرو جب کہ حق پرستوں کی ایک مٹھی بھر
جماعت نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر قیصر و کسریٰ
کی سطوت کے پرچم سرنگوں کر دئے تھے۔ وہ دن
یاد کرو جب طارق بن زیاد نے اندلس کے ساحل پر
پہنچ کر اپنا سفینہ جلا دیا تھا۔ اور اپنے جانبازوں کو یہ
پیغام دیا تھا کہ مسلمانوں کے پاؤں آگے بڑھنے
کے لئے ہیں پیچھے ہٹنے کے لئے نہیں۔

ہماری جنگ وحشت اور بربریت کے
خلاف انسانیت کی بغاوت ہے۔ یہ اصول کی جنگ
ہے۔ اگر ہم لڑتے ہوئے ختم ہو جائیں تو بھی ہمارا
مقصد زندہ رہے گا۔ انسانیت ہر دور میں وحشت
کے خلاف آواز بلند کرتی رہے گی۔ ہر زمانے میں
حق پرستوں کا کوئی نہ کوئی گروہ اس عظیم الشان
مقصد کے لئے شمشیر بکف رہے گا جب تک
انسانیت زندہ رہے گی یہ مقصد زندہ رہے گا۔ اور
جب تک یہ مقصد زندہ رہے گا ہم زندہ رہیں گے۔

اندلس کے مورخ انسانیت کے علم برداروں
کے نافروش نہیں کریں گے۔ وقت صفحۂ ہستی سے و

تحریر نہیں مٹا سکتا جو شہیدانِ قوم اپنے خون سے لکھا کرتے ہیں۔

غرناطہ کے متعلق جو اطلاعات آرہی ہیں وہ بیحد اندناک ہیں۔ مسلمانوں کو بنوک شمشیر اسلام ترک کرنے پر مجبور کای جارہا ہے۔ ظلم ستم وحشت اور بربریت کے ہاتھ چاروں طرف سے ان کا تعاقت کررہے ہیں۔ بازاروں میں مسلمانوں کی زندگی محفوظ نہیں اور گھروں میں اُن کی بہو بیٹیوں کی عزت محفوظ نہیں۔ اب اس معاہدے کے الفاظ کے معنی بدل چکے ہیں۔ جسے اہل غرناطہ اپنی عزت اور بقا کا ضامن سمجھتے تھے۔ وہ لوگ جنہوں نے ایک صحیح اصول کے لئے تلوار اٹھانے سے انکار کیا تھا۔ اب دشمن کے غلط فیصلے تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنی عزت اور آزادی کے لئے خون بہانے سے دریغ کیا تھا اب بے بسی کے آنسوؤں سے اپنی تاریخ کا آخری باب لکھ رہے ہیں۔ انہوں نے آزادہ کے تاج پر غلامی کی زنجیروں کو ترجیح دی۔ انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ وہ غلامی کا نہایت معمولی بوجھ اُٹھا کر زندگی کے ہزاروں انعمات حاسل کرسکیں گے لیکن اب ان پر

زندگی کی نعمتوں کے دروازے بند ہو چکے ہیں اور
غلامی کا بوجھ آئے دن زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ اُن کی
ہڈیاں اس بوجھ کے نیچے پس رہی ہیں لیکن وہ
احتجاج نہیں کر سکتے۔ ان میں سے بعض کا یہ خیال
تھا کہ وہ عیسائی بن کر ان آلام و مصائب سے نجات
حاصل کر لیں گے لیکن اب وہ یہ محسوس کر رہے ہیں
کہ غلام عیسائی اور حکمران میں بہت فرق ہے
میرے دوستو! جب تک میں زندہ ہوں اور جب
تک آپ میرے ساتھ ہیں میں یہ وعدہ کرتا ہوں
کہ اس وادی میں غرناطہ کی تاریخ نہیں دہرائی
جائے گی ہم لڑیں گے۔ ہم آخری دم تک لڑیں گے
۔ اندلس کی خاک ہماری بے بسی کے آنسو دیکھنے کی
بجائے ہمارے خون سے سیراب ہو گی۔

(۳)

عیسائیوں کو غرناطہ پر قابض ہوئے سات سال گزر چکے تھے۔ جنوب مشرق میں ایک چھوٹے سے پہاڑی علاقے کے سوا باقی اسپین پر ان کا تسلط تھا۔

جب اہل غرناطہ اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے قرطبہ اشبیلیہ، طلیطلہ اور باقی اندلس کے مسلمان یہ سمجھتے تھے۔ کہ وہ غرناطہ کی جنگ کے باعث اپنے عیسائی حکمرانوں کے مظالم کا شکار ہو رہے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ اگر غرناطہ کے مسلمان ہتھیار ڈال دیں تو عیسائی ان پر ظلم نہیں کریں گے۔ اسپین میں امن اور مذہبی

رواداری کا ایک نیا دور شروع ہوگا۔ چنانچہ جب انہیں یہ خبر ملی کہ اہل غرناطہ نے ہتھیار ڈال دیے ہیں ۔تو انہوں نے عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے فتح کے جشن میں حصہ لیا۔ اپنے عیسائی حاکموں کے دروازوں پر جمع ہو کر فتح کے نعرے لگائے۔ ان کے مذہبی رہنماؤں نے یہ اعلان کیا کہ غرناطہ کی فتح فقط عیسائیوں کی فتح نہیں، ہم سب کی فتح ہے ۔انہوں نے بدر اور اس کے مجاہدین کے خلاف ملک کے ساتھ غداری کا الزام لگایا جو اب تک پہاڑوں اور جنگلوں میں آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے

۔

لیکن سات سال کے عرصہ میں انہیں معلوم ہو چکا تھا۔ کہ ظلم کی چکی میں غرناطہ ایک ایسا سخت پتھر تھا جو اس کے دو پاٹوں کے درمیان حد فاصل کا کام دے رہا تھا اور اس پتھر کے ہٹ جانے کے بعد چکی کے دونوں پاٹ آپس میں مل چکے تھے ۔ وحشت اور بربریت ہٹانے کے بعد ہر سمت سے مسلمانوں کا تعاقب کر رہا تھا۔ اندلس کے وہ مسلمان جو فتح کے لیے اہل غرناطہ کا ساتھ نہ دے سکے، اب ذلت، رسوائی اور مظلومیت میں ان کے ساتھ برابر کے حصہ دار تھے ۔وحشت کے ہاتھ ہر بستی اور ہر شہر میں انسانیت کا دامن نوچ رہے تھے ۔

عیسائی حکومت نے یہ اعلان کیا کہ اسپین کے مسلمانوں کے لیے اب صرف تین راستے ہیں ۔ترک اسلام، ترک وطن یا موت ۔جن لوگوں نے عیسائی مذہب قبول کیا وہ عیسائیوں کے ساتھ مساوی درجہ حاصل نہ کر سکے ۔حکمران ان کے ساتھ نفرت سے پیش آتے تھے ۔ان کی نیت پر شبہ کیا جاتا تھا۔ ان پر یہ الزامات لگائے جاتے تھے کہ وہ در پردہ نمازیں پڑھتے ہیں ۔گھروں میں عربی بولتے ہیں ۔پہاڑی باغیوں کی فتح کے لیے دعائیں مانگتے ہیں ۔ان الزامات میں ماخوذ ہونے والوں کو

عام طور پر دروں کی سزا دی جاتی تھی۔ وہ مسلمان جو کلمہ توحید پڑھنے پر مصر تھے۔ بدترین سزاؤں کی مستحق سمجھتے جاتے تھے۔ انہیں گرم لوہے سے داغا جاتا۔ انہیں پہیوں پر کھینچا جاتا اور انہیں مساجد کے دروازوں کے سامنے زندہ جلایا جاتا۔ ان حالات میں لاکھوں مسلمان مراکش کی طرف ہجرت کر چکے تھے۔ شمال کے قافلے جنوب کی بندرگاہوں کا رخ کرتے۔ جو لوگ راستے میں لوٹ مار سے بچ کر ساحل تک پہنچتے انہیں مراکش پہنچنے کے لیے جہاز رانوں کو بھاری اجرت ادا کرنا پڑتی۔ اگرچہ معاہد کی شرائط کی رو سے عیسائی حکومت اسپین سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو اپنے خرچ پر افریقہ کے ساحل تک پہنچانے کی ذمہ دار تھی۔ اور فرڈی نینڈ بذات خود یہ چاہتا تھا کہ ہجرت کرنے والوں پر سختی نہ کی جائے تاہم حکومت کے افسر معاہدے کی باقی شرائط کی طرح اس شرط کو بھی کوئی اہمیت دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ شمالی افریقہ کے مسلمان حکمرانوں نے اپنے تمام جہاز اسپین کے پناہ گزینوں کو نکالنے کے لیے وقف کر دئے لیکن لاکھوں مسلمانوں کو نکالنے کے لیے ایک مدت درکار تھی۔

اہل غرناطہ نے عیسائی حکومت کے وحشیانہ مظالم سے تنگ آ کر بغاوت کی لیکن حکومت نے چند ہی دنوں میں ہزاروں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور بغاوت فرد کر دی۔

جنوب مشرق کے پہاڑوں اور جنگلوں میں ابھی تک آزادی کے پرچم لہرا رہے تھے فرڈی نینڈ نے بدر بن مغیرہ کی سرکوبی کے لیے کئی مہمیں روانہ کیں لیکن اسے ہر بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ عقاب کی وادی کے مجاہدین کی تعداد آئے دن کم ہو رہی تھی۔ اس کے بہت سے ساتھی ہمت ہار کر ہجرت کر رہے تھے لیکن اس کے

عزم و استقلال میں کوئی فرق نہ آیا۔

(۴)

رات کے تیسرے پہر اچانک ربیعہ گہری نیند سے بیدار ہوئی۔ اس کے کمرے میں مشعل جل رہی تھی اور بدر بن مغیرہ زرہ بکتر میں ملبوس اس کے سرہانے کھڑا غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ربیعہ نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''آپ کب آئے؟''

''میں ابھی آیا تھا اور ابھی جا رہا ہوں''

ربیعہ جواب طلب نگاہوں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھنے لگی۔ بدر بن مغیرہ نے کہا

''ربیعہ! شمال کے محاذ پر خدا نے ہمیں فتح دی ہے ہم نے دشمن کو تیس میل پیچھے ہٹا دیا ہے لیکن یہاں پہنچتے ہی مجھے منصور کی اطلاع ملی ہے کہ دشمن کی ایک بہت بڑی فوج نے مغرب کی طرف سے حملہ کر دیا ہے۔ میں اب وہاں جا رہا ہوں۔ انشاءاللہ اس فتح کے بعد میں کئی راتیں آرام کی نیند سو سکوں گا۔ یوسف کیسا ہے؟''

ربیعہ نے جواب۔ ''یوسف اب ٹھیک ہے پرسوں اس کا بخار اتر گیا تھا اگر کیسی ہے۔؟

''زبیدہ بالکل ٹھیک ہے وہ اب کہانیاں سننے کے شوق میں یوسف کے کمرے میں ہی سو جاتی ہے بشیر کہاں ہے؟''

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ''وہ زخمیوں کو یہاں لا رہا ہے۔ امید ہے کہ کل تک پہنچ جائے گا۔ اس دفعہ جنگ میں ہمارے دو سو آدمی زخمی اور پچاس مجاہد شہید ہوئے ہیں لیکن اس کے بدلے دشمن کے تین ہزار سے زیادہ سپاہی موت کے گھاٹ

اتارے جا چکے ہیں۔"

ربیعہ خاموشی سے اپنے شوہر کی طرف دیکھ رہی تھی۔قلعہ سے باہر جمع ہونے والے سپاہوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔اچانک ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک سات برس کا لڑکا آنکھیں ملتا ہوا نمودار ہوا اور بھاگ کر بدرین مغیرہ کے ساتھ لپٹ گیا۔

بدرین مغیرہ نے اسے اٹھا کر گلے لگالیا۔اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

"یوسف بیٹا تم جاگ رہے تھے۔"

یوسف نے جواب دیا۔"مجھے زبیدہ نے جگایا ہے۔آپ پھر جارہے ہیں۔ میں آپ کے ساتھ ضرور جاوں گا۔"

نہیں بیٹا! تم ابھی بہت چھوٹے ہو۔"

"آپ ہمیشہ یہی کہا کرتے ہیں۔زبیدہ سے پوچھئے میں نے آج کی گڑیا ہوا میں اچھال کر اسے تیر کا نشانہ بنایا تھا۔وہ کہتی تھی اب تم بڑے ہو گئے ہو۔اب تم جہاز پر جا سکتے ہو۔"

"نہیں بیٹا! ابھی تمہارے ننھے ننھے ہاتھ تلوار اور نیزہ اٹھانے کے قابل نہیں۔ تم ابھی تک ننھی سی کمان کے ساتھ کھیلتے ہو۔جب تم بھاری کمان سے تیر چلانے کے قابل ہو جاؤ گے۔میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ابھی تمہیں اپنی ماں کے ساتھ رہنا چاہیے۔"

"لیکن ابا جان جب تک میں بڑا ہوں گا۔یہ جنگ ختم تو نہیں ہو جائے گی۔"

"کفر اور اسلام کی جنگ کبھی ختم نہیں ہوتی بیٹا! جب تک ایک مسلمان بھی باقی

ہے یہ جنگ جاری رہے گی۔"

زبیدہ جس کی عمر کوئی چھ برس تھی دروازے کے پیچھے کھڑی ان کی باتیں سنتی رہی۔ بالآخر جھجکتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ بدر بن مغیرہ نے یوسف کو اتار کر اسے گلے لگالیا۔

زبیدہ نے کہا۔"میرے ابا جان کیوں نہیں آئے؟"

"بیٹی! وہ کل آجائیں گے۔

یوسف بدر بن مغیرہ کا بیٹا تھا۔ اور زبیدہ بشیر بن حسن کی بیٹی تھی۔ ان بچوں کے ساتھ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد بدر بن مغیرہ انہیں دوسرے کمرے میں چھوڑ آیا اور وہ بادل نخواستہ اپنے اپنے بستر پر لیٹ گئے۔

رخصت کے وقت ربیعہ اور بدر ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے تھے۔ مجاہد کی بیوی اپنے شوہر کو آنسوؤں اور سسکیوں کے بغیر رخصت کرنے کی عادی ہو چکی تھی۔

بدر نے خدا حافظ کہا لیکن کسی نے برآمدے کی طرف کھلنے والے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے آواز دی۔"ربیعہ! ربیعہ!!"

ربیعہ نے آواز پہچان کر جواب دیا۔"آؤ انجیلا۔"

انجیلا دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئی اور سہمی ہوئی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

بدر نے کہا"انجیلا بشر یہاں کل پہنچ جائے گا۔ وہ زخمیوں کو یہاں لا رہا ہے۔"

انجیلا نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔"میں نیچے سپاہیوں کا شور سن کر بیدار ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے آپ پھر کہیں جا رہے ہیں۔؟"

بدر بن مغیرہ نے ربیعہ کی طرف دیکھا اور خدا حافظ کہہ کر تیزی سے قدم اٹھاتا

ہوا باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد ربیعہ اور انجلا دریچے میں کھڑی باہر جھانک رہی تھیں۔ مجاہدین کی فوج قلعے سے نکل کر جنگل میں روپوش ہو چکی تھی۔لیکن گھوڑوں کی ٹاپ ابھی تک سنائی دے رہی تھی۔ یہ ٹاپ آہستہ آہستہ مدھم ہوتی گئی۔اور بالآخر فضا میں گم ہو کر رہ گئی۔ربیعہ اور انجلا اب باہر جھانکنے کی بجائے ایک دوسری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

ساتھ کے کمرے میں ان کے بچے یوسف اور زبیدہ بھی اپنے اپنے بستر سے اٹھ کر دریچے کے ساتھ کھڑے تھے۔سن شعور سے لے کر اب تک ان کے کانوں نے جس آواز کو دلچسپی کے ساتھ سنا تھا وہ قلعے سے جانے والے اور قلعے کی طرف آنے والے گھوڑوں کی آواز تھی۔

(۴)

قلعے کے چند کمرے زخمیوں سے بھرے ہوئے تھے۔انجلا اور ربیعہ جو مرہم پٹی کا کام سیکھ چکی تھیں۔طبیبوں اور جراحوں کا ہاتھ بٹا رہی تھیں۔گزشتہ چند دن انہوں نے نہایت بے آرامی کی حالت میں گزارے تھے۔مغربی محاذ سے آنے والے زخمیوں کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔اس قلعے کے علاوہ چند میل کے فاصلہ پر ایک اور قلعہ میں بھی زخمیوں کا علاج کا بندوبست کیا جا چکا تھا۔اس لیے بشیر بن حسن کو دن میں ایک بار وہاں بھی جانا پڑتا تھا۔جنگ کے متعلق آئے دن تشویش ناک خبریں آ رہی تھیں۔مجاہدین دشمن کو کئی بار پیچھے ہٹا چکے تھے۔لیکن ہر شکست کے بعد دشمن تازہ سپاہ میدان میں لا رہا تھا۔یہ سرحدی عقاب کی پہلی جنگ تھی۔جس میں شہیدوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ چکی تھی۔

ایک دن علی الصباح محاذ جنگ سے آنے والے قاصد نے بشیر بن حسن کو یہ خوش خبری دی کہ مجاہدین (فرڈی نینڈ کی افواج کو شکست دینے کے بعد ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔ قلعے میں فتح کا نقارہ بجایا گیا۔ آس پاس کی بستیوں اور فوجی چوکیوں میں رہنے والے لوگوں کے کان اس نقارے کے مفہوم سے آشنا تھے اور وہ اس کے جواب میں اپنی اپنی جگہ نقارے بجانے لگے۔ آن کی آن میں عقاب کی وادی کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک نقاروں کی گونج سنائی دینے لگی۔ ہر بستی کے بچے بوڑھوں اور عورتوں کی زبان پر اللہ اکبر کا نعرہ تھا۔ وہ لوگ جنہیں آئے دن زخمیوں اور شہیدوں کی تعداد میں اضافے کی خبریں سن کر جنگ کے نتائج کے بارے میں تشویش تھی۔ بارگاہ ایزدی میں تشکر کے آنسو پیش کر رہے تھے۔

قلعے کے اندر بعض زخمی فتح کی خبر سنتے ہی اپنے اپنے کمرے سے باہر نکل آئے۔ اور وہ زخمی جو چلنے کے قابل نہ تھے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ مرجھائے ہوئے چہروں پر زندگی کا خون دوڑ رہا تھا۔ سہمی ہوئی نگاہیں فخر اور غرور کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ قلعے کے پہریدار زخمی مجاہدوں سے بغل گیر ہو رہے تھے۔ ربیعہ اور انجیلا اپنے کم سن بچوں کے ساتھ بالائی منزل کی گیلری میں کھڑی مجاہدین کے پر جوش نعرے سن رہی تھی۔

قلعے کے چند کمرے زخمیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ انجیلا اور ربیعہ جو مرہم پٹی کا کام سیکھ چکی تھیں۔ طبیبوں اور جراحوں کا ہاتھ بٹا رہی تھیں۔ گزشتہ چند دن انہوں نے نہایت بے آرامی کی حالت میں گزارے تھے

مغربی محاذ سے آنے والے مجاہدین کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔ اس قلعے کے علاوہ ایک اور قلعہ میں بھی زخمیوں کے علاج کا بندوبست کیا جا چکا تھا۔

اس لئے بشیر بن حسن کو دن میں ایک بار وہاں بھی جانا پڑتا تھا، جنگ کے متعلق آئے دن تشویش ناک خبریں آرہی تھیں۔ مجاہدین دشمن کو کئی بار پیچھے ہٹا چکے تھے۔ لیکن ہر شکست کے بعد دشمن تازہ سپاہ میدان میں لا رہا تھا۔ یہ سرحدی عقاب کی پہلی جنگ تھی۔ جس میں شہیدوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ چکی تھی۔

ایک دن علی الصباح محاذ جنگ سے آنے والے قاصد نے بشیر بن حسن کو یہ خوش خبری دی کہ مجاہدین فرڈی نینڈ کی افواج کو شکست دینے کے بعد ان کا تعاقب کر رہے ہیں، قلعے میں فتح کا نقارہ بجایا گیا، آس پاس کی بستیوں اور فوجی چوکیوں میں رہنے والے لوگوں کے کان اس نقارے کے مفہوم سے آشنا تھے، اور وہ اس کے جواب میں اپنی، اپنی جگہ نقارے بجانے لگے۔ آن کی آن میں عقاب کی وادی کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک نقاروں کی گونج سنائی دینے لگی۔ ہر بستی کے بچے، بوڑھوں اور عورتوں کی زبان پر اللہ اکبر کا نعرہ تھا۔ وہ لوگ جنہیں آئے دن زخمیوں اور شہیدوں کی تعداد میں اضافے کی خبریں سن کر جنگ کے نتائج کے بارے میں تشویش تھی۔ بارگاہ ایزدی میں تشکر کے آنسو پیش کر رہے تھے۔

قلعے کے اندر بعض زخمی فتح کی خبر سنتے ہی اپنے، اپنے کمروں سے باہر نکل آئے تھے۔ اور زخمی جو چلنے کے قابل نہ تھے۔ مرجھائے ہوئے چہروں پر زندگی کا خون دوڑ رہا تھا۔ سہمی ہوئی نگاہیں فخر وغرور کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ قلعے کے پہرے دار زخمی مجاہدوں سے بغل گیر ہو رہے تھے۔ ربیعہ اور انجیلا اپنے کم سن بچوں کے ساتھ بالائی منزل کی گیلری میں کھڑی مجاہدین کے پر جوش نعرے سن رہی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد آس پاس کی بستیوں کے لوگ فتح کی تفصیلات معلوم کر

نے کے لئے اس قلعے کا رخ کر رہے تھے۔شام تک ان لوگوں کا تانتا بندھا رہا، بستیوں کے لوگ دیر تک اپنے محبوب رہنما کا انتظار کرتے رہے۔لیکن جب رات ہوگئی اور بدر بن مغیرہ کی آمد کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ملی تو انہوں نے اپنے، اپنے گھر کا رخ کیا۔عشاء کی نماز کے بعد بشیر بن حسن مسجد سے نکل کر مریضوں کے کمرے کا رخ کر رہا تھا، کہ قلعے کے باہر چند گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔بشیر رک کر دروازے کے باہر دیکھنے لگا۔پہرے دار نے دروازہ کھولا، اور چار سوار اندر داخل ہوئے، ایک سوار اپنا گھوڑا روک کر پہریدار سے مخاطب ہوا۔بشیر بن حسن کہاں ہے؟

بشیر بن حسن سوار کی آواز پہچان کر آگے بڑھا اور بولا ابو محسن میں یہاں ہوں۔

ابو محسن نے کہا۔میں آپ کو لینے آیا ہوں۔جلدی تیار ہو جائیں، بدر زخمی ہے۔

بشیر نے گھبرا کر سوال کیا۔بدر زخمی ہے۔کہاں ہے وہ؟

یہاں سے کوئی اُٹھ کوس کے فاصلے پر وہ بے ہوش ہوگیا تھا۔اس لئے اسے ہم یہاں نہیں لا سکے، وہ ندی کے پل کے پاس بربریوں کی بستی میں ہے۔

میں ابھی آتا ہوں۔بشیر یہ کہہ کر ادویات کا تھیلا لینے کے لئے بھاگا۔اور اب محسن نے سپاہیوں کو جو اس کے گرد جمع ہو رہے تھے، تازہ دم گھوڑوں پر زینیں ڈالنے کے لئے کہا

(۵)

بدر بن مغیرہ بستی کے سردار کے مکان میں بستر پر پڑا تھا، اسے بستر پر لیٹے، لیٹے تین بار غش آچکا تھا۔کمرے میں منصور بن احمد کے چند آدمی اس کے بستر کے قریب کھڑے تھے۔ان میں سے دو وہ طبیب بھی تھے جو میدان جنگ سے اس کے

ساتھ آئے تھے۔

وہ لوگ جنہیں کمرے سے باہر روکا گیا تھا رو، روکر اپنے محبوب رہنما کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے۔

بدر بن مغیرہ کے بدن پر سات زخم تھے۔ زخمی ہونے کی حالت میں بھی اس نے کئی کوس تک بھاگتے ہوئے دشمن کا پیچھا کیا تھا، اور اس کا بہت سا خون ضائع ہو چکا تھا۔

لوگ انتہائی بے قراری سے بشیر بن حسن کا انتظار کر رہے تھے۔ بدر بن مغیرہ نے چوتھی بار ہوش میں آکر پانی مانگا۔ منصور نے اسے اپنے ہاتھ کا سہارا دے کر پانی پلایا۔ پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد بدر نے نحیف آواز میں کہا مجھے قرآن سناؤ

ایک خوش الحان شخص نے قرآن کریم کی تلاوت شروع کی، مجاہد نے سرور میں آکر آنکھیں بند کر لیں۔ طبیب نے آگے بڑھ کر نبض پر ہاتھ رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن بدر بن مغیرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اب میں بے ہوش نہیں ہوں، یہ آواز مجھے جگایا کرتی ہے سلایا نہیں کرتی۔

دور سے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی، اور تھوڑی دیر بعد بشیر بن حسن تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ لوگ ادھر، ادھر ہٹ گئے۔ بشیر کو دیکھ کر بدر کے مرجھائے ہوئے چہرے پر اچانک بشاشت آگئی۔ بشیر نے آگے بڑھ کر اس کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا۔

بدر نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے طبیب کا خیر مقدم کیا، اور کچھ دیر دروازے کی طرف دیکھنے کے بعد اس کی متلاشی نگاہیں بشیر کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔

بشیر نے اس کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا، وہ ابو محسن کے ساتھ آ رہی ہیں۔ تھوڑی دیر تک پہنچ جائیں گی۔

بدر نے آنکھیں بند کر لیں۔ بشیر نے منصور اور دو طبیبوں کے علاوہ سب کو کمرے سے باہر چلے جانے کے لئے کہا۔ جب وہ باہر نکل گئے تو اس نے طبیبوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ یہ پھر بے ہوش ہو رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے تم نے خون بند کرنے میں تاخیر سے کام لیا۔

ایک طبیب نے جواب دیا انہوں نے زخم کھانے کے بعد بھی دشمن کا دور تک پیچھا کیا تھا

بشیر نے اپنا تھیلا کھولا، ایک شیشی نکالی اور دوا پیالی مین ڈالنے کے بعد منصور کی طرف دیکھا۔ منصور نے اپنے ہاتھوں سے بدر کے سر کو سہارا دیا

بدر نے کرہتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ بشیر نے دوا کی پیالی اس کے منہ کو لگاتے ہوئے کہا، پی لیجیے۔

بدر نے دوائی پینے کے بعد آنکھیں بند کر لیں، منصور نے آہستہ سے اس کا سر تکیے پر رکھ دیا۔ بدر کے اشارے پر ایک طبیب نے شمعدان اٹھا کر بدر کے بستر کے قریب رکھ دیا، بشیر نے غور سے بدر کا چہرہ دیکھنے کے بعد کہا

یہ کسی زہر آلود ہتھیار سے زخمی ہوئے ہیں۔ میں تمام زخم دیکھنا چاہتا ہوں۔

بشیر بن حسن کے ساتھی یکے بعد دیگرے زخموں کی پٹیاں کھول رہے تھے، اور وہ ہر زخم پر تازہ پھاہے رکھنے اور نئی پٹیاں باندھنے میں مصروف تھا۔ ابھی وہ اس کام سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ بستی کے باہر گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔ بشیر نے منصور کی طرف دیکھا اور کہا شاید، ابو محسن، ربیعہ اور انجلا کے ساتھ پہنچ گیا ہے، تم باہر جاؤ اور

انہیں دوسرے کمرے میں ٹھہرنے کے لئے کہو۔ میں تھوڑی دیر میں انہیں بلا لوں گا

منصور باہر نکل گیا۔

(۶)

مکان کے دوسرے کمرے میں ربیعہ اور انجلا کھڑی تھیں۔ بستی کی عورتیں اور لڑکیاں ان کے گرد کھڑی تھیں۔ سب کی آنکھوں میں آنسو اور لبوں پر دعائیں تھیں۔

تھوڑی دیر بعد ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا، اور بشیر نے اندر جھانکتے ہوئے ربیعہ اور انجلا کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور وہ دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔ بشیر نے دوبارہ دروازہ بند کر دیا۔ بدر بن مغیرہ کے کمرے میں اب بشیر، ربیعہ اور انجلا کے سوا کوئی نہ تھا۔ یہ تینوں بستر کے گرد کھڑے تھے۔

بشیر نے بدر کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ میں نے زخموں پر پٹی باندھنے کے لئے انہیں خود بے ہوش کیا تھا۔ اب میں انہیں ہوش میں لانے کی دوا پلا چکا ہوں۔ اس کا اثر ہو رہا ہے۔

ربیعہ خاموشی سے اپنے شوہر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ حس جس کا تعلق صرف دل سے ہے۔ اسے تقدیر کے فیصلے سے آگاہ کر چکی تھی۔ امیدوں کا سہارا لینے کے باوجود اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

بدر نے چند بار کراہنے کے بعد آنکھیں کھولیں۔ اور ربیعہ اور انجلا کی طرف دیکھنے کے بعد کہا۔ یوسف اور زبیدہ نہیں آئے۔

ربیعہ نے کہا میں نے انہیں اس وقت لانا مناسب نہیں سمجھا۔ خدا آپ کو صحت دے وہ صبح کو پہنچ جائیں گے۔

بشیر نے اپنے تھیلے سے ایک اور دوا کی شیشی نکالی اور دوا پیالی میں ڈال دی۔

بدر نے نحیف آواز میں کہا۔بشیر اب اس کی ضرورت نہیں۔میری منزل آ چکی ہے۔

بشیر نے کہا آپ انشا اللہ ٹھیک ہو جائیں گے، لیجیے۔

میں جانتا ہوں میرا طبیب بہت ضدی ہے۔یہ کہتے ہوئے بدر نے لیٹے ہوئے اپنا منہ کھول دیا۔بشیر نے اسے دوا پلانے کے بعد انجلا کو ہاتھ سے اشارہ کیا، اور یہ دونوں دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

ربیعہ بدر بن مغیرہ کے اشارے پر اس کے قریب بیٹھ گئی۔بدر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ربیعہ میں نے تمہیں آگ کی چتا کے سامنے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔لیکن آج تم مغموم ہو۔میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو تمہارے شوہر کے شایان شان نہ تھی۔

میں نے پیٹھ پر کوئی زخم نہیں کھایا۔قیامت کے دن تمہیں میرے لئے شرمسار نہیں ہونا پڑے گا۔

ربیعہ کے ہونٹوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔میرے آقا یوں نہ کہیے، مجھے آپ پر فخر ہے۔ان الفاظ کے ساتھ وہ آنسو جنہیں وہ دیر سے روکنے کی کوشش کر رہی تھی، بہہ نکلے۔

بدر نے کہا تمہارے مستقبل کے بارے میں میں نے چند باتیں منصور کو سمجھا دی ہیں۔وہ تمہیں مراکش پہنچا دے گا۔دشمن اس شکست کے بعد دیر تک آرام سے نہیں بیٹھے گا۔وہ سردیاں گزر جانے کے بعد شاید اپنی پوری قوت کے ساتھ حملہ کر دے۔اس صورت میں ممکن ہے مجاہدین کو پیچھے ہٹ کر جنگ چھاپہ مار لڑنی پڑے۔ایسی جنگ میں عورتوں اور بچوں کی حفاظت کا مسئلہ بہت نازک ہوتا ہے۔اس لئے میں نے منصور سے کہا ہے کہ وہ تمام عورتوں اور بچوں کو مراکش پہنچا دے۔

ربیعہ نے کہا نہیں میں ہجرت نہیں کرونگی۔ مجھے یقین ہے خدا آپ کو شفا دے گا۔ لیکن اگر خدا کو یہ منظور نہیں، تو مجھے اس زمین کے کانٹے جن پر آپ کا خون گرا ہے، مراکش کے پھولوں سے زیادہ عزیز ہونگے۔

بدر نے کراہتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کر لیں، اور پھر ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ربیعہ میں نے ایک مقصد کے لئے اپنے ساتھیوں سے قربانی کا مطالبہ کیا تھا، لیکن مجھے اس بات کا احساس ہے کہ میرے ساتھیوں کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ میری بیوی اور میرے بیٹے کی حفاظت کرنا ہوگا۔ وہ پہاڑوں اور جنگلوں میں لڑنے کی بجائے میرے گھر کے دروازے کے سامنے جانیں دیں گے۔ تمہارے منع کرنے پر بھی وہ یہ ہی کریں گے۔ لیکن تمہارے متعلق وہ مطمئن ہو کر وہ یک سوئی سے اس مقصد کے لئے جنگ جاری رکھیں گے۔ جس کے لئے میں نے تلوار اٹھائی تھی۔ تم اگر چاہو تو مراکش پہنچ کر بھی ان کے لئے بہت کچھ کر سکو گی۔ یہاں سے عورتوں اور بچوں کو نکالنے کے لئے بہت سے جہاز بھجوانے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ تم اہل مراکش کو مہاجر عورتوں اور بچوں کی مدد کے لئے آمادہ کر سکو گی۔ مجھے یقین ہے کہ مراکش کے امرا اور سلاطین تمہاری آواز پر لبیک کہیں گے۔ ربیعہ تم اگر ان لوگوں کی مدد کے لئے کوئی فوج نہ بھجوا سکو، تو بھی تمہاری طرف سے یہ کافی ہے کہ تم میرے ان رفیقوں کے یتیم بچوں اور بیواؤں کو اپنے ساتھ کسی محفوظ مقام پر لے جاؤ۔ جو گزشتہ جنگوں میں شہید ہو چکے ہین۔ تم ان کی پرورش کرو۔ ان یتیم بچوں کو اس قابل بناؤ کہ وہ بڑے ہو کر جہاد میں حصہ لے سکیں، ممکن ہے کہ ان میں سے ہی کوئی طارق یا عبدالرحمٰن نکل آئے۔

ربیعہ نے کہا میں آپ کے حکم کی تعمیل کرونگی،

یہ میری خواہش ہے حکم نہیں

آپ کی خواہش پوری ہو گی

یوسف کو اس قابل بنانا کہ وہ اسلاف کا نام روشن کر سکے

ربیعہ نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ یوسف آپ کے نام کو دھبہ نہیں لگائے گا

بدر نے سوال کیا لیکن کیا؟

یوسف کو ابھی چند برس آپ کے (اپنے باپ) سائے کی ضرورت ہے۔ مجھے یقین ہے خدا اسے آپ کے سایے سے محروم نہیں کرے گا آپ زندہ رہیں گے قوم کو آپ کی ضرورت ہے۔ ربیعہ اب پھوٹ، پھوٹ کر رو رہی تھی

بشیر بن حسن اور انجیلا کمرے میں داخل ہوئے، ربیعہ اپنے آنسو پونچھتی ہوئی کھڑی ہو گئی، اور بولی مجھے معاف کیجیے۔ بدر نے ایک مغموم مسکراہٹ کے ساتھ آنکھیں بند کر لیں۔

صبح تک بدر بن مغیرہ کو کئی بار غش آیا۔ گرد و نواح کی بستیوں کے ہزاروں لوگ اس مکان کو گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ سپاہیوں کے قافلوں کے ساتھ یوسف اور زبیدہ بھی پہنچ گئے۔

طلوع آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے بدر بن مغیرہ نے اپنے تیمارداروں پر آخری نگاہ ڈالنے کے بعد آنکھیں بند کر لیں، اور نحیف آواز میں کہا منصور میں اپنا ادھورا کام تمہیں سونپتا ہوں۔ تم اس وقت تک دشمن کی ساری توجہ اپنی طرف مبذول رکھو۔ جب تک کہ باقی ملک کے مسلمان مراکش نہیں پہنچ جاتے۔ اگر تم نے ہتھیار ڈال دیئے تو دشمن چاروں طرف سے مطمئن ہو کر اپنی ساری قوت مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے میں صرف کر دے گا۔ بشیر مراکش میں یہاں کے یتیم بچوں اور بیواؤں کے لئے

جائے پناہ تلاش کرنے کا کام میں تمہیں سونپتا ہوں۔ تمہاری یہاں بھی ضرورت ہو گی لیکن یہ کام بہت ضروری ہے۔ ابو محسن مجھے یقین ہے کہ تمہاری رفاقت میں منصور یہ محسوس نہیں کرے گا کہ وہ اکیلا ہے۔ میرا وقت آچکا ہے۔ میری منزل مجھے دکھائی دے رہی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آخری چند الفاظ بار، بار دہرانے کے بعد بدر بن مغیرہ دیر تک بار، بار کلمہ شہادت پڑھتا رہا، اس کی آواز نحیف ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ لیکن آواز نہ تھی۔ تیمار دار یہ سمجھ رہے تھے۔ کہ وہ سو رہا ہے۔ طبیبوں کا خیال تھا، کہ وہ بے ہوش ہو چکا ہے۔

بشیر بن حسن نے آخری بار اس کی نبض پر ہاتھ رکھا، پھر اس کی آنکھیں کھول کر دیکھیں اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر سر جھکا دیا۔

دو ماہ بعد چند کشتیاں جن پر عورتیں اور بچے سوار تھے، اندلس کے ساحل سے مراکش کا رخ کر رہی تھیں۔ ایک کشتی میں بشیر بن حسن کے ساتھ ربیعہ، انجیلا، یوسف اور زبیدہ سوار تھے۔

افق مشرق سے آفتاب نمودار ہو رہا تھا۔ یہ وہی آفتاب تھا جس نے اندلس کے ساحل پر غازیان اسلام کا پہلا سفینہ دیکھا تھا۔ یہ وہی آفتاب تھا جس نے قریباً آٹھ سو برس تک حیرت واستعجاب سے اسلامیان اندلس کے عروج کی شاندار منازل دیکھی تھیں۔ یہ وہی آسمان تھا جس کے وسیع سینے پر طارق اور عبد الرحمن کے جانشینوں کی سطوت واقبال کی داستانیں نقش تھیں۔ یہ وہی سمندر تھا جس کی لہریں مجاہدوں کے سمند شوق کے لئے تازیانے کا کام دیا کرتی تھیں۔ لیکن آج یہ آسمان، یہ سمندر اور یہ سورج اس قوم کی بیٹیوں اور بچوں کی نگاہوں میں بے بسی کے آنسو دیکھ

رہے تھے۔ جس کے شہیدوں نے اپنے خون کے چھینٹوں سے اندلس کی خاک کے ذروں کو دل فریبی اور رعنائی عطا کی تھی۔ انقلابات زمانہ کے یہ خاموش تماشائی وقت کا دامن تھام کر یہ پوچھ رہے تھے، کیا یہ وہی قوم ہے جس کا خون الحمرا کے سرخ پتھروں میں جھلکتا ہے؟

ربیعہ کشتی کے ایک کونے میں کھڑی اندلس کے ساحل کی آخری جھلک دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو رہے تھے۔

یوسف نے آگے بڑھ کر کہا، امی: زبیدہ کہتی ہے، خالو جان ہمیں مراکش چھوڑ کر واپس آجائیں گے۔

ہاں بیٹا ربیعہ نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

یوسف تھوڑی دیر سوچنے کے بعد پھر بولا۔ امی جان میں بھی ان کے ساتھ واپس آجاؤں گا۔

ربیعہ نے اپنے بیٹے کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ نہیں بیٹا ابھی تم بہت چھوٹے ہو۔ جب تم بڑے ہو جاؤ گے، میں تمہیں منع نہیں کروں گی۔

امی میں بہت جلدی بڑا ہو جاؤں گا، میں جہاز راں بنوں گا۔ آپ کہتی تھیں مراکش میں سب مسلمان ہیں۔ میں ان سب کو جہازوں پر سوار کر کے اندلس لے جاؤں گا۔ اور ہم دشمن کو اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ امی آپ کہتی ہیں کہ جب طارق یہاں آیا تھا تو اس کے ساتھ زیادہ مسلمان نہیں تھے،

پھر بھی انہیں فتح ہوئی، جب ایک مسلمان دس کافروں سے لڑ سکتا ہے تو غرناطہ سے ہزاروں مسلمان یہ ملک چھوڑ کر کیوں چلے گئے ہیں۔

آپ کہتی ہیں کہ قرطبہ اور اشبیلیہ اور دوسرے شہروں سے بھی لاکھوں مسلمان

مراکش چلے گئے ہیں، وہ اکھٹے ہو کر لڑے کیوں نہیں۔

بیٹا طارق کے ساتھیوں کے پاس ایمان تھا، لیکن ان لوگوں کا ایمان کمزور ہے ۔وہ موت کو ایک کھیل سمجھتے تھے اور یہ موت سے ڈرتے ہیں ۔اس زمانے میں ایک ادنیٰ مسلمان بھی غداری نہیں کرتا تھا، اور اب بڑے، بڑے لوگ غدار ہیں۔

ربیعہ سے چند قدم دور زبیدہ انجیلا سے کہہ رہی تھی ۔امی یوسف کہتا ہے کہ میں جہاز کا کپتان بنوں گا، اور مراکش سے ایک بہت بڑی فوج لے کر اندلس جاؤں گا۔

ہاں بیٹی یوسف درست کہتا ہے ۔تو امی جان میں بھی اس کے ساتھ جاؤں گی

۔

تم اس کے ساتھ جا کر کیا کرو گی بیٹی؟

میں زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کروں گی ۔امی جان میں تیر چلانا بھی سیکھ لوں گی ۔

اچھا بیٹی:

کشتی کے دوسرے کونے پر اسی بیڑے کا مراکشی کپتان بشیر بن حسن سے باتیں کر رہا تھا۔بدر بن مغیرہ کی آخری فتح اور شہادت کے متعلق چند سوالات پوچھنے کے بعد کپتان نے سوال کیا۔آپ یہ جنگ کب تک جاری رکھیں گے؟

بشیر بن حسن نے جواب دیا ۔جب تک ہماری رگوں میں خون دوڑتا رہے گا۔ ہمارے دلوں میں شہادت کی تمنا باقی رہے گی،

کپتان نے کہا میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں،، لیکن کیا آپ یہ نہیں سوچتے کہ آپ کی جنگ اندلس میں رہے سہے مسلمانوں کی مشکلات میں اضافہ کر رہی ہیں۔

نہیں بلکہ ہم یہ سوچتے ہیں، کہ جب ہماری تلواریں نیام میں چلی جائیں گی تو ظلم کے ہاتھ ان پر زیادہ سختی سے اٹھیں گے۔

لیکن آپ کے مٹھی بھر مجاہدین کی جنگ کا انجام کیا ہوگا؟

مجاہدین کی جنگ کے دو ہی انجام ہو سکتے ہیں۔ فتح یا شہادت

میرے خیال میں آپ کے لئے فتح کی نسبت شہادت کے امکانات زیادہ ہیں

۔

تو بھی ہم خسارے میں نہ رہیں گے، اندلس میں مسلمانوں کی تاریخ کا جو باب ہمارے خون سے لکھا جائے گا، وہ اس باب سے مختلف ہوگا جو اہل غرناطہ اپنی بے کسی کے آنسوؤں سے لکھا جائے گا، آنے والی نسلیں اسے پڑھ کر شرم سے اپنی گردنیں نہیں جھکائیں گے۔ ہمارے مقدر میں ذلت و رسوائی کی زندگی نہیں ہوگی۔

کپتان نے کہا، اگر قدرت کو ہماری بہتری مقصود ہوتی تو غرناطہ میں موسیٰ جیسے جلیل القدر مجاہد کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا۔ اور اس کے بعد مجاہدین کی رہی سہی جماعت بدر بن مغیرہ کی قیادت سے محروم نہ ہوتی۔

بشیر نے برہم ہو کر کہا، کون کہتا ہے موسیٰ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ اہل غرناطہ کی شکست موسیٰ کی شکست نہ تھی۔

یہ ان غداروں اور ملت فروشوں کی شکست تھی۔ جنہوں نے عزت کی موت پر ذلت اور غلامی کی زندگی کو ترجیح دی۔ یہ ابو عبداللہ کی شکست تھی۔ یہ ان امرا اور علماء کی شکست تھی، جنہوں نے اس دنیا میں چند دن زندہ رہنے کے لئے دائمی ذلت اور رسوائی قبول کر لی ہے۔ موسیٰ ایک مومن تھا وہ مومن کی زندگی جیا اور مومن کی موت مرا۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ قدرت کو ہماری بہتری مقصود نہیں تو بھی آپ غلطی پر

ہیں، قدرت نے اندلس کے مسلمانوں کی ایک قلیل تعداد پر صدیوں تک انعامات کی بارش کی ہے، ہم نے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتوں کو شکست دی۔ کیا یہ قدرت کا انعام نہیں؟ کہ عقاب کی وادی میں مٹھی بھر مجاہدین برسوں سے وحشت اور بربریت کا سیلاب روکے ہوئے ہیں۔ کیا یہ قدرت کا انعام نہیں کہ اس نے ایک ایسی قوم کو جس کا اجتماعی اخلاق اور کردار فنا ہو چکا تھا

ایک بار پھر صراط مستقیم پر گامزن ہونے کا موقع دینے کے لئے بدر اور موسیٰ جیسے رہنما عطا کیے۔ قوم اگر ایسے لوگوں کے ساتھ غداری کرتی ہے، تو اس میں قدرت کا کیا قصور؟ قوم میں آج بھی وہ لوگ موجود ہیں۔ جو ہمت ہارنا اور مایوس ہونا نہیں جانتے، یہ لوگ اندلس میں قوم کا آخری مورچہ سنبھالے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ صرف اندلس کے مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو یہ پیغام دے رہے ہیں۔ کہ آؤ کفر اور اسلام کی جنگ میں ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ ان لوگوں کی آواز آخری دم تک مراکش، مصر، ترکستان اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کو جھنجھوڑتی رہے گی۔ یہ لوگ اس امید پر لڑتے رہیں گے کہ کسی دن ان کے بھائی غفلت سے بیدار ہو جائیں گے۔ کسی دن کوئی مجاہد ان کی مدد کے لئے پہنچے گا، اور اگر عالم اسلام کو ہوش نہ آیا تو تب بھی اندلس میں مسلمانوں کی مکمل تباہی کی ذمہ داری ان مجاہدین پر عائد نہ ہوگی۔ جو اپنے خون سے تاریخ عالم کے صفحات پر یہ لکھ جائیں گے، کہ جب ساری دنیا کے مسلمان سو رہے تھے، اندلس کے ایک گوشے میں یہ چند سرفروش حرم کی پاسبانی کر رہے تھے۔

کپتان نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ کیا میں آپ کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہوں؟

بشیر بن حسن نے جواب دیا۔آپ کو میری اجازت کی ضرورت نہیں۔اپنے دل سے مشورہ کیجیے۔

میں اپنے دل سے مشورہ کر چکا ہوں۔

(۸)

مجاہدین اپنے نئے رہنما منصور بن احمد کی قیادت میں کئی برس لڑتے رہے عقاب کی وادی مدت تک ان کے خون سے لالہ زار ہوتی رہی۔بارہا ان کی تلواریں وحشت اور بربریت کے سیلاب کے سامنے سد سکندری ثابت ہوئیں، کبھی ،کبھی اس سیلاب کی شدت کے سامنے انہیں پیچھے ہٹنا پڑا،اور کبھی سیلاب کی لہریں عزم وہمت کی ان چٹانوں سے ٹکرا کر پیچھے ہٹ جاتیں۔لیکن عالم اسلام سویا رہا، مراکش کا مسلمان اپنے ریگ زاروں میں خوش تھا۔مصر کا مسلمان نیل کے ساحل پر سو رہا تھا۔ترک قسطنطنیہ کی دیواروں کے سائے میں اونگھ رہے تھے۔عرب اپنے نخلستانوں میں مست تھے۔اور ہندوستان کے مسلمان تاجدار اپنے عشرت کدے تعمیر کرنے میں مصروف تھے۔

یہ لوگ برسوں تک شمشیر بکف رہے، لیکن مراکش سے کوئی یوسف بن تاشفین، مصر سے کوئی صلاح الدین ایوبی، ترکستان سے کوئی ملک شاہ، عرب سے کوئی محمد بن قاسم، اور افغانستان سے کوئی محمود غزنوی ان کی مدد کے لئے نہ پہنچا۔ اندلس کی خاک شہیدوں کے خون سے سیراب ہوتی رہی۔اور جبل الطارق کی چٹانیں جنوب اور مشرق سے آنے والے سفینوں کا انتظار کرتی رہیں، جب تک منصور اور ان کے ساتھی برسر پیکار رہے۔باقی اندلس کے مسلمانوں کے لئے ہجرت کے راستے تھوڑے بہت کھلے رہے۔مجاہدین کی تعداد رفتہ، رفتہ کم ہوتی گئی۔تاہم

انھوں نے تین نسلوں تک جنگ جاری رکھی ۔ یہ جنگ اس وقت ختم ہوئی جب مجاہدوں کی رگوں سے خون کا آخری قطرہ بہہ چکا تھا۔تلوار نے اس وقت اپنی بے بسی کا اعتراف کیا، جب اسے اٹھانے والے ہاتھ کٹ چکے تھے۔اس کے بعد بربریت کا طوفان اپنی تازہ قوتوں اور نئے ارادوں کے ساتھ اٹھا، اندلس میں باقی مسلمانوں کے لئے آگ، خون، آنسوؤں اور آہوں کے سوا کچھ نہ تھا۔

اندلس کے مسلمانوں پر کیا گزری؟ ان میں سے کتنے لاکھ تھے، جنہیں ملک بدر کرنے سے پہلے ان کے نابالغ بچے ان سے چھین لیے گئے، کتنے ہزار تھے جنہیں آگ میں زندہ جلایا گیا، کتنے تھے جنہیں بدترین اذیتیں دے کر موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ان عورتوں کی تعداد کیا تھی جنہیں درے مار، مار کر ہلاک کیا گیا؟

تاریخ ہمیں ان تمام سوالات کا جواب دیتی ہے، لیکن ہمیں ان المناک واقعات کی تفصیل جاننے کے لئے تاریخ کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں ۔ہم حال کے آئینے مین ماضی کا عکس دیکھ سکتے ہیں ۔اندلس میں آٹھ سو برس کی حکومت کے بعد آج ایک مسلمان بھی دکھائی نہیں دیتا۔قرطبہ، غرناطہ اور اشبیلیہ کی مساجد آج بھی وہاں موجود ہیں ۔لیکن وہاں اذان دینے والی زبانیں ہمیشہ کے لئے خاموش ہو چکی ہیں ۔

غرناطہ کے اکابر کی غلطی چند افراد تک محدود نہ رہی ۔یہ ایک قوم کا اجتماعی گناہ ثابت ہوئی ۔اور آج الحمرا کی دیواریں زبان حال سے یہ کہہ رہی ہیں کہ قدرت کسی قوم کے اجتماعی گناہ کو معاف نہیں کرتی ۔

ختم شد ☆☆☆